اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم

(الحدیث)

جب تمہیں صحابہ کو برا بھلا کہنے والے لوگ نظر آئیں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت

السنة العلیا علی الذین فرقوا دینهم ٥ کانوا شیعا

تالیف

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ ، تخریج ، تبویب

مولانا محمد رفیق اثری

ناشر

فاروقی کتب خانہ ناشران و تاجران بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم

(الحديث)

جب تمہیں صحابہ کو برا بھلا کہنے والے لوگ نظر آئیں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت

علیٰ

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعاً

تالیف

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج، بتویب

مولانا محمد رفیق اثری

ناشر

فاروقی کتب خانہ ناشران و تاجران بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

نام کتاب :- السیف المسلول

مؤلف :- قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم

مترجم :- محمد رفیق اثری

سائز :- ۲۳×۳۶/۱۶

صفحات :- ۵۴۴

کاغذ :- آفسٹ پیپر

طباعت :- المطبعۃ العربیہ

بائنڈنگ :- نیو پنجاب بک بائنڈنگ

کتابت :- ہمایوں عبدالجبار آزاد ابن مترجم

تاریخ اشاعت :- نومبر ۱۹۷۹ء

بار :- اوّل

قیمت :- آفسٹ پیپر مجلد ۵۲/-

〃 کاغذ چارسدہ کرد سو کارڈ کور ۳۶/-

بیہقیٔ وقت، علم الہدیٰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

المتوفی ... ۱۲۲۵ھ

نسب:- مشہور بزرگ شیخ جلال الدین عثمانیؒ کی دسویں پشت سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عثمان بن عفان سے جا ملتا ہے، اس سلسلہ میں فضلاء اور علماء موجود ہیں رحمہم اللہ

تعلیم و تربیت:- سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، ابتدائی تعلیم پانی پت کے علماء و فضلاء سے حاصل کی، اور عمر کے سولھویں برس میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پر حاوی ہو گئے،

جس دور میں قاضیؒ نے آنکھیں کھولیں، ہندوستان میں امام ولی اللہ محدث دہلوی اپنے علم و فضل سے تشنہ دلوں کو سیراب کر رہے تھے، اس شیریں چشمہ سے فیض حاصل کرنے کو دہلی آئے، اور حدیث و علوم حدیث میں مہارت حاصل کی، جبکہ ابھی عمر کے اٹھارویں سال میں ہی قدم رکھا تھا، امام ولی اللہؒ اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں، مولوی ثناء اللہ مصابیح و صحیحین استماع نمود و مستعد کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ اند انتہیٰ۔

پھر شیخ محمد عابد سنامی کے پاس رہے، اور علوم طریقت میں دسترس حاصل کی، بعد ازاں مرزا مظہر جانجاناں کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر طریقہ مجددیہ کے مقامات علیہ حاصل کئے، مرزا صاحب نے ان کو علم الہدیٰ کے لقب سے نوازا، وہ فرمایا کرتے تھے "اس کی نیکی تقویٰ اور دیانت نے میرے دل پر اس کی ہیبت بٹھادی ہے، یہ شریعت و طریقت کا حسین مرقع ہے، صفات ملکوتیہ سے متصف فرشتے بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔"

شیخ عبد العزیز محدث دہلوی نے جو کہ ان کے ہم عصر تھے، ان کو بیہقیٔ وقت کا لقب دیا جس سے قاضیؒ کی فقہ و حدیث میں تبحر اور مہارت تامہ کی نشان دہی ہوتی ہے۔

اخلاق و عادات:- شیخ غلام علی دہلوی "المقامات" میں لکھتے ہیں، ثناء اللہ پانی پتی تقویٰ اور دیانت میں اپنے دور کے ممتاز اور منفرد شخصیت تھے، بہت عبادت گذار، ذکر و مراقبہ اور تدریس و تصنیف اور فیصلہ جات میں مشغولیت کے باوجود قرآن پاک کا ایک حزب بالالتزام تلاوت فرماتے تھے انتہیٰ۔

قاضی صاحب کی شخصیت سے ان کے دور کے بڑے لوگ حتیٰ کہ ان کے اساتذہ بھی متاثر تھے۔

فقہی مسلک:۔ فقہی مسائل میں مروجہ انداز کے جمود کے قائل نہیں تھے، رسالہ اصول فقہ میں فرماتے ہیں "در صدر اول عوام از خواص عند الحاجۃ استفتاء مے نمودند و عمل مے کنند و مبالات ازیں قیود مروی نیست" کتاب مالابدمنہ میں فرمایا "رفع یدین نزد ابی حنیفہ سنت نیست لیکن فقہا و محدثین اثبات آں کنند" تفسیر مظہری ج ا ص ۲۹۳ میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) جب ایسی حدیث جو کہ مرفوع ہو، اور تعارض و نسخ سے بالاتر ہو خواہ ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ایسی حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دوسرے ائمہ میں سے کسی کا اس حدیث کے موافق نظریہ ہو تو اس وقت حدیث کا اتباع واجب ہے نہ کہ تقلید پر قائم رہنا تاکہ ایک دوسرے کو رب بنانا لازم نہ آئے، انتہیٰ۔

اپنی وصایا میں اس بات کو خاص اہمیت دی ہے کہ ان کے جنازہ میں سنت کے مطابق پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھیں دیکھئے مالابدمنہ ص ۱۹۱۔

اصابت رائے:۔ ذہین وفطین اور صائب قوت فکر کے مالک تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ پر پورا عبور حاصل تھا جس کی وجہ سے فقہ و اصول میں اجتہاد کے اونچے مرتبہ پہ فائز تھے۔

صاحب مقامات مظہری لکھتا ہے، "در علوم عقلی و نقلی تبحر تام دارند در فقہ و اصول بمرتبہ اجتہاد رسیدہ کتاب مبسوط در علم فقہ با بیان ماخذ و دلائل مختار مجتہدان مذاہب اربعہ در ہر مسئلہ تالیف نمودند و آں چہ نزد ایشاں اقوی ثابت شدہ آں را رسالہ جدی مسمی بہ ماخذ اقوی تحریر فرمودہ در اصول نیز مختارات خود نوشتہ اند انتہی۔

شیخ محسن بن یحییٰ ترہتی "الیانع الجنی" میں لکھتے ہیں ثناء اللہ پانی پتی فقیہ، اصولی زاہد اور مجتہد تھے، مذہب کے کئی معاملات میں ان کی اپنی رائے ہے، فقہ و تفسیر اور زہد میں قابل قدر مصنفات تالیف کیں انتہیٰ۔

تصانیف:۔ امام ولی اللہؒ کا یہ ہونہار شاگرد بھی اپنے شیخ کامل کی طرح تصانیف کثیرہ کا مؤلف ہے جن کی تعداد صاحب تراجم علماء حدیث ہند نے تیس لکھی ہے مشہور کتب یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر مظہری (عربی میں) (۲) حدیث پر ایک مبسوط کتاب دو جلد۔ (۳) مالابد منہ (فارسی)
(۴) السیف المسلول (فارسی) (۵) حرمت متعہ (۶) تذکرۃ الموتی والقبور (۷) تذکرۃ المعاد (۸) حقوق الاسلام
(۹) حقیقۃ الاسلام (۱۰) حرمت واباحت سرود (۱۱) شہاب ثاقب (۱۲) اصول فقہ (۱۳) رسالہ فی العشر
والخراج (۱۴) ارشاد الطالبین (۱۵) المقالۃ الرضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ (۱۶) کتاب فی سیرت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم (۱۷) منار الاحکام (۱۸) ماخذ اقوی۔

السیف المسلول کے بارے میں:۔ کتاب ہذا جو کہ آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے فارسی زبان میں تحریر کی گئی تھی، دہلی میں پہلی بار طبع ہوئی، اور اب نایاب ہے۔ بلکہ عام طور پر لوگ اس کے نام سے بھی ناآشنا ہیں، کتاب کی تالیف کا داعیہ مؤلف رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ میں یہ تھا "اس وقت دیار ہند میں مذہب اثنا عشریہ ظاہر ہو رہا ہے، جہالت وحماقت کی وجہ سے بہت لوگ خصوصاً پانی پت کے بعض افراد جن کے باپ دادے سنت وایمان کے حامل تھے، گمراہ ہو گئے ہیں، فقیر کا خیال ہے کہ آسان فارسی میں روافض کے رد میں ایک کتاب لکھی جائے، تاکہ عام لوگ اس سے نفع حاصل کر سکیں۔ ہو سکتا ہے کوئی راہ راست پر آجائے"۔

کتاب کے مطالعہ سے قاضی رحمہ اللہ کی وسعت معلومات بالخصوص فرقہائے روافض کے نظریات پر پوری گرفت کا پتہ چلتا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں فرقہائے باطلہ کے عقائد ونظریات پر بہترین نقد وتبصرہ عام فہم انداز میں اس کتاب میں موجود ہے۔

قاضی صاحب کے دور میں چونکہ فارسی سرکاری اور عام فہم زبان تھی، ملک کے ہر طبقہ کے لوگ فارسی سیکھتے اور جانتے تھے، مگر اب حالات مختلف ہیں فارسی کا ہمارے ہاں وہ چرچا نہیں رہا، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کا آسان اردو میں ترجمہ کر دیا جائے، تاکہ عام لوگ استفادہ کر سکیں، اور حق وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے عقائد کی اصلاح کریں، کتاب کا عام فہم سلیس اور سادہ ترجمہ کیا گیا ہے، اور حاشیہ میں حوالجات کی تخریج بھی حتی الامکان کر دی گئی ہے، تاکہ اصل محولہ کتابوں کی طرف مراجعت میں آسانی ہو، بعض جگہ مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

البتہ آیات قرآنی کی تخریج متن میں ہی درج کردی گئی ہے، چونکہ ہمیں ترجمہ کے لئے مطبوعہ نسخہ نہ مل سکا ایک مخطوط کا مصورہ ملا جس میں کتابت کی غلطیاں تھیں، اور کتب و رواۃ کے اسامی میں اغلاط بہت زیادہ تھیں، پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کی اصلاح ہوجائے اگر کسی جگہ کوئی غلطی رہ گئی ہے تو ناظرین سے التماس ہے کہ اطلاع ضرور دیں، تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی درستی ہو سکے۔

تحفۂ اثنا عشریہ اور کتاب ہذا:۔ قاضیؒ کے دور میں اور بھی کئی بزرگوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تحفۂ اثنا عشریہ بھی اسی دور کی ایک شاہکار کتاب ہے، دونوں کتابوں میں بعض باتوں میں یکسانیت اس بنا پر ہے، کہ دونوں امام ولی اللہؒ کے مکتب کے فیض یافتہ ہیں قاضی پانی پتیؒ عمر میں شاہ عبدالعزیزؒ سے بڑے تھے، قرین قیاس یہی ہے کہ السیف المسلول پہلے تالیف ہوئی، اور بعد میں تحفۂ اثنا عشریہ۔

وفات:۔ رجب ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی مولوی حافظ محب اللہ صاحب پانی پتی نے آیت فهم مكرمون فی جنات النعیم ۱۲۲۵ھ سے مادہ تاریخ وفات نکالا۔ نزہتہ الخواطر ج ۷ ص ۱۱۲-۱۱۳ و تراجم علماء حدیث ہند ص ۱۱۸ تا ۱۹۷ میں تفصیلی حالات ملاحظہ فرمائیں۔

ناشر کے بارے میں:۔ کتاب ہذا کے ناشر ملتان کے ایک علمی خاندان کے فرد حافظ عبدالمنعم صاحب و اخوانہ ہیں، یہ خاندان کئی نسلوں سے متواتر کتاب و سنت کا شیدائی و عامل چلا آرہا ہے، نشر و اشاعت علوم اسلامی کا جذبہ حافظ صاحب و اخوانہ کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے علامہ قمرالدین رحمہ اللہ ملتان میں اپنے دور کے با احترام اور علوم کتاب و سنت کی تعلیم کے لئے مرجع افاضل تھے ان کے فرزند علامہ عبدالتواب محدث بھی پایہ کے عالم تھے اور سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے شاگرد، مولانا عبدالباقیؒ کا فاروقی کتب خانہ اس وقت تک اہم اور علمی کتابوں کو اعلیٰ معیار کیساتھ شائع کرکے علماء فضلاء ملک سے خراج تحسین حاصل کرچکا ہے، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔

محمد رفیق اثری

مدرس دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا ضلع ملتان

۱۷/۷/۱۳۹۹ھ

فہرست کتاب السیف المسلول للسنۃ العلیاء

پیش لفظ

(از مؤلف رحمہ اللہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء وظہر وجودہ فوق ظہور الاشیاء حتی اقر بہ الاذکیاء والانبیاء وبطن کنہ ذاتہ عن معرفۃ العقلاء حتی عجز عن دراک ادراکہ الصدیقون والانبیاء۔ المتصف بصفات الکمال وحسنی الاسماء المنزہ عما یقول فیہ اھل الاھواء والصلوٰۃ والسلام علی امام الاتقیاء وقائد الغر المحجلین الاصفیاء محمد ھادی الناس الی الجناب العلی مبلغ رسالات ربہ الاعلیٰ الذی خشی الرحمٰن ولم یخش احدا من غیرہ من الانس والجان وعلی اٰلہ واصحابہ اھل البر والاحسان وعلی الذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے آسمان وزمین پیدا کئے، اس کا وجود اشیاء کے ظہور سے زیادہ واضح ہے، ذکی اور نبی سب ہی اسکا اقرار کرتے ہیں، عقل والوں کی معرفت سے اس کی کنہ ذات مخفی ہے، حتیٰ کہ صدیقین اور انبیاء بھی اس کے ادراک سے عاجز ہیں، وہ صفاتِ کمال اور اچھے ناموں سے متصف ہے، بیعتدعین اس کے بارہ میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے منزہ اور پاک ہے، درود وسلام ہو متقیوں کے امام غر محجلین کے قائد محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ اونچے اور بلند دربار کی طرف لوگوں کے راہنما ہیں، اور اپنے اعلیٰ اور بہت رحم کرنیوالے رب کے پیغام پہنچانے والے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی انسان وجن سے آپ خائف نہ ہوئے، درود وسلام ہو آپکی آل آپکے اصحاب اہل بر واحسان پر اور ان لوگوں پر جو کہتے ہیں، اے رب ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے

ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اما بعد۔	پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے، حمد و صلوٰۃ کے بعد

فقیر محمد ثناء اللہ عثمانی نقشبندی مجددی کہتا ہے۔ (لیغفر اللہ لہ ولاسلافہ)
جن فرائض کا انسان مکلف ہوا ہے، ان میں سب سے پہلے عقائد کو اس نہج پہ درست کرنا ہے کہ رب العالمین کے رسولوں کی ہدایات کے مطابق ہو جائیں۔ جنہیں خاتم النبین سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محقق و مشید فرمایا مگر آپ کے بعد فساد ہوا اور دلوں کے ٹیڑھ کی وجہ سے دین محمدی میں متعدد مدعی اسلام فرقے پیدا ہو گئے ہیں، مجسمہ، جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج اور مرجیہ وغیرہ وغیرہ۔
اہل حق نے ان گروہوں کے شکوک و شبہات دور کرنے کے لئے اور دین متین کی تائید و تاسیس کے لئے تصانیف تحریر کی ہیں، جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق:۔

فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال (الرعد ١٧)	جھاگ ختم ہو جاتا ہے، لوگوں کو نفع دینے والی زمین میں باقی رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان کرتا ہے۔

بہت فرقے پیدا ہوئے، اور معدوم ہوتے گئے، سچ ہے۔

وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا (الاحزاب ٢٥)	اللہ نے لڑائی میں ایمان داروں کی کفایت کی، وہ قوی ہے، اور غلبہ والا

نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ اہل حق "اہل السنۃ والجماعۃ" کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے، ہاں روافض خصوصاً اثنا عشری اور ان کی ایک شاخ زیدیہ اور بعض بلاد میں خوارج موجود ہیں۔
اس وقت دیار ہند میں مذہب اثنا عشریہ ظاہر ہو رہا ہے۔ جہالت و حماقت کیوجہ سے بہت لوگ خصوصاً پانی پت کے بعض افراد جن کے باپ دادے سنت و ایمان کے حامل تھے، گمراہ ہو گئے ہیں، فقیر کا خیال ہے کہ آسان فارسی میں روافض کے رد میں ایک کتاب لکھی جائے تاکہ عام لوگ اس سے نفع حاصل کر سکیں، ہو سکتا ہے، کوئی راہ راست پر آجائے، اور

راقم الحروف اجر و ثواب کا مستحق ہو۔ چونکہ یہ لوگ کتب اہل سنت پر اعتماد نہیں رکھتے، اس لئے ان کو الزام دینے کیلئے آیات قرآنی سے استدلال کیا جائے گا، یا پھر کتب معتبرہ روافض سے، مثلاً کافی مصنفہ محمد بن یعقوب کلینی، تہذیب و استبصار تالیف ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی، فقہ من لا یحضرہ الفقیہ تالیف محمد بن علی بن بابویہ القمی اور اس کی استبصار، مظہر الحلی، جامع عباسی وغیرہ وغیرہ، اور تفسیر منسوب بہ ابی محمد الحسن العسکری وغیرھا۔ تاکہ روافض انکار نہ کر سکیں،

سائل عقائد مثلاً، حدوث عالم، اثبات صانع، توحید باری تعالیٰ اور صفات نقصان سے اس کی تنزیہ وغیرہ میں چونکہ اثنا عشری اہل حق کے ساتھ نزاع نہیں رکھتے، اور کتب علم الکلام میں دلائل عقلی و نقلی شرح و بسط سے مذکور ہیں، نیز ان مسائل کے دلائل عام و خاص کے نزدیک بدیہی طور پر ثابت و مقرر ہیں۔ اس لئے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل پر چنداں گفتگو نہ کریں گے۔

ان مسائل کا سرسری تذکرہ اور اس اختلاف کے بیان پہ جو روافض کے بعض گروہوں نے کیا اکتفا ہوگا، اس باب میں عالم اجل، عارف اکمل، فرید الدہر، یکتا زمانہ جناب ابو النصر نصیر الدین محمد (جو کہ خواجہ نصر اللہ الحسنی المکی المدنی اصلاً والکابلی وطناً کے نام سے مشہور ہیں) نے ایک خوبصورت اور جامع کتاب لکھی ہے۔

علامہ مذکور نے روافض کی کتب تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی خوب سیر کی ہے، اور اپنی عمر شریف کے قیمتی اوقات اس میں صرف کئے ہیں،

اپنی کتب میں مخالف کے مذہب کے ابطال اور اپنے نظریہ کے اثبات کیلئے روافض کی معتبرہ کتب سے دلائل مہیا فرمائے ہیں۔

فقیر نے بھی بحکم ,, وللارض من کاس الکرام نصیب،، (سخیوں کے پیالے سے زمین کو حصہ ملتا ہے، کتب روافض کی روایات اس کتاب سے اخذ کی ہیں۔

والمسئول من اللہ العصمۃ والسداد۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب ایسی ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ اور جذبہ انصاف رکھنے والا انسان فیصلہ کرے گا کہ روافض کے لئے دم مارنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اس کتاب کا نام

"السيف المسلول للسنة العلیا علی الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا" رکھا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، سات مقالے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: میں فرقہائے روافض کا بیان ہے۔

مقالہ اولی: میں اجمالاً ابطال مذہب روافض اور اثبات مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔

مقالہ دوم: میں عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کا بیان اور روافض کے خلافیہ مسائل کا تفصیلی ابطال ہے۔

مقالہ سوم: میں مسئلہ امامت پر بحث ہے جسے روافض اصول عقائد سے شمار کرتے ہیں، اور اہل سنت فروعی مسئلہ کہتے ہیں۔

مقالہ چہارم: مطاعن خلفاؓ و دیگر صحابہ کرامؓ و مطاعن فرقہ ناجیہ اہل سنت کے جواب میں ہے۔

مقالہ پنجم: میں فضائل صحابہ کا بیان ہے اور یہ کہ اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے، اور مشاجرات صحابہؓ سے زبان روکی جائے، اور یزید پر لعنت کرنے جواز کا بیان ہے۔

مقالہ ششم: میں خرافات روافض کا ابطال اور بعض فروعی مسائل کا تذکرہ ہے۔

مقالہ ہفتم: میں اہل السنت والجماعۃ کے چند امتیازی مسائل کا ذکر ہے۔

خاتمہ: میں ائمہ اہل بیتؓ اور محمد مہدیؒ کے بعض مناقب و شمائل کا بیان ہے۔

مقدّمہ

فرقہ ہائے روافض کا بیان

معلوم ہو کہ روافض کے چار فرقے ہیں:۔ ۱۔ غلاۃ۔ ۲۔ کیسانیہ۔ ۳۔ زیدیہ۔ ۴۔ امامیہ۔

غلاۃ کے چوبیس[1] فرقے بن گئے:۔ ۱۔ سبائیہ:۔ عبداللہ بن سبا یمانی صنعائی یہودی کی طرف منسوب ہے، یہ شخص مسلمانوں کے لباس میں منافق تھا، رفض کی بنیاد اس نے رکھی ہے، ملت اسلام کو ایک دوسرے سے لڑانا چاہا ہے، کہتا ہے کہ علی خدا ہے، علی بادل میں ہے، بادل کی گرج علی کی آواز ہے، اور بجلی اس کا درّہ۔

---

[1] آگے تفصیل میں تیئس فرقے شمار کیے ہیں، واللہ اعلم۔

۲۔مفضلیہ:۔ مفضل صیرفی کے اصحاب ان کا عقیدہ ہے کہ خدا ائمہ میں حلول کر چکا ہے، اور سلسلہ نبوت بھی منقطع نہیں ہو گا۔

۳۔سریعیہ:۔ ایک شخص سریع کے اصحاب یہ گروہ کہتا ہے کہ خدا پانچ اشخاص میں حلول کر چکا ہے، نبی عباس، علی، جعفر اور عقیل ہیں۔

۴۔بزیغیہ:۔ بزیغ بن یونس کے اصحاب جو کہ جعفر بن محمد کو خدا کہتا ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ کی طرف وحی آتی ہے۔

۵۔کاملیہ:۔ کامل کے اصحاب یہ لوگ خدا کو اپنے مرتبہ میں موصوف مانتے ہیں تناسخ ارواح کے قائل ہیں، کہتے ہیں روح خدا پہلے آدم علیہ السلام میں آئی پھر شیث علیہ السلام میں، اور اس طرح انبیاء میں وارد ہوتی رہی، ان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت ترک کر کے صحابہؓ (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے تھے، اور علیؓ اپنا حق چھوڑ کر کافر ہو گئے۔

۶۔مغیریہ:۔ مغیرہ بن سعید عجلی کے اصحاب کہتے ہیں خدا ایک انسان کی صورت میں ہے، اور سر پر تاج رکھے ہوئے ہے۔

۷۔جناحیہ:۔ تناسخ ارواح کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی روح کا نام ہی خدا ہے، وہی روح (خدا) ائمہ علیؓ ان کے تین فرزند حسنؓ، حسینؓ، اور محمدؓ میں آئی پھر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذی الجناحین میں اس نے حلول کیا، اسے محمد بن الحنفیہ کے بعد پانچواں امام جانتے ہیں، معاد کا انکار کرتے ہیں، محارم کو حلال سمجھتے ہیں۔

۸۔بیانیہ:۔ بیان بن سمعان کے اصحاب کہتے ہیں، خدا علی میں حلول کر آیا، پھر محمد بن علی میں پھر اس کے بیٹے ابو ہاشم بن محمد میں پھر بیان میں۔

۹۔منصوریہ:۔ ابو منصور عجلی کے اصحاب انہیں عجلیہ بھی کہتے ہیں، جہان کے قدیم و ابدی ہونے کے قائل ہیں، احکام کا انکار اور جنت و جہنم کی تاویل کرتے ہیں، محمد باقر کو امام کہتے ہیں، پھر ابو منصور کو۔

۱۰۔آموتیہ:۔ اموی کے اصحاب ان کا عقیدہ ہے کہ علیؓ نبوت میں شریک تھے۔

۱۱۔تفویضیہ:۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرما کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی، اس میں جو کچھ ہے، سب آپ کے لئے مباح ہے، بعض کہتے ہیں کہ دنیا علی کے سپرد ہے، اور بعض دونوں کے سپرد مانتے ہیں،

۱۲۔ **خطابیہ:۔** ابوالخطاب محمد بن زینب الاخدع الاسدی کے اصحاب کہتے ہیں کہ علیؓ بڑا خدا ہے، اور جعفر صادق چھوٹا خدا اور ائمہ خدا کے بیٹے۔ اور ابوالخطاب نبی ہے، ابوالخطاب نے اپنے دوستوں کو مخالفین پر جھوٹی گواہی دینے کا حکم دیا ہے۔

۱۳۔ معمریہ:۔ یہ گروہ خطابیہ کا ایک فرقہ ہے، اصحاب معمر کہتے ہیں کہ جعفر صادق نبی ہے، پھر ابوالخطاب اور اس کے قتل کے بعد معمر نبی ہے، احکام شرع نبی کے سپرد ہوتے ہیں، اور معمر نے احکام ساقط کر دیئے ہیں۔

۱۴۔ غرابیہ:۔ کہتے ہیں کہ محمد اور علی ایک دوسرے سے دو کووں کی مانند پورے متابہ تھے، جبریل وحی علی کے لئے لائے تھے، مگر غلطی سے محمد کو پہنچا گئے۔

۱۵۔ ذبابیہ:۔ کہتے ہیں کہ علی خدا ہے، اور محمد نبی، یہ دونوں دو مکھیوں کی طرح ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

۱۶۔ ذمیہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے ہیں کہتے ہیں، علی خدا ہے، محمد کو بھیجا کہ مخلوق کو اس کی طرف بلائے مگر محمد نے اپنی طرف بلانا شروع کر دیا۔

ذمیہ میں ایک فرقہ اثنینتہ ہے، جو مذمت سے رجوع کر چکے ہیں، اور محمد کو علی کا شریک بنا کر دونوں کو خدا قرار دیا۔

۱۷۔ خمسیہ:۔ ان کا عقیدہ ہے، خدا پانچ ہیں، محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین۔ یہ تمام ایک ہی ہیں، خدا کی روح ان میں برابر حلول کر چکی ہے، کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، ان میں سے بعض فاطمہ پر سے تا تانیث حذف کرتے ہیں کہ الہ کو مؤنث بنانے سے احتراز کیا جائے، مگر وہ اسے محمد کی بیٹی علی کی بیوی اور حسن و حسین کی ماں بھی مانتے ہیں۔

۱۸۔ نصیریہ:۔ نصیر کے اصحاب۔

۱۹۔ اسحاقیہ:۔ اسحاق کے اصحاب ان دونوں کا عقیدہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ علی اور اس کی اولاد میں حلول کر چکا ہے۔

۲۰۔ علیائیہ:۔ علیا بن زراع ادلیسی و قیل الاسدی کے اصحاب کہتے ہیں علی خدا ہے، محمد سے افضل کہ محمد نے اس کی بیعت کی ہے۔

۲۱۔زرامیہ:۔ زرام کے اصحاب کہتے ہیں علی بن ابی طالب کے بعد امام محمد بن علی ہے۔ پھر ابو ہاشم ازاں بعد اس کی وصیت سے علی بن عبداللہ بن عباس امام ہے، پھر اس کی اولاد منصور تک پھر اللہ تعالیٰ نے ابو مسلم میں حلول کیا، وہ قتل نہیں ہوا ہے، محارم کو حلال جانتے ہیں، فرائض ترک کرتے ہیں۔

۲۲۔مقنعیہ:۔ مقنع کے اصحاب، ان کا عقیدہ ہے، خدا چار ہیں علی حسن حسین اور مقنع۔

۲۳۔غمامیہ:۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا موسم بہار میں زمین پر اتر آتا ہے، بادل میں اور دنیا میں گھومتا رہتا ہے پھر آسمان کی طرف چلا جاتا ہے، اس فرقہ کو ربیعیہ بھی کہتے ہیں۔

کیسانیہ

کیسان مولا حسن مجتبیٰ یا مولا علی مرتضیٰ کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں، کیسان نے محمد بن حنفیہ کی شاگردی کی۔ کیسانیہ چھ فرقے ہیں۔

۱۔کربیبیہ:۔ ابو کریب ضریر کے اصحاب، ان کا عقیدہ ہے، کہ علی کے بعد امام محمد بن الحنفیہ ہے، وہ صاحب الزمان ہے مرا نہیں، ایک پہاڑ میں اپنے چالیس دوستوں کے ساتھ روپوش ہے، اس کے نزدیک دو چشمے ہیں، ایک شہد کا اور دوسرا پانی کا،

۲۔اسحاقیہ:۔ اسحاق بن عمر کے اصحاب کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ کے بعد ابوالہاشم امام ہے، پھر اس کی اولاد، ان کا عقیدہ ہے کہ خدا علی اور اس کی اولاد میں حلول کر چکا ہے۔

۳۔کندیہ:۔ عبداللہ بن حرب کندی کے اصحاب، یہ لوگ کندی کو ابوالہاشم مذکور کے بعد امام گردانتے ہیں۔

۴۔عباسیہ:۔ یہ کہتے ہیں، ابوالہاشم کے بعد امام علی بن عبداللہ بن عباس ہے، پھر اس کا بیٹا محمد پھر اس کا بیٹا ابراہیم یا ابو مسلم المروزی کا صاحب، پھر اس کا لڑکا۔

۵۔طیاریہ:۔ کہتے ہیں ابوالہاشم کے بعد عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار امام ہے۔

۶۔مختاریہ:۔ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے اصحاب کہتے ہیں، علی کے بعد حسن امام ہے، پھر حسین پھر محمد بن حنفیہ۔

زیدیہ

یہ فرقہ خود کو زید بن علی بن الحسین کی طرف منسوب کرتا ہے، اور نو فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔

۱۔ ان کے عقائد اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں، اتنا سا فرق ہے، کہ تمام صحابہؓ پر علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا، انہوں نے اپنی خوشی اور رضا سے خلفائے ثلاثہ کو یہ حق تفویض کر دیا، یہ لوگ تمام صحابہؓ کو اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

۲:۔ جارودیہ :۔ ابو الجارود زیاد بن ابی زیاد کے اصحاب کہتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ امام ہے، اس بات پر وصف نص موجود ہے، نام لے کر نہیں یہ فرقہ صحابہؓ کی اس بنا پر تکفیر کرتا ہے کہ انہوں نے علیؓ کی اقتدا ترک کر دی۔ علیؓ کے بعد امام حسنؓ ہے، پھر حسینؓ، اس کے بعد حسینؓ کی اولاد میں امامت شوریٰ کے تابع کر دیتے ہیں جس نے بھی تلوار کے ساتھ خروج کیا، اور بہادر تھا اسے امام مانتے ہیں، زید بھی امام ہے، اس کے فرزند یحییٰ کو بھی امام کہتے ہیں امام منتظر کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ منتظر محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن ہے، جس نے دعویٰ امامت کیا تھا، اور منصور کے دور میں قتل ہوا، زیدیہ اسے زندہ مانتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں، کہ منتظر محمد بن قاسم بن حسین کوفی ہے، جو کہ مستعین کے زمانہ میں قتل ہوا یہ لوگ اس کے قتل کے منکر ہیں۔

۳۔ جریریہ :۔ انہیں سلیمانیہ بھی کہا جاتا ہے، سلیمان بن جریر کے اصحاب، امامت تمام خلق میں شوریٰ کے طور پر مانتے ہیں، ان کے نزدیک مسلمانوں میں سے دو اچھے مسلمانوں کے ساتھ امامت منعقد ہو جاتی ہے، ابو بکرؓ و عمرؓ کو امام مانتے ہیں، یہ بھی کہتے ہیں کہ امت نے علیؓ کے ہوتے ہوئے، ان سے بیعت کر کے غلطی کی ہے، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ کی تکفیر کرتے ہیں۔

۴۔ تمیریہ :۔ انہیں تومیہ بھی کہا جاتا ہے، تمیر تومی کے اصحاب ہیں جس کا نام مغیرۃ بن سعید ہے، کہتے ہیں، ابو بکرؓ و عمرؓ کی بیعت خطا نہیں تھی، اس لئے کہ علیؓ نے ان کے لئے امامت ترک کر دی تھی۔ عثمانؓ کے بارہ میں توقف کرتے ہیں، علیؓ کو جب ان کی بیعت ہوئی تھی امام مانتے ہیں۔

۵۔ نعیمیہ :۔ نعیم بن یمان کے اصحاب، ان کے عقائد و خیالات تبریہ کی طرح ہیں، مگر یہ صرف عثمان رض کی تکفیر کرتے ہیں، دوسرے صحابہ رض کرام کی نہیں۔

۶۔ وکینیہ :۔ فضیل بن دکین کے اصحاب، عقائد میں جارودیہ کی مانند ہیں، مگر طلحہ رض، زبیر رض اور عائشہ رض کی ہی تکفیر کرتے ہیں، دوسرے صحابہ رض کی نہیں۔

۷۔ خشبیہ :۔ خلف بن عبد الصمد کے اصحاب، ان کا خیال ہے اولاد فاطمہ میں امامت شوریٰ محصود ہے اولاد فاطمہ کے سوا اگر کوئی اور خلیفہ بن جائے، تو اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے، انہوں نے ایک بادشاہ کے خلاف خروج کیا تھا، اور ان کے ہتھیار صرف لکڑی کے تھے، اس لئے خشبیہ کہلائے۔

۸۔ یعقوبیہ :۔ اصحاب یعقوب رجعت کے قائل ہیں، اور ابوبکر رض و عمر رض کی امامت کے منکر ہیں، اور ان سے تبری کرتے ہیں۔

۹ صالحیہ :۔ حسین بن صالح کے اصحاب، اولاد فاطمہ میں امامت شوریٰ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اولاد فاطمہ میں سے تلوار کے ساتھ جو خروج کرے اور عالم اور بہادر ہو، وہ امام ہے۔

امامیہ

ان کا خیال ہے امام نصب کرنا خدا پر واجب ہے، کوئی زمانہ امام از اولاد فاطمہ سے خالی نہیں رہا ہے، پچیس فرقے ہیں، ان میں ایک فرقہ اسمٰعیلیہ پھر تیرہ فرقوں میں بٹ گیا، کل امامیہ کے سینتیس ۳۷ فرقے ہوئے۔

۱ حسینیہ :۔ کہتے ہیں علی مرتضیٰ کے بعد حسن مجتبیٰ امام ہے، اور ان کے بعد حسن مثنیٰ مسمی رضا پھر ان کا فرزند عبد اللہ پھر محمد نفس زکیہ پھر اس کا بھائی عبد اللہ، ان دونوں بھائیوں نے منصور کے ایام خلافت میں خروج کیا، خلق کثیر ان کے ساتھ جمع ہوئی دونوں قتل ہو گئے۔

۲۔ نفسیہ :۔ کہتے ہیں نفس زکیہ قتل نہیں ہوئے، بلکہ ظاہر ہوں گے۔

۳۔ حکمیہ :۔ ہشام بن حکم کے اصحاب کہتے ہیں امام علی رض مرتضیٰ ہے، پھر حسن رض، پھر حسین رض، پھر علی رض بن الحسین، پھر محمد باقر رح، پھر جعفر صادق رح، ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم ہے، جس کا طول و عرض و عمق مساوی اور برابر ہے۔

۴۔سالمیہ:۔ ہشام بن سالم جوالیقی کے اصحاب امامت میں حکمیہ کی مانند ہیں، خدا تعالیٰ کو انسانی صورت پر مانتے ہیں۔

۵۔شیطانیہ:۔ انہیں نعمانیہ بھی کہتے ہیں، محمد بن نعمانی الصیرفی ملقب بہ شیطان الطاق کے اصحاب، یہ بھی اللہ تعالیٰ کو سالمیہ کی طرح انسان کی صورت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

۶۔میسمیہ:۔ میسمی کے اصحاب، امامت میں مذکورہ صدر فرقوں کا سا عقیدہ ہے، خدا تعالیٰ کو صاحب اعضا جسم فرض کرتے ہیں۔

۷۔زراریہ:۔ زرارۃ بن اعین کے مرید، امامت میں حکمیہ کی طرح ہیں، مگر یہ لوگ مجسمہ نہیں ہیں، البتہ خدا تعالیٰ کی صفات کو حادث مانتے ہیں۔

۸۔یونسیہ:۔ یونس بن عبدالرحمٰن القمی کے اصحاب کہتے ہیں۔ خدا عرش ہے، اور فرشتے حامل عرش ہیں۔

۹۔بدائیہ:۔ بدا[۱] کے قائل ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ خدا ایک کام کا فیصلہ کرتا ہے، پھر اس کے دل میں پہلے کے برعکس دوسرے کام کا خیال آتا ہے، تو پھر اسے کرتا ہے۔

۱۰۔مفوضیہ:۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی ہے، بعض کہتے ہیں علیؓ کے سپرد کر دی ہے، بعض کہتے ہیں، ان دونوں کے سپرد کر دی ہے۔ یہ دس فرقے امامیہ میں غالی فرقے ہیں، اور مذکورہ چھ اماموں پر متفق ہیں۔

۱۱۔باقریہ:۔ کہتے ہیں کہ علی بن الحسینؓ کے بعد باقرؒ امام ہے، وہ مرے نہیں، ان کے خروج کا انتظار ہے۔

۱۲۔حاضریہ:۔ کہتے ہیں کہ باقرؒ کے بعد امام ان کا فرزند ذکریہ ہے، زندہ ہے، اور پہاڑ میں موجود۔

---

[۱] اصول کافی ص ۱۷ طبع ایران میں ہے، امام ابو عبداللہ فرماتا ہے، بدا کے مثل کسی اور بات میں اللہ کی زیادہ تعظیم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایک ثابت شدہ بات مٹا دیتا ہے، اور جو ثابت نہیں تھی، اسے ثابت کرتا ہے۔ اصول کافی ص ۷۲ میں ہے ابو عبداللہ فرماتے ہیں، کوئی نبی نبوت حاصل نہیں کر سکا، جب تک اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا اقرار نہ کیا ۱ بدا ۲ مشیتہ ۳ سجود ۴ عبودیتہ ۵ طاعت، اصول کافی ص ۱۸۶ میں ہے، مہدی کا ظہور ۷۰ھ میں ہونا مقرر تھا، مگر بعد ازاں اس کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

۱۳۔ ناووسیہ:۔ عبداللہ بن ناووس بصری کے اصحاب کہتے ہیں باقرؒ کے بعد جعفرؓ صادق امام ہے زندہ ہے، اور منتظر۔

۱۴۔ عماریہ:۔ عمار کے اصحاب کہتے ہیں جعفرؓ کے بعد ان کا فرزند محمدؒ امام ہے۔

۱۵۔ اسمٰعیلیہ:۔ کہتے ہیں جعفرؒ کے بعد ان کا فرزند اسمٰعیلؒ امام ہے، پھر اسمٰعیلیہ کے تیرہ[۱] فرقے ہوئے۔

اسماعیلی فرقے

۱۔ مبارکیہ:۔ مبارک کے اصحاب کہتے ہیں، اسمٰعیل زندہ اور وہی مہدی موعود ہے۔

۲۔ باطنیہ:۔ کہتے ہیں، اسمٰعیل مرچکا ہے، اس کے بعد اس کی اولاد امام ہے، اور ان کا عقیدہ ہے، کہ باطن[۱] پر عمل کرنا واجب ہے، ظاہر پر نہیں۔

۳۔ قرمطیہ:۔ حمدان بن قرمط کے اصحاب، بعض علماء کہتے ہیں کہ قرمط واسط کے دہات میں سے ایک دہ کا نام ہے، ان کا عقیدہ ہے، جعفرؓ نے خود اپنے بعد محمد بن اسمٰعیل بن جعفرؓ الصادق کو نامزد کیا تھا، محمد بن اسمٰعیل کو زندہ مانتے ہیں، اباحت محرمات کے قائل ہیں۔

۴۔ نمطیہ:۔ یحیٰی بن ابی النمط کے اصحاب، یہ جعفر الصادق کے بعد امامت اس کے فرزندوں میں کہتے ہیں، یعنی اسمٰعیل، محمد، موسیٰ، عبداللہ اور اسحاقؒ میں اور پھر ان کی اولادوں میں۔

۵۔ میمونیہ:۔ عبداللہ بن میمون کے اصحاب، یہ لوگ کہتے ہیں ظواہر آیات پر عمل کرنا حرام ہے، معاد کے منکر ہیں۔

۶۔ خلفیہ:۔ ان کا عقیدہ ہے کتاب وسنت میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ سے مراد ان کے لغوی معانی ہیں، یہ لوگ قیامت، جنت نار۔ کا انکار کرتے ہیں۔

۷۔ رافعیہ:۔ محمد بن علی الرافعی کے اصحاب، معاد کا انکار کرتے ہیں، شرائع کو نہیں مانتے نصوص کی تاویل کرتے ہیں، بعض پیغمبروں کی نبوت کے انکاری ہیں، اور بعض پیغمبروں پر لعنت کرنے کو واجب گردانتے ہیں، لعنۃ اللہ علی اعداء الانبیاء۔

---

[۱] انہیں باطنیہ کے لقب سے شہرت کی، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنا عقیدہ لوگوں سے چھپاتے تھے۔ پہلے پہل اخفا کا رجحان جور وستم کی وجہ سے ہوا، پھر ان کا عقیدہ بن گیا، یہ بھی وجہ ہے کہ یہ اپنے اسلام کو مستور مانتے ہیں، یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ کہتے ہیں شریعت کا ایک باطن ہے، اور ایک ظاہر، امام باطن سے آگاہ ہوتا ہے، بلکہ باطن الباطن سے بھی ۱۲۔

۸۔ جنابیہ :۔ ابوطاہر جنابی کے اصحاب معاد اور احکام کے منکر ہیں، کہتے ہیں جو شخص احکام پر عمل کرتا ہے اسے قتل کرنا واجب ہے، مذکورۃ صدر چار فرقے اسمٰعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

۹۔ سبعیہ :۔ ان کے خیال میں رسول صرف سات ہیں، آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ اور مہدیؑ۔ دو رسولوں کے درمیان سات اشخاص آتے ہیں جو ان کی شریعت کا نفاذ کرتے ہیں۔ اور ہر دور میں ان میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، اسمٰعیل بن جعفر بھی ان میں سے ایک ہے۔

۱۰۔ مہدویہ :۔ کہتے ہیں جعفر کے بعد اسمٰعیل امام ہے پھر اس کا فرزند محمد الوصی پھر اس کا بیٹا احمد الوفی، پھر اس کا لڑکا قاسم النقی، پھر اس کا لڑکا عبداللہ الرضی، پھر اس کا لڑکا ابوالقاسم عبداللہ پھر اس کا لڑکا محمد جس نے اپنا لقب مہدی اختیار کیا، پھر اس کا لڑکا احمد القائم بامر اللہ، پھر اس کا لڑکا اسمٰعیل المنصور بقوۃ اللہ، پھر اس کا بیٹا معز المعز لدین اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو منصور نزار العزیز باللہ، پھر اس کا بیٹا ابو علی منصور الحکم بامر اللہ، پھر اس کا لڑکا ابوالحسن علی الظاہر لدین اللہ، پھر اس کا لڑکا معز المستنصر باللہ، جب مہدی کی امامت کا دور تھا، بلاد مغرب میں یہ لوگ غالب آگئے تھے، انہوں نے سلطنت قائم کی، بے شمار لوگوں نے اس کی متابعت کی پھر افریقی بلاد میں غالب آیا، اور اس کی اولاد میں ایک مدت تک سلطنت رہی۔ اس کی اولاد میں بعض مصر پر اور بعض شام پر بھی مسلط ہوئے، یمن میں کچھ لوگوں نے ان کا مذہب اختیار کیا۔

۱۱۔ نزاریہ :۔ انہیں حمیریہ اور لباجیہ بھی کہتے ہیں، عالم کو قدیم مانتے ہیں، تناسخ ارواح کے قائل ہیں، معاد، جنت، جہنم کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک مستنصر کے بعد اس کا فرزند نزار امام ہے، کیونکہ مستنصر نے پہلے اس کی امامت پر نص کردی تھی، مگر بعد میں اس کو مہجور کردیا، اور اپنے دوسرے بیٹے مستعلی کو امام بنادیا، مگر ان کے ہاں معتبر پہلی نص ہے، اوّل نص کے بعد دوسری نص کرنا ناجائز ہے، نزار کے بعد اس کا لڑکا ہادی امام ہے، پھر اس کا لڑکا حسن۔

۱۲۔ مسقطیہ :۔ ان کے نزدیک نزار کے بعد اس کا لڑکا ہادی امام ہے، پھر اس کا لڑکا حسن کہتے ہیں، امام شرائع کا مکلّف نہیں ہے، امام کے لئے اجازت ہے کہ وہ تکالیف شرعیہ کو ساقط کردے ان کی خرافات میں سے ہے، کہ جب حسن بن صباح حمیری مصر میں آیا تو نزار کی بیویوں میں سے

ایک کو پایا ہادی اس کی اولاد میں سے سب سے چھوٹا تھا، اس کی حسن نے پرورش کی، یہاں ایک لمبا قصہ بیان کیا کرتے ہیں، مگر اہل تاریخ کہتے ہیں کہ ہادی نزار کا بیٹا نہیں تھا۔

۱۳۔ مستعلیہ:۔ یہ کہتے ہیں مستنصر کے بعد امام اس کا بیٹا مستعلی باللہ ابوالقاسم احمد ہے، کہ مستنصر نے نزار کو چھوڑنے کے بعد اسے ہی خلیفہ بنایا تھا، دوسری نص پہلی کے لئے ناسخ ہے، جب باپ کی موت کے بعد مستعلی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اس نے نزار اپنے بھائی اور اس کے دو لڑکوں کو قید بشدیدمیں ڈالا، اور یہ لوگ وہیں مرگئے، نزار نے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی تھی، مستعلیہ کے نزدیک مستعلی باللہ کے بعد امام اس کا بیٹا منصور الآمر باحکام اللہ ہے پھر اس کا بیٹا ابو میمون عبدالحمید الحافظ لدین اللہ پھر اس کا بیٹا ابوالمنصور محمد الظافر بامر اللہ پھر اس کا بیٹا ابوالقاسم علی الفائز بنصر اللہ، پھر اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد العاضد لدین اللہ، جب اس تک نوبت پہنچی تو شام کے بعض امرا اس پر غالب آگئے، اس کو قید کر دیا، اور جیل ہی میں مرگیا، مہدی کی اولاد سے کوئی نہیں تھا، جو دعویٰ امامت کرتا، یہ سب اسمٰعیلی فرقے ہیں، جو کہتے ہیں کہ جعفر صادقؒ کے بعد اسمٰعیلؒ بن جعفر امام ہے۔

۱۶۔ امامیہ فرقوں میں سولھواں فرقہ قطحیہ ہے، اس فرقہ کو افطحیہ اور عمائیہ بھی کہتے ہیں، عبد اللہ بن عمی کے اصحاب ان کا خیال ہے، جعفر صادق کے بعد عبداللہ بن جعفر امام ہے، وہ مر چکا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے اولاد نہیں چھوڑی تھی، مگر مرنے کے بعد رجوع کرے گا۔

۱۷۔ اسحاقیہ:۔ ان کا عقیدہ ہے، جعفر صادق کے بعد اس کا فرزند اسحٰق امام ہے، علم و تقویٰ میں اپنے والد کی مثل تھا، سفیان بن عیینہ وغیرہ ثقہ محدثین اہل سنت ان سے روایت حدیث کرتے ہیں

۱۸۔ یعفوریہ:۔ ابو یعفور کے اصحاب کہتے ہیں نبیوں اور رسولوں سے گناہ کا صدور جائز ہے۔

۱۹۔ قطعیہ ۔ ۲۰۔ موسویہ ۔ ۲۱۔ ممطوریہ ۔ ۲۲۔ رجعیہ ۔

ان چاروں گروہوں کا عقیدہ ہے، جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم امام ہے، مگر قطعیہ موسیٰ کی قطعی موت کے قائل ہیں، موسویہ اس کی موت میں توقف کرتے ہیں، ممطوریہ کہتے ہیں، مرا نہیں ہے، جب تک وہ روئے زمین کا مالک نہ بن جائے مرے گا بھی نہیں، یہی مہدی ہے، رجعیہ کہتے

ہیں مر گیا ہے، مگر بعد کو رجوع کرے گا،

۲۳۔ احمدیہ:۔ یہ لوگ موسیٰ کے بعد احمد بن موسیٰ بن جعفر کو امام مانتے ہیں۔

۲۴۔ جعفریہ:۔ موسیٰ کے بعد علی بن موسیٰ الرضا کو امام سمجھتے ہیں، پھر اس کے لڑکا محمد التقی کو، پھر اس کا بیٹا علی النقی، پھر اس کا بیٹا حسن العسکری، پھر حسن عسکری کا بھائی جعفر بن علی نقی امام ہے، کیونکہ حسن نے پیچھے اولاد نہ چھوڑی تھی۔

۲۵۔ اثنا عشریہ:۔ حسن عسکری کے بعد ان کے فرزند محمد بن الحسن کو امام مانتے ہیں، ان کے خیال میں وہ زندہ ہے، اور منتظر مہدی موعود ہے، اور دشمنوں کے خوف سے مخفی ہو چکا ہے، کچھ مدت[1] کے بعد ظاہر ہو گا۔

---

[1] ابو حمزہ ثمالی کہتا ہے، میں نے ابو جعفر سے سنا انہوں نے فرمایا اے ثابت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ظہور کا وقت ۷۰ھ مقرر کیا تھا، حسینؓ کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ اہل زمین سے ناراض ہو گیا، اور ۱۴۰ھ تک مؤخر کر دیا، اور پھر تو نے اس راز کو ظاہر کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس وقت کو بھی ملتوی کر دیا، اب اللہ نے ہمارے لئے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا، ۱۲، اصول کافی طبع ایران ص ۱۸۶۔

پہلا مقالہ

روافض کے مذہب کے ابطال اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کے اثبات میں پہلی دلیل، قرآنی آیات سے

(۱) الذین آمنوا وہاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسہم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون، یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ (توبہ آیت ۲۲)

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے نزدیک درجہ میں بڑے ہیں، اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں، ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور رضامندی اور باغوں کی بشارت دیتا ہے، جن میں ان کے لئے ہمیشہ کی نعمت ہے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

(۲) لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسہم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون اعد اللہ لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک الفوز العظیم (توبہ آیۃ ۸۷-۸۸)

لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے، اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، انہیں لوگوں کے لئے ہیں بھلائیاں اور یہی کامیاب ہیں، ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ ہے بڑی کامیابی۔

(۳) حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون۔ (الحجرات آیت ۷)

اللہ نے تمہاری طرف ایمان پیارا کیا، اور تمہارے دلوں میں اس کو مزین کیا، اور کفر کو تمہاری طرف مکروہ بنایا، اور فسق کو، اور نافرمانی کو، یہی لوگ بھلائی پانے والے ہیں۔

(۴) والذین اٰمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة ورزق کریم (الانفال آیت ۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے بخشش اور باعزت روزی ہے

(۵) فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین والزمهم کلمة التقوی وکانوا احق بها واهلها وکان اللہ بکل شیٔ علیما۔

(الفتح آیت ۲۶)

پس اتاری اللہ نے تسکین اپنے رسول اور ایمان والوں پر اور ان کو پرہیزگاری کی بات لازم کر دی، اور وہ اس کے بہت حق دار تھے، اور اس کے لائق، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(۶) للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئك هم الصادقون والذین تبوؤا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة۔

(الحشر آیت ۸-۹)

یہ مال مہاجرین فقراء کے لئے ہے، جو کہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل چاہتے ہیں، اور اس کی رضامندی اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں، اور ان لوگوں کیواسطے ہے، جنہوں نے (ہجرت کے) گھر اور ایمان میں جگہ پکڑی، اُن سے پہلے، جو وطن چھوڑ کر ان کے ہاں آجائے، اس سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے دلوں میں خلش نہیں پاتے کہ (مہاجر) دیئے جائیں، اور اپنے آپ پر ایثار کرتے ہیں، اگر خود کو تنگی ہو۔

(۷) هو الذی یصلی علیکم وملئکته لیخرجکم من الظلمت

(اللہ تعالیٰ) وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے فرشتے تاکہ تمہیں

الی النور۔
اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائے۔

(الاحزاب۔ آیت ۴۳)

(۸) فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی و قاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ۔

پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا، اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں ایذا دیئے گئے، لڑے اور قتل ہوئے، میں ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا۔ اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ثواب ہے۔

(آل عمران آیت ۱۹۵)

(۹) فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المتطھرین۔

اس میں مرد ہیں پاک ہونا دوست رکھتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ پاکیزگی والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(التوبہ آیت ۱۰۸)

(۱۰) ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے کہ ان کے لئے جنت ہے، اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں قتل کرتے ہیں، اور قتل کئے جاتے ہیں، یہ اللہ کا وعدہ سچا توراۃ، انجیل، اور قرآن میں ہے، اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدہ کو کون وفا کر سکتا ہے، تم اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کی، اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے، یہ لوگ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنیوالے تعریف کرنے والے خدا کی راہ میں پھرنے والے، رکوع کرنیوالے

والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ و بشر المؤمنین۔	سجدہ کرنے والے، اچھائی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کے محافظ ہیں، (ان) ایمان والوں کو خوش خبری دے۔
(التوبۃ آیت ۱۱۱-۱۱۲)	
(۱۱) اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔	اجازت دی گئی ان لوگوں کے لئے جو لڑائی کئے جاتے ہیں، اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، یہ لوگ ناحق ان کے گھروں سے نکال دیئے گئے ہیں، فقط (اس جرم میں) کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔
(پ ۱۷ ع ۱۳ الحج)	
(۱۲) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃ واجرا عظیما۔	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع اور سجدہ میں دیکھے گا، اللہ کا فضل چاہتے ہیں اور (اس کی) رضامندی، ان کی نشانی سجدہ کے اثر سے ان کے چہرہ پر ہے، تورات اور انجیل میں ان کی یہی صفت مذکور ہوئی ہے، جیسے کھیتی جس نے سوئی نکالی، پھر قوی بنایا، اور موٹی ہو جائے، اور اپنی جڑ پر کھڑی ہو جائے، کھیتی کرنے والوں کو خوش لگتی ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے سبب سے کافروں کو غصہ میں لائے، اللہ کا ایمان لاتے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے بخشش
(الفتح آیت ۲۹)	

اور بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

(۱۳) وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولکم (الحج آیۃ ۷۸)

اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد اس نے تمہیں برگزیدہ کیا، اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، اس لئے تمہارا نام مسلمان رکھا ہوا ہے، اور اس قرآن میں۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ لہٰذا نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اللہ کا دین محکم پکڑو، وہی تمہارا دوست ہے، اور بہت اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔

(۱۴) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ (آل عمران آیت ۱۱۰)

تم بہتر امت ہو، جو لوگوں کے لئے لائے گئے، بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

(۱۵) لکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم (التوبۃ آیۃ ۸۸)

لیکن رسول اور جو لوگ آپ کے ساتھ ایمان لائے، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔

مذکورہ صدر آیات اور اس طرح کی دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرین اور انصار سب امتوں سے بہتر ہیں، اور اللہ کے نزدیک مومن نہ کہ منافق جیسا کہ ملعون رافضیوں کا خیال ہے، اپنی جان ومال کے ساتھ انہوں نے راہ خدا میں جہاد فرمایا ایمان اور اعمال صالحہ ان کے دلوں کے محبوب اور پسندیدہ ہیں، کفر وگناہ سے انہیں نفرت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود مبارک کے ساتھ کلمہ تقویٰ لازم فرما دیا ہے۔

اسم تقویٰ کے سب سے زیادہ مستحق اور صاحب تقویٰ اور پرہیزگار ہیں، ایمان میں صادق اور سچے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے جرم معاف فرما دیئے ہیں انہوں نے عبادات، توبہ صادق حمد باری تعا

نماز، امر بالمعروف، نہی عن المنکر ایسی صفات حمیدہ کے صلہ میں حق تعالیٰ سے بہشت بریں خرید کر لی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ بہشت فرمالیا ہے، رہ دا نفس ملعون انہیں ارتداد سے متہم کرتے ہیں، یہ باطل اور محال ہے، اس لئے کہ پھر تو اللہ تعالیٰ کا عواقب امور سے بے خبر ہونا لازم آئے گا، دیکھئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنٰت، الایۃ۔
(التوبۃ آیۃ ۱۰۰)

اور جو لوگ ان کے تابع ہوئے احسان کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی، ان کے لئے باغات تیار کردیئے ہیں۔

(۲) والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔
(الحشر آیت ۱۰)

اور جو لوگ ان کے بعد آئے، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں آئے، اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کی کدورت نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو ہی رأفت والا اور مہربان ہے۔

(۳) ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔
(النساء آیت ۱۱۵)

جو ایمان داروں کی راہ کے غیر کی اتباع کرے، ہم اسے وہی دیتے ہیں جسے وہ لے رہا ہے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور یہ بری جگہ ہے۔

ان آیات کی دلالت یہ ہے کہ جو لوگ نیکی میں صحابہ کرامؓ کی اتباع کرتے ہیں، ان کے لئے دعا مغفرت مانگتے ہیں، ان کی طرف سے دل میں کینہ اور دشمنی نہیں رکھتے، خدا ان پر راضی ہے، اور وہ خدا سے راضی۔ ایسے انسانوں کے لئے بہشت ہے، اور جو لوگ اس راہ کی پیروی نہیں کرتے انہیں جہنم رسید کرے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت وجماعت صحابہؓ کے راستہ پر گامزن ہیں ان کو

اچھائی سے یاد کرتے ہیں، ان کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس روافض صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے مطاعن گنتے ہیں، ان کے ذکر خیر سے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں امیرالمومنین علیؓ اور جعفر صادقؒ سے جھوٹی روایات اور افترا منسوب کر کے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے، سوا چار اشخاص کے، چنانچہ سلیم بن قیس نے کتاب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت کیا ہے کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے، سوا چار کس کے۔ اور جعفر صادق کی ایک روایت نقل کرتے ہیں سوا چھ شخصوں کے۔ انہی عقائد فاسدہ کی بنا پر سب و لعن صحابہ کرتے ہیں۔ ان کے راہ عمل کو ترک کر کے دوسری راہوں پہ گام زن ہو چکے ہیں، اس لئے آیات مذکورہ کی رو سے اہل حق اہل سنت ہوئے اور رافضی بطلان پر۔ ارشاد باری تعالیٰ لیغیظ بہم الکفار رافضیوں پر وارد ہے۔

اہل سنت کی حقانیت کی دوسری دلیل حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وعد اللہ الذین آمنوا منکم	اللہ تعالیٰ صالح مسلمانوں سے وعدہ
وعملوا الصلحت لیستخلفنہم	کرتا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا،
فی الارض کما استخلف	اور ان کے دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے
الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم	لئے قبول فرمایا، قوت دے گا، اور کافروں
الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من	کا خوف دور کر کے امن دے گا تاکہ وہ اللہ
بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا	کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو
یشرکون بی شیئا (النور آیت ۵۵)	شریک نہ جانیں۔

یہ آیت اہل سنت وجماعت کے مؤقف کی حقانیت کی دلیل ہے اور یہی نظریہ اللہ کا مقبول اور پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو صحابہ کرامؓ میں سے خلافت ارضی عطا فرمائی اور انہی قوت وشوکت بخشی کہ کافروں کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا۔ بلکہ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کے تخت الٹ دیئے، اللہ کا دین چہار سو عالم میں پھیلا دیا، اور اس نظام حق کے نہ ماننے والوں کو قتل کیا، قید کیا، اور جزیہ کی سزا دی، اہل سنت خلفاء راشدینؓ

کے صالح خلف ہیں، اس وقت تک ہفت اقالیم میں غالب و متصرف ہیں، اور کتاب خدا اور صحابہ کرامؓ کی مرویہ احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

اگر روافض کا نظریہ تسلیم کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو اس کے وعدہ میں خلف لازم آتا ہے، اس لئے کہ ان کے اعتقاد فاسد کے اعتبار سے حضرت علیؓ اور ان کے اتباع نے کبھی بھی اظہار دین حق کی قوت نہیں پائی، ہمیشہ اپنے جان ومال اور اہل وعیال پر اہل باطل سے ڈرتے رہے، اور تحریف کردہ قرآن کی تمام عمر اپنی نمازوں میں تلاوت کرتے رہے، حتیٰ کہ اپنے ایام خلافت میں بھی اپنے دین کے اظہار اور اپنے قرآن کی تلاوت پر قدرت نہ رکھتے تھے، جیسا کہ مرتضیٰ نے جو اکابر علما شیعہ سے ہے، اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہ میں اس حقیقت کی تصریح کی ہے۔

ان کے دوسرے ائمہ تو خلافت کی قوت تک پہنچے ہی نہیں، دین حق چھپ چھپ کر اپنے دوستوں کو بتاتے رہے، اور عام لوگوں کے سامنے ایسی چیزوں کا اظہار کرتے رہے جو روافض کے فاسد اعتقاد کی رو سے کفر ہیں،

ایک شبہ اور جواب | اگر روافض بلا دلیل یہ ادعا کریں کہ اس وعدہ ربانی کے پورا ہونے کا وقت ظہور مہدی کا وقت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے۔

کہ وعد اللہ الذین منکم میں منکم کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو قرآن کے پہلے مخاطب ہیں، نیز اس میں اللہ کا کسی قوم کے ساتھ کیا احسان ومنت ہے کہ بارہ سو سال گذرنے کے بعد سات سال یا بیس سال یا چالیس کے لئے دین حق قوت حاصل کرلے۔ (اب تو چودہ سو سال تک بھی روافض کے نقطہ نظر سے اس وعدہ کے ایفا کا وقت نہیں آیا ہے، مترجم)

یہ معمولی مدت طویل صدیوں کے مقابلہ میں عدم محض کا حکم رکھتی ہے۔

اہلسنت کے مذہب کی تائید میں تیسری دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

۱۔ لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (الصف آیۃ ۹)	اس دین کو اللہ غالب فرمائے گا چاہے مشرک اس کو پسند نہ کریں۔
۲۔ وکان حقا علینا نصر	اور ایمان داروں کی مدد کرنا ہمارا

المؤمنين (روم آیت ۴۷) — حق ہے۔

(۳) انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد۔ (المومن آیت ۵۱) — ہم اپنے رسولوں اور ایمان داروں کی دنیا کی زندگی میں، اور جس دن گواہ قائم ہوں گے، مدد کریں گے۔

(۴) ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون (انبیاء آیت ۱۰۵) — ہم نے زبور میں لکھا ہے کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔

(۵) ولینصرن اللہ من ینصرہ (الحج آیت ۴۰) — جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا، اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔

(۶) الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (المجادلۃ آیت ۲۲) — خبردار اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے۔

اس مفہوم کی آیات قرآن پاک میں بہت ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اوقات اور اکثر علاقوں میں مدعی اسلام فرقوں پر غلبہ اہل سنت وجماعت کو حاصل رہا ہے، اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا، کوئی اور مذہب حق ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خُلف لازم آتا، خصوصاً مذہب روافض اس لئے کہ ان کے اعتقاد کی رو سے صاحب زمان ابھی تک دشمنوں کے خوف سے روپوش ہے، اور اپنے ظہور کی قدرت نہیں پاتا، اظہار دین کی قدرت اسے کب حاصل ہوسکتی ہے،

حقانیت مذہب اہل سنت کی چوتھی دلیل ہم وہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم استدلال میں پیش کرتے ہیں، جن کا امامیہ نے بھی اعتراف کیا ہے، حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا وھم یارسول اللہ قال ھم الذین ھم علیٰ ما انا علیہ واصحابی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت ۷۳ فرقے ہوجائیں گی، کل جہنم میں جائیں گے، ایک فرقہ ناجی ہے، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ وہ کون ہے، آپ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے نظریہ پہ ہوں گے۔

لہ سنن ابوداؤد باب شرح السنۃ ص ۶۳۱ فرقہ واحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ۔

رواہ احمد وابوداؤد والترمذی[1]
وغیرھم باسانیدھم الصحیحۃ۔

نفیر احادیث مردیہ اہل سنت سے ہی استدلال نہیں کرنا ورنہ احادیث مرویہ اہلسنت ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں جو کہ حقیت مذہب اہل سنت پر دال ہیں۔ اور مذہب روافض کا ابطال کرتی ہیں، اس حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث سے استدلال اس بنا پر ہے، کہ روافض بھی اس حدیث کے قائل ہیں، البتہ اس حدیث کے آخری فقرہ کے انکاری ہیں کہتے ہیں کہ سائل کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیہ واصحابی نہیں فرمایا، بلکہ ما انا علیہ واھل بیتی فرمایا تھا[2] حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ اس کی تائید کرتی ہے،

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من	میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی
رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلك	طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا، اور جو
رواہ الحاکم[3] ورواہ احمد والبزار	اس سے دور رہا ہلاک ہوا، (حاکم، احمد
فی صحیح عن ابن عباس وابن الزبیر۔	بزار۔ بروایت ابن عباس وابن زبیر)

نیز حدیث زید بن ارقم بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انی	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ	میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے
وعترتی وفی روایۃ انی تارك	جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری
فیکم ما ان تمسکتم بہ لن	عترت ایک روایت میں ہے، میں
تضلوا کتاب اللہ وعترتی	تم میں چھوڑ رہا ہوں، اس کو مضبوط

[1] جامع ترمذی ج ۲ باب افتراق ہذہ الامۃ ص ۱۰۴ من ابواب الایمان ۔
[2] اس حدیث میں ما انا علیہ واہل بیتی کی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے ۔
[3] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۰ باب عددنی اہل بیتی اکبر روایت ابی ذر یہ روایت ضعیف ہے امام ذہبی میزان الاعتدال میں ص ۱۹۴ فرماتے ہیں اس کی سند میں مفضل بن صالح ہے امام بخاری فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے نیز ذہبی کا مقولہ ہے۔ حدیث سفینۃ نوح انکر ہے انکر ہے، حاشیہ مستدرک میں ذہبی فرماتے ہیں مفضل واہ ہے ۱۲ ۔

رواہ الترمذی۔	پکڑے تو گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری عترت (ترمذی)۔

اس کے جواب میں اہل سنت کہتے ہیں، ما انا علیہ واصحابی والی حدیث اور اہل بیت کی فضیلت کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، دونوں کا مآل ایک ہی ہے، اس لئے کہ اہلبیت بھی اصحاب میں داخل ہیں فاطمہؓ اور ان کے فرزند، رقیہ، ام کلثوم، زینب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مطہرہ عائشہ زینب حفصہ اور دیگر تمام ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس، علی، جعفر، عقیل، اور عباس کی اولاد سب اہل بیت ہیں، اور صحابہ میں بھی داخل ہیں۔

ان سب کی راہ پر چلنے والے اہل سنت ہیں نہ کہ روافض اس لئے کہ یہ تو فاطمہؓ کے سوا تمام دختران کے منکر ہیں، اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ولعن کرتے ہیں۔

روافض اہل بیت کو علیؓ اور فاطمہؓ میں بند کرتے ہیں، یہ بات عرفاً، لغتہً اور شرعاً باطل محض ہے، یہ بات بھی باطل ہے کہ علیؓ اور فاطمہؓ کا دین صحابہؓ کے دین سے مختلف تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ظاہراً تو جماعت صحابہ کے موافق رہتے تھے مگر باطن میں ہمیں دوسری چیزیں کہہ گئے ہیں، یہ روایت ودرایت دونوں کے خلاف ہے۔

رضی نہج البلاغۃ ص ۲۹۸ جلد ۱ میں لکھتا ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک طویل خطبہ میں فرمایا:۔

الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذۃ من الغنم للذئب۔	سواد اعظم کے ساتھ رہو، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، افتراق سے خود کو بچاؤ، علیحدہ رہنے والے انسان شیطان کے حوالہ ہیں، جس طرح علیحدہ ہونے والی بکری بھیڑیا کا حصہ ہوتی ہے۔

لہ ترمذی باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۲۱۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، مگر امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ضعفہ احمد بن حنبل وضعفہ غیرہ منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۱۰۵ یعنی امام احمد بن حنبل اور دوسرے علماء نے اسے ضعیف کہا ہے، امام ترمذی کا حسن کہنا غیر معتبر ہے اگر دیگر ماہرین فن نے ان کی تائید نہیں کی، جب کہ امام ترمذی اس بارہ میں متساہل ہیں۔ زید بن ارقم کی حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو صحیح مسلم میں ص ۲۷۹ ج ۲ میں ہیں، پہلے کتاب اللہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اس کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہے، اور پھر ارشاد ہے واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں ۱۲۔

شیعوں کا اجماع ہے کہ نہج البلاغۃ میں جو کچھ ہے، صحیح ہے، اور تواتر سے ثابت، نیز نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے معاویہؓ بن ابی سفیان کو لکھا۔

الا ان الناس جماعۃ رحمۃ اللہ علیہا وغضب اللہ علی من خالفہا فنفسك نفسك قبل حلول كذا۔	یہ لوگ ایک ایسی جماعت ہیں، جن پر اللہ کا رحم ہے، اور ان کے مخالف پر اللہ کا غضب ہے، عذاب اترنے سے پہلے تم اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز نہج البلاغۃ اور اس کی شرح میں ہے کہ امیر المؤمنین علیؓ نے معاویہؓ کو لکھا:۔

ماکنت الا رجلا من المهاجرين اوردت كما اوردوا واصدرت كما اصدروا وما كان الله ليجمعهم على الضلال۔	میں بھی مہاجرین سے ایک مرد ہوں، جہاں وہ وارد ہوئے، میں بھی وارد ہوا، جس جگہ سے انہوں نے رجوع کیا، میں نے بھی رجوع کیا، اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

ما انا علیہ واصحابی کی حدیث عمرؓ بھی تائید کرتی ہے:۔

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم رواه البيهقي وروى ابن عدى فى الكامل بايهم اخذ تم۔	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم نے جس کی اقتدا کر لی، ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن مشہور ہے، اسے کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، اس حدیث کو اکثر علماء امامیہ بھی روایت کرتے ہیں، مفید تلمیذ محمد بن بابویہ قمی نے جو کبار علماء روافض سے ہے، اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم پر ایک کتاب تصنیف کی

ہے جس میں اس حدیث کی لغو اور بے ہودہ تاویلیں کی ہیں، مقصد یہ ہے کہ حدیث باتفاق فریقین صحیح ہے، اس حدیث کے مفہوم کی یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے،

جوکہ بیہقی (مدخل میں، ابن عباس سے) دارقطنی (فضائل صحابہ میں) ابن عبد البرؒ (جابر سے) عبد بن حمید (مسند میں) دارمی۔ ابن ماجہ۔ عبدری (جمع بین الصحیحین میں) ابن عساکر اور حاکم نے (عمر بن الخطاب سے) روایت کی ہے، اور امام حاکم نے جسے صحیح کہا ہے،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی اللہ یا محمد ان اصحابك عندی کالنجوم بعضہا اقوی من بعض و فی روایۃ اضوء من بعض۔ ولکل نور فمن اخذ بشئ مما ھم علیہ من اختلافہم فہو عندی ھدی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رب تعالیٰ سے میرے بعد میرے ساتھیوں کے اختلاف کے بارہ میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی، اے محمد آپ کے اصحاب میرے ہاں تاروں کی طرح ہیں، بعض، بعض سے طاقت ور (ایک روایت) بعض، بعض سے زیادہ روشن۔ روشنی ہر ایک کی ہے، جو کسی کو اپنائے گا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔

نیز امام بیہقیؒ مدخل میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اختلاف اصحابی رحمۃ۔ میرے اصحاب کا اختلاف رحمت ہے۔

اس حدیث پر اسحق موصلی اور عمر بن الحسن الحافظ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اختلاف رحمت

---

[1] یہ حدیث مؤلف مشکوٰۃ المصابیح نے الفصل الثالث میں بحوالہ رزین درج فرمائی ہے، دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ فی الفصل الثالث۔

[2] مسند الفردوس میں ہے، من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباسؓ مرفوعاً اختلاف اصحابی لکم رحمۃ (موضوعات کبیر ملا علی القاری ص ۱۷ طبع مجتبائی)

ہوجائے تو اتفاق یقیناً عذاب ہوگا، خواجہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ یہ اعتراض معترض کے سوء فہم کی بناء پر پیدا ہوا ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام کا اختلاف بھی جب رحمت ہے، ان کا اتفاق تو بطریق اولیٰ رحمت ہوگا، چونکہ اختلاف میں خطاء کا مظنہ موجود تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع توہم کے طور پر اختلاف کا حال واضح فرما دیا، اور اتفاق کا حال ایک دوسرے موقع پر آپ نے بیان کیا۔ ارشاد ہے:۔

لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔

فقیر اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہے اختلاف اصحابی رحمۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف میں امت کے لئے وسعت اور رفعت ہے، جس صحابی کی اقتدا ہو جائیگی درست ہوگا، جیسا کہ اصحابی کالنجوم اس پر دلالت کرتی ہے، رحمت وسعت سے کنایہ ہے جو کہ اجماع و اتفاق میں میسر نہیں، کیونکہ بعد والوں کو پھر لازم ہوجاتا ہے کہ پہلوں کے اتفاق کو ہی اپنائیں، ورنہ عذاب شدید کے مستحق ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا۔ (النساء ۱۱۵) ہم اس کو متوجہ کریں گے جدھر متوجہ ہوا اور داخل کریں گے، جہنم میں اور یہ بُری جگہ ہے۔

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنی چاہیے، اگر سب کسی بات پر متفق ہیں، اس سے انحراف نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی معاملہ میں اختلاف رکھتے ہیں، تو ان میں سے کسی ایک قول پر عمل کر لینا چاہیے

جب اما مینۃ احادیث:۔

لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

---

[۱] جامع ترمذی ص ۳۹ جلد ۲ باب فی لزوم الجماعۃ کتاب الفتن من حدیث ابن عمر اور مستدرک حاکم میں بروایت ابن عباس ۱۲

یَدُ اللہ علی الجماعۃ۔	اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے
اصحابی کالنجوم۔	میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں۔

کا اعتراف کرتے ہیں، تو انہیں روایت ما انا علیہ واصحابی بھی تسلیم کرنی چاہیے، اہلسنت ما انا علیہ واھل بیتی۔ مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح اور حدیث انی تارک فیکم کتاب اللہ وعترتی۔ کو حجت مانتے ہیں، اہل بیت رض۔ عترۃ ع اور صحابہ کرام رض کی محبت واجب گردانتے ہیں، اور ان سب کی اتباع میں ہدایت منحصر جانتے ہیں۔

روافض کے دعوی محبت اہل بیت کی حقیقت

رافضی محبت اہل بیت وعترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اتباع کا دعوی کرتے ہیں، جو کہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ اہل بیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے فرزند اور دیگر رشتہ دار مراد ہیں عترۃ سے انسان کی نسل قوم اور کنبہ مراد ہوتا ہے، روافض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کے کنبہ سے کوئی محبت نہیں ہے، دیکھئے زینب، رقیہ، ام کلثوم بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں، اکثر اولاد فاطمہ سے عداوت رکھتے ہیں، اور ان کی تکذیب کرتے ہیں زیدیہ محمد باقر اور ان کی اولاد امجاد کا انکار کرتے ہیں، اثنا عشریہ زید بن علی بن حسین اور ان کے فرزند یحیٰی اور ابراہیم بن موسیٰ اور جعفر بن موسیٰ کی (جو کہ بڑے افاضل علما اور اتقیا سے ہیں) کی تکفیر اور تفسیق کرتے ہیں، جعفر بن موسیٰ کو جعفر کذاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی طرح جعفر بن علی حسن عسکری کے برادر کی تکذیب کرتے ہیں، اور حسن بن حسن مثنیٰ اور اس کے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن محمد الباقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن قاسم بن حسین اور یحیٰی بن عمر جو کہ زید بن علی بن الحسین بن الحسن کے پوتے ہیں،

اور شیخ عبدالقادر جیلانی اور علما و اولیا اور شرفا سادات کو کافر جانتے ہیں، اور ابدی

لے جامع ترمذی باب ایضاً عن ابن عمرؓ ابن عباس ۱۲

کے مشکوٰۃ المصابیح عن عمرؓ باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث ص۵۵۴ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد جلد ۲ ص۲۳۹ بحر الزوائد زبن۔

جہنمی گردانتے ہیں۔

ان میں ایک قلیل گروہ کا یہ خیال ہے کہ مذکورہ جماعت اہل بیت عقیدۃً گمراہ ہے، مگر مدت طویل دوزخ میں رہنے کے بعد بہشت میں جائیں گے، اولاد فاطمہ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ حال ہے، دیگر اہل بیت ازواج، اولاد اور عصبات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا جو کچھ سلوک ہے، وہ ظاہر و باہر ہے، توان کا دعویٰ محبت عترۃ بالکل باطل اور جھوٹ ہے۔

باقی رہا اہل بیت کی اتباع کا دعویٰ کہ یہ ان کی اتباع اور فرماں برداری کرتے ہیں۔ اور انہوں نے دین ائمہ اہل بیت سے اخذ کیا ہے، جھوٹ کا پلندہ ہے، ہم اسے دلائل سے ثابت کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہل سنت کا دعویٰ محبت واتباع صحابہ واہل بیت

اہل سنت کا دعویٰ محبت واتباع صحابہ اور دعویٰ محبت و اتباع اہل بیت نہایت واضح ہے، اس میں کوئی نزاع نہیں امامیہ بھی اس بات کے معترف ہیں کہ مجتہدین اہل سنت نے ائمہ اہل بیت سے اخذ علوم کیا، امام ابوحنیفہؒ جعفر صادقؒ کے شاگرد ہیں، امام مالکؒ بھی جعفر صادقؒ سے اخذ علم کرتے ہیں، اسی طرح امام مالکؒ ربیعہؒ سے وہ عکرمہؒ سے وہ ابن عباسؓ سے وہ علی بن ابی طالب سے، امام شافعی، امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، جن کا سلسلہ روایت اہل بیت تک پہنچتا ہے محمدؒ بن الحسن، ابوحنیفہؒ کے تلمیذ ہیں، اور امام احمدؒ بن حنبل امام شافعی کے، غرضیکہ ان ائمہ کرام کے اساتذہ اہل بیت بھی ہیں، (کذا ذکر ابن المطہر الحلی فی المنہج والمنہاج)

نیز ابوحنیفہؓ امام باقرؓ سے روایت حدیث کرتے ہیں، وہ زید بن علی سے، باقرؓ اور صادقؓ دونوں نے ابوحنیفہؒ کو اجازۃ اجتہاد مرحمت فرمائی۔ ابو ادریس سے مروی ہے، وہ کہتا ہے میں نے ربیع بن یوسف سے سنا، کہتا تھا کہ امام ابوحنیفہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار میں داخل ہوئے، تو منصور نے پوچھا کہ نعمان آپ نے علم کس سے سیکھا؟ امام ابوحنیفہؒ نے کہا اصحاب علیؓ اور اصحاب ابن عباس سے منصور نے کہا تم نے اپنا کام پختہ کر لیا ہے، مروی ہے کہ ابوحنیفہؒ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں کے ایک انبوہ کے سوالات کا جواب دے

رہے تھے جعفر صادقؒ آئے، اور سر پر کھڑے ہو گئے، جب ابوحنیفہ کو اُن کی آمد کی خبر ہوئی اٹھے اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اگر میں پہلے مطلع ہو جاتا، بیٹھا نہ رہتا، صادق نے فرمایا اے ابوحنیفہ بیٹھ جاؤ، لوگوں کے مسائل کا جواب دو، میں نے اپنے بزرگوں کو اسی کام پر پایا ہے، ابوالعباس حسن بن علی اپنی اسناد سے ابوالبختری سے روایت کرتا ہے کہ جعفر صادق نے جب ابوحنیفہؒ کو دیکھا تو فرمایا میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے جد کی سنت زندہ کر رہے ہو تم پر ملہوف و مضطر کے لئے جائے قرار ہو، اور غمزدہ کے فریاد رس، حیران و پریشان آپ سے راہ نمائی حاصل کریں گے، خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے، اور توفیق عطا فرمائے، اور وہی تمہارا پاسبان ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے اگرچہ ائمہ اہل بیت سے اخذ علوم کیا، مگر در حقیقت ان کے مخالف تھے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اگر ابوحنیفہ جعفر صادق کے مخالف ہوتے، تو جعفر صادق ان کی اس قدر مدح نہ فرماتے، اور ابویوسف و محمد بن الحسن موسیٰ کاظم کی ملاقات کو نہ جاتے جب ہارون رشید نے کاظم کو قید کر دیا تھا، تو یہ دونوں بزرگ ان کی ملاقات کو گئے جیسا کہ امامیہ کا صاحب فصول اس کا اقراری ہے،

پانچویں دلیل ائمہ اہل بیت سے مروی آثار بھی جو کہ کتب شیعہ میں مروی ہیں، مذہب اہل سنت کی حقیت پر دلالت کرتے ہیں، اور رافضیوں کے مذہب کے بطلان پر۔

(۱) روی عن امیر المؤمنین انہ کتب معاویۃ فی جواب کتاب لہ بعد ذکر ابی بکر وعمر ولعمری ان مکانہما فی الاسلام عظیم وان المصائب بہما لجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا (شرح نہج البلاغۃ)

حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے ایک خط کے جواب میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے تذکرہ کے بعد کہا، ان دونوں کا مقام اسلام میں بہت بڑا ہے، ان کی تکالیف نے اسلام میں شدید جرح پیدا کر دیا ہے، خدا ان پر رحم فرمائے، اور ان کے عمدہ کاموں کی جزا دے۔

(۲) قال امیر المومنین الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ۔[1]

سواد اعظم کو لازم پکڑو، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے،

(۳) روی عن امیر المومنین انہ کتب الی معاویۃ انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان للہ رضی فان خرج منہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی فقاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ جہنم وساءت مصیرا۔ (نہج البلاغۃ)[2]

حضرت علیؓ نے معاویہؓ کو لکھا مشورہ مہاجرین اور انصار کا ہے، اگر یہ گروہ کسی مرد پر جمع ہو جائیں، اور اس کا نام امام رکھیں، اس میں اللہ کی رضا ہے، اگر کوئی شخص طعن کرکے یا بدعت کے طور پر ان سے نکل جائے، اسے واپس لاؤ، اگر انکار کردے، اس سے لڑو، کیونکہ وہ مؤمنین کی راہ ترک کر چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے ادھر ہی متوجہ فرمائے گا، جدھر جا رہا ہے، اور جہنم میں داخل کرے گا، اور یہ بری جگہ ہے۔

(۴) ان امیر المومنین کتب الی معاویۃ الا ان للناس جماعۃ رحم اللہ علیہا وغضب علی من خالفہا الحدیث وقد مر۔

حضرت علیؓ نے لکھا یہ لوگ ایک جماعت ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہے، اور جو ان کی مخالفت کرے گا، اس پر اللہ کا غصہ ہے،

(۵) کتب ایضا الی معاویۃ ماکنت الا رجلا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما

نیز حضرت علیؓ نے معاویہؓ کو لکھا میں بھی مہاجرین میں سے ہوں، جہاں وہ وارد ہوئے، میں بھی ہوا اور جہاں سے

[1] نہج البلاغۃ صفحہ ۲۹۸ جلد ۱۔
[2] صفحہ ۸ جلد ۲۔

اصدا ہ واما کان اللہ لیجمعہم
علی الضلال کذا فی شرح
نہج البلاغۃ وقد اورد الرضی بعضہ۔

وہ رجوع ہوئے ہیں بھی واپس ہوا
اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی پر جمع نہیں
فرماتا ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ)

(۶) ما روی عن علی بن حسین فی
الصحیفۃ الکاملۃ انہ کان یقول
فی دعاءہ لاتباع الرسل بعد دعاءہ
لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاصۃ۔ اللہم صل علی التابعین
لہم بالاحسان الذین یقولون ربنا
اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا
سمتہم وتحروا وجہتہم ومضوا فی
اثارہم والائتمام بہدایتہ
منارہم مکانفین موازرین
معہم یدینون بدینہم
علی شاکلتہم۔

(الصحیفۃ الکاملۃ)

"الصحیفۃ الکاملہ" میں علی بن حسین
سے مروی ہے کہ وہ رسولوں کے متبعین
کے حق میں اور بالخصوص اصحاب محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا کے بعد
فرماتے، اے اللہ ان کے نیکی میں
اتباع کرنے والوں پر رحمت فرمایا
جو کہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں
بخش اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو
بھی بخش جو کہ تیرا افضل ترین گروہ ہے
اور جو کہ صحابہ کرام کی سمت کا قصد کر
چکے ہیں، اور ان کے طریق کار کے متلاشی
ہیں، ان کے نقش قدم پر چلے ان کی
روشنی سے ہدایت حاصل کی، ان کے
ساتھ ہیں، ان کے دین کی پابندی
قبول کی۔ (الصحیفہ الکاملہ)

(۷) روی صاحب الفصول من
الامامیۃ الاثنی عشریۃ
عن ابی جعفر محمد بن علی
الباقر انہ قال لجماعۃ خاضوا
فی ابی بکر وعمر وعثمان انا اشہد

اثنا عشری مؤلف "الفصول" روایت
کرتا ہے، ابو جعفر محمد بن علی الباقر نے
ایک قوم کے بارہ میں فرمایا جو کہ ابو بکر
وعمر وعثمان کی تنقیص کر رہے تھے،
تم ان لوگوں میں نہیں جن کے حق میں

انکم لستم من الذین قال اللہ فیہم الذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الایۃ۔

اللہ فرماتا ہے، اور جو لوگ صحابہ کے بعد آئیں گے، کہیں گے، اے رب ہمارے ہمیں، اور ہم سے پہلے ایمان والوں کو معاف فرما۔ (الفضول)

(۸) فی التفسیر المنسوب الی الامام ابی محمد الحسن العسکریؒ رواہ الامامیۃ ان اللہ تعالیٰ قال لموسی یا موسی اما علمت ان فضل اصحاب محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع المرسلین۔

امام ابو محمد حسن عسکری کی طرف منسوب تفسیر میں ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے موسیٰ کیا آپ نہیں جانتے، اصحاب محمد کی فضیلت جمیع صحابہ رسل پر ایسے ہے جس طرح آل محمد کی فضیلت جمیع آل مرسلین پر۔ (تفسیر حسن عسکری)

(۹) ما فی التفسیر المذکور ایضا ان آدم قال بحق محمد و آلہ الطیبین وخیار اصحابہ المنتجبین ان تغفر لی قال اللہ تعالیٰ قد قبلت توبتک ثم اوحی اللہ کلاما فی فضل سید المرسلین وآلہ الطیبین واصحابہ المنتجبین واخبرہ ان اللہ تعالیٰ یفیض علی کل واحد من محبی محمد وآل محمد واصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد خلق اللہ من طول الدھر کل واحد

نیز مذکورہ تفسیر میں ہے، آدم علیہ السلام نے کہا، اے اللہ مجھے بحق آل محمد و صحابہ محمد بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیری توبہ قبول کر لی، پھر اللہ تعالیٰ نے آل محمد و اصحاب محمد کی فضیلت وحی کی کہ میں نے آل محمد و اصحاب محمد پر اتنا فیضان کیا ہے کہ اگر کل مخلوق کافر ہو جائے، اور وہ فیضان ان پر ڈال دیا جائے، تو انہیں کافی ہو جائے، اور ان کی عاقبت محمودہ قرار پائے، اور اگر کوئی کافر بنا بر جمیع کفار آل محمد یا اصحاب محمد میں سے کسی کے ساتھ محبت کرے،

من محبي محمد الى آخره وكانوا الكفار الكفاهم ولا داهم الى عاقبة محمودة ولو احب رجل من الكفار او جميعهم رجلا من آل محمد و اصحابه الخيرة لكفاه الله عزوجل عن ذلك بان يختم له بالتوبة والايمان ثم يدخله الجنة ولو ان رجلا من يبغض آل محمد واصحابه الخيرين او واحدا منهم لعذبه الله عذابا لو قسم على مثل ..

تو اللہ تعالیٰ اس کی کفایت فرمائے گا، کہ اس کا خاتمہ توبہ وایمان پہ ہو، اور پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا، اور اگر کوئی مرد آل محمد واصحاب محمد کے ساتھ بغض کرے تو اس کی اتنی سزا ہے، اگر کل خلق خدا پہ تقسیم ہو جائے تو سب برباد ہو جائیں ۔

(تفسیر حسن عسکری)

(۱۰) رواه صاحب كتاب السواد و البياض من الامامية عن الامام ابي عبد الله جعفر بن محمد الصادق انه قال في تفسير قوله تعالى رضي الله عنهم ورضوا عنه رضي الله عنهم بما سبق لهم من العناية و التوفيق ورضوا عنه بما من عليهم بمتابعتهم رسوله و قبولهم ما جاء به ۔

امامیہ میں صاحب ور کتاب السواد والبیاض، روایت کرتا ہے، امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد صادق نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی تفسیر میں فرمایا، اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہوا کہ ان کے لئے عنایت اور توفیق حاصل ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے احسان جو کہ متابعت رسول اور قبول دین کی صورت میں ان کو حاصل ہے پر راضی ہیں،

(کتاب السواد والبیاض)

(۱۱) ما رواه علي بن عيسى الاردبيلي من علماء الشيعة الامامية الاثنا عشرية عن الصادق عن ابيه عن جده عن علي بن ابي طالب انه قال قد سمى ابا بكر رسول الله

اثنا عشری امامی عالم علی بن عیسیٰ اردبیلی روایت کرتا ہے، امام صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد سے وہ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین

والمہاجرون والانصار صدیقا من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ وقد التزم الاردبیلی فی کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ ایراد من اتفق من الاخبار والآثار۔

اور انصار نے ابوبکر کا نام صدیق رکھا جو اس کی تصدیق نہ کرے، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی بات کی تصدیق نہ کرے، اردبیلی نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں متفقہ اخبار وآثار کے ایراد کا التزام کیا ہے،

(۱۲) ما روی عن علی بن الحسین بن علی فی الصحیفۃ الکاملۃ انہ دعا لہم وصلی علیہم ومدحہم بانہم احسنوا صحبتہ وانہم فارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ۔

"الصحیفۃ الکاملۃ" میں علی بن حسین بن علی سے مروی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے لئے دعا کی طلب رحمت فرمائی، اور ان کی مدح کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی اچھی کی، اور آپ کے دین پھیلانے کے لئے ازواج اور اولاد سے جدا ہوئے۔ (الصحیفۃ الکاملۃ)

(۱۳) ما روی عن امیر المؤمنین انہ مدح المہاجرین والانصار بان احب اللقاء الیہم لقاء ربہم فانہم کانوا علی ثقۃ بالوعد الالٰہی الصادق وکمال یقین بما ہو علیہ۔

علیؓ سے مروی ہے انہوں نے مہاجرین اور انصار کی مدح کی کہ انہیں رب تعالیٰ کی ملاقات سب سے محبوب ومرغوب تھی، اس لئے کہ انہیں وعدِ الٰہی پہ پورا وثوق تھا، اور مکمل یقین تھا۔

(۱۴) ما ذکرہ الرضی فی نہج[1] البلاغۃ قول امیر المؤمنین

نہج البلاغۃ میں شریف رضی لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں اصحاب

---

[1] صفحہ ۲۲۹ جلد ۲۔

لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ فما اری احدا یشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا قد باتوا سجدا وقیاما یراوحون بین جباھھم وخدودھم ویقفون علی مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکب المعزی من طول سجودھم اذا ذکر اللہ ھملت اعینھم حتی تبل جیوبھم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کسی کو نہیں پاتا، یہ لوگ غبار آلود پراگندہ رہتے ہیں، رات قیام وسجود میں کٹتی ہے، کبھی زمین پر ماتھا رکھتے تو کبھی گال۔ آخرت کے خوف سے ایسے ہو جاتے گویا وہ انگارے پہ کھڑے ہیں، ان کی آنکھوں کے مابین طول سجود سے گٹے پڑے تھے، اللہ کے ذکر پر ان کی آنکھیں برس پڑتی ہیں، اور پہلو تر ہو جاتے تھے۔ عقاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے ہلتے ہیں، جس طرح سخت آندھی میں درخت۔

(۱۵) ما روی عن امیر المؤمنین انہ کتب کتابا الی اھل مصر وذکر فیہ انہ نھض فی الاحداث التی وقعت من العرب فی خلافۃ ابی بکر من رجوعھم عن الاسلام وطمعھم فی محو دین محمد الی غایۃ زھوق الباطل واستقرار الدین بانتشارہ ذکرہ الرضی فی نھج البلاغۃ

علیؓ سے مروی ہے، انہوں نے اہل مصر کو لکھا کہ جب ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں عرب (کے بعض قبائل) اسلام سے ہٹے اور دین محمد کے محو کی طمع کی، تو میں ان کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

(۱۶) انہ لما مات ابوبکر قام علی علی باب البیت وھو مسجی فیہ وقال

جب ابوبکرؓ فوت ہوئے علیؓ گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور

؎ صفحہ ۱۵۸ جلد ۲۔

كنت والله يعسوبا للمؤمنين وكنت كالجبل لا يحركه العواصف ولا تزيله ۔ (نهج البلاغة)

فرمایا اللہ کی قسم تم مؤمنین کے لئے شہد کی مکھیوں کے یعسوب کی طرح تھے، اور ایک پہاڑ تھے، جسے سخت آندھیاں اور جھکڑ نہ ہلا سکیں۔

وروى الحافظ ابو سعيد بن السمان وغيره عن محمد بن عقيل بن ابى طالب انه لما قبض ابوبكر الصديق وسجى عليه ارتجت المدينة بالبكاء كيوم قبض رسول الله صلے الله عليه وسلم فجاء على باكيا مسترجعا وهو يقول اليوم انقطعت خلافة النبوة فوقف على باب البيت الذى فيه ابوبكر سجى فقال رحمك الله ابا بكر كنت الف رسول الله صلے الله عليه وسلم وانيسه وذكر الحديث بطوله فى فضائل ابى بكر ومناقبه۔

حافظ ابو سعید بن سمان وغیرہ محمد بن عقیل بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں، جب ابو بکر صدیق رضؓ فوت ہوئے، اور کفنائے گئے، مدینہ رونے کی آواز سے کانپ گیا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے دن، علیؓ روتے ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے آئے، اور کہا آج خلافت نبوت ختم ہو گئی، گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا اے ابو بکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور انیس تھے۔ اور ابو بکر رضؓ کے فضائل و مناقب میں طویل حدیث بیان کی۔

(۱۷) ما نقل على بن عيسى الاردبيلى فى كشف الغمة[له] فى معرفة الائمة۔ من الاخبار التى اتفق عليها اهل السنة

علی بن عیسٰے اردبیلی نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں احادیث درج فرمائی ہیں، جن پر اہل سنت وجماعت اور شیعہ کا اتفاق ہے، امام ابو جعفر

له ص۲۲۰

والجماعۃ والشیعۃ انہ سئل الامام ابو جعفر محمد بن علی الباقر عن حلیۃ السیف ھل یجوز قال نعم یجوز قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ قال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق، فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ تعالٰی فی الدنیا والآخرۃ۔

محمد بن علی باقرؒ سے پوچھا گیا، تلوار پر زیور رچا رہے، فرمایا ہاں۔ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا، راوی نے کہا تم ایسے کہتے ہو امام اپنی جگہ سے کود دے، اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہے، صدیق ہے۔ صدیق جو اسے صدیق نہ کہے خدا تعالٰی دنیا و آخرت میں اسکی تصدیق نہ فرمائے، (کشف الغمۃ)

(۱۸) درکتب روافض مروی ست از ابی جعفر محمد الباقر کہ گفت امیر المؤمنین واللہ ما احد من الناس احب الی ان القی اللہ بصحیفتہ من ھذا المسجی یعنی ابابکر۔

کتب روافض میں ابوجعفر محمد باقرؒ سے مروی ہے کہ علیؓ نے فرمایا اس مسجی یعنی ابوبکر سے زیادہ کوئی دیگر شخص مجھے محبوب و پیارا نہ ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(۱۹) للہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد خلف الفتنۃ واقام السنۃ ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ لایھتدی فیھا الضال ولا

خدا فلاں کا بھلا کرے، اس نے ٹیڑھ کو سیدھا کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ سے پہلے چلا گیا، سنت کو نافذ کیا، صاف و شفاف چلا گیا، عیب نہیں تھے، خیر کو پہنچا، شر سے پہلے چلا گیا، اللہ کی اطاعت کی، اس کے حقوق میں متقی ہوا، آپ چلا گیا، اور لوگوں کو متفرق راہوں میں چھوڑا، بھٹکا

لہ نہج البلاغۃ ص ۵۶۲، ۵۶۱ جلد ۱۔

غور فرمایئے، ائمہ اہل بیت کے سامنے کوئی شخص خلفاء راشدین کی مدح و تعریف کرتا ہے، وہ امام خاموشی اختیار کرتے ہیں، یا ایک طرح کی تصدیق کرتے ہیں، تو احتمال ہے کہ مبنی بر تقیہ ہو، اگر ایسے نہیں ہوا بلکہ کسی کے مطالبے کے بغیر امیر المؤمنین خلفاء راشدین کی مدح اور تعریف کرتا ہے، ان کے جنازہ پر چشم گریاں حاضر ہوتا ہے اللہ جل مجدہ کی قسم کھا کر آرزو کرتا ہے، کہ اس جیسے اعمال میرے صحیفہ میں ہوں، اور میں خدا تعالیٰ سے ملاقات کروں، ایسی صورت میں تقیہ کا احتمال کہاں پیدا ہو سکتا ہے؟ تقیہ کرنے کی یہاں ضرورت ہی کیا ہے۔

ایک شخص نے ابو بکرؓ کی صدیقیت کا انکار کیا، محمد باقر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا نعم الصدیق نعم الصدیق۔ ہاں وہ صدیق ہے، ہاں وہ صدیق ہے، اس میں تقیہ کا کیا احتمال ہے؟ ان کا انداز گفتگو الٹا تقیہ کی نفی کر رہا ہے۔

مذکورہ آثار میں کئی قرائن حالی اور مقالی موجود ہیں، جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ اقوال تقیہ کی بنا پر نہیں ہیں، جیسا کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

چھٹی دلیل اہل سنت کی حقانیت اور روافض کے بطلان کی ابن مظہر حلی نے کتاب منہج میں لکھا ہے، تہتر ملتوں میں سے جس فرقہ کے عقائد دوسری ملتوں سے بائن اور جدا ہوں گے، اور ان سے چند باتوں کے سوا اتفاق نہ کرے گا، وہی فرقہ برحق ہے، جو فرقہ اہل باطل کے ساتھ موافقت کثیرہ رکھتا ہے، اس کا مذہب باطل ہے، اس معیار کی رو سے مذہب امامیہ برحق ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے امامیہ کے سوا کوئی بھی مسئلہ امامت کا قائل نہ ہوا، اور کوئی بھی تکفیر و طعن و لعن صحابہ میں زبان نہیں کھولتا۔ انتہی۔

یہ سب مقدمات درست ہیں، مگر ان سے مذکورہ نتیجہ نکالنا باطل ہے۔

یہ صحیح ہے کہ جس فرقہ کے عقائد باطل گروہوں سے دور ہیں حق پر ہے، کیونکہ بدیہی بات ہے کہ حق، باطل کی ضد ہے، وماذا بعد الحق الا الضلال۔

یہ بھی درست ہے کہ مسلمان فرقوں میں امامیہ کے سوا کوئی بھی مسئلہ امامت

کا قائل نہیں اور نہ ہی طعن و لعن صحابہؓ میں کسی نے زبان درازی کی ہے،

اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے متعلق مذکورہ عقیدہ رکھنا محض حماقت اور جہل مرکب ہے، اور بدیہیات کا انکار ہے، کیونکہ ان عظیم ہستیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہے، تمام زندگی اپنی جان و مال آپ پر نثار کرتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین اسلام کو اطراف عالم میں خوب خوب پھیلایا، تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے دوستی اور محبت و یگانگت تھی، قرآن پاک ان کی مدح و ثنا سے بھرپور ہے، ایسے عظیم انسانوں سے دشمنی رکھنا، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے ساتھ سلوک کو تقیہ اور نفاق پر محمول کرنا، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کے متعلق جنہیں تمام دین اور اکمال نعمت کی خوشخبری سنائی گئی، یہ گمان کرنا کہ ان کی تبلیغ سے چار[1] اشخاص کے سوا کوئی بھی ہدایت یافتہ نہ ہوا، انکار بدیہیات نہیں تو کیا ہے؟ روافض یا خوارج کے سوا کون عقل مند اس قسم کے واہی عقائد رکھتا ہے؟ خوارج بھی شیعوں کی طرح یکتا ہیں، کہ یہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی دعوی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کرتے ہیں۔

علیؓ جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے ہی اپنے بچوں کی طرح پالا جوانی میں اپنی دختر بیاہ دی، تمام عمر اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ کی، ایسے عظیم شخص سے یہ خوارج دشمنی رکھتے ہیں۔ اور اس کی تکفیر و لعن کرتے ہیں۔

اس حماقت میں تہتر فرقوں میں سے خارجیوں کے علاوہ کوئی فرقہ ملوث نہیں ہوا، اگر اس مسئلہ میں رافضیوں کا دوسرے فرقوں سے ممتاز ہونا ان کی حقانیت کی دلیل بن سکتا ہے، تو خارجیوں کا یہ امتیاز بھی ان کے لئے "صاحب حق" ہونے کو ثابت کر سکے گا۔

نیز انکار صحابہ اور مسئلہ امامت پر جو لوگ اتفاق رکھتے ہیں، وہ بھی ایک دوسرے

---

[1] کتاب الروضۃ من الکافی ص ۱۴۵ طبع طہران میں ہے: کان الناس اہل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلثۃ، فقلت ومن الثلثۃ فقال المقداد وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی انتہی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے سوا تین اشخاص مقداد ابوذر اور سلمان فارسی کے (نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد)

کی تکفیر کرتے ہیں، (پھر وہ سب گروہ روافض اس دلیل سے کیسے حق مذہب والے بن گئے) دیکھئے اسحاقیہ اور اسمٰعیلیہ دونوں فرقے، اثنا عشریہ کی تکفیر کرتے ہیں، اور مؤخر الذکر پہلوں کی، ایک گروہ ایک شخص کو امام جانتا ہے، لیکن دوسرا گروہ اسے کافر کہتا ہے، لہٰذا یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

تحقیقی جواب یہ ہے، صرف امامت کا مسئلہ باطل گروہوں سے امتیاز کے لئے کارآمد نہیں ہے، بلکہ اکثر مسائل اصول عقائد میں ان سے امتیاز ہونا چاہیئے مسئلہ امامت تو اہل سنت کے نزدیک فروعی مسئلہ ہے، کیونکہ نصب امام شوریٰ کے ذریعے انسانوں پر واجب ہے، حقیقت یہ ہے کہ امامیہ اکثر اصول عقائد میں معتزلہ، خوارج مرجیہ باطل فرقوں کی موافقت کرتے ہیں، جیساکہ مبحث الٰہیات میں مذکور ہوگا، انشاءاللہ۔ مذہب اہل سنت وجماعت ان تمام گمراہ جماعتوں سے بہت دور ہے۔

عقائد میں اختلاف کی اصل وجہ اور اہل سنت کا انداز فکر عقل مسائل ذات وصفات باری تعالیٰ کے ادراک میں اور احوال قیامت کی دریافت میں کافی نہیں ہے، ورنہ بعثت انبیاء کی ضرورت نہیں تھی، اور عقل مندوں کی آراء اس سلسلہ میں مختلف نہ ہوتیں کہ شرائع انبیاء میں اختلاف نہیں ہے، اللہ کے رسولوں نے احکامات جو انسانوں تک پہنچائے، بعض ایسی چیزیں بھی شرع میں ہیں، جو عقول ناقصہ کے موافق نہیں ہیں، اہل سنت نے انہیں من وعن قبول کر لیا، اور عقل کو درخور اعتنا نہ سمجھا، ایسے نہ کیا کہ بعض احکام تسلیم کریں اور بعض کا انکار کردیں، جو احکام عقل کے معیار پر پورے اترتے ہیں، وہ بھی تسلیم اور جو حیطۂ عقل میں نہیں آتے، اس کے حقیقی علم کو اللہ کے سپرد کر کے ان پر بھی ایمان لاتے ہیں، کل من عند اللہ، تمام مسائل اعتقادی میں اہل سنت کے ہاں یہی طریق فکر جاری ہے، اور اس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف و مدح فرمائی ہے، ارشاد ہے:۔

منه آيات محكمات هن ام الكتاب	قرآن میں محکم آیات ہیں، جو کہ
واخر متشابهات فاما الذين	اصل کتاب ہیں، اور دوسری متشابہات
في قلوبهم زيغ فيتبعون ما	جن لوگوں کے دل میں کجی ہے، وہ

تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا۔ (اٰل عمران ۷)

متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی لینے اور اس کی تاویل کیلئے اور اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، علم میں رسوخ والے کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

یہی اہل سنت کی امتیازی راہ ہے جس پر وہ چلے ہیں، دیگر گمراہ فرقے اپنی عقل ناقص کو ہی کافی سمجھتے ہیں، اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، کتاب وسنت کے احکام عقل کے موافق ہیں تو ان پر چلتے ہیں نہیں تو انکار کر دیتے ہیں، اور گمراہ ہو جاتے ہیں، ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا۔ (بقرۃ آیت ۲۰)

جب ان کے لئے روشنی ہوتی ہے، چل پڑتے ہیں، اور جب اندھیرا ہوتا ہے، ٹھہر جاتے ہیں۔

ذات وصفات کے بارہ میں بعض بدعی فرقوں کے نظریات

کچھ لوگوں نے سوچا کہ ایسا وجود، جو مجسم نہ ہو جہت ومکان اور حیز نہ رکھتا ہو، ہماری عقل میں نہیں آتا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خدا جسم ہے، یہ فرقہ مجسمہ کہلایا۔ بعض رافضی بھی اس راہ پر چلتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عبادات سرانجام دینے اور گناہوں سے اجتناب کا مکلف بنایا ہے، اس پر ان سے وعدو وعید کیا، اگر افعال انسانوں کے پیدا کردہ نہ ہیں، تو ان کو سزا دینا ان پر ظلم ہوگا، یہ بات عقل کے اصولوں کے خلاف ہے کہ عباد کے افعال کا خالق خدا ہو، اس سے قدریہ اور اس امت کے مجوسی بن گئے، بعض رافضی بھی اس نظریہ کے حامل ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس نہج پہ سوچا کہ "ممکن" میں خالقیت کی صلاحیت نہیں ہے، تو بندوں کے گناہوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرنا، ان پر ظلم ہے، اس مشت خاک کو عذاب میں جھونکا جائے عقل باور نہیں کرتی، ان لوگوں کو مرجئہ کہا گیا، بعض رافضی یہی عقیدہ رکھتے

ہیں کہ شیعانِ علی کو کسی گناہ پر عذاب نہ ہوگا۔

جبریہ اور قدریہ کے بین بین عقیدہ شرع سے ثابت ہے، مگر یہ جبریہ اور قدریہ کے ہاں عقلی قضایا کے خلاف ہے۔

بعض لوگ حکماء کی متابعت میں ذات کو تو تسلیم کرتے ہیں، مگر صفات کے منکر ہیں، اکثر باطل ملتوں کے ہاں قرآن کا غیر مخلوق اور اللہ کی صفت ہونا عقل کے خلاف[1] ہے کہ حروف وصوت کس طرح ذات خدا کے ساتھ قائم ہو سکتے ہیں۔

بعض لوگ عذاب کے منکر ہو گئے، کہتے ہیں، مردہ جماد ہے عقل میں نہیں آتا کہ اسے عذاب ہو رہا ہو، ان لوگوں کی اکثریت صراط، میزان، وزن اعمال اور معاد کی بہت سی تفاصیل کو غیر معقول قرار دے کر انکاری ہو گئے ہیں، رؤیۃ باری تعالیٰ کو بھی عقل کے خلاف جانتے ہیں، انہی وجوہات سے بہتر فرقے بن گئے، ان باطلہ مذاہب کی بنا ایک ہی اصل پر ہے کہ عقل کو مقدم جانتے ہیں، اور شرع کو تابع عقل کر دیتے ہیں، ہر شخص اپنی ناقص عقل کی پیروی کرنے لگ گیا، دوسری کسی راہ کو نہ اپنایا، ہر راہ پر شیطان تھا، انہیں جہنم رسید کر دیا۔

اہل سنت نے عقل کو یکسر چھوڑ دیا، خود کو نابینا قرار دیا، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا — تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(بنی اسرائیل آیت ۸۵)

"اور نیز فرمایا"۔

واللہ اعلم وانتم لا تعلمون — اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے

اپنا ہاتھ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا کہ انہیں حق تعالیٰ نے نابینوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے، اپنے اختیار کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں دے دی، جدھر وہ لے گئے، چل پڑے، اور بے تشویش منزل مقصود درجنت، تک پہنچ گئے،

---

[1] حق مسلک یہی ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے، اس کی صفت اور غیر مخلوق، جس طرح اس کی ذات بے مثل ہے اس کی صفات بھی بے مثل اور کیفیات سے منزّہ ہیں۔

چہ غم دیوار امت را کہ چوں تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیبان

صفات باری تعالیٰ کے بارہ میں اہلسنت کا نظریہ | اہل سنت صفات باری کے قائل ہیں ارشاد ہے :۔

الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ ۵) — رحمان عرش پر مستوی ہوا۔ (نیز)

(نیز) ید اللہ فوق ایدیہم۔ (الفتح ۱۰) — اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

استوا اور دیگر صفات کا اقرار کرتے ہیں، مگر تشبیہ اور تجسیم کے قائل نہیں، استوا معلوم ہے، کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور کیفیت کا سوال کرنا ناجائز ہے، اسی طرح اللہ کا ید ہے، مگر اس صفت کی کیفیت نامعلوم ہے، ہماری طرح کا ہاتھ اس کیلئے ثابت نہیں کرتے،

ساتویں دلیل بطلان مذہب روافض | رافضی مذہب کی صحت تسلیم کر لی جائے، تو نہ نبوت ثابت ہے، نہ شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ تمام متواترات پر سے وثوق اُٹھ جائے گا، انکار متواترات اور سفسطہ کا لزوم ہوگا، اس لئے کہ ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور نہ ہی ابوبکرؓ و علیؓ کو نہ رسول کے معجزے دیکھے نہ جبریل قرآن ہمارے سامنے لائے، بلکہ ہم نے قرآن پایا ہے، اور متواتر ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ قرآن محمد نامی ایک عظیم الشان پر نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) فصحاء عرب مقابلے میں تھے، باوجودیکہ وہ کثیر تعداد میں تھے، انہیں بہت وقت ملا، اور ادھر تحدی ہوتی رہی، فاتوا بسورۃ من مثلہ اس کی طرح کی ایک سورۃ ہی لاؤ دکھاؤ، (البقرۃ ۲۳) مگر اس کے معارضہ سے عاجز رہے، یہ عظیم شخص قریش خاندان کا ایک فرد تھا، دعویٰ نبوت کیا، یہ قرآن پیش کیا، انسانوں کو خدا کی دعوت دی، اس وقت کوئی بھی آپ کا ساتھی نہ تھا، فوج و شان و شوکت بھی آپ کو حاصل نہ تھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں اہل مکہ کے لوگوں پر گراں گزریں، اور آپ کی عداوت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ کے ہاتھ پہ معجزات کا صدور ہوا اللہ کے کلام کا لوگوں

کے دلوں پر اثر ہوا، اور اپنی استعداد کے قدر کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین قبول کرنے پر آمادہ ہوئے پہلا شخص جس نے ایمان قبول کیا، ابوبکرؓ تھا یا علیؓ اس کے بعد ایک قلیل گروہ بھی مسلمان ہوگیا، جن میں حضرت عمرؓ وعثمانؓ بھی تھے۔ آفتابِ ہدایتِ الٰہی قوت پکڑتا گیا، اور کفر کی تاریکی چھٹ گئی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کی دشمنی میں کفار نے کوئی کمی نہ چھوڑی، مسلمانوں کے جان ومال دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرنے کے جرم کی پاداش میں ارزاں بن گئے، کچھ مدت کے بعد دور دراز بلاد تک آپ کا پیغام پہنچ گیا، اور بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے لوگ اپنے مذاہب باطلہ ترک کرکے اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے، اور تکمیل دین کے مژدہ کی تکمیل میسّر ہوئی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب (الم نشرح ۷) کے حکم کے مطابق "الرفیق الاعلیٰ" کی ندا لگائی، اور مالک حقیقی کو جا ملے۔

آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضؓ جس طرح آپ کی زندگی میں دین اسلام کی ترویج میں کوشاں تھے، آپ کی وفات کے بعد بھی اللہ کے دین کو انسانوں تک پہنچانے کی سعی کرتے رہے۔

ابوبکرؓ نے بنو حنیفہ وغیرہ قبائل عرب سے جو کہ مرتد ہو گئے تھے، جہاد فرمایا حضرت عمرؓ نے کتنا بلاد کفر کو نور اسلام سے منور کیا؟ کسریٰ وقیصر کی حکومتیں ختم کر دی گئیں، یہ تمام حالات متواتر ذرائع سے ہم تک پہنچے ہیں، اگر یہ علم یقین کے موجب ہیں، تو نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے، اور قرآن بھی مسلّم ہماری گردن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور احسان ہے کہ انہوں نے رنج برداشت کئے، کوشش فرمائی، اور ہمیں ظلمت کفر سے نکال کر نور اسلام سے منور فرمایا، اور جنت کی راہ دکھائی، ساتھ ساتھ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ اور علیؓ وغیرہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور احسانات بھی ہم پر محقق ہوتے ہیں، کہ یہ عظیم لوگ بھی تکالیف برداشت کرنے اور جد وجہد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک اور رفیق تھے، مگر آپس میں برابر نہ کیونکہ اس بارہ میں تفاوت درجات ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم فضل اللہ المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القعدین درجة وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ۔
(النساء ۹۵)

معذوروں کے علاوہ بیٹھ رہنے والے ایمان دار اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں، برابر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اموال و انفس کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت و برتری مرتبہ دی ہے، اور ہر ایک سے اچھائی وعدہ۔

«نیز فرمایا» :-

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل ط اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر۔
(الحدید ۱۰)

فتح (مکہ) سے پہلے تم میں خرچ کرنے والے اور لڑائی میں حصّہ لینے والے برابر نہ ہیں، یہ لوگ درجہ میں ان سے زیادہ ہیں، جنہوں نے بعد میں خرچ کیا، اور لڑائی کی، ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے اچھائی کا وعدہ کیا ہے، تم جو کچھ عمل کرتے ہو، اللہ اس کی خبر رکھتا ہے۔

اگر یہ متواتر خبر مفید علم نہیں ہے، تو لاکھوں انسان، مرد، عورت، آزاد، غلام مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے دور دراز علاقوں کے باشندے اپنے آبائی ادیان ترک کرکے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے، جان و مال کی قربانیاں پیش کیں، دین محمدی کے استحکام کے لئے کوشاں رہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت سے فیضیاب ہوئے، آپ کی دوستی اور رفاقت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا، یا کیا انہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی رضامندی کے لئے اصل دین کو پس پشت ڈالا، اور قرآن منزل کو ترک کرکے عثمانی قرآن کو تواتر سے روایت کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے علاوہ کوئی دوسرا

دین تراشنا اور ہم تک پہنچایا؟ ان مفروضات کے پیش نظر پھر یہ کیسے ثابت ہو سکے گا کہ محمد نامی بھی کوئی شخص دنیا میں ہو گزرا ہے، جس نے دعویٰ نبوت کیا، اور معجزات دکھائے، پھر کسی بھی متواتر خبر پر یقین نہیں ہوگا، پھر تو جائز ہے، کہ بصرہ، بغداد اور مصر وغیرہ کا بھی انکار کر دیا جائے، لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ شہر موجود ہیں، حالانکہ یہ انکار محض سفسطہ ہے، اور بکواس۔ اسی طرح یہ دعویٰ کرنا کہ اس متواتر خبر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور حضرت ابوبکرؓ کا احسان و اسلام ثابت نہیں ہوتا۔ ایک بے دلیل بات ہے، کما لا یخفی۔

آٹھویں دلیل بر بطلان مذہب روافض ہے | مذہب روافض شرع کے ادلہ میں سے کسی کے ذریعہ ثابت نہیں ہوتا، للہٰذا یہ مذہب باطل ہے، اس لئے کہ ان کا قرآن پر اعتماد نہیں ہے، کہتے ہیں "قرآن میں صحابہؓ نے تحریف کر دی ہے" یہ قرآن عثمانؓ تک متواتر ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کا تواتر نہیں پہنچا۔ صحابہؓ کی روایت سے مرویہ احادیث پاک کا ذخیرہ بھی ان کے ہاں ناقابل اعتماد ہے، کہ ان کے خیال میں رسولؐ کے بعد سب صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے[۱]۔ (نعوذ باللہ) سوا چار شخصوں کے[۲]، اجماع صحابہ بھی ان کے ہاں حجت نہیں، تو یہ مذہب کہاں سے ٹپک پڑا؟ اور یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی نسبت رکھتے ہیں!

روافض اپنا مذہب کس سے اخذ کرتے ہیں ہے | البتہ ان کا یہ ادعا ہے کہ ہم اپنے دین کو ائمہ سے اخذ کرتے ہیں، یہ دعویٰ بھی ان کا باطل ہے، بچند وجوہ۔

اولاً اس لئے کہ پہلے امامت ثابت کرنی چاہیئے، پھر یہ دعویٰ زیب دیتا ہے، امامت نبوت کی فرع ہے، شیعہ کے نقطہ نظر سے نبوت صحابہؓ کی خبر متواترہ سے ثابت نہیں ہو سکی تو اس کی فرع امامت کیسے ثابت ہوگی۔

بے شمار جماعت صحابہ و تابعین کے بیانات معتبر اور مفید علم نہ ہیں، تو امام جو کہ ہر قرن میں ایک سے زائد نہیں مانتے کیسے معتبر اور مفید یقین بن گئے؟ امام کی عصمت کا دعویٰ ثابت کرنا محال ہے، کیونکہ جب امامت ہی نہیں معصوم کس کو ثابت کیا جائے گا؟

---

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۷ میں ہے امام ابو عبداللہ فرماتے ہیں، جو قرآن جبریل لایا وہ سترہ ہزار آیات والا ہے۔
[۲] جیسا کہ الروضۃ من الکافی صفحہ ۲۴۵ میں ہے۔ ۱۲

ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر امامت امیر المؤمنین علیؓ کا حق ہوتی، وہ اپنے لڑکے محمدؒ بن حنفیہ کو اس سے ضرور آگاہ کرتے کیونکہ جو بات اصول دین سے ہے، اور اس پر اسلام کی بنا د ہے اسے اپنے لڑکے پر مہمل نہ چھوڑتے، محمد بن علی کا علی بن حسین کے ساتھ جھگڑا نہ ہوتا جیساکہ امامیہ کا زعم ہے، کہ محمد بن حنفیہ نے علی بن الحسین کے ساتھ جھگڑا کیا، اور حجر اسود کو حکم بنایا۔ الٰی آخر ماافتروہ۔

اسی طرح علیؒ بن الحسین اپنے فرزند زیدؒ کو ضرور مطلع کرجاتے اور زیدؒ صاحب محمد باقرؒ کی امامت سے انکار نہ کرتے، حالانکہ کلینی کافی میں ابان سے روایت کرتا ہے کہ ہشام احول کہتا ہے مجھے زید بن علی نے دعوت دی تم میرا ساتھ دو تاکہ میں جہاد کردں احول نے انکار کیا تو زید نے کہا اپنی جان میرے سے عزیز رکھتے ہو، احول نے جواب دیا میری ایک جان ہے، زمین پر حق تعالیٰ کی حجت موجود ہے، یعنی امام برحق محمد باقرؒ میرا تمہارے ساتھ ہونا نہ ہونا، برابر ہے زید نے کہا ابا[2] کو میرے ساتھ اتنا محبت تھی کہ روٹی کا لقمہ میرے منہ میں ڈالتا تھا، انہیں یہ بات کب گوارا تھی کہ میں جہنم کی آگ میں جاؤں، یعنی اگر محمد باقر امام برحق ہوتا تو ابا مجھے ضرور مطلع فرماتے انتہیٰ۔

ثالثاً: اس لئے کہ امامیہ کے نزدیک امامت کے لئے نص قطعی کی شرط ہے، کیونکہ جب یہ مسئلہ اصول دین سے قرار پایا تو شارع علیہ السلام اسے مہمل کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ اگر وہ کہیں آحاد طریق سے بھی امامت ثابت ہوجائے گی، تو غلط ہے، اس لئے کہ خبر واحد مفید علم یقین نہیں ہے، عقائد کی اس پر بنا د نہیں ہوسکتی پس خبر متواتر کا اس کیلئے ہونا ضروری ہے، امامیہ کے اماموں کی امامت کے لئے تواتر کا دعویٰ اس لئے غلط ہے، کہ اگر ان کی امامت ثابت کرنے کے لئے متواتر اخبار موجود تھیں تو اس قدر اختلاف کیوں واقع ہوا۔ کہ متواترات میں تو اختلاف محال ہے، یہاں تو اختلاف اس حد تک موجود ہے، کہ ایک

---

[1] دیکھئے تنقیح اصول الکافی ص۱۹۳ طبع ایران۔

[2] اصول کافی ص ۹۳ باب الحجۃ، تیز رجال کشی ص۱۶۳ میں ہے، زید بن علی نے احول سے کہا تو سمجھتا ہے، آل محمد میں امام مفترض الطاعۃ ہے، اس نے کہا ہاں اور تیرا والد علی بھی ان میں سے ہے زید نے کہا میرا ابا میرے منہ میں روٹی ٹھنڈی کرکے ڈالتا تھا وہ روٹی کی گرمی سے بچانا چاہتے تھے مگر جہنم کی گرمی سے نہیں احول نے کہا انہوں نے تمہیں اس کی خبر اس لئے نہ دی کہ تم اس روایت کا انکار نہ کر دو پھر شفاعت بھی نہ ہوسکے گی ۱۲

امام کے اصحاب بھی باہم مختلف ہیں، چنانچہ جعفر کے اصحاب میں سے عمر بن سعد مدائنی وغیرہ کہتے ہیں، جعفر کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ امام ہے، اور علی بن ابی حمزہ، سالم اور علی بن رباح وغیرہ کہتے ہیں کہ جعفر کے بعد موسیٰ امام ہے، موسیٰ کو ماننے والے پھر مختلف ہو گئے، احمد بن ابی بشر سراج اور ابوجعفر، حسین بن مہران، محمد بن ابی نصر سکونی، عثمان بن عیسےٰ ابو عمرو عامری، صفوان بن یحیےٰ وغیرہ کہتے ہیں، موسیٰ پر امامت ختم ہو گئی، دوسرے موسیٰ کے شاگرد اس کے بعد علی کو امام تسلیم کرتے ہیں، ہر امام کے بارہ میں اس قسم کا شدید اختلاف موجود ہے، جو کہ ان کے نظریہ کی تکذیب کی دلیل ہے، حدیث واحد کے مضمون پر بھی اتنا اختلاف نہیں ہے، چہ جائیکہ متواتر میں ہو۔

(معلوم ہوا ان کے اماموں کی امامت کے لئے کوئی نص شرعی سرے سے موجود ہی نہیں ہے، اور یہ اختلاف اسی وجہ سے ہے مترجم)

رابعاً۔ ان کے ائمہ سے امامت کے مختلف دعاوی سرزد ہوئے، علی بن الحسین کے دو لڑکے محمد باقر اور زید ہیں، دونوں عالم متقی اور متصف بہ اوصاف کمال ہیں۔ ایک ہی وقت میں دونوں نے دعویٰ امامت کیا، اور امامیہ ان کے دعاوی امامت کو تسلیم کرتے ہیں[۱]۔ زیدیہ زید کو امام تسلیم کرتے ہیں، اور اثنا عشریہ اور باقریہ محمد کو، ایک کی تصدیق کرنا، اور دوسرے کی تکذیب ترجیح بلا مرجح ہے، لہٰذا دونوں ساقط ہو گئے۔ ائمہ کے بعض اصحاب دونوں کی امامت کے منکر ہیں، جیسا کہ رضا اور جواد کے اصحاب میں حسن بن علی بن وصال ان دونوں کا انکار اور تکذیب کرتا ہے، صادقؒ اور کاظمؒ کے اصحاب میں سے بن مہران حضرمی اور کاظم و رضا کے اصحاب میں سے عثمان بن عیسیٰ۔ رضا کی امامت کے منکر تھے، ایک دوسرے کے تکاذب[۲] اور اقوال میں اتنا تعارض و اختلاف کے ہوتے ان کی امامت کیسے ثابت

---

[۱] زید کا خروج الروضۃ من کتاب الکافی صفحہ ۲۶۴، جلد ۸ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

[۲] اصول کافی صفحہ ۳۵۱/۱۹ میں ہے، ابوعبداللہ کی وفات کے بعد لوگوں نے عبداللہ بن جعفر کو صاحب الامر بنا لیا، ہشام بن سالم اور صاحب الطاق کہتے ہیں ہم بھی اس کے پاس گئے، لوگوں نے امام ابوعبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا متولی امر بڑا لڑکا ہوتا ہے، ہشام ابوالحسن موسیٰ سے ملا انہیں دعویٰ امامت پر آمادہ کیا چنانچہ انہوں نے عام لوگوں کو خفیہ طور پر متوجہ کرنے کیلئے ہشام کو مقرر کیا، ہشام نے لوگوں کو عبداللہ بن جعفر سے ہٹایا اور موسیٰ کو امامت کے مقام پر کھڑا کر دیا، عبداللہ بن جعفر کو پتہ چلا تو اس نے ہشام کے قتل کرنے کیلئے مدینہ میں آدمی پھیلا دیئے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اس روایت سے معلوم ہوا امام ابوعبداللہ نے بڑے لڑکے عبداللہ بن جعفر کو امام بنایا تھا، مگر غلبہ موسیٰ نے پا لیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ موسیٰ کی امامت

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہو سکتی ہے، (جبکہ رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام معصوم عن الخطاء ہیں)

۵۔خامساً اس لئے کہ امامیہ کہتے ہیں کہ امام دشمنوں کے ڈر سے اپنا مذہب ظاہر نہ کرتے تھے اور تقیہ کر کے ظاہراً اہل باطل کی طرح بھی گفتگو کر لیتے تھے۔ حق بات صرف اپنے مخصوص دوستوں کے سامنے کہتے، بلکہ خلوت میں بھی ڈرتے تھے، اور کہتے للحیطان آذان دیواروں کو بھی کان ہوتے ہیں۔ (رواہ الکلینی عن الصادق رحمۃ اللہ علیہ)۔

ایسے انسانوں کی بات کیسے معتبر قرار دی جا سکتی ہے، ہو سکتا ہے جسے چھپا رہے ہیں، وہی باطل ہو اس مخصوص تھوڑے سے لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود ہو اور جسے ظاہر کر رہے ہیں وہی حق ہو کہ زیادہ لوگوں کو گمراہ کرنے سے بہتر شرذمۃ قلیلہ کو گمراہ کرنا ہو سکتا ہے، لہٰذا ان کے دونوں قول قابل وثوق نہ رہے۔

یہی وجہ ہے کہ گواہ اگر ادا شہادت کے بعد جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کرے، ان کی دونوں باتوں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، اس لئے کہ جھوٹ کا احتمال دونوں میں برابر ہے، اس بنا پر قاضی اس کی شہادت پر فیصلہ نہیں کرے گا، اور اگر رجوع سے پہلے فیصلہ دے چکا ہے، تو فیصلہ فسخ نہ ہوگا، البتہ فیصلہ کے نتیجہ میں نقصان کا ذمہ دار یہ شاہد ہوگا۔

۶۔سادساً امامیہ اپنے ائمہ سے کتاب و سنت کے خلاف اقوال نقل کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اسی وجہ سے روایات امامیہ سے اعتماد اٹھ چکا ہے، اس گمراہ فرقہ کے راوی بیان کرتے ہیں، کہ امیر المؤمنین نے ایک خطبہ میں فرمایا

انا اخذت العھد عن الارواح	ازل میں میں نے ارواح سے عہد
فی الازل انا المنادی الست بربکم	لیا تھا، الست بربکم کی ندا بھی میں نے
انا المنشی الانام۔	لگائی، میں نے انسانوں کو پیدا کیا۔

یہ کلمات کفریہ ہیں جن میں دعویٰ الوہیت حضرت علیؓ کی طرف انہوں نے

(بقیہ صفحہ ٦٦ کا) منصوص نہ تھی بعض ہشام اور احول ایسے مخالفین عبداللہ بن جعفر کی کاوشوں کا نتیجہ تھی، یاد رہے ان بزرگوں کے دور میں نظام سلطنت کی باگ ڈور دوسرے خاندانوں میں تھی، ان کی امامت اندرون خانہ ہی رہی۔ عام مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا یہ روایت رجال الکشی ص ۲۴۰-۲۳۹ میں بھی موجود ہے۔

منسوب کیا،

نیز ابو نصر (شیعی) صادق سے دعوی الوہیت کا راوی ہے، اسی طرح درج ذیل آیات میں رب سے مراد علیؓ کو لیتے ہیں۔

(۱) یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک۔ (الفجر ۲۸) — اے نفس مطمئن اپنے رب (علی) کی طرف چل۔

(۲) انہم ملاقوا ربھم وانہم الیہ راجعون (البقرۃ ۴۶) — یہ اپنے رب (علی) کو ملیں گے، اور اسی کی طرف رجوع کریں گے۔

امامیہ اپنے ائمہ کا یہ مقولہ بھی نقل کرتے ہیں۔

ان اللہ بعث الرسل والنبیین علی ولایۃ علی۔ — اللہ نے رسولوں اور نبیوں کو علی کی ولایت پر مبعوث فرمایا۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک الایۃ (الزمر ۶۵) کی یہ تفسیر کی، کہ اے محمد علی کی خلافت کے بارے میں اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

انا المتقدم علی غیرہ یعنی میں اپنے غیر سب پر مقدم ہوں، یہ کلمہ بھی کفر ہے کیونکہ اس میں تمام انبیاء بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر علی کی فضیلت و برتری کا ادعا ہے۔

بابویہ علل الشرائع میں امام صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا حب علی لا یدخل النار، یعنی علی کا محب جہنم میں نہ جائے گا، یہ مقولہ کتاب و سنت کے نصوص قطعی متواترہ کے خلاف ہے اس لئے کہ شیعہ کا عقیدہ ہے جو محب نہیں کافر ہے، اور ابدی جہنمی محب علی کسی گناہ کی وجہ سے داخل جہنم نہ ہو گا، تو گناہوں کی تحریم کا شریعت میں کیا فائدہ؟ اس قسم کی خرافات سے شرائع و احکام دین باطل قرار پاتے ہیں۔

۷۔ **سابعاً**: امامیہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کی احادیث ان کے ائمہ تک سند متواتر کے ساتھ پہنچتی ہیں، جو کہ غلط ہے، اس لئے کہ خود انہیں اعتراف ہے کہ ان کے امام مخالفون کے ڈر سے اپنے مذہب میں تقیہ کرتے تھے، اپنے دوستوں کو کلمہ حق پوشیدہ پوشیدہ

بتاتے، عوام الناس کے سامنے اس کے برعکس ارشادات صادر فرماتے۔

جو بات اتنی پوشیدگی سے کہی جائے کہ اخفا ہی کبھی فکر دامن گیر رہے، اسے کیسے متواتر قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ متواتر خبر کا اخفا محال ہے، تواتر شیوع اور پھیلاؤ کا متقاضی ہے، تواتر اور تقیہ دو منافی چیزیں ہیں۔

اہل سنت بے شمار رواۃ سے روایت حدیث کرتے ہیں، ان کی روایات علی الاعلان اور کھلم کھلا ہیں، اس کے باوجود ان کی مرویات میں سے چند احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہیں ہاں جو احادیث متعددہ ایک ہی مفہوم میں قدر مشترک ہیں، انہیں متواتر معنوی کا نام دیا جاتا ہے اہل سنت کا خزینہ متواترات قرآن پاک ہے، جس پر اہل سنت کے عقائد کی بنا ہے شیعہ کی روایات ان کے ائمہ سے ہیں، جو کہ اپنے دوستوں کو چھپ چھپ کر بتاتے تھے، قرآن ان کے ہاں محرف ہے، اور نا قابل اعتماد تو ان کی مرویات تواتر تک پہنچنے کا کیا احتمال رکھتی ہیں؟ ان کا دعوی تواتر ایسا ہے، جیسے یہود نے دعوی کیا کہ دین موسیٰ کی تائید اور قتل عیسیٰ ہمارے بڑوں سے تواترا ثابت ہے، حالانکہ خود یہودی کہتے ہیں کہ بخت نصر نے تمام یہودیوں کو قتل کر دیا تھا۔ سوا بارہ آدمیوں کے واضح ہو گیا کہ شیعہ کی روایات ان کے اماموں تک تواتر سے ثابت نہیں تو ان کے گمراہ عقائد کی بنا د اخبار آحاد[1] پر ہے جو کہ علم یقین اور قطعیت کی مفید نہیں۔

۸۔ ثامناً:۔ اس لئے کہ امامیہ کا سلسلہ اسناد قابل وثوق و اعتماد نہیں ہے کہ ان کا عقیدہ ہے محب علی سے جو گناہ سرزد ہو جائے قابل مؤاخذہ نہ ہے، چاہے اپنے باپ کو قتل کر دے، یا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے، اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنے اماموں کے اقوال روایت کیا کرتے ہیں، جیسا کہ آگے مذکور ہو گا، ان شاء اللہ، فرمان ایزدی، فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان کو اسی پر محمول کرتے ہیں اس عقیدہ کی رو سے ان کے نزدیک حدیث وضع کرنا اور اسے اپنے عقیدہ کی تائید کے لئے استعمال کرنا جائز ہی نہیں، بلکہ ایک مستحسن کام ہے، ان کے فاسد خیال میں ایسا کرنا دین

[1] ان اخبار آحاد کی اسانید کا حال آگے آرہا ہے - ۱۲ -

اور محبت علی کی طرف انسانوں کی راہ نمائی کے لئے ضروری ہے، اس لئے ان کے سلسلہ اسناد قابل اعتماد نہ رہا۔

۹۔ تاسعاً:۔ روافض کے اماموں تک سلسلہ اسناد میں اکثر اسانید ایسی ہیں، جو ان کے اپنے مقرر کردہ معیار صحت پر پوری نہیں اترتی ہیں، ان کی کتابوں میں صحاح بہت کم ہیں، صاحب ہدایہ رافضی نے اس کی تصریح کی جن روایات کو انہوں نے صحیح قرار دیا، انہیں اگر ان کے اپنے قواعد وضوابط پہ جانچا جائے، تو ضعاف ظاہر ہوتی ہیں، یا موضوع، پھر یہ روایات باہم متعارض ہیں، ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا تار عنکبوت سے کمزور تر ہوتا ہے، ان میں خرافات کی حد تک مرویات موجود ہیں، امام جعفر صادقؒ اور ثقہ روات اور قدما مجتہدین امامیہ نے ان کی تکذیب کی ہے، چنانچہ ہشام بن حکم، ہشام بن سالم، طاحی صیرفی[۱] زرارہ بن اعین، بکیر بن اعین، محمد بن مسلم، مالک جہنی، دارم بن حکم، ریان بن الصلت۔ زید بن علی بن الحسین نے امامت کے بارہ میں ایک روایت کرنے پر ہشام احول کو جھوٹا کہا، (جیساکہ اوپر مذکور ہوا) پھر بعض ثقہ رواۃ ایک دوسرے کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔

جیساکہ ہشام بن سالم جوالیقی، ہشام بن حکم اور صاحب الطاق ہر ایک علی بن الحسین اور محمد باقر اور جعفر صادق سے روایت کا ادعا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، ہم نے باقر وصادق سے مذہب اخذ کیا ہے، اور پھر ایک دوسرے کی تکذیب وتضلیل بھی کرتے ہیں، ہشام بن حکم نے جوالیقی اور صاحب الطاق کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی ہے (جیسا کہ نجاشی نے ذکر کیا) اس بناء پر ان میں سے کسی کی روایت معتبر نہیں ہے، امیر المؤمنین علیؓ نے اپنے اصحاب کی خود بہت شکایت فرمائی ہے، کہ وہ میری بات نہیں سنتے، اور میری اطاعت نہیں کرتے[۲] اس کا بیان آگے آئے گا۔

---

[۱] طاحی صیرفی ابوسمینہ محمد بن علی ہے غالی تھا فضل بن شاذان نے اسے کذابین میں شمار کیا ہے، (رجال کشی صـ۳۴۵) امام ابوعبداللہ نے زرارہ کو جھوٹا کہا اور لعنت فرمائی (رجال کشی صـ۱۳۳-۱۴۲) محمد بن مسلم کو ملعون کہا (رجال کشی صـ۱۵۱)

[۲] نہج البلاغہ جلد ۱ صـ۲۲۴-۲۲۶ میں ہے۔ استنفرتکم فلم تنفروا۔ واسمعتکم فلم تسمعوا ودعوتکم سراً وجهراً فلم تستجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا (الی ان قال) صاحبکم یطیع اللہ وانتم تعصونہ الخ۔ میں نے تمہیں نکلنے کے لئے کہا تم نہ نکلے میں نے سنوایا تم نے نہ سنا، میں نے تمہیں چھپے اور ظاہر بلایا تم نے استجابت نہ کی، میں نے تمہاری خیرخواہی کی تم نے قبول نہ کی تمہارا ساتھی اللہ کا مطیع ہے، اور تم اس کے نافرمان ہو۔

اس قسم کے لوگوں کی روایت معتبر نہیں ہوتی،

اسانید روایات امامیہ میں کذاب رواۃ

احادیث امامیہ کے اکثر رواۃ[2] جن پر معتبر کتابوں میں اعتماد ہے جھوٹے اور کذاب ہیں، جیسا[1] کہ جعفر بن محمد بن عیلی بن شابور فزاری ابو عبد اللہ کذاب وضاع ہے۔

قال النجاشی[2] کان ابو عبداللہ ضعیفا فی الحدیث وقال احمد بن الحسین یضع الحدیث وضعا ویروی عن المجاهیل وسمعت من قال کان فاسد المذهب۔	نجاشی کہتا ہے، ابو عبد اللہ حدیث میں ضعیف ہے، احمد بن الحسین نے کہا، حدیث وضع کرتا تھا، اور مجاہیل سے روایت کرتا ہے، میں نے علما سے سنا ہے، کہ وہ فاسد المذہب تھا،

شخص مذکور پر اتنا سخت جرح ثابت ہو جانے کے باوجود ابو جعفر[3] طوسی اس گروہ کا شیخ اور دوسرے لوگ اس کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح حسن بن عباش بن الحریش الرازی ابن علی بھی ضعیف بلکہ وضاع ہے،

قال النجاشی عیاش الحریش الرازی بن علی ضعیف جدا وضاع له کتاب فی انا انزلناه فی لیلة القدر وهو فی کتاب ردی الحدیث مضطرب الالفاظ۔	نجاشی کہتا ہے بن عیاش الحریش الرازی بن علی سخت ضعیف ہے، بلکہ وضاع ہے، اس نے انا انزلنا کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے، اور کتاب میں مضطرب الالفاظ حدیث

---

[1] امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں روافض منقولات واحادیث وآثار کی معرفت میں سب سے اجہل ہیں منقولات میں ان کا اعتماد منقطعۃ الاسناد تواریخ پر ہے، ان کی اکثر روایات وضاعین اور کذابین کی بناوٹی ہیں۔ انکے علما ابو مخنف لوط بن یحیٰی اور ہشام بن محمد بن السائب اور اسی طرح کے رواۃ پر اعتماد کرتے ہیں، اہل علم کے ہاں یہ کذب میں معروف ہیں، ایسے رواۃ پر بھی ان کا اعتماد ہے جن کا کسی کتاب میں ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی انہیں رجال کے ماہرین جانتے ہیں، اہل علم و روایت کا اتفاق ہے کہ روافض تمام بدعی فرقوں میں اکذب ہیں، اور جھوٹ بولنا ان میں قدیم سے ہے، (الی ان قال) روافض کو خود بھی اس کا اعتراف ہے کہتے ہیں، تقیہ ہمارا دین ہے یعنی زبان سے ایسی بات کہنا جو دل میں نہیں ہے، اور یہ صاف جھوٹ ہے، انتہی منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳ تا ۱۵۔

[2] هو ابو الحباس احمد بن علی بن احمد بن العباس النجاشی المتوفی ۴۵۰ھ اسم کتابہ کتاب الرجال المعروف برجال النجاشی۔

[3] هو شیخ الطائفۃ ابو جعفر محمد بن الحسن بن علی بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ کتابہ معروف برجال الطوسی وله کتاب الفهرست ایضا۔

روایت کی ہے،

اس وضاع اور سخت ضعیف سے کلینی نے کافی میں کئی احادیث روایت کی ہیں، حالانکہ ان کے نزدیک "کافی" صحاح سے ہے۔

۳۔ اس طرح کا ایک راوی علی بن حسان ہے، جوکہ وضاع ہے۔

قال النجاشی ضعیف جدا ذکرہ بعض اصحابنا فی الغلاۃ فاسد الاعتقاد ولہ کتاب تفسیر الباطن	نجاشی نے کہا یہ سخت ضعیف ہے، ہمارے بعض اصحاب نے اسے غالیوں میں شمار کیا ہے، فاسد اعتقاد تھا۔ تفسیر الباطن کے موضوع پر اس کی کتاب بھی ہے۔

اس کے باوجود کلینی اپنی صحیح میں اس سے روایت فرماتے ہیں۔

۴۔ اس طرح کا ایک اور راوی محمد بن عیسیٰ ہے۔

قال نصیر بن صباح ھو کذاب روی عنہ ابو عمرو الکشی وغیرہ۔	نصیر بن صباح کہتا ہے، یہ راوی جھوٹا ہے، ابو عمرو[1] کشی وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں۔

۵۔ عبدالرحمن بن کثیر الہاشمی بھی اس طرح کا راوی ہے۔

قال النجاشی زعم اصحابنا انہ یضع الحدیث۔	نجاشی کہتا ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے یہ حدیث گھڑتا تھا۔

حالانکہ اس سے علی بن الحسین اور ابن فضال ایسے ثقہ روایت کرتے ہیں، اور ان سے کلینی روایت کرتا ہے، اور ان سے محمد بن حسن طوسی اور ابن بابویہ بھی اکثر احادیث روایت کرتے ہیں، کیونکہ ان کے مذہب کی بنا انہی احادیث پر ہے،

۶۔ بیان شہدی امامیہ کا مجتہد زندیق اور جھوٹی روایات بنانے والا تھا۔

---

[1] ھو ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی کتابہ معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین معروف باسم رجال الکشی ۱۲۔

۷۔مغیرہ بن سعید کوفہ کا باشندہ ایک ساحر اور کذاب[۱] رافضی تھا۔
ان دونوں کی امام صادقؒ نے تکذیب کی ہے، فرماتے ہیں:۔

یفتریان علینا اھل البیت	یہ دونوں اہل بیت پر افترا کرتے
یرویان عنا الاکاذیب۔	ہیں جھوٹی باتیں بنا کر ہم سے منسوب کرتے ہیں، اور روایت کرتے ہیں۔

۸۔ان کی احادیث کے بعض راوی ایسے ہیں جو معرفت خدا نہیں رکھتے اور نہ ہی توحید کے اقراری ہیں مسئلہ توحید میں اماموں پر جھوٹ بولتے ہیں۔
جیسا کہ ہشام بن[۲] سالم اور ہشام بن حکم اور صاحبِ طاق یہ لوگ خدا[۳] کا جسم ثابت کرتے ہیں، اور اسے ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، چنانچہ امام ابوالحسن علی رضا نے ان سے اظہار برأت کرتے ہوئے فرمایا۔

لیس القول ما قال الھشامان۔	ان دونوں ہشاموں کی بات جھوٹی ہے۔

اس کے باوجود محدثین روافض ان سے روایت حدیث کرتے ہیں، اور ان کی پوری پوری تعدیل کرتے ہیں۔

اسانید روایات شیعہ میں ضعیف رواۃ ہیں | ان کذابین کی روایات کے علاوہ بھی جو احادیث ان سے مروی ہیں، ان کے بیشتر رواۃ ضعیف ہیں،

جیسا کہ چند ایک کے نام یہ ہیں، ابراہیم بن صالح الانماطی ابو اسحٰق حسنؒ بن سہل نوفلی، حسنؒ بن راشد الطفاوی، اسمٰعیل بن عمر بن ابان الکلینی، اسمٰعیل بن یسار الہاشمی حسینؒ بن احمد

---

[۱] رجال کشی ص ۱۹۴-۱۹۸۔
[۲] رجال کشی ص ۲۳۷ میں ہے، ابوالحسن نے فرمایا ہشام بن حکم کے پاس جاؤ اسے کہو کیا تو کسی مسلمان کے خون میں شریک ہونا پسند کرے گا، جواب نفی میں دے تو اسے کہو میرا خون کرنے میں کیوں شریک ہو چکا ہے۔ اور ص ۱۸۲ میں ہے ہشام بن سالم کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ صورت ہے، اور آدم علیہ السلام کی تخلیق رب کی مثل ہے ابوالحسن رضا نے ان کے عقیدہ کی تردید کی ص ۱۶۸ میں ہے، ابو عبداللہ نے کہا صاحب طاق سے کہو یہ کلام (تجسیم خدا) کیا تیرے امام سے تو کہتا ہے اگر وہ ہاں کہے تو جھوٹا ہے اگر نہیں کہے تو اسے کہو امام نے جو بات نہیں کہی تو کیوں کہتا ہے، امام نے کہا تم ایسی باتیں کہتے ہو میں اقرار کروں تو گمراہ ہو جاؤں، اگر برأت کا اظہار کروں تو مشکل ہے ہم تھوڑے ہیں اور دشمن بہت ہیں۔"
[۳] اصول کافی ص ۵۱۔

المنقری، جماعۃ بن سعید الخثعمی (یہ راوی سخت ضعیف ہے، اور اس سے کلینی روایت کرتا ہے) عثمان بن عیسیٰ (شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی اس سے راوی ہے) اور عمر بن سمر (طوسی وغیرہ جماعت اس کی خبر پر اعتماد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ضعیف ہے) سہل بن زیاد (اس سے ابو جعفر طوسی روایت کرتا ہے) اور محمد بن سنان (اس سے بھی طوسی وغیرہ روایت کرتے ہیں، حالانکہ ضعیف ہے) ابراہیم بن عمر الیمانی، داؤد بن کثیر الرقی (یہ ضعیف اور فاسد العقیدہ ہے، اس کے باوجود طوسی تہذیب اور استبصار میں اس سے روایت لیتا ہے، اور اس کی خبر پر اعتماد کرتا ہے) صالح بن حماد، امیۃ بن ابی خدیجہ، معاویۃ بن میسرہ، حابۃ الاحمسی، خالد بن البجیح، محمد بن قیس ابی احمد، محمد بن عیسیٰ، داؤد بن الحصین علی بن حمزہ، ذبیہ بن مصقلہ، حسین بن یزید، نوفلی، اسمٰعیل بن ابی زیاد سکونی، وہب بن وہب، حسین بن عبیدہ، اور اسی طرح ایک کثیر جماعت ہے جو کہ تمام ضعیف ہیں۔

نجاشی، عضائری، حلی اور ابن ابی داؤد وغیرہ اس گروہ باطل کے علماء جرح و تعدیل نے ان کی تضعیف کی ہے، مگر ان کے محدثین اپنی کتب صحاح میں ان سے روایت کرتے ہیں، اور فقہاء شیعہ ایسی احادیث سے احتجاج و استدلال کرتے ہیں۔

اسانید احادیث امامیہ میں مجہول راوی

ان کی احادیث کے سلسلہ اسناد میں بے شمار لوگ مجہول الحال ہیں دیکھئے ۱۔ حسن بن ربان اس کا حال باتفاق علماء امامیہ مجہول ہے، حالانکہ اس کی حدیث صحاح میں شمار ہوئی ہے، جیسا کہ ابن المطہر نے المنتہی میں اور ان کے شیخ مقبول نے الدروس میں اس کی تصریح کی ہے۔

۲۔ قاسم بن سلیمان ۳۔ عمر بن حنظلہ (یہ دونوں مجہول العدالۃ ہیں) ۴۔ عمر بن ابان (یہ مجہول الحال ہے) ۵۔ عباس بن عمر ۶۔ الفضل بن السکن، ۷۔ علی بن عقبۃ بن قیس بن سمعان ۸۔ ہاشم ابی عمار حسینی، ۹۔ بشر بن یسار یساری، موسیٰ بن جعفر، فضیل بن سکرہ، زید الیمامی، عبدالرحمن بن ابی ہاشم، ابکار بن ابی بکر، فلیح بن زید، محمد بن سہیل، عبداللہ بن یزید، غالب بن عثمان، ابو حلیب اسدی، ابو سعید المکاری، ارکاز بن یزید، حسن التفلی، قاسم بن الحراز، صالح السندی، علی بن اویل، حسن بن علی بن ابراہیم، ابراہیم بن محمد، حسن بن علی، ابن اسحٰق النحوی

عثمان بن عبدالملک، عثمان بن عبداللہ، عیسیٰ بن عمر مولی الانصار۔ ربیع بن محمد المسلمی و علی بن سعد السعدی و محمد بن یوسف بن ابراہیم، محمود بن میمون، جعفر بن سوید بن جعفر بن کلاب، یہ سب مجہول ہیں، حالانکہ ان سے اس مذہب کے شیوخ روایت لیتے ہیں جیساکہ علی بن ابراہیم اور اس کا باپ محمد بن یعقوب کلینی، ابن بابویہ، ابوجعفر طوسی اور اس کا شیخ ابوعبداللہ جسے مفید کہتے ہیں، وغیرہ مشائخ روافض اپنی اپنی کتابوں میں مذکورہ بالا سے روایت کرتے ہیں، اور ان کتابوں پر عمل کرنا ان کے مجتہدین نے واجب قرار دیا ہے، جیساکہ المرتضیٰ، ابوجعفر طوسی اور جمال الدین یوسف بن مطہر الحلی نے تصریحات کی ہیں۔

معتبرہ اسانید امامیہ میں مطعون رواۃ ان کے بعض عادل راوی ایسے ہیں، جن سے امامیہ اظہار بیزاری کر چکے ہیں، اور ان کے حق میں بددعا کرتے ہیں، جیساکہ زرارۃ[۱] بن اعین۔ ایسے رواۃ بھی آپ کو ان میں ملیں گے، جو اماموں اور دوسروں سے روایت لیتے ہیں، مگر ان کے علماء رجال ان کی تکذیب کرتے ہیں، جیساکہ عبداللہ بن مسکان امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے چند احادیث روایت کرتا ہے، محمد بن یعقوب ”کافی“ میں، ابن بابویہ قمی ”فقہ“ میں، ابوجعفر طوسی ”تہذیب“ میں عبداللہ بن مسکان عن ابی جعفر الصادق روایت لاتے ہیں، حالانکہ نجاشی کہتا ہے کہ امام ابوعبداللہ سے اس کا روایت کرنا ثابت نہیں ہوا ہے، یہ بات امامیہ میں مشہور ہے، مگر اس کے باوجود اسے ثقہ تصور کرتے ہیں، اس طرح محمد بن عیسیٰ، محمد بن محبوب وغیرہ سے روایت کرتا ہے، حالانکہ ابوعمر کشی کہتا ہے کہ نصر بن صباح نے کہا کہ محمد[۲] بن عیسیٰ چھوٹا تھا، اس عمر میں محمد بن محبوب سے روایت نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے رجال بھی ان کے سلسلہ اسناد میں پائے جاتے ہیں، جن پر ثقہ لوگوں نے طعن کیا ہے، جیساکہ محمد بن عیسیٰ بن عبید بن الیقطین۔ محمد بن بابویہ قمی، ابوالولید سے روایت کرتا ہے کہ محمد بن عیسیٰ کی حدیث قابل اعتماد نہیں ہے، محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران

---

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے رجال کشی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴ نیز رجال کشی میں ہے، امام ابوعبداللہ نے زرارۃ کو جھوٹا کہا اور لعنت فرمائی۔

[۲] متن میں اسی طرح ہے رجال کشی مطبوعہ کربلا میں ہے نصر بن صباح کہتا ہے، محمد بن عیسیٰ بن عبید ابن محبوب سے روایت کرنے والے صغار میں سے ہے ۱۲

عمران الاشعری قمی اور نجاشی وغیرہ اس پر طعن کرتے ہیں، اور کہتے ہیں۔

یروی عن الضعفاء ولا یبالی (یعنی ضعفا سے روایت لیتا ہے، اور

عمن اخذ۔ پرواہ نہیں کرتا کہ کس سے حدیث لے رہا ہے)

سلسلہ اسانید امامیہ میں مدلس اور مخالفین ائمہ راوی

بعض رواۃ ایسے ہیں جو حدیث کو شیخ الشیخ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور اپنے شیخ کا نام حذف کر دیتے ہیں جیسا کہ ابو عمرو عبداللہ بن مغیرہ و نظری، حالانکہ کلینی امام صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ تدلیس کرنا منع ہے ایسے رواۃ بھی ان کے ہاں موجود ہیں، جو دعوی امامت میں ان کے اماموں کی تکذیب کرتے ہیں، جیسا کہ حسن بن سما ابو محمد کندی صیرفی۔ ایسے بزرگ اور معتبر راوی بھی ہیں جنہیں امامیہ فاسد المذہب جانتے ہیں، جیسا کہ جارودیہ، احمد بن محمد سعد الہدانی کو۔ فطحیہ، حسن بن علی بن فضال اور عبداللہ بن بکر بن اعین شیبانی اور عمرو بن سعید ابوالحسن المدائنی کو اور واقفیہ حسن بن ابی سعید ہاشم بن حیان للسکاری ابو عبداللہ اور حسین بن مہران بن محمد بن ابی نصر السکونی اور احمد بن محمد بن علی بن سالم السطانی ابی الحسن اور ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السطانی الحرمی المعروف بہ طاطری اور صفوان بن یحیی ابو محمد البجلی اور عثمان بن عیسے ابو حمزۃ غامری الرواسی مولی بنی رواس وغیرہ وغیرہ کو فاسد المذہب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ شیوخ امامیہ ان سے کتب صحاح میں روایت حدیث کرتے ہیں، اثنا عشری شیعہ بارہ اماموں پر ایمان لانا واجب کہتے ہیں، حالانکہ مذکورہ رواۃ بارہ ائمہ پر ایمان نہیں رکھتے۔

سلسلہ اسناد امامیہ میں فاسق اور غیر مومن رواۃ

نیز روافض اس شخص کی روایت قبول کر لیتے ہیں، جو جوارح کے ذریعہ گناہ کا مرتکب ہے، چنانچہ ابوجعفر طوسی کہتا ہے کہ افعال جوارح کا فسق قبول روایت سے مانع نہیں، نیز اس جماعت کے رواۃ میں ایسے شخص بھی ہیں جس کا مومن ہونا معلوم نہیں ہو سکا، جیسا کہ زکریا بن ابراہیم نصرانی جس نے نصاریٰ کی ہیئت لباس وغیرہ ترک نہ کی، اور خود کو نصرانی کہلاتا رہا، طوسی اس سے حدیث روایت کرتا ہے اور کہتے ہیں: یہ شخص خفیہ طور پر اسلام کا قائل تھا۔

ایسے راوی بھی ان کی اسانید میں ہیں کہ خود راوی بھی اپنے مروی عنہ کی توثیق نہیں

کرتا جیسا کہ عبد الاعلیٰ اور اس جیسے دوسرے رواۃ۔ اکثر راوی ایسے ہیں جن کے بارہ میں نہ مدح مذکور ہے اور نہ قدح جیسا کہ منذر بن خیر۔

ایسے راوی بھی بہت ہیں جن پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں، مگر ان کی حدیث پر صحت کا فیصلہ ہو جاتا ہے،

ماخذ کتب شیعہ امامیہ | امامیہ ایسی کتابوں سے روایت کرتے ہیں جن کی نسبت اپنے مشائخ کی طرف کرتے ہیں، اور گمان رکھتے ہیں کہ مشائخ نے جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہے امام باقر اور امام صادق سے روایت کیا ہے، چونکہ وہ مدۃ العمر تقیہ[1] کرتے رہے ہے اس لئے خود روایت نہ کی، ان کے مرنے کے بعد ان کی کتابیں ہمارے ہاتھ لگیں، جیسا کہ کلینی جندی سے وہ اپنے اصحاب سے وہ محمد بن خالد وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ان کی اکثر خبریں جو عن عن سے مروی ہوتی ہیں، اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان کے ہاں بعض ثقہ اور معتبر راویوں کی حقیقت اور اصلیت یہ ہے کہ وہ رواۃ خود اپنی تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں، ہمیں ایسا اقرار کرنے سے امام نے منع کیا تھا اسی طرح امام نے ایک کام کرنے سے منع کیا مگر راوی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کی روایت بھی ان کے ہاں مقبول ہے جیسا کہ ابو بصیر ان کے ہاں ثقہ[2] شمار ہوتا ہے، مگر کلینی کہتا ہے کہ ابو بصیر نے کہا میں حدیث امام صادق سے سنتا ہوں اور روایت بیٹے سے کرتا ہوں، ابن بابویہ ابو بصیر سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو قیامت سے پہلے دیکھا؟ فرمایا ہاں جس دن الست بربکم فرمایا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد

---

[1] اصول کافی صفحہ ۲۲ باب اختلاف الحدیث میں ہے، ابو جعفرؑ نے زیاد سے کہا اگر ہم اپنے کسی دوست کو تقیہ کر کے مسئلہ بتائیں کیا وہ اس پر عمل کرے زیاد نے کہا آپ زیادہ جانیں فرمایا اگر وہ اس پر عمل کرے تو بہتر ہے، اور ثواب میں زیادہ انتہیٰ۔ زرارہ کہتا ہے میں نے ابو جعفرؑ سے ایک مسئلہ پوچھا مجھے ایک جواب دیا وہی مسئلہ دوسرے آدمی نے پوچھا اس کو مجھے دیئے جواب کے برعکس جواب دیا وہی مسئلہ ایک تیسرے شخص نے پوچھا تو اس کو ہمارے خلاف جواب دیا میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا اگر لوگ ایک امر پہ مجتمع ہو جائیں تو انہیں ہمارے ساتھ تمہاری دوستی کا یقین ہو جائے، ہمارا یہی طرز عمل ہمیں اور تمہیں زیادہ دن تک باقی رکھنے والا ہے، اس قسم کی کئی ایک مثالیں مذکور ہیں۔ ۱۲

[2] رجال کشی صفحہ ۱۵۲ میں ہے امام ابو عبد اللہ نے فرمایا چار شخصوں کو بہشت کی خوشخبری دے دو، برید بن معاویہ، ابو بصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چار اللہ کے نجیب اور حلال و حرام پر امین ہیں، یہ لوگ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار مٹ جاتے۔

امام عبداللہ نے کہا مومن خدا تعالیٰ کو قیامت سے پہلے دنیا میں بھی دیکھتے ہیں، مگر تو نہیں دیکھتا، ابونصیر نے کہا میں آپ پر قربان یہ بات آپ سے لوگوں کو نقل کروں؟ کہا ایسا نہ کر، مگر ابونصیر امام کی منع پر نہ رہا اور لوگوں میں اس روایت کو بیان کیا، اور شیعوں میں شہرت پائی

کلینی[1] محمد بن ابی نصیر سے روایت کرتا ہے کہ مجھے ابوالحسن نے مصحف دیا، اور حکم دیا اسے پڑھنا نہیں، میں نے اسے کھولا اور سورہ لم یکن پڑھی، اس میں ستر قریشی مردوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام تحریر تھے۔

ایسے رواۃ بھی ان کے ہاں ہیں جو امام سے روایت کرتے ہیں، مگر اس کی امامت کے قائل نہیں ہیں، اور اس کے باوجود ایسے راویوں کو "رجال صحیح" شمار کیا جاتا ہے، ان کے مجتہدین اور ثقہ راویوں میں ایک ایسا صاحب ہے جسے "علم ہدایت" کا لقب مل چکا ہے مگر جھوٹ بولنے میں اسے کوئی باک نہیں الٹا اسے عمل صالح قرار دیتا ہے، اور جھوٹ پر مبنی کئی کتابیں پُر کر چکا ہے، یہ بات اس کے دوستوں کے اعتراف سے ثابت ہوتی ہے۔

شیعوں کا مرسل روایت کے متعلق نظریہ

کلینی امام ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے، جو ارسال کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے، مگر یہ جماعت مرسل پر عمل کرتی ہے۔ چنانچہ مراسیل ابی عمیر کو صحیح جانتے ہیں، ابوجعفر طوسی فاسق کی خبر پر بھی عمل کرتا ہے، اور اس روایت پر بھی جس میں اضطراب پایا جاتا ہے،

امامیہ کے ہاں سفارت مہدی

مذکورہ احمقانہ باتوں میں عجیب تر اور جھوٹی بات یہ ہے، کہ لگاتار چار شخصوں نے دعویٰ کیا کہ ہم مہدی صاحب الزمان کے سفیر ہیں، امام مہدی صاحب الزمان کے پاس سے ہم پیغام لاتے ہیں، پہلا شخص ابوعمرو عثمان بن سعد السمان، دوسرا اس کا لڑکا ابوجعفر محمد بن عثمان متوفی ۳۲۸ھ تیسرا شخص ابوالقاسم بن ابی الحسن بن روح چوتھا علی بن محمد جسے خاتم السفر کہتے ہیں، ان جھوٹے احمق مدعیوں کی مدت چوہتر سال کو غیبت صغریٰ کا نام دیتے ہیں۔

---

[1] اصول کافی ص۲۶۲ اس میں احمد بن محمد بن ابی نصر ہے

کچھ دوسرے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہیں نے مہدی کو دیکھا ہے، اور اس سے روایت لی ہے، جیسا کہ ابو ہاشم داؤد بن ابی القاسم جعفری، محمد بن علی بن بلال، احمد بن اسحٰق، ابراہیم بن ہریاد، محمد بن ابراہیم وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس مذہب والوں نے ظاہر البطلان بلا دلیل مفتریوں کے ان دعاوی کو قبول کیا، اور محمد مہدی کی روایات حدیث ان سے لے لیں۔

محمد مہدی کی طرف منسوب رقعہ جات سے روایت

ایسے رقعوں سے بھی روایت کرتے ہیں جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ رقعے محمد مہدی نے تحریر کئے اور اس کے سفیروں کی وساطت سے ہم تک پہنچے۔

۱:۔ ان میں سے ایک رقعہ علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی کا ہے، وہ اپنے ایک سوال کے جواب میں صاحب زمان کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ ظاہر کرتا ہے، ابو القاسم بن ابی الحسین بن روح یعنی تیسرا سفیر کہتا ہے، علی بن جعفر بن اسود کے ہاتھ ایک رقعہ صاحب زمان کو بھیجا انہوں نے اس کا جواب لکھا۔

۲:۔ ان رقعات میں ایک رقعہ محمد بن عبداللہ بن جعفر بن حسین بن جامع بن مالک حمیری ابو جعفر قمی نجاشی کا ہے، ابو جعفر قمی نے صاحب زمان کو چند سوالات مسائل شریعت کے بارہ میں دریافت کئے، احمد بن حسین کہتا ہے، میں نے ان کے جوابات سوالات کے بین السطور میں لکھے دیکھے، یہ جوابات محمد بن حسین طوسی نے "کتاب الغیبۃ" اور "کتاب الاحتجاج" میں درج کر دیئے ہیں۔

یہ کتب صحاح کیسی عمدہ ہوئیں جن کی بنا ایسی خرافات پر ہو؟

۳:۔ ایک رقعہ ابو العباس جعفر بن عبداللہ بن جعفر حمیری قمی شیخ قہان و رئیس روافض کا ہے، ابو العباس مذکور نے امام الزمان کے رقعے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں، اس کا کہنا ہے امام صاحب الامر تک ان کی سند قریب ترین ہے۔

۴:۔ مذکورۃ الصدر کے دو بھائی احمد اور حسین دونوں کا ادعا ہے کہ ہم صاحب امر کی طرف مسائل لکھتے تھے، وہ جواب مرحمت فرماتے، جیسا کہ نجاشی وغیرہ نے ذکر کیا ہے،

۵۔علی بن سلیمان بن حسین بن الجہیم بن بکیر بن اعین ابوالحسن الرازی بھی دعوی مکاتبت کرتاہے، اور کئی رقعے ظاہر کرتا ہے، نجاشی نے کہا اسے صاحب الامر کے ساتھ اتصال حاصل ہے۔

۶۔اس گم کردہ راہ فرقہ کے قدماء کے ہاں بھی اس قسم کے رقعے ہیں محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے بھی صاحب زمان کے خط سے کچھ چیزیں پیش کی ہیں، سب اسی قسم کے مزخرفات سے ہیں ان احمقوں کا گمان ہے کہ محمد بن علی مشکلہ مسائل میں سے ایک مسئلہ لکھ کر شہر قم سے باہر ایک درخت کے سوراخ میں رکھ آتا تھا، ایک دن اور رات کے بعد اس کاغذ کی پشت پر اس کا جواب لکھا مل جاتا، اس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ خط صاحب زمان کا ہے، حالانکہ یہ محض ان کے خیال کی اختراعی بات ہے، اور اس پر انہوں نے اپنے دین کی بنا رکھی ہوئی ہے۔

اسی قسم کے خودساختہ امور میں وہ خطوط بھی ہیں، جو بدکرداروں نے خود لکھ کر اپنے اماموں کی طرف منسوب کئے کہ شیعوں کے مسائل کے جواب میں انہوں نے تحریر کئے تھے، یہ احمق ان خطوط کو تعارض کے وقت صحیح حدیث پر راجح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ابن بابویہ نے ایک توقیعی مسئلہ میں ابو محمد حسن بن علی کے خط سے استدلال کیا ہے، حالانکہ کتاب کلینی میں امام جعفر صادق سے اس توقیع کے خلاف روایت موجود ہے، ابن بابویہ کہتا ہے میں اس حدیث پر فتوی نہیں دیتا، بلکہ حسن بن علی کا جو خط میرے پاس موجود ہے، اس پر فتوی دوں گا، یہ بے وقوف نہ جان سکا کہ اس حسن بن علی کے خط کو کسی نے پہچانا ہے، اگر شناخت ہوئی بھی ہے تو ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ان کی روایات کا یہ حال ہے، اور ان کے مذہب کی بنا انہیں خرافات پر ہے، اور اس جماعت کی کتب حدیث و فقہ ایسی لغویات سے پر ہیں۔

شیعہ کی صحیح ترین کتب | اس جماعت کے نزدیک صحیح ترین چار کتابیں ہیں۔

(۱) کافی تصنیف محمد بن یعقوب کلینیؒ (۲) تہذیب (۳) استبصار یہ دونوں

۱ؔ المتوفی ۳۲۸ھ / ۳۲۹ھ۔

محمد بن حسن ابوجعفر طوسیؒ کی تالیف ہیں۔ (۴) فقہ من لایحضرہ الفقیہ تصنیف محمد بن علی بن بابویہ القمی۔ ان کے نزدیک ان چاروں پر عمل کرنا واجب ہے، اسیؑ طرح امام کی روایت کردہ ان روایات پر جنہیں ان کے دوستوں نے جمع کیا عمل کرنا واجب ہے۔

امامیہ ان چاروں میں "کافی" کو ترجیح دیتے ہیں، ایک گروہ فقہ من لایحضرہ الفقیہ کو اصح کہتا ہے، مگر ان کتابوں کا اصل حال وہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا، ان کتابوں میں امامیہ کے اعتقاد کی رو سے فاسد المذہب رجال کی روایات ہیں جیساکہ ہشامؒ بن حکم۔ ہشام بن سالم، صاحب طاق (جوکہ عقیدہ تجسیم کے قائل ہیں) زرارۃ بن اعین، بکیر بن اعین، سلیمان بن جعفر، محمد بن مسلم، ابن فضال، ابن مہران اور اس طرح کے دیگر فاسد المذہب رواۃ رجال اسانید میں وضاع اور کذاب بھی موجود ہیں، جیساکہ جعفر فزاری، ابن عیاش، محمد بن عیسیٰ وغیرہ، ضعفا اور مجاہیل کا تو شمار ہی کیا، ابن عمارہ، ابن سکون، زید یمامی وغیرہ وغیرہ مستور الحال بھی ان کتابوں میں موجود ہیں جیسے تغلبی، قاسم حزاز، ابن فرقد وغیرہ وغیرہ۔ ان کتابوں کو صحیح کہنا اور واجب العمل قرار دینا حماقت کے سوا اور کیا ہے؟

اصح کتابوں کا جب یہ حال ہے تو دوسری کتابوں کا اس سے بھی زیادہ افسوس ناک حال ہے۔

طوسی کہتا ہے، حدیث آحاد پر چاہے صحیح بھی ہے، عمل کرنا واجب نہیں ہے، ابوجعفر طوسی اپنے گروہ میں علو مرتبت کے باوجود ابن مسکان ایسے کذاب رجال سے امام صادق کی روایات لاتا ہے، حالانکہ ابن مسکان کو امام صادق سے روایت حدیث حاصل نہیں ہے۔

۱؎ المتوفی ۴۶۰ھ۔

۲؎ امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں، خدا مغیرۃ بن سعید پر لعنت کرے، میرے باپ کے دوستوں سے ان کی کتابیں لے لیتا اور ان میں وہ حدیثیں ملا دیتا جو میرے باپ نے روایت نہیں کیں۔ (رجال کشی ص ۱۹۵)

۳؎ تفصیل پہلے مذکور ہو چکی ہے،

۴؎ رجال کشی ص۲۲۶ میں ہے عبداللہ بن مسکان نے ابوعبداللہ سے صرف ایک حدیث سنی ہے، حالانکہ اصحاب ابی عبداللہ میں سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہے۔ انتہیٰ ۱۲

نیز طوسی جھوٹے رقعہ والے ابن بابویہ سے روایت کرتا ہے، اس طرح مرتضیٰ سے اور وہ محمد بن نعمان سے حالانکہ یہ راوی جھوٹا ہے، اور اپنے مذہب کی نصرت میں جھوٹ بولنے کو جائز جانتا ہے۔

کلینی کی موضوع روایات | کلینی کی بعض مرویات پر جو اس کے زعم میں صحیح سند سے مروی ہیں، ابن بابویہ موضوع ہونے کا حکم لگاتا ہے، جیسا کہ احادیث تحریف قرآن و اسقاط آیات اور اسی طرح حلی نے بھی ان پر موضوع ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔

شیعوں کی کتب رجال جرح و تعدیل کے بارہ میں ناکافی اور مہمل ہیں | شیعوں کا عمل غیر محقق روایات پر ہے اس لئے کہ ان کے پاس "جرح و تعدیل" کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے، جو رجال کے مکمل حالات قبول و رد کو بیان کرے، کشی اثنا عشری نے چوتھی صدی میں احوال رجال پر ایک نہایت مختصر کتاب[1] تالیف کی، مگر اس سے کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی، متاخرین میں ابن عضائری نے "ضعفاء" پر ایک کتاب تصنیف کی ہے نجاشی، ابوجعفر طوسی، جمال الدین احمد بن طاؤس، ابن مطہر، تقی الدین بن داؤد ان بزرگوں نے بھی جرح و تعدیل میں کتابیں تالیف کیں، مگر مہمل رواۃ پر مدح و قدح اور توجیہات سے خاموشی بہت ہے، کسی راوی پر مدح و قدح میں دو متضاد خبروں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے میں ان کا باہمی اختلاف ہے، جس سے حق و باطل کا امتیاز مفقود ہو گیا ہے اور پھر ترجیحات میں کمزور وجوہ پیش کرتے ہیں، اسی لئے امامیہ میں سے صاحب الدرایہ ان کی تقلید سے منع کرتا ہے۔

نیز ان کی اسماء رجال کی کتب میں علماء رجال تصحیف کرتے ہیں، جیسا کہ ابونصیر (جو کہ نون کے ساتھ ہے) کو ابوبصیر (با کے ساتھ) کہتے ہیں، اور مراجم (راء مہملہ و جیم) کو مزاحم (زا منقوطہ و حاء مہملہ) کہتے ہیں۔

---

[1] رجال کشی پہلی بار بمبئی میں ۱۳۱۷ھ میں طبع ہوئی ہمارے پاس مؤسسۃ الاعلی للمطبوعات، کربلا کا چھپا ہوا نسخہ موجود ہے، صفحات ۵۳۵ اس کا مکمل نام معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین ہے، تالیف ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی۔

جہاں دو راویوں کے نام اور ان کے باپ کے نام متفق ہو گئے، ان کے درمیان امتیاز نہیں کیا جاتا، مثلاً محمد بن قیس چار شخصوں کے نام ہیں مشترک ہے، دو کو ثقہ جانتے ہیں ، محمد بن قیس اسدی ابی نصیر اور محمد بن قیس بجلی کو ایک کو ممدوح کہتے ہیں یعنی محمد بن قیس اسدی مولیٰ بنی نصیر کو اور ایک کو ضعیف یعنی محمد بن قیس ابو احمد۔ یہ تمام فیصلے محض اپنے گمان اور تخمینہ سے کرتے ہیں بلا تحقیق، ابن بابویہ محمد بن قیس سے بہت روایتیں لاتا ہے، مگر امتیاز نہیں کرتا کہ کس جگہ ان چار میں سے کون سا راوی ہے، اس فرقہ کی احادیث ان کے اپنے مذہب کی رو سے بھی قابل اعتماد نہیں، اس لئے کہ قبولیت کیلئے راوی کی عدالت شرط ہے۔

ان کے متقدمین رجال کے حالات پر بحث کئے بغیر رطب ویابس پر عمل کرتے رہے، اہل سنت کی تقلید کر کے متاخرین نے اگرچہ رجال پر بحث کی ہے، مگر حق وباطل کے مابین امتیاز وہ بھی نہ کر سکے، اگر امتیاز ہو جاتا، اور باطل کو ترک کر دیتے تو امامیہ کا مذہب کلی طور پر انہیں ترک کرنا پڑتا۔ ناچار متقدمین کی روایات پر ہی عمل کرنا پڑا۔ اور اس بات سے استدلال کیا کہ ہمارے اصحاب متقدمین کا ان پر عمل ہے، لہٰذا حجت ہیں۔ درحقیقت ان خرافات پہ مذہب کی بنا بلا دلیل ہے۔ اور محض اتباع خواہش نفس۔

رفض کی ابتدا اور اس کے حقیقی مقاصد

رفض کی ابتدا منافقین نے دین اسلام ختم کرنے کے لئے رکھی تھی، عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا، ظاہرا اس نے اسلام قبول کر لیا، مگر درحقیقت منافق تھا، اہل اسلام طبعی طور پہ محبت اہل بیت کے ساتھ لگاؤ رکھتے تھے، محبت اہل بیت کو بنیاد بنا کر اس نے لوگوں کو گمراہی میں ڈالا حضرت علیؓ کے لئے الوہیت[1] ثابت کی، غالی شیعہ رسالت خدا کا معنیٰ اور مآل حضرت علیؓ

---

[1] رجال کشی صفحہ ۹۹ میں ہے عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی تھا۔ اور کہتا تھا حضرت علی رضؓ ہی اللہ تعالےٰ ہے، نیز صفحہ ۱۰۱ میں ہے بعض اہل علم کہتے ہیں، عبداللہ بن سبا یہودی تھا مسلمان ہوا، اور ولایت علی کا اظہار کیا امامت علی کے قول کو سب سے پہلے اس نے شہرت دی، اور اس کے مخالفین سے اظہار برأت کیا، اور ان کو کافر کہا، شیعہ کے مخالف اسی لئے کہا کرتے ہیں، کہ تشیع و رفض کا اصل یہودیت ہے، انتہیٰ۔

میں ثابت مانتے ہیں، اسے امامت کے لفظ سے تعبیر کریں، یا ولایت کے لفظ سے، دیگر صحابہؓ اور دیگر اہل بیت کے بارہ میں ہتک شان کی، اور ان پر عداوت و دشمنی کا اتہام کیا۔

اس کے بعد زین العابدینؒ، محمد باقرؒ اور جعفرؒ صادق کے زمانہ میں کئی ایک اور منافقین سرگرم عمل ہو گئے، چنانچہ ہشام بن سالم اور ہشام بن حکم احول اور احول دوم ملقب بہ شیطان الطاق اور زید بن جہیم البلالی اور زرارۃ بن اعین اور حکم بن عیینہ[1] اور عروہ تمیمی[2] یہ سب حضرات تینوں مذکورہ ائمہ سے روایت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی خدمت میں بیٹھتے ہیں، فرط محبت اہل بیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان بزرگوں پر جھوٹ بنا کر مطاعن صحابہ وازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں، شیعہ کی مدح اور اہل سنت کی مذمت میں جھوٹی روایات گھڑتے ہیں، جب ان کے عقائد فاسدہ مذکورہ بزرگوں کے سامنے کھل کر سامنے آئے تو ان سے برأت کا اظہار فرمایا، چنانچہ کلینی نے ان منافقوں سے ائمہ کی تبری کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

عن ابراهيم بن محمد الخزاز و محمد[3] بن الحسين انهما قالا دخلنا على ابي الحسن الرضا وقلنا ان هشام بن سالم وصاحب الطاق والميثمي يقولون انه تعالى اجوف الى السرة والباقي صمد فخر لله ساجدا وقال سبحانك كيف طاوعتهم انفسهم ان يشبهوك	ابراہیم بن محمد اور محمد بن حسین کہتے ہیں، ہم ابوالحسن رضا کے پاس گئے اور کہا ہشام بن سالم اور صاحب الطاق اور میثمی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ناف تک کھوکھلا ہے، اور باقی ٹھوس رضاؒ اللہ کے حضور سجدہ میں گر گئے، اور فرمایا، اے اللہ تو پاک ہے، ان کا دل کیسے راضی ہوتا ہے کہ تیری غیر

[1] متن میں عیینہ تصحیح از رجال کشی صفحہ ۱۸۲ امام ابوعبداللہ نے حکم بن عتیبہ کو جھوٹا کہا (ایضاً)
[2] یہ عروۃ بن یحییٰ الدھقان ہے، علیؓ رضا اور حسنؓ بن علی پر جھوٹی روایات بناتا تھا، ابومحمد نے اسے اپنے خزانہ کا متولی بنایا اس نے کچھ لیا اور باقی جلا دیا اس پر ابومحمد نے لعنت کی۔ رجال کشی صفحہ ۴۸۰۔
[3] اصول کافی صفحہ ۷۹۔

بغيرك اللهم لا اصفك الا بما وصفت به نفسك ولا اشبهك بخلقك انت اهل لكل خير فلا تجعلنى مع القوم الظالمين ۔

کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، اے اللہ میں آپ کی وہی صفت کہوں گا جو آپ نے اپنی فرمائی ہے، مخلوق کے ساتھ آپ کی مشابہت نہ دوں گا، آپ ہر خیر کے اہل ہیں، مجھے ظالم قوم کے ساتھ نہ بنا۔

ورویٰ[1] ایضا عن الحسن بن عبد الرحمن الحمانی قال قلت لابی الحسن موسی بن جعفر الکاظم ان هشام بن الحکم یزعم ان الله جسم قال قاتله الله اما علم ان الجسم محدود ومعاذ الله وابرأ الی الله من هذا القول ۔

حسن بن عبد الرحمن الحمانی سے مروی ہے، اس نے ابو الحسن موسیٰ کاظم سے پوچھا ہشام بن حکم کہتا ہے، اللہ تعالیٰ جسم ہے، فرمایا خدا اس پر لعنت کرے، کیا نہیں جانتا جسم محدود ہے، خدا کی پناہ میں اس قول سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

وروی[2] ایضا عن محمد بن الفرج الرخجی قال کتبت الی ابی الحسن اسأله عما قال هشام بن الحکم فی الجسم وهشام بن سالم فی الصورة فکتب دع عنك حيرة الحيران واستعذ بالله من الشيطان ليس القول ما قال الهشامان ۔

محمد بن الفرج سے مروی ہے، کہتا ہے، میں نے ابو الحسن کو لکھا اور پوچھا ہشام بن حکم کا قول جسم میں اور ہشام بن سالم کا قول صورۃ میں کیسا ہے، تو انہوں نے جواب میں لکھا، حیران کی حیرت کو ترک کر۔ شیطان سے خدا کی حفاظت طلب کر، دونوں ہشاموں کی بات غلط ہے۔

---

[1] اصول کافی صفحہ ۱۵۔
[2] اصول کافی صفحہ ۱۵۔

زید بن علی بن حسین نے ہشام احول کو کہا۔
اے احول تجھے خدا سے شرم نہیں آتی، میرے باپ سے تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو، جن سے میرا باپ بے زار ہے، احول نے کہا "زید امام نہیں، بلکہ امام اس کا بھائی محمد ہے" زید نے کہا اے احول میرے باپ نے تجھے مسائل دین سکھائے، میرے ساتھ اتنا محبت تھی، کہ لقمہ سرد کر کے میرے منہ میں ڈالتا تھا۔ کیا میرے لئے دوزخ کو پسند کرتا تھا۔
(رواہ الکلینی من الامامیہ)

اس طرح کے دیگر اقوال جن سے ائمہ کی ان منافقین سے برأت آشکارا ہے، کتب امامیہ میں مذکور ہیں۔

ان حقائق کے ہوتے امامیہ اپنی کتابوں میں انہیں منافقین سے سند پکڑتے ہیں (اور ان سے ائمہ کی روایات نقل کرتے ہیں)۔

نیز ان کی کتابوں میں مروی ہے، کہ جب زید بن علی بن الحسین نے خلافت کا مطالبہ کیا، اور ایک کثیر جماعت اس کے ساتھ ہو گئی، امیر عراقین یوسف بن عمرو ثقفی نے ان کے ساتھ محاربات کئے، کوفہ سے پانچ ہزار اشخاص آئے، منافقوں کے بہکانے سے شیخین کے بارہ میں ان کے عقائد فاسد ہو چکے تھے، ان کوفیوں نے حضرت زیدؓ سے مطالبہ کیا، اگر تم ابو بکرؓ و عمرؓ سے برأت کا اظہار کرو تو ہم تیری مدد کریں گے، ورنہ ہم تجھے چھوڑ دیں گے، حضرت زیدؓ نے جواب دیا، میں ابو بکرؓ و عمرؓ سے برأت کا ہرگز اظہار نہ کروں گا، بلکہ ان سے محبت رکھوں گا، اس لئے کہ میرا والد (علی بن حسین) ان سے دوستی رکھتا تھا، اور ان کا ذکر سوائے اچھائی کے نہ کرتا تھا، کھلم کھلا بھی اور پوشیدہ بھی۔
کوفیوں نے کہا پھر ہم تجھے چھوڑ دیں گے، زید نے فرمایا:۔

اذھبوا فانتم الرافضۃ ۔ جاؤ تم رافضی ہو۔

اس وقت اہل کوفہ حضرت زیدؓ کی رفاقت سے برگشتہ ہو گئے، اور ان کا

سلہ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ گفتگو رجال کشی میں محمد بن علی صاحب الطاق اور زید بن علی کے مابین منقول ہے، رجال کشی صفحہ ۱۶۴ - ۱۶۳ - ۱۲ -

نام روافض اسی دن سے مقرر ہوا [1]

موسیٰ بن جعفر کے زمانہ میں ایک شخص اسحٰق بن ابراہیم ملقب بہ دیک الجن شاعر نمودار ہوا، صانع اور نبوت اسلام کا قائل نہ تھا، (ملحد اور بے دین تھا) مذہب روافض کی تائید کرتا تھا، روافض اسے اپنے فقہا میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ محمد بن محمد بن النعمان ملقب بہ مفید استاد ابی جعفر طوسی و مرتضیٰ نے بیان کیا ہے۔

محمد مہدی کے غیبت کے ایام میں کذابین کا ایک گروہ ایسا میدان میں آگیا جو محمد مہدی کی طرف سے رقعے ظاہر کرتے تھے۔

کچھ زندیقوں نے اس مذہب میں کتابیں لکھیں، اور روایات کو باقرؓ اور صادقؓ کی طرف نسبت کیا، مگر ان کتابوں کی نسبت باقر و صادقؓ کے مخلص ساتھیوں کی طرف کر دی کہ ان کی تالیف شدہ ہیں اب تک مصنفینؒ نے تقیہ کے طور پر اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ان میں ایک شخص نے خود صادقؓ کے اصحاب میں ہونے کا دعویٰ کیا، اور شیعوں کے لئے اصول و فروع میں ایک کتاب ظاہر کی، اور کہا یہ جعفر صادق کی کتاب ہے، شیعوں نے اس کتاب کو لے لیا اور بلا دلیل جعفر صادقؓ سے روایت کرنا شروع کر دی۔ [2]

---

[1] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں زید کے خروج کے وقت سے شیعہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، رافضہ اور زیدیہ حضرت زید سے ابوبکر و عمر کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے ان کے حق میں رحمہا اللہ کہا ایک گروہ نے زید کو چھوڑ دیا، تو انہوں نے فرمایا رفضتونی اس لئے انکا نام رافضہ ہوا جنہوں نے ترک نہیں کیا، وہ زیدی کہلائے۔ منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۸۔

[2] اس بارہ میں اپنے ائمہ کی روایات بھی پیش کرتے ہیں کہ ائمہ نے کتمان کا حکم دیا تھا۔

اصول کافی باب الکتمان ص ۴۲۰ میں ہے۔ قال ابو جعفر احب اصحابی الی اورعهم وافقههم واكتمهم لحديثنا مجھے میرے دوستوں میں وہ زیادہ محبوب ہے، جو پرہیز گار ہو اور فقیہ ہو اور ہماری حدیث چھپا کر رکھے، نیز ص ۴۲۱ میں ہے یا معلی من کتم امرنا ولم یذعه اعزه الله به فی الدنیا وجعله نورا یوم القیامۃ (الی ان قال) یا معلی من اذاع امرنا ولم یکتمه اذله الله به فی الدنیا ونزع النور من بین عینیه فی الآخرة یا معلی ان التقیۃ من دینی ودین آبائی ولا دین لمن لا تقیۃ له الخ۔

یعنی جو ہمارا دین چھپاتا ہے اسے نہیں پھیلاتا، اللہ اس کو دنیا میں عزت دیگا، اور قیامت کے دن اس کے لئے روشنی ہو گی۔ اے معلی جو ہمارے دین کو پھیلا دے، اسے اللہ ذلیل کرے گا، اور آخرت میں اس کے لئے نور نہ ہو گا۔ معلی! تقیہ میرا اور میرے آباد کا دین ہے۔ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے، انتہیٰ۔

اس حکم کے بعد کون مخلص متقی ہو گا جو ائمہ کی احادیث پھیلائیگا معلوم ہوا جو کچھ ائمہ کے نام سے پیش کیا گیا ہے، سب بناوٹی ہے۔

روافض کے اسلاف میں سے ایک شخص ہے زکریا بن ابراہیم نصرانی، یہ شخص نصاریٰ میں خود کو نصرانی (عیسائی) ظاہر کرتا تھا، اور شیعوں میں محب اہل بیت بن جاتا۔ مطاعن صحابہؓ اور معائب ازواج مطہرات ذکر کرتا رہتا۔

اس کے بعد ایک اور شخص مرتضیٰ نامی ان میں پیدا ہوا جسے یہ لوگ علم الہدیٰ کا لقب دیتے تھے، دروغ و باطل سے پر کتابیں تصنیف کیں۔ نصرانی کی نسبت اپنے ماتھے لگاتا رہا اس کا شیخ جھوٹے رقعہ کا مدعی اس سے بھی پلید اور خبیث تھا، یہ ہے مذہب روافض کا نسب نامہ۔

شیعہ تقیہ کے قائل کیوں ہوئے؟ چونکہ ان کی تمام روایات احادیث متواترہ کے خلاف تھیں، کیونکہ امیر المؤمنین علیؓ اور ان کے فرزند ہدایت و رشد کے امام جمہور صحابہؓ کے موافق روایت کرتے ہیں، اس کا انکار کرنا بھی ان کے لئے محال تھا۔ کہ اماموں کی یہ احادیث خود امامیہ نے نقل کی ہیں، اپنے باطل مذہب کی حفاظت کے لئے وجوب تقیہ کا اصول انہیں نکالنا پڑا، (یعنی اماموں کی یہ احادیث مبنی بر تقیہ ہیں) اگر یہ لوگ تقیہ کے قائل نہ بنتے ان کے مذہب کا بطلان خود ان کی اپنی روایات سے لازم آتا، اب مذہب روافض کے ابطال کے لئے تقیہ کا بطلان ثابت کرنا چاہئے کہ ان کے لئے کوئی گنجائش فرار باقی نہ رہے۔

تقیہ کے بارہ میں شیعہ کا مؤقف روافض کا ادعا ہے کہ تقیہ پیغمبروں اور ائمہ پر واجب ہے، اور امت کے افراد پر بھی۔ اس دعویٰ پر کئی دلائل پیش کرتے ہیں:۔

پہلی دلیل:۔ قال قال ابو عبد الله ان التقیة من دین الله قلت من دین الله قال والله من دین الله ولقد قال یوسف علیه السلام ایتها العیر انکم لسارقون والله ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال	ابو عبد اللہ فرماتے ہیں۔ تقیہ اللہ کے دین سے ہے، میں نے کہا، اللہ کے دین سے؟ فرمایا ہاں اللہ کے دین سے ہے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ چرائی تھی۔

ابراھیم انی سقیم واللہ ماکان سقیما۔	ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں بیمار ہوں، حالانکہ وہ بیمار نہ تھے۔

(کلینیؒ از ابی نصیر)

دوسری دلیل:۔ انہ سئل عن ابی عبد اللہ ھل کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتقی قال اما بعد نزول واللہ یعصمک من الناس فلا (ابن بابویہ فی الامالی)	ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا، کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تقیہ کرتے تھے، فرمایا آیت "واللہ یعصمک من الناس" کے نزول کے بعد نہیں۔
تیسری دلیل:۔ قال قال ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق یا ابا عمر تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولادین لمن لاتقیۃ لہ (صاحب محاسن)	ابو عبد اللہ جعفر بن محمد صادق نے کہا اے ابو عمر دین کا نانواں حصہ تقیہ میں ہے، جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے،

تقیہ کی فضیلت اور اس کے ایجاب میں اس طرح اور بھی بہت آثار نقل کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل:۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔	اللہ کے نزدیک باعزت وہ ہے جو تقیہ بہت کرے۔

کہتے ہیں۔ اتقی تقیہ سے مشتق ہے

پانچویں دلیل:۔ کلینی وغیرہ ہشام بن سالم سے وہ۔

ابی عبد اللہ روایت کرتا ہے کہ آیت۔

ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ	حسنہ کیساتھ برائی دفع کرو۔ الرعد ۲۲۔

میں حسنۃ سے مراد تقیہ ہے:۔

۱؎ اصول کافی ص۲۱۶ کتاب الایمان والکفر باب التقیہ۔
۲؎ یہ آثار اصول الکافی صفحہ ۲۱۶ ۔ ۲۱۷ ۔ ۲۱۸ میں مذکور ہیں (باب التقیۃ)
۳؎ اصول کافی کلینی میں بہ عن حریز عن ابی عبد اللہ، مذکور ہے باب التقیہ ص۲۱۷ ۔

جواب اولاً: یہ ہے یہ آثار موضوع اور بناوٹی ہیں، امام ابو عبداللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ ان کے رجال ابو نصیر[1] ہشام بن سالم وغیرہ کی تفضیح و تضعیف اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ثانیاً: یہ کہ یہ آثار متواترات اور بدیہی دلائل کے خلاف ہیں، کیونکہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقیہ کرتے تو کفار کے ساتھ لڑائی کیوں فرماتے؛ اور علیؓ نے معاویہؓ کے ساتھ جنگ کیوں کی؛ ہاں دوسرا اثر تو الٹا تمہارے مؤقف کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ آیت واللہ یعصمك من الناس کے نزول کے بعد تقیہ منسوخ ہو گیا۔ پھر آیات مذکورہ کی یہ تفسیر مفتاً کتاب و متواتر احادیث کے خلاف ہے، لہٰذا باطل۔

تقیہ کے بطلان پر دلائل | تقیہ کے بطلان پر بے شمار دلائل ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

۱:- جھوٹ بولنا جمیع ادیان میں حرام قرار دیا گیا ہے، بالخصوص بلا ضرورت لہٰذا اسے واجب یا مستحب کہنا؛ اور جھوٹ کو دین کا ۹/۱۰ حصہ قرار دینا، کذب کو دین خدا سمجھنا اور اسے اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اعزاز جاننا کفر ہے، کما لا یخفی۔

۲:- تقیہ کے مشروع مان لینے سے روایات پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ انبیا کی احادیث اور اماموں کی اخبار میں بد اعتمادی پیدا کرنا محال ہے، ورنہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہ ہوئی، دیکھیے، کوئی بھی شاعر قرآن کی مثل چھوٹی سی سورۃ نہیں لا سکتا، اور کوئی بھی جادوگر لاٹھی کے ساتھ موسیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام سے ان دونوں صفات کی زور دار الفاظ میں نفی کرتا ہے، (وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ یٰس ۶۹) کیونکہ شاعر یا ساحر ہونا وہم پیدا کر سکتا ہے، کہ شاید نظم قرآن غیر خدا سے ہو اور معجزات سحر کے نوع سے ہوں، تو پیغمبروں کے لئے تقیہ کے طور پر جھوٹ بولنا کب جائز ہو سکتا ہے؟

۳:- اللہ تعالیٰ انبیاء کی مدح میں فرماتے ہیں:-

الذین یبلغون رسالٰت اللہ — وہ جو اللہ کے پیغام پہنچاتے

---

[1] ابو نصیر جسے شیعہ کتب رجال میں ابو بصیر لکھا گیا ہے، پر نقد ذیل عنوان "ماخذ کتب شیعہ" میں مذکور ہوا، اور ہشام بن سالم پر نقد زیر عنوان "اسانید روایات امامیہ میں کذاب رواۃ" ۱۲۔

ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ (الاحزاب ۳۹)	ہیں، اور اسی سے ڈرتے ہیں، اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اور ایمان داروں کی مدح میں فرماتا ہے۔

یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم (المائدہ ۵۴)	اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

نیز فرماتا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ (آل عمران ۱۱۰)	تم بہترین امت ہو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو، اچھائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،

تو سرور انبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قائد مومنین کیسے غیر خدا سے خائف ہو کر فریضہ تبلیغ شریعت ترک کر سکتے ہیں، سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

۴:۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

یا ایھا المدثر قم فانذر۔ (مدثر آیت ۱)	اے چادر اوڑھنے والے اٹھو اور ڈراؤ۔
وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء ۲۱۴)	قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔

ابتدا اسلام کے اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تکالیف اور مصیبتیں برداشت کیں کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں، اگر اللہ تعالی کی حفاظت شامل حال نہ ہوتی تو کفار آپ کے قتل میں دریغ نہ کرتے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ	آپ کے ساتھ کافر لوگ فریب کر رہے تھے، کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں، یا نکال دیں، وہ بھی

واللہ خیر الماکرین۔ (الانفال ۔۳۰)	خفیہ تدبیر کر رہے تھے، اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں افضل ہے۔

ایسے مشکل وقت میں آپ نے تبلیغ احکام و دین میں کوئی کمی نہ کی۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہوئی اور جہاد کا حکم بھی نازل ہو چکا۔ کفار کے ساتھ لڑائیاں ہوئیں۔ اگر اس وقت تقیہ فرماتے تو ابتدائی ایام میں کیوں اتنا رنج و محن کے پہاڑ برداشت کیے تھے؛ اور پھر جہاد کیوں فرض ہوا؟ اور آپ نے جنگ کیوں کی؟۔ ابوجہل، اور اس جیسے کفار اور ہرقل عظیم روم اور پرویز خسرو فارس سے تو تقیہ نہ کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تقیہ کی ضرورت محسوس ہوئی؟ کوئی عقل مند اس سوال کے جواب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ (کیونکہ تقیہ سرے سے ہوا ہی نہیں سوال کرنا بے معنیٰ ہے جواب کی ضرورت ہی نہیں)

حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح سابق انبیاء نوح، ابراہیم، ہود، صالح، شعیب، لوط اور موسیٰ علیہم السلام میں سے کوئی بھی باوجود ضعف اسلام و قوۃ کفار غیر خدا سے خائف نہ ہوئے اور تبلیغ احکام دین میں قصور نہ فرمایا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات مندرجہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال کفار کے ہاتھ رنج اٹھاتے رہے، موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ مقابلہ رہا، ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کے ساتھ جو کہ سات اقلیم پر حکومت کر رہا تھا۔

ہود علیہ السلام، قوم عاد کے ساتھ صالح علیہ السلام ثمود کے ساتھ، شعیب علیہ السلام اہل مدین اور اصحاب ایکہ کے ساتھ، اور لوط علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے بعض انبیاء کفار کے ہاتھ شہید[1] بھی ہو گئے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

---

[1] قرآن پاک میں اور کتب احادیث میں کسی مرفوع صحیح سند کے ساتھ کسی نبی کا نام مذکور نہ ہے جسے یہود نے قتل کیا ہو بعض مفسرین حضرت یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کا نام لکھ دیتے ہیں، مگر یہ بات کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہ ہے، قرآن پاک میں قتل انبیاء کی نسبت یہود کی طرف مذکور ہوئی ہے، بعض مفسرین اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں، اور بعض مفسرین اس سے مجازی معنیٰ مراد لیتے ہیں، یعنی ان سے لڑائی کرنا۔ اس فریق کا استشہاد حدیث مسلم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحم کرنا چاہتا ہے، تو ان سے پہلے ان کے نبی کو قبض کر لیتا ہے، دیکھئے صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹۔

فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مؤمنین۔ (البقرۃ ۹۱)

تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے ہو، اگر ایمان رکھتے ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے، ان میں سے کسی نے بھی تقیہ نہ کیا۔ حضرت علیؓ کی معاویہؓ کے ساتھ جنگ ہوئی، ان کو شام کی گورنری سے تبدیل کیا۔ حالانکہ حضرت حسنؓ نے مشورہ دیا تھا کہ انہیں تبدیل نہ کریں، کیونکہ ہمیں اس کی خفیہ سازشوں کا اندیشہ ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا فی الحال اسے بحال کردیں، ایک ماہ بعد تبدیل کردینا، مگر حضرت علیؓ نے ان کے مشورے قبول نہ فرمائے، اور کہا وما کنت متخذ المضلین عضدا۔ روافض کی روایات میں اسی طرح ہے۔

اس طرح حسینؓ بن علی نے یزید کے ساتھ لڑائی کی، اور شہید ہو گئے، اگر یہ بزرگ تقیہ فرما لیتے تو نوبت اس حد تک نہ پہنچتی، اب ہم شیعوں کے ائمہ کے آثار نقل کرتے ہیں، جو تقیہ کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔

روایات ائمہ شیعہ بر بطلان تقیہ

قال امیر المؤمنین انی واللہ لو لقیت واحدا وھم طلاع الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالتھم التی ھم فیہ والھدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ لمحتاج ولحسن ثوابہ لمنتظر راج۔ ذکرہ الرضی فی نھج[1] البلاغۃ۔

علیؓ نے فرمایا میں اگر اکیلا رہا اور وہ تمام زمین پر ہوں، میں پرواہ نہ کروں گا اور نہ وحشت محسوس کرونگا میں ان کی بے راہ روی پر اور اپنی راستگی پر پوری بصیرت پر ہوں اور مجھے رب کی طرف سے یقین حاصل ہے، میں اللہ کی لقا کا محتاج اور اس کے اچھے ثواب کا منتظر ہوں۔

---

[1] ص ۱۵۸ ج ۲۔

جب علیؓ تنہا تھے کوئی خوف وخطر دل میں نہ لائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب کے امیدوار رہے، تقیہ کیوں کرتے،

۲۔ تقیہ اپنی جان کے خوف کی وجہ سے ہو سکتا ہے، یا کسی جسمانی اذیت کے اندیشہ سے مگر امام پر اپنے اختیار سے موت واقع ہوتی ہے، جیساکہ کلینیؒ[۱] نے روایت کیا ہے۔ اور تبلیغ احکام الٰہی میں جسمانی اذیت برداشت کرنا بہت بڑے ثواب کا موجب ہوتی ہے، یہ تو ایک قابل تعریف بات ہے، ارشاد ربانی ہے۔

لا یصیبہم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا لیغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لہم عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لہم لیجزیہم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔

نہیں پہنچتی انہیں پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں چلتے ایسی جگہ کہ کفار کو غصہ میں لائے، اور نہیں لیتے دشمن سے کچھ لینا مگر اس کے سبب سے ان کے لئے صالح عمل لکھا جاتا ہے، اللہ نیکی کرنیوالوں کا ثواب ضائع نہیں فرماتا، اور نہیں خرچ کرتے موٹی چیز یا بڑی چیز اور نہیں طے کرتے کوئی وادی مگر ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اچھے عملوں کا بدلہ عطا فرمائے۔

(التوبۃ ۱۲۰-۱۲۱)

۳۔ عیاشی، زرارہ بن اعین سے روایت کرتا ہے، وہ ابی بکر حزم سے کہتا ہے۔

توضأ رجل فمسح علی خفیہ فدخل المسجد فصلی فجاء علی فوطأ رقبتہ وقال ویلک اتصلی علی غیر وضوء فقال امرنی عمر

ایک شخص نے وضو کیا، اور موزوں پر مسح کیا، مسجد میں آیا، اور نماز شروع کی، علیؓ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا، اور کہا افسوس بغیر وضو کئے تو

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۲۵ باب ان الائمہ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم۔

بن الخطاب فاخذ بیدہ فانتہی بہ الیہ فقال و نظر ماذا یقول ھذا عند لک ورفع صوتہ علی عمر فقال انا امرتہ۔

نماز پڑھتا ہے، اس شخص نے کہا مجھے عمر بن الخطاب نے اس کا حکم دیا ہے، علیؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اور عمرؓ کے پاس لے آیا اور کہا یہ شخص کیا کہتا ہے، عمرؓ پر آواز اونچی کی، عمرؓ نے جواب دیا میں نے اسے حکم دیا ہے۔

اگر تقیہ فرض ہوتا علیؓ اس نمازی کی گردن نہ روندتا اور نہ کہتا کہ تو نے بغیر وضوء کئے نماز پڑھی ہے، اور عمر بن الخطاب پر اونچی آواز نہ کرتا۔

۴۔ راوندی سلمان فارسی سے روایت کرتا ہے، کہ علیؓ کو پتہ چلا کہ عمرؓ نے اس کے گروہ کا برائی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، مدینہ کے ایک باغ کے قریب عمرؓ کے سامنے نمودار ہوئے علیؓ کے ہاتھ میں کمان تھی علیؓ نے کہا مجھے اطلاع ہوئی ہے، تو میرے شیعان کا برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے، عمرؓ نے سخت جواب دیا، تو علیؓ نے اپنی کمان زمین پہ ماری وہ کمان اژدہا بن گئی، اور منہ کھول کر عمرؓ کی طرف بڑھی عمر نے کہا اے ابوالحسن خدا کا واسطہ کیا کر رہے ہو، میں آئندہ ایسا نہ کروں گا، اور علیؓ کے آگے عاجزی کا اظہار کیا علی نے اژدہا کو ہاتھ سے پکڑا، وہ پھر کمان بن گئی، عمر دہشت زدہ ہو کر گھر گئے، سلمان فرماتے ہیں، رات کے وقت علی نے مجھے طلب کیا، اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ، مشرق کی طرف سے اس کے پاس مال آیا ہے، اور وہ اسے بند کرنا چاہتا ہے اسے کہو بند نہ کرے، اور مستحقوں میں تقسیم کر دے، ورنہ میں تجھے شرمندہ کروں گا، سلمان نے یہ پیغام پہنچا دیا، عمر نے کہا علی کو کیسے پتہ چل گیا، سلمان نے کہا علی سے کیا چیز پوشیدہ ہے، عمرؓ نے سلمان سے کہا علی جادوگر ہے، مجھے تیرے ساتھ ہمدردی ہے تو اس سے جدا ہو جا اور ہمارا ساتھ دے، سلمان نے کہا ایسے نہیں ہو سکتا، علی اسرار دین نبوت کا شناسا ہے، تو نے جو کچھ دیکھا اس کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے، عمرؓ نے کہا علی کے پاس جاؤ، اور کہو میں تیرا حکم قبول کرتا ہوں، سلمانؓ کہتے ہیں میں علیؓ کے پاس گیا تو میرے

بولنے سے پہلے میرے اور عمر کے مابین ساری گفتگو بیان کر دی،

علیؓ نے کہا ہے عمر کے دل پر اس اژدہا کا خوف موت کے وقت تک رہا گیا ہے[1]

(کتاب الخرائج والجرائح للقطب الدین راوندی)

اگر یہ اثر صحیح ہے تو معلوم ہوا علیؓ تقیہ نہ کرتے تھے، ورنہ حضرت عمرؓ کے شیعان علیؓ کو برائی کے ساتھ ذکر کرنے پر علیؓ عمرؓ کے ساتھ مجادلہ نہ کرتے، اور پھر عمرؓ کے پاس ایسا پیغام نہ بھیج سکتے کہ مال کو تقسیم کر دو، ورنہ میں تمہیں شرمندہ کروں گا، جس شخص کے پاس اس قدر قوت ہے، اور مخالف کے دل میں موت تک جس کا خوف طاری رہا ہے، وہ تقیہ کیوں کرے؟ قوت علیؓ اور مغلوبی عمرؓ کی ان مذکورہ شیعی روایات کے باوجود عمرؓ کے دور خلافت میں علیؓ کے اکثر اقوال وافعال کو روافض تقیہ پر محمول کرتے ہیں، کہتے ہیں عمرؓ نے علیؓ کی لڑکی زبردستی چھین لی تھی، اور علیؓ تقیہ کی بناء پر دم نہ مار سکے، لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

قابل غور بات ہے کہ اپنے چند آدمیوں کے بارہ میں (مبینہ) بدگوئی پر تو کتنا ناراضگی کا اظہار کیا، اور کمان کو اژدہا بنایا، مگر اپنی لڑکی کے غصب پر دم نہ مار سکے حالانکہ معمولی درجہ کے لوگ بھی ایسے حادثہ کو گوارا نہیں کرتے، در حقیقت یہ (تمام داستان سرائی) دروغ گو را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہے۔

---

[1] مثالب صحابہؓ کے بارہ میں دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی موضوع ہے اسکی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، حضرت عمر اور حضرت علیؓ کے تعلقات صحیح روایات کی روشنی میں "رحماء بینہم" ارشاد عالی کے عین مطابق تھے، چونکہ مذکورۃ الصدر روایات آیت رحماء بینہم کے خلاف ہیں، لہٰذا باطل ہیں، امام ابوعبداللہؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ۔ (اصول کافی ص۳۵)

جو اللہ کی کتاب کے موافق ہے اسے لے لو، اور جو مخالف ہے، اسے ترک کر دو۔

امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں:۔

کل شئ مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث لایوافق کتاب اللہ فھو مزخرف (اصول کافی ص۳۵)

ہر چیز کتاب وسنت کی طرف لوٹائی جائے، جو بات کتاب اللہ کے موافق نہ ہے، وہ بناوٹی ہے۔

۵۔ پانچویں روایت[۵] یہ ہے کہ محمد بن احمد بن عبداللہ اپنے باپ سے، وہ دادا سے، وہ ابو عبداللہؓ سے راوی ہے، حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر کتاب نازل فرمائی، اور فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تیری وصیت ہے، پیغمبر نے جبرائیل کی طرف، آپ نے فرمایا، اے جبریل نجبا کون ہیں، جبریل نے جواب دیا علی اور اس کی اولاد اور اس کتاب پر سونے کی مہریں تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب علیؓ کو دے دی، اور اسے فرمایا ایک مہر کھولو، جو لکھا ہو اس پر عمل کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا بعدازاں علیؓ نے یہ کتاب حسنؓ کو دی، اس نے ایک مہر کھولی، انہوں نے وہ کتاب حسینؓ کو دی، انہوں نے ایک مہر کھولی، اس میں لکھا تھا ایک قوم کو اپنے ساتھ شہادت کی طرف لے جاؤ، تمہارے بغیر ان کو شہادت نصیب نہ ہوگی، اپنے نفس کا اللہ کے لئے ایثار کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ کتاب علیؓ بن الحسینؓ کو دی۔ انہوں نے ایک مہر کھولی، لکھا پایا دو سر نیچا رکھو، خاموشی اختیار کرو، اپنے گھر میں ہی رہو، اپنے اللہ کی عبادت کرو، یہاں تک کہ موت آجائے، انہوں نے وہ کتاب اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی مہر کھولی لکھا تھا، لوگوں کو روایت حدیث کرو، فتویٰ دو، علوم اہل بیت پھیلاؤ، اپنے صالح آباء کی تصدیق کرو، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ تم پر کوئی بھی غلبہ نہ پا سکے گا، محمد نے اپنے بیٹے جعفر کو کتاب دی مہر کھولی، اس میں بھی محمد کی کتاب کی طرح لکھا تھا۔

حدث الناس وافتهم وانشر علوم اهل بيتك وصدق اٰبائك الصالحين ولاتخافن الا الله فانك فى حرز وامان۔	لوگوں کو حدیث بیان کرو، انہیں فتویٰ دو، اہل بیت کے علوم پھیلاؤ، اپنے صالح آباء کی تصدیق کرو، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو، تم حفظ وامان میں ہو۔

[۵] اصول کافی باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئا ولا یفعلون الا بعہد من اللہ ص ۱۴۰ - ۱۴۱ -
یہ اور اس قسم کی دیگر روایات اسانید صحیحہ سے ثابت نہیں، روایات اصول کافی وغیرہ کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے، شیعہ چونکہ ان روایات کی صداقت کے قائل ہیں، انہیں تسلیم کرنا چاہیے کہ علیؓ اور ان کے خاندان نے کبھی بھی تقیہ نہ کیا، جو کچھ کہا اور کیا حق سمجھ کر کیا اور کہا۔

انہوں نے اپنے بیٹے موسیٰ کو کتاب حوالہ کی، اور موسیٰ یہ کتاب اس کو دے گا، جو اس کے بعد آئے گا، مہدی تک یہی سلسلہ رہے گا، انتہیٰ۔

معاذ بن کثیر از ابی عبداللہ کی ایک اور روایت میں ہے، کہ پانچویں مہر میں جو کہ محمد باقر کے لئے تھی۔ لکھا تھا۔

قل[1] الحق فی الامن والخوف ولا تخش الا اللہ۔	امن وخوف دونوں حالتوں میں حق کہو، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد باقر اور جعفر صادق کے لئے تقیہ کرنا جائز نہ تھا، ان دونوں بزرگوں کے جن اقوال وافعال میں روافض تقیہ کے قائل ہیں سراسر غلط ہے، ان دونوں کے اقوال اہل سنت کے طریق سے بھی ثابت ہیں، اور روافض کی اسانید سے بھی جن سے رافضیوں کے مذہب کا بطلان ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ محمد باقر رح نے ابوبکر رض کے بارہ میں فرمایا۔

نعم الصدیق[2] فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق اللہ قوله فی الدنیا والاخرۃ۔	ہاں وہ صدیق ہے، جو اسے صدیق نہ کہے خدا دنیا اور آخرت میں اس کے قول کی تصدیق نہ فرماتے۔

اور جعفر صادق رض نے فخریہ طور پر کہا۔

ولدنی ابوبکر مرتین۔	مجھے ابوبکر رض نے دوبارہ پیدا کیا ہے۔

۶۔ سلیم بن ہلالی نے اپنی کتاب میں ایک لمبی روایت[3] درج کی ہے، جس کا ترجمہ

---

[1] اصول کافی صفحہ ۱۴۰۔

[2] کشف الغمہ ص۲۲۔ نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امہ ام عبداللہ بنت الحسن بن علی ابی طالب واسم ولدہ جعفر و عبداللہ وامہما ام فردۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، یعنی محمد بن علی بن حسین کی والدہ ام عبداللہ بنت الحسن ہے، اور ان کے لڑکے جعفر اور عبداللہ ہیں، ان دونوں کی والدہ ام فردۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہے، اس شیعی روایت سے ائمہ اہل بیت کی خاندان ابوبکر رض کے ساتھ قرابت درشتہ داری بھی ثابت ہے، اور یہ بھی کہ صدیق، ابوبکر کا لقب شریف ہے ۱۲۔

[3] یہ روایت بھی کسی مستند سند سے کسی معتبر کتاب حدیث میں موجود نہ ہے۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اور لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، تو علیؓ فاطمہ، حسن اور حسین کو ساتھ لے کر مہاجرین، انصار اور اہل بدر کے ہاں گئے، اور ان سے مدد طلب کی، ان میں سے کسی نے علی کی امارت کو قبول نہ کیا، سوائے چار شخصوں کے، زبیر، ابوذر، مقداد اور سلمان"۔

نیز ابان بن عیاش نے سلیم بن قیس کی کتاب سے نقل کیا ہے، کہ:۔

"جب لوگوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کرلی، ابوبکرؓ نے قنفذ کو علیؓ کے پاس بھیجا، اور کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوجاؤ۔ قنفذ علیؓ کے پاس گیا اور پیغام دیا، تو علیؓ نے جواب میں کہا، کتنا جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے ہیں، اور مرتد ہو گئے ہیں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنایا ہے"۔

جب علیؓ ابوبکرؓ کے پاس حاضر نہ ہوا، تو عمرؓ غضبناک ہوگیا، اور علیؓ کا دروازہ جلا دیا، فاطمہ آئی اور ندا کی یا اتباہ یا رسول اللہ۔

عمر نے تلوار اٹھائی اور اس کی چادر پہ ماری، علی نے عمر کو پکڑا اور اسے جھنجوڑا، عمر نے علی کو کہا، ابوبکر کی بیعت کرو، علی نے جواب دیا، اگر بیعت نہ کروں تو؟ عمر نے کہا تو تیری گردن اڑا دی جائیگی، علی نے کہا تو جھوٹ کہہ رہا ہے، خدا کی قسم اس پہ کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا، ہاں میرے دوست اور مددگار کم ہیں"۔

یہ قصہ صراحۃً تقیہ کا بطلان کر رہا ہے، اس لئے کہ اگر علیؓ تقیہ کرتا، مہاجرین اور اور انصار کے ایک ایک گھر میں نہ جاتا، ابوبکر کے بلانے پہ حاضر ہوجاتا، اور بلا توقف بیعت کرلیتا، قسمیہ طور اپنی خلافت کا اظہار نہ کرتا، عمرؓ کے ساتھ کشتی نہ کرتا، قصہ کے آخری الفاظ تو تقیہ کے باطل ہونے پہ صاف طور پہ دال ہیں، نیز اس سے امامیہ کے اس نظریہ کی بھی تکذیب ہوگئی کہ علی نے اپنا حق اس لئے ترک کر دیا تھا کہ انہیں قدرت حاصل نہیں تھی، جیسا کہ قصہ کے اول سے معلوم ہو رہا ہے، کہ مہاجرین اور انصار میں سے صرف چار شخص علی کے ساتھ ہوئے اگر قصہ کے یہ آخری الفاظ (رد علی عمر را گفت کہ گردن زدن ت

دروغ گفتی قسم بخدا کسے ایں قدرت ندارد الخ" ۱۱

دال ہیں کہ علی مقابلہ کی قدرت رکھتے تھے، اور خلافت حاصل کرنے قدرت بھی تھی،

اس بارہ میں ایک اور اثر بھی امامیہ، علی رضؓ سے روایت کیا کرتے ہیں، کہ علی نے عمر سے کہا:۔

لولا عهد الى حبيبى لا اخونه	اگر میرے حبیب کا ایک عہد نہ ہوتا جس کی
لعلمت من اضعف ناصرا	میں خیانت نہیں کرنا چاہتا تو جان لیتا کہ مددگار
واقل عددا۔	کس کے تھوڑے ہیں، اور نفری کس کی کم ہے'

اس روایت سے معلوم ہوا کہ علیؓ کو مقابلہ کی قدرت حاصل تھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ علیؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت حق واضح ہونے کے بعد کی ہے، نہ از راہ تقیہ۔

ان احمقوں کی بناوٹی روایتیں بعض بعض کی تکذیب کرتی ہیں۔

۷، محمد بن سنان نے روایت [۱] کی ہے،" کہ امیر المؤمنین نے عمر کو کہا اے مغرور میں تجھے ابن ام معبد کے غلام کے ہاتھوں مقتول دیکھتا ہوں کہ تو ظالمانہ فیصلے کرتا ہے، اسے تیرے قتل کی توفیق ملے گی، اور وہ اسی سبب سے بہشت میں جائیگا۔

نیز محمد بن سنان وغیرہ روایت کرتے ہیں، کہ امیر المؤمنین نے عمرؓ سے کہا کہ تو اور تیرا ساتھی یعنی ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی سے باہر نکالے جاؤ گے، ایک خشک درخت کی شاخوں پر اٹھائے جاؤ گے، وہ درخت سبز ہو جائے گا، اور تمہارے ساتھی فتنہ میں جا پڑیں گے، ایک آگ نمودار ہو گی، جو ابراہیم پر حرام تھی، تمہیں اس میں ڈالا جائے گا، تم راکھ بن جاؤ گے، اور ایک آندھی چلے گی، جو تمہیں اڑا کر دریا میں ڈال دے گی۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)۔

یہ روایت بھی بطلان تقیہ پر دال ہے، اگر تقیہ واجب ہوتا علیؓ عمرؓ سے یہ تلخ باتیں کیوں کہتے۔

---

[۱] علماء اہلسنت کی تحقیق کے مطابق یہ روایات کسی صحیح سند سے ثابت نہیں مخالفین عمرؓ کی بناوٹی ہیں، اس جگہ شیعہ کے نقطہ نظر سے پیش کی جا رہی ہیں، کہ جب ان کے ہاں یہ روایات صحیح ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ علیؓ نہ تقیہ کرنے کی پوزیشن میں تھے، نہ تقیہ کیا، لہٰذا حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کا صحابہ کرامؓ کی تعریف کرنا اور خلفاء ثلاثہ کی بیعت کرنا از راہ تقیہ نہ تھا، بلکہ بخوشی و رضا تھا کما لا یخفی ۱۲۔

۸:۔ اہل سنت وجماعت کے نزدیک تواتر سے اور شیعہ کی صحیح روایت میں ثابت ہے کہ امیر المؤمنین اکثر اجتہادی مسائل میں خلفاء راشدین کی مخالفت کرتے اُن سے مناظرہ کرتے تھے اگر تقیہ واجب ہوتا مناظرہ نہ کرتے۔

۹:۔ شیعہ تواتر کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اہل سنت کے ہاں بھی یہ ثابت ہے، کہ علیؓ نے کہا فائدہ بخش جھوٹ پہ سچائی اختیار کرنا ایمان کی علامت ہے۔

نہج البلاغۃ میں ہے:۔

علامۃ الایمان ان توثر الصدق حین یضرک علی الکذب حین ینفعک۔

ایمان کی علامت ہے کہ سچ میں نقصان کا اندیشہ اور جھوٹ میں نفع کی امید ہو تو سچ کا ایثار کرے۔

یہ قول نفی تقیہ میں صریح ہے:۔

۱۰:۔ نہج البلاغۃ میں رضی روایت کرتا ہے:۔

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر لا یقربان من اجل ولا ینقصان من رزق وافضل ذلک کلمۃ عدل عند امام جائر۔

اچھائی کا حکم کرنا برائی سے روکنا موت کو قریب نہیں کرتے، اور نہ رزق میں کمی کرتے ہیں۔ ظالم امام کے سامنے کلمہ عدل کہنا اس سے افضل ہے۔

یہ روایت بھی تقیہ کی فضیلت کی نفی کرتی ہے، یہ تمام دلائل، قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مفتریوں کی روایات سے پیش کئے گئے ہیں، ان سے علاوہ عقلی دلیل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انسانی عقل اور ضمیر کا فیصلہ ہے کہ تقیہ ایک باطل طریق ہے، علیؓ اور ان کی اولاد حق کے محبوب اور دوست تھے، اور صفاتِ کمال سے متصف، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔

عزت اللہ کیلئے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقیہ کمزوری، نامردی اور خوف کی علامت ہے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور جھوٹ ہے۔ ذلت اور بے عزتی کا مقتضی ہے اور (بزعم شیعہ) اس حد تک کہ کفار زبردستی تقیہ کنندہ کی لڑکی اٹھا لے جائیں، اور وہ اپنی جان کے ڈر سے مزاحمت نہ کرے، تمام زندگی یہ ذلت اور خواری قبول کرتا رہے، اور کئی پشت تک یہی سلسلہ جاری رہے، انصاف پسند مسلمانوں کی عقل سلیم اسے قبول نہیں کرتی، انسانوں پر اللہ کی مہربانی اور عنایت کے اعتبار سے یہ لوگ خدا تعالیٰ پر واجب گردانتے ہیں، کہ وہ نصب امام کرتا ہے۔

امام مقرر کرنا، اور پھر تقیہ واجب کر دینا لغویات سے ہے، یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ امام مقرر کرے، اور پھر اس پر یہ بھی واجب کر دے کہ حق ظاہر نہ کرے، امام صدیوں تک لوگوں سے چھپا رہے، حکمت کے منافی ہے۔

دیکھئے ایک بادشاہ کسی علاقہ میں اپنا فرستادہ بھیجتا ہے، لیکن اس پر واجب کر دیتا ہے، کہ بادشاہ کا حکم اپنے پاس چھپا رکھے، تمام زندگی کسی کو اطلاع نہ دے، اگر اطلاع دے تو چند گنتی کے افراد کو وہ بھی خفیہ طور پر، کوئی عقل مند اس کو قبول نہ کرے گا، یا تو فرستادہ کو جھوٹا کہا جائے گا، یا بادشاہ بے عقل ہو گا، زیر غور امر میں حق تعالیٰ بادشاہ حکیم ہے، تو مذکورہ انداز کی امامت کا دعویٰ کرنے والا ہی جھوٹا ہے۔

نیز امامت کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح نص اور دعویٰ امامت اور اظہار معجزہ شرط قرار دیتے ہیں، تقیہ ان سب کے منافی ہے، کیونکہ دعویٰ امامت کے بعد تقیہ کرنا دعویٰ امامت سے رجوع ہو جائے گا،

لہ شیعہ مؤلفین نے یہی تاثر دیا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علی رضؓ سے ان کی دختر نیک اختر ام کلثوم کا نکاح لیا تھا، دیکھئے فروع کافی جلد ۵ صفحہ ۳۴۶، علی رضؓ نے بخوشی رضا اپنی لڑکی دی تھی، اس پر آپ کے وہ تاثرات شاہد عدل ہیں، جو عمر رضؓ کے متعلق ارشاد فرمائے نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۲ میں ہے، خدا ان کا بھلا کرے (لوگوں کا) ٹیڑھ سیدھا کیا، بیماری کا علاج کیا فتنہ سے پہلے چلا گیا، سنت کو قائم کیا، بے داغ گیا، عیب دار نہ تھا، خیر کو حاصل کیا، شر سے پہلے چلا گیا، اللہ کی اطاعت کی، حقوق میں اللہ سے ڈرا الخ۔ اس طرح غزوہ فارس و روم کے ہر قعہ پر ایک مشورہ میں عمر رضؓ کو اسلام اور مسلمانوں کا ملجا و مرجع قرار دیا، دیکھئے، نہج البلاغہ صفحہ ۳۱۶ و ۳۲۵۔

تقیہ کے بطلان پر ایک اور دلیل

دارقطنی محمد باقر سے روایت کرتے ہیں، کسی شخص نے ان سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں سوال کیا، امام باقرؓ نے کہا میں انہیں دوست رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا لوگ سمجھتے ہیں، آپ یہ تقیہ کر رہے ہیں، باقرؓ نے کہا ڈر زندوں سے ہوتا ہے، مُردوں سے کون ڈرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کو تباہ و برباد کرے۔" ہشام بن عبدالملک کے حق میں بددعا کی، جو اس دور کا بادشاہ تھا۔

ان کا مقصود یہ تھا کہ اگر میں ڈرتا تو ہشام سے ڈرتا جو کہ زندہ ہے، اور بادشاہِ وقت ہے، نہ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے جو کہ مر چکے ہیں، پھر تقیہ کیسا؟۔

---

[1] الروضۃ من الکافی ص۱۰۱ ج۸ میں ہے ایک عورت نے امام ابوعبداللہ سے شیخین کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، تو ان دونوں سے محبت کر، اس عورت نے کہا جب میں اپنے رب کے پاس جاؤں گی، تو کہہ دوں گی تم نے ان کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا تھا، امام نے کہا ہاں الخ۔

دوسرا مقالہ

اہل سنت وجماعت کے عقائد کے اثبات اور مخالفین خصوصًا روافض کے مذہب کے ابطال ہیں ۔

پہلی فصل اسباب علم کے بیان میں

اہل حق کہتے ہیں رر بدآیت عقل کا فیصلہ ہے کہ حقائق اشیا ثابت ہیں، اور ان کا علم ثابت، سوفسطائیہ جو کہ حقائق کی نفی کرتے ہیں، یا ان میں شک کرتے ہیں، ان کے لئے کوئی دلیل وبرہان کارگر نہ ہوگی، ان کو آگ سے جلا دیا جائے اس کے مستحق ہیں ۔

ظاہری اسباب علم کے موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ علم دے دیتا ہے، کہ یہ اللہ کا قانون ہے، یہ نہیں کہ یہ اسباب تحقق علم کے لئے علت موجبہ ہیں، جیساکہ حکما کا خیال ہے، اور نہ یہ کہ اسباب مولّد علم ہیں، جیساکہ معتزلہ اس کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ ایک ممکن دوسرے ممکن کی علت نہیں بن سکتا، آگے اس کی تحقیق ہوگی ۔

جمیع ممکنات (جواہر ہوں یا اعراض اعیان ہوں یا صفات) کا خالق ایک اللہ واجب الوجود ہے، جو کہ اپنے اختیار سے فاعل ہے، نہ بہ ایجاب علم۔ عرض وصفت ہی سہی ایک ممکن ہے، کوئی چیز اس کا حقیقی سبب نہیں بن سکتی، سوا افعال لمایریدذات حق کے

استقرار سے معلوم ہوا ہے کہ نظر بہ ظاہر علم کے تین سبب ہوتے ہیں ۔

۱: حس از حواس ظاہرہ یعنی سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے حس غلطی کر جاتی ہے، اور مفید علم یقین نہیں ہوتی، جیساکہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے، اور صفرائی، میٹھی چیز کو کڑوا پاتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، عام طور پر موانع پیش نہیں آتے اسی وجہ سے حس کو علم یقین اور قطعیت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔

۲: عقل ملحد اور بعض رافضی کہتے ہیں کہ عقل، علم کے اسباب سے نہیں ہے،

وہ عقل مندوں کے اختلاف کو دلیل بناتے ہیں، میں کہتا ہوں، عقل، وہم اور خیال کی مزاحمت یا شرائطِ برہان ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے غلطی کرتا ہے، چونکہ عام طور پہ جب کہ موانع نہ ہوں عقل قطعیت تک پہنچاتا ہے، اس لئے اسے مفید قطع اور علم یقین کہا جائے گا، عقل کے افادہ علم کا انکار سفسطہ کے قریب ہے۔

۳۔ خبر | حق تعالیٰ نے اسے حصول علم کے لئے وضع فرمایا ہے، کہ اس ذریعہ سے سامع کو متکلم کے مافی الضمیر کا پتہ چل جائے، چونکہ اس میں جان بوجھ کر یا خطاءً، جھوٹ کا احتمال ہوتا ہے، جو کہ حصول علم سے مانع ہے، لہٰذا خبر کو مطلقاً اسباب علم سے شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اس وقت سبب علم ہو گا جبکہ احتمال کذب زائل ہو جائے، اس کی پھر کئی صورتیں بن جاتی ہیں۔

۱۔ خبر سے بداہتہً علم حاصل ہو، جیسا کہ خبر متواتر میں ہے۔ خبر متواتر وہ خبر ہے، جس کے بیان کرنے والے اتنا لوگ ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو محال سمجھے، اور وہ بھی اس طرح کی جماعت سے بیان کریں، اور اس کی انتہا کسی امر محسوس پر ہو۔

۲۔ خبر سے استدلال کے طور پر علم حاصل ہو، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر، جب نبوت اور عصمت دلائل سے ثابت ہو جاتی ہے، پھر احتمال کذب عمد و خطا کلی طور پر اٹھ جاتا ہے، یہ دونوں اقسام خبر علم یقین کی موجب ہوتی ہے۔

۳۔ خبر میں قرائن موجود ہیں جن سے احتمال کذب دور ہو گیا ہے، اس صورت میں چونکہ احتمال کذب کے معدوم ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا خبر مشہور اور خبر مقرون بہ قرائن سے اطمینان اور ظن (جو کہ یقین کے قریب ایک درجہ ہے) حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ کبھی خبر کے بیان کرنے والے کے اوصاف پر نظر کی جاتی ہے، یعنی اسلام، عقل، حفظ اور اس کی عدالت پر، ان صفات کی موجودگی میں کذب کا احتمال کمزور پڑ جاتا ہے، مگر قطعیت بھی حاصل نہیں ہو پاتی، لہٰذا اخبار آحاد رواۃ کے اسلام، عقل، حفظ اور عدالت ثابت ہو جانے کے بعد مفید ظن ہیں۔

جسے[1] علم کا ایک قسم ہی سمجھا جاتا ہے، اس پر علم اور اعتقادات کی بناء ہوتی ہے۔

چوتھا سبب الہام | اکثر متکلمین نے دو وجہ سے الہام کو اسباب علم سے شمار کیا ہے،

۱:۔ الہام خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے، اور یہ عوام سے زیادہ اسباب علم کو ملحوظ رکھتے ہیں،

۲:۔ وہم، خیال اور نفسانی و شیطانی کدورات الہام میں حصول علم سے رکاوٹ بنتی ہیں، مگر انبیاء کے الہام میں عصمت کے دلائل سے یہ موانع معدوم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انبیاء کا الہام مفید قطعیت ہے، البتہ غیر انبیاء میں ان موانع کا معدوم ہونا قطعی طور پر اجاگر نہیں ہوتا، اس لئے اسے دلیل ظنی کا درجہ دیتے ہیں، غالب حالات میں ایسا ہی ہے، لیکن فی الجملہ اولیا کا الہام بھی ایک سبب علم ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور یہ بات کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے۔

واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ (القصص ۷)	ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام کیا، کہ اسے دودھ پلائیں، جب خطرہ محسوس کریں دریا میں ڈال دیں۔ خوف اور غم نہ کریں، ہم اسے واپس تیری طرف لوٹا دیں گے، اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔

اس آیت میں وحی سے مراد الہام ہے، اس لئے کہ نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے ارشاد ہے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم (النحل ۴۳)	اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے، مگر مرد جن کی طرف ہم نے وحی کی۔

اس بارہ میں آثار بہت ہیں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں خطبہ دیتے

[1] قرآن پاک میں ہے۔ یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون۔ (البقرۃ - ۴۶) یعنی وہ یقین کرتے ہیں کہ رب سے ملنا ہے، اور یقیناً اس کی طرف لوٹیں گے۔

یاساریۃ الجبل فرمانا اور ساریہؓ کا دور دراز مسافت میں اس آواز کا سن لینا کشف و الہام کے قبیل سے ہے۔ اس جگہ مزید بسط طوالت پیدا کرے گا۔ (اس لئے اسی پر اکتفا رہے)

اجماع پر بزرگوں کا یہ مقولہ "کرامات الاولیاء حق اولیا کی کرامت حق ہے" دلالت کرتا ہے، ان کی بہترین کرامات میں الہامی علوم ہیں جن کا تعلق ممکنات کی دریافت اور واجب تعالیٰ کی معرفت سے ہے۔

مراتب اسباب علم | اسباب علم میں اقوی اور اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اس میں کسی جہت سے احتمالِ خطا نہیں ہوتا کیونکہ انبیاء معصوم ہیں،

۲:۔ پھر حس کا مرتبہ ہے کہ اس میں گو غالبا احتمال خطا نہیں ہے، مگر یہ اشیا محسوسہ ظاہرہ پر محصور ہے۔

۳:۔ اس کے بعد خبر متواتر کا درجہ ہے، کہ اس کی بناء بھی حس پر ہے، (ولیس الخبر کالمعاینۃ)

۴:۔ پھر عقل کا مقام ہے اس لئے کہ عقل مندوں کی آراء میں اختلاف بہت ہے۔

۵:۔ پھر الہام کا درجہ ہے کہ عدم موانع کا یقین اس میں بہت کم ہوتا ہے۔

اس بیان سے فقیر کی غرض یہ ہے کہ جو چیز حس، عقل اور الہام سے ثابت ہو اسے شریعت کی میزان پر پرکھا جائے، اگر شرع قبول کرے۔ اسے حق سمجھنا اور قبول کرنا چاہیئے، اور جسے شرع رد کر دے اسے خطا اور باطل گردانا جائے، اور جس سے شرع ساکت وخاموش ہے، اسے بھی قبول کر لیا جائے، حس و عقل میں جب مانع کا نہ ہونا ثابت ہو جائے، قطعیت ثابت ہوگی، اور الہام میں ظن۔

احادیث میں منشا ظنیت | آحاد حدیثوں میں ظنیت رواۃ کی وجہ سے آئی ہے نہ کہ اس حیثیت سے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے، اسی طرح عام مخصوص البعض میں ظنیت عبارۃ کی حیثیت سے ہے، (نہ کہ اس حیثیت سے کہ یہ قرآن میں ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے، کما لا یخفی)۔ لہٰذا عام غیر مخصوص ظاہر، نص اور مفسر کو جن میں کسی دلیل سے کوئی احتمال پیدا نہیں ہوا، گو احتمال نسخ یا مجاز باقی ہے،) قطعی سمجھنا

لہ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۴۶ باب الکرامات۔

چاہیے کہ ہم تک نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ظاہر کتاب پر عمل فرمایا ہے، احتمالات بلا دلیل ظاہر نصوص پر عمل کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتے، سلف صالحین کا عمل اسی طرح رہا کیا ہے۔

تفسیر قرآن و تاویل میں اتباع سواد اعظم[۱]

جاننا چاہیے کہ قرآن کی تفسیر یا ظاہر پر محمول کرنے یا ظاہر سے تاویل کے بارہ میں سواد اعظم کی اتباع کرنا چاہیے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا۔ (النساء ۱۱۵)	جو ایمان واروں کی راہ کے سوا کی اتباع کرے گا، ہم متوجہ کریں گے اسے جدھر متوجہ ہوا ہے، اور اسے جہنم میں داخل کریں گے، اور یہ بری پھر جانے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

علیکم[۲] بالسواد الاعظم۔	عظیم الشان جماعت کی اتباع کرو۔

نیز فرمایا:۔

ید[۳] اللہ علی الجماعۃ۔	اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

نیز فرمایا:۔

لا یجتمع[۴] امتی علی الضلالۃ۔	میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔

یہ احادیث پہلے مذکور ہو چکی ہیں، امامیہ بھی اس مضمون کے اپنے ائمہ سے آثار روایت کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

---

[۱] سواد اعظم سے مراد عظیم الشان جماعت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ بعد کے لوگ جو ان کے نقش و قدم پر ہیں اس طرح کہ حدیث پاک میں ہے، فرقہ ناجیہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرام بشمول اہل بیت کے طریق کار پر ہے۔ (دیکھیے جامع ترمذی جلد ۲ باب افتراق ہذہ الامۃ ص ۱۴۲)۔

[۲] طبرانی کبیر میں ہے، علیکم بالجماعۃ جمع الفوائد جلد ۱ ص ۵۵۔

[۳] جامع ترمذی عن ابن عمر و ابن عباس باب فی لزوم الجماعۃ ص ۳۹ جلد ۲۔

[۴] (ایضاً)۔

اس اصول کے مطابق قرآن پاک کی آیت وامسحوا برؤسکم وارجلکم (المائدۃ ۶) میں دونوں احتمال ہیں پاؤں دھونا اور مسح کرنا۔ لیکن اس کی تفسیر سواد اعظم کے موافق ہونی چاہیئے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد پاؤں دھونا ہے[1]۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ۱۰) اور الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ ۵) میں ظاہر پر محمول نہیں کرنا چاہیئے اور وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرہ میں ظاہر پر محمول کرنا چاہیئے، ظاہر سے نہیں پھیرنا چاہیئے، (کہ سواد اعظم کا یہی نظریہ ہے)

توحید واجب لذاتہ پر ایک عقلی دلیل ہے

جملہ موجود اشیا بعض ممکن ہیں، جیسا کہ بداہۃ عقل اس پر شاہد ہے، اور بعض واجب اس لئے کہ اگر تمام ممکن ہوں تو استحالہ لازم آتا ہے کیونکہ ممکن علت مغایرہ کا محتاج ہوتا ہے، اور مفروض یہ ہے کہ اشیاء موجودہ سب ممکن ہیں، (تو اس کے وجود کی علت مغایرہ متحقق نہ ہو سکے گی، لہٰذا اس کا اپنا وجود نہ ہوگا، جو کہ باطل ہے) دوسری دلیل۔ ممکن اس چیز کو کہتے ہیں جس کی ذات نہ اپنے وجود کا تقاضا کرے نہ عدم کا اور جو چیز اپنے وجود کا تقاضا نہیں کرتی، تو ابع کا تقاضا بھی نہیں کرے گی، اور یہ توابع لوازم ماہیت، یا لوازم وجودات یا اعراض واحوال مفارقہ یا افعال اختیاری یا اضطراری ہوتے ہیں، ان میں سے ممکن کسی کا تقاضا نہیں کرے گا۔ اسی طرح اپنے غیر کے وجود کا تقاضا بھی نہ کرے گا، خواہ وہ غیر اعیان سے ہے، یا اعراض سے یا افعال قائم بالغیر سے اس لئے کہ اپنے توابع کے وجود اور اپنے غیر کے وجود کا اقتضا خود اپنے وجود کے اقتضا کے تابع ہے، جب ممکن اپنے وجود کا اقتضا نہیں کرتا، تو توابع اور اپنے غیر کے وجود کا اقتضا کیوں کر کرے گا۔ ثابت ہوا ممکنات اپنے وجود میں اپنے بقاء میں اپنے اتصاف صفات واعراض میں، اپنے افعال کی صدمیں واجب لذاتہ کے محتاج ہیں، جس کی ذات ہی اپنے وجود کا اقتضا کرتی ہے، اسی طرح اپنی صفات کے کمال کا تقاضا کرتی ہے، اور یہ بھی کہ وہ نقص و زوال سے منزہ ہو، کیونکہ جو اپنے وجود کا مقتضی ہے، وہ ہر خیر و کمال کو چاہے گا، اور یقیناً ازل سے ابد تک خیر و کمال سے متصف ہوگا،

---

[1] اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر عمل اسی طرح کیا کہ آپ پاؤں دھوتے تھے (کتب احادیث)۔

اور ہر نقص وزوال سے پاک ہوگا۔

اور جو اپنے وجود کا بذاتِ خود اقتضا نہیں کرتا، اس میں جو خیر وکمال ہوگا اصلی نہ ہوگا، یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ ممکن جب اپنی ذات کا مقتضی نہیں ہے تو نقص وزوال کا کیسے اقتضا کرے گا، کہ یہ تو فرع تقاضائے ذات ہے، اس لئے کہ نقص وزوال چونکہ خیر وکمال کی ضد ہیں، اور عدمی امور (جب ممکن میں خیر وکمال کا اقتضا نہیں تو اس کی ضد یعنی نقص وزوال ثابت ہوگئے) ممکن نے ان کا اقتضا نہیں کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك الاية (النساء ۷۹) — جو تجھے اچھائی پہنچے، وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو تکلیف پہنچے، وہ تیرے اپنے نفس سے ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حق تعالیٰ ہر نقص وزوال سے منزّہ اور پاک ہے، تو اس کا ممکن کا اقتضا کرنا جسے دوسرے لفظوں میں تخلیق سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے اپنے اختیار سے ہوگا، یعنی چاہے وہ کرے چاہے نہ کرے، اس پر ایجاب نہیں، جیسا کہ حکما کہتے ہیں، کیونکہ ایجاب اضطرار کو مستلزم ہے جو کہ ایک نقص ہے، ممکن کا وجود واجب لذاتہ کے اختیار سے جب ثابت ہوگیا تو یہ بات بھی متحقق ہوگئی کہ عالم حادث ہے، اس لئے کہ جو فاعل مختار سے سرزد ہو، وہ حادث ہوتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم کا بنانے والا قدیم ہے، واحد لاشریک ہے، کیونکہ شرکت کی صورت میں تمانع لازم آتا ہے، اور تمانع دونوں کے عجز یا ایک کے عجز کو مستلزم ہے، اور یہ نقص ہے، اور وجوب کے منافی۔ (لہٰذا شرکت نہیں تو مدّعیٰ وحدانیت واجب لذاتہ ثابت ہوا) ان تمام معارف کے اثبات کے لئے عقل کافی ہے، اور شریعت اس کی مؤید اور اس پر ناطق ہے، حق حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام (اعراف ۵۴) — اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سات دن میں پیدا کیا

(۲) خالق کل شیٔ لا الٰہ الا — وہ ہر چیز کا خالق ہے، اس

هو۔ (الانعام ۱۰۳) — کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۳) خلقکم وما تعملون۔ (الصفت ۹۶) — اس نے تمہیں اور تمہارے عملوں کو پیدا فرمایا۔

(۴) لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا۔ (الانبیاء ۲۲) — اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔

پہلی آیت حدوث عالم پر دلالت کرتی ہے، دوسری اور تیسری اس پر کہ جمیع اعیان، اعراض، اور افعالِ عباد کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے، اور چوتھی توحید پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خالق واحد لاشریک ہے۔

نبوت ورسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عقلی دلیل

عقل ہمارے حق میں خبر متواتر کے ذریعہ اور صحابہ کرامؓ کے حق میں حس کی وساطت سے فیصلہ کرتی ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے، جو کہ حق تعالیٰ کی طرف سے امر ونہی وعدو وعید پر مشتمل پیغام لائے، اس لئے کہ ہمیں متواتر خبر سے معلوم ہو چکا ہے، کہ جب مکہ میں جہل وکفر غالب تھا، اور کفار قریش غفلت میں آکر پتھروں کی پوجا کرتے تھے، تحلیل وتحریم میں لغو اور بے دلیل نظریات کے حامل تھے، وہاں کتاب ونبوت کا کسی نے پتہ نہیں دیا تھا، اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ قوم قریش کے ایک ان پڑھ فرد تھے، ظاہر ہوئے۔

اپنے بیگانے، دوست اور دشمن سب ہی جانتے تھے کہ ادعا نبوت سے پہلے کبھی بھی آپ کی زبان پر جھوٹ جاری نہ ہوا، اور ازلی راہ نمائی تھی کہ آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا، دوسروں کی طرح کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہ کہی، چالیس سال کی عمر میں آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور آپ سے معجزات صادر ہوتے ان میں بعض مجموعی حیثیت میں تواتر سے ثابت ہیں، بعض بعینہٖ متواتر طریق سے ہم تک پہنچے انسانوں کو خدا سے ڈرایا، توحید ربانی کا حکم دیا، غیر خدا کی عبادت سے منع کیا، خدا کے حکم کے بغیر تحلیل وتحریم سے روک دیا، ایک ایسا کلام فرمایا جس میں پوشیدہ واقعات اور مبدا ومعاد کے احوال اور سابق انبیاء کے حالات تھے، آپ نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام

ہے، جسے شک ہو اس طرح کی ایک چھوٹی سی سورت بنا کر لائے، صدیاں گزر گئی ہیں کہ تحدی اور مخالفوں کی کثرت کے باوجود کوئی فصیح اور بلیغ ایک چھوٹی سورت کی مانند کلام نہیں لا سکا۔

آپ نے سابق انبیاء اور پہلی کتابوں کی جو ان پر نازل ہوئی تھیں، تصدیق کی۔ علماء یہود و نصاریٰ نے جب قرآن کے بیان کردہ احوال وقصص سنے انہوں نے اقرار کیا کہ یہ اخبار وقصص سابق آسمانی کتب کے عین مطابق ہیں۔ الا یہ کہ کسی متعصب نے از راہ تعصب حق بات چھپائی ہو۔

ان دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ جس شخص نے تمام عمر کسی بات میں جھوٹ نہیں بولا، وہ خدا پر افترا کیوں کرتا ہے، ایک ان پڑھ انسان سے اولین وآخرین کے علوم (جو کہ تورات وانجیل کے مطابق ہیں) کا ظاہر ہونا وحی خدا کے بغیر عقل محال سمجھتی ہے۔

عقل اس دعویٰ کے ثابت کرنے پر کافی ہے، اور شرع پر موقوف نہیں۔ ہاں شرع بھی اس کی مؤید ہے۔

توحید ورسالت میں بعض گمراہ فرقوں کے نظریات

اہل قبلہ کے بہتّر فرقے اس قدر پر ایمان لانے میں شریک ہیں، مگر روافض کے کاملیہ، عجلیہ، ندامیہ، قرامطہ، نزاریہ، معمریہ اور جناحیہ فرقے کہتے ہیں کہ جہان حادث نہیں ہے، اور نہ ہی قابلیت عدم رکھتا ہے، خطابیہ، خمسیہ، اثنینیہ اور مقعبیہ کہتے ہیں کہ جہان کا پیدا کرنے والا ایک نہیں ہے، امامیہ میں اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالا یجاب ہے، اور اس سے صرف عقل کا صدور ہوا ہے، کیونکہ ان کے بقول ایک سے ایک ہی صادر ہو سکتا ہے، حالانکہ امامیہ امام صادق عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

انہ تعالیٰ یرید ولا یجب علیہ۔ — اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے کام کرتا ہے، اس پر واجب نہیں۔

یہ قول دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور ارادہ سے فاعل ہے، فرقہ زراریہ اور بکیر بن اعین، سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم جو کہ امامیہ کے

اکابر ہیں[۵۱]، کہتے ہیں کہ اللہ کا علم، سمع اور بصر حادث ہے، زرارہ بن اعین وغیرہ کہتے ہیں کہ خدا ازل ہیں عالم، سمیع اور بصیر نہ تھا حتیٰ کہ اپنے لئے سمع بصر اور علم کو پیدا کیا، حالانکہ کلینی امام جعفرؓ سے روایت کرتا ہے، انہوں نے فرمایا:۔

کان[۵۲] اللہ ولا شئ غیرہ ولم یزل عالما۔ — اللہ تھا، اور کوئی چیز نہ تھی، اور وہ ازل سے عالم ہے۔

اسی طرح کلینی نے اپنے ائمہ سے مختلف سندوں سے روایت کی۔

ان[۵۳] اللہ لم یزل عالما سمیعا بصیرا۔ — بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عالم، سمیع، بصیر ہے)

غرابیہ:۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے منکر ہیں، ان کا خیال ہے، کہ خدا تعالیٰ نے جبریل کو رسالت دے کر علی کے پاس بھیجا تھا، مگر وہ غلطی سے محمد کے پاس آگئے، یہ لوگ جبریل پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز امامیہ کے تمام فرقے متفقہ طور پر علی اور ائمہ پر مجمل ایمان میں غلو کرتے ہیں، جس معنیٰ میں روافض امامت کے مدعی ہیں، جو کہ رسالت کے معنیٰ کو متضمن ہے، بلکہ رسالت پر برتری کو موجب ہے، باطل ہے، جیسا کہ انشاء اللہ آگے بیان کیا جائیگا۔

ہم اس بات پر مجتمع ہیں کہ علیؓ اور ائمہؓ پر اعتقاد رکھنا داخل ایمان نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ۔

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔	رسول اس پر ایمان لایا، جو اس کے رب کی طرف سے اتارا گیا، اور مومن بھی، ہر ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتب پر، اور اس کے رسولوں پر،

---

۵۱ ان کے یہ عقائد رجال کشی اور دیگر کتب رجال شیعہ میں مذکور ہیں۔

۵۲ اصول کافی باب صفات الذات ص۵۲۔

۵۳ (ایضاً)

ایمان لائے، ہم کسی رسول کو (اس بارہ میں) جدا نہیں کرتے، (کہ اس کو نہ مانیں)۔ (البقرۃ ۲۸۵)

اگر ان کا اعتقاد رکھنا داخل ایمان ہوتا یقیناً قرآن پاک اور متواتر احادیث میں مروی ہوتا۔ یہ ادعا کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے، اور کئی آیات ساقط کر دی گئی ہیں، باطل ہے، اس کا تفصیلی تذکرہ بھی آگے ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روافض جو آیات قرآنی یا مصحف فاطمہؓ یا دیگر آثار روایت کرتے ہیں، تواتر تو کجا درجہ صحت کو بھی نہیں پہنچتے، فلا برہان لہم بہ انما حسابھم عند ربھم۔

تفصیل عقائد میں شیعہ کی لغزشیں | اجمالاً ایمان کی تصحیح کے بعد ان علوم و معارف کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسانید سے ہم تک پہنچے ہیں، اگرچہ عقل ان کے ادراک میں کافی نہیں ہے، اور انسان عقلاً ان میں باہم مختلف ہیں۔

قدرت خالق کے بارے میں | ہمارا عقیدہ ہے جہان بنانے والا عالم، حی، سمیع، البصیر اور قادر ہے، جس کی قدرت تمام ممکنات پر ہے۔

مگر مرتضی اور امامیہ کا شیخ ابو جعفر طوسی اور امامیہ کا ایک اور گروہ کہتے ہیں، کہ حق تعالیٰ بندہ کے عین مقدور پر قادر نہیں ہے، ابو جعفر طوسی نے تفسیر قرآن میں کہا ہے، ان اللہ علی کل شئی قدیر مبالغہ کے طور پر ہے۔

اللہ کے علم کے بارہ میں | ہمارا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل سے ہر چیز کا علم رکھتا ہے، مگر شیطانیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کے پیدا ہونے سے پہلے نہیں جانتا۔

زراریہ اور امامیہ کا ایک اور طائفہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم اس وقت ہوا، جب اس نے اپنے لئے علم پیدا کیا، حکمیہ اور اثنا عشریہ کا ایک گروہ اور مقداد صاحب کنز العرفان وغیرہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جزئیات کا علم ان کے وقوع سے پہلے نہیں رکھتا۔ حالانکہ اہل سنت اور شیعہ دونوں کے طریق سے اہل بیت سے باسانید متواترہ ثابت ہے۔

ان علمہ تعالیٰ بالشیٔ قبل کونہ کعلمہ تعالیٰ بعد کونہ۔	اشیاء کا علم خدا تعالیٰ ان کے ہونے سے پہلے اسی طرح ہے جس طرح ان کے تحقق پذیر ہونے کے بعد۔

نیز قرآن مجید مستقبل کی خبروں سے پر ہے، بلکہ امامیہ جو مصحفؔ فاطمہؓ[1] ثابت کرتے ہیں اس میں بھی وقوع سے پہلے بعض واقعات کا تذکرہ موجود ہے،

علی بن ابراہیم قمی اثنا عشری منصور بن حازم سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے ابوعبداللہ جعفر صادقؒ سے پوچھا کیا کوئی چیز ایسی آج موجود ہے، جس کا علم خدا کو کل نہیں تھا۔ صادقؒ نے فرمایا نہیں جو یہ عقیدہ رکھتا ہے، خدا اسے ذلیل کرے، میں نے کہا مجھے ایسی بات بتائیں جو قیامت تک ہونی ہے، مگر وہ خدا کو معلوم نہ ہے، فرمایا مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کو اس کا علم حاصل ہے۔

مسئلہ کلام اللہ تعالیٰ متکلم ہے، قرآن پاک میں ہے:۔

کلم اللہ موسیٰ تکلیما۔	اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی۔

قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق اس طرح توریت، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم اور نیز وہ کتب و صحف جو اللہ کے رسولوں پر نازل ہوئے، ان سب پر ایمان لانا واجب ہے، مگر کیسانیہ، زیدیہ اور امامیہ معتزلہ کی طرح اللہ کے کلام کو مخلوق جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں یا جبریل میں یا نبی میں پیدا فرمایا ہے، کرامیہ کہتے ہیں، کلام خدا اللہ کی ذات میں حادث ہے، اس کے حدوث سے پہلے خدا متکلم نہ تھا۔

دلیل ہماری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو متکلم ماننا اور اس کے ماخذ "کلام" کو اس کے لئے ثابت نہ کرنا، محال ہے، اسی طرح ایک ایسی صفت سے اسے متصف کرنا جو کہ مخلوق ہے، یہ بھی محال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا باطل ہے، اس لئے کہ اگر یہ صفت

[1] اصول کافی ص ۱۱۸ میں ہے مصحف فاطمہ مثل قرآنکم ہذا ثلث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد انتہی۔ یعنی مصحف فاطمہ تمہارے قرآن سے تین گنا زیادہ ہے، قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے، امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں زنادقہ ۱۲۸ھ میں ظاہر ہوں گے، یہ بات میں نے مصحف فاطمہ میں دیکھی ہے، (ایضاً)۔

صفت کمال ہے، تو اسے ازل سے ثابت ہونا چاہیئے، اور اگر صفت نقصان ہے تو اس کا ثبوت محال ہے، تو اس بارہ میں بھی اہل سنت کا مؤقف حق ہے، کہ کلام خدا غیر مخلوق ہے، جس طرح اس کی دیگر صفات سمع بصر وغیرہ قدیم ہیں۔

چونکہ کلمات میں تقدیم و تاخیر جو کہ حدوث کو مستلزم ہے، مشاہدہ میں ہے اس لئے اکثر متکلمین کلام نفسی کے قدم کے قائل ہوئے ہیں، کلام لفظی، اس پر دلالت کرتی ہے متکلمین کہتے ہیں، کلام الٰہی مسموع نہیں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ سنا تھا، وہ مخلوق کلام لفظی جو کہ کلام نفسی پر دال تھی، چونکہ فرشتہ کے توسط کے بغیر تھی، اس لئے کلیم اللہ لقب پایا ابو منصور ماتریدی کا یہی مسلک ہے۔

لیکن فقیر کے نزدیک حق بات یہ ہے کہ کلام لفظی بھی قدیم ہے، تقدیم و تاخیر جو مشہود ہے، ممکنات کے حوصلہ کی تنگی کی وجہ سے ہے، وللہ المثل الاعلیٰ لایقنیہ شان عن شان اللہ کا کلام مسموع ہے البتہ اس کے لئے جو سماع کا حوصلہ رکھتا ہے، جس طرح کہ اس کی ذات مرئی ہے، مگر اس کے لئے جس کے باصرہ میں قوت بینائی بخشے۔ یہ ابو الحسن اشعری کا قول ہے،

قرآن میں تحریف کا مسئلہ قرآن میں تحریف، زیادتی اور نقصان ممکن نہیں ہے، ہمارے پاس جو مصحف متواتر ذرائع سے پہنچا ہے، یہ مکمل قرآن ہے، اور جو اس میں داخل نہیں وہ قرآن نہیں ہے۔

مگر اثنا عشری وغیرہ امامیہ فرقے کہتے ہیں، مسلمانوں کے پاس جو مصحف موجود ہے، یہ تمام کلام خدا نہیں ہے، اور نہ قرآن جس کی تلاوت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے تمام کا تمام اس میں موجود ہے، بلکہ قرآن میں تحریفات کثیرہ ہو چکی ہیں، اور بہت آیات اور سورتیں ساقط ہو گئی ہیں۔

۱۔ کلینی ہشام بن سالم سے وہ ابو عبداللہ صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ جبریل جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے سترہ ہزار آیت والا تھا۔ (اصول کافی)

۲۔ نیز کلینی محمد بن نصر سے روایت کرتا ہے، کہ امام صادق رض نے فرمایا سورہ لم یکن

ہیں ستر قریشی اور ان کے آبا کے نام تھے [۱]

۱۳۔ نیز کلینی [۲] وغیرہ حکم بن عتبہ سے راوی ہیں کہ علی بن الحسن نے آیت یوں پڑھی، وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث۔ اور کہا کہ علی بن ابی طالب محدث تھے۔

نیز کلینی [۳] زید سے راوی ہے کہ ابو عبداللہ رض نے کہا "رسول وہ ہے جس کے سامنے فرشتہ آئے، اور گفتگو کرے، نبی وہ شخص ہے، جو خواب میں دیکھے۔ محدث وہ ہے جو آواز سنے اور صورت نہ دیکھے"

۱۴۔ کلینی محمد بن جہیم وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ابو عبداللہ رض سے بیان کرتا ہے اکہ امتہ ہی اربی من امتہ کلام خدا نہیں ہے، بلکہ محرف ہے، اصل ائمۃ ازکی من ائمتکم تھا۔

۱۵۔ یہ گم کردہ راہ کہتے ہیں سورہ ولایت قرآن سے ساقط کر دی ہے، یہ بھی کہتے ہیں، سورۂ احزاب، سورۃ انعام کی مثل تھی، اہل بیت کے فضائل اور ان سے متعلق احکام حذف کر دیئے گئے ہیں اسی طرح لا تحزن ان اللہ معنا کے ساتھ ویلك کا لفظ تھا یہ بھی کہتے ہیں کہ قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون کے ساتھ عن ولایۃ علی تھا، جو کہ ساقط ہو گیا، لیلۃ القدر خیر من الف شہر کے ساتھ ملك بنی امیۃ محذوف ہو گیا ہے،

---

[۱] اصول کافی صفحہ ۶۲۰ میں ہے ابو الحسن نے احمد بن محمد بن ابی نصر کو مصحف دیا، اور کہا اسے دیکھنا نہیں، مگر میں نے دیکھا سورہ لم یکن میں ستر قریشیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام تھے، ابو الحسن نے پیغام بھیجا مصحف واپس کر دو میں نے واپس کر دیا انتہی۔

[۲] اصول کافی صفحہ ۸۵ باب الفرق بین الرسول والمحدث والنبی۔

[۳] (ایضاً) اس باب میں اس مفہوم کی متعدد روایات موجود ہیں۔

[۴] اور اصول کافی از ص ۲۲۴ تا ۲۳۶ میں اس قسم کی کثیر روایات موجود ہیں چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ص ۲۲۵ میں ہے، ابو جعفر کہتے ہیں، جبریل نے یہ آیت محمد پر نازل کی۔

بئس ما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل فی علی بغیا نیز یہ آیت نازل ہوئی ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ نیز یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین اوتوا الکتاب امنوا بما نزلنا فی علی نورا مبینا۔ ص ۲۲۹ میں ہے جبریل یہ آیت لائے قل الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر فانا اعتدنا للظالمین آل محمد نارا۔ ص ۲۳۲ میں ایک طویل روایت ہے جس میں ابو الحسن سے بہت آیات میں تحریف نقل کی گئی ہے، ایک جھلکی ملاحظہ فرمایئے، جیسا کہ فرمان ہے علی کی ولایت کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان ولایۃ علی تنزیل من رب العالمین ولو تقول علینا محمد بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ان ولایۃ علی لتذکرۃ للعالمین وانا لنعلم ان منکم مکذبین وان علیا لحسرۃ علی الکافرین وان ولایۃ لحق الیقین (نعوذ باللہ من ہفوات المحرفین)

اور الم نشرح لک صدرک میں وغلبنا صھرک حذف ہے یعنی عثمانؓ اشتراک صہریت میں ہم سے غالب ہو گیا۔ کفی اللہ المؤمنین القتال کے آگے بعلی بن ابی طالب گر گیا ہے، سیعلم الذین ظلموا کے بعد آل محمد محذوف ہے الی منقلب ینقلبون علی کل قوم ھاد کے بعد علی کا لفظ ساقط ہے، روافض کے یہ اقوال چند وجوہ سے باطل ہیں الشعراء ۲۲۷۔

اولاً حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (الحجر ۹)	ہم نے قرآن اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جس چیز کا حق تعالیٰ محافظ ہو، اس میں تحریف نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔

ثانیاً:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فریضہ عائد کیا ہے کہ قرآن پاک کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچا دیں۔ ارشاد ہے:۔

یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس۔ (المائدۃ ۶۶)	اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کی طرف سے جو آپ پر اتارا گیا، اسے پہنچا دیں، اگر آپ نے نہ کیا تو رسالت کی ادائیگی آپ نے نہ کی، اللہ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ قرآن میں کوشش بلیغ فرمائی، جہاں خود نہیں پہنچ سکتے تھے تعلیم و تعلم کے لئے مبلغ بھیجے، اس سلسلہ میں کسی سے نہ ڈرے، پیغمبران خدا کا یہی دستور رہا ہے، ان کی مدح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

الذین یبلغون رسلت الله و یخشونه ولا یخشون احدا الا الله (الاحزاب ۳۹)	وہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اللہ کے رسولوں کے اتباع صحابہ کرامؓ، اہل بیت اور ائمہ ہدایت کا حال بھی

ایسا ہی ہے، ان کی مدح و تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم۔ (المائدۃ ۵۴)

مؤمنوں کے لئے نرم کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ ائمہ معصومین لوگوں کے سامنے قرآن ایک طرح پڑھتے تھے، اور چھپے میں دوسری طرح جیسا کہ کلینی[1] سالم بن سلمہ سے روایت کرتا ہے، کہ ایک شخص نے ابو عبداللہؓ کے سامنے قرآن پڑھا میں نے وہ حروف سنے جو عام طور پر لوگ نہیں پڑھتے تھے۔ ابو عبداللہ[2] نے کہا اس قرأت سے رک جاؤ، جس طرح لوگ پڑھتے ہیں، تم بھی اسی طرح پڑھو، جب قائم آئے گا، اللہ کی کتاب کو درست پڑھے گا، اور وہ صحیفہ ظاہر کرے گا، جو علیؓ نے لکھا اور کہا یہ کتاب ہے اللہ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی، میں نے اسے لوحین سے جمع کیا ہے، لوگوں نے کہا یہ ہمارا صحیفہ ہے جس میں قرآن جمع ہے، فرمایا تم اسے آج کے بعد نہ دیکھو گے۔۔ کبھی بھی الخ۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہوں پر لعنت کرے، کتنا حق پوشی اور نامردی کی قبیح اور رذیل باتیں ائمہ کو منسوب کردی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معاونین نے آپ کی زندگی میں قرآن پاک کو ان علاقوں تک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کی جہاں تک اسلام پہنچ چکا تھا، عام لوگ نمازیں اور نماز سے باہر قرآن پاک تلاوت کرتے، دوسروں کو پڑھاتے، مسجد نبوی میں لوگوں کے پڑھنے کی وجہ سے شور بلند ہو جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار آواز نیچی کرنے کو فرمایا تاکہ ایک دوسرے کو غلطی میں نہ ڈال دیں، جس چیز

---

[1] اصول کافی ص۶۳۲۔

[2] اصل نسخہ میں عبارت غلط تحریر ہے جس سے مقصد واضح نہیں ہوتا اصول کافی سے ترجمہ دیا ہے۔

کو اس وسیع طریق سے پھیلا دیا گیا ہو، اس میں تبدیلی اور تحریف ناممکن ہے، تحریف و تغیر کا قائل ہونا متواترات کے انکار کے مترادف ہے، جیسا کہ ایک آدمی کہے ''مکہ دنیا میں موجود نہیں ہے، حاجی اپنے مرتبہ اور حیثیت کو اونچا کرنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں کہ مکہ ہے!''

ثالثاً:۔ اگر روافض کا یہ قول صحیح مانا جائے تو قرآن پر سے اعتماد اور وثوق اٹھ جائے گا، حالانکہ روافض بھی قرآن کی ضرورت کے قائل ہیں، ان کی مرویات کی اسانید کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ سراسر موضوع اور بناوٹی ہیں، ان کی مرویات کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے، تو بھی یہ حقیقت ہے کہ اخبار آحاد مفید علم یقین نہیں ہیں، دین کی بنیادیں معدوم ہونے کی وجہ سے دین برباد ہو جائے گا،

رابعاً:۔ اگر مذکورہ بالا الفاظ قرآن کے ہوتے، روافض دوسرے اسلامی فرقوں سے روایت کرتے، حالانکہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کا شدید طور سے انکار کرتے ہیں۔

کلینی نے تحریف قرآن اور اسقاط آیات و سور میں جو آثار ائمہ سے نقل کئے ہیں، سب موضوع اور بناوٹی ہیں، جیسا کہ ابن بابویہ اور حلی ان کے اکابرین نے اس کا فیصلہ اور اعتراف کیا ہے۔

صفت ارادہ حق تعالیٰ | اللہ کے لئے صفت ارادہ ثابت ہے، اس کا ارادہ قدیم ہے، حادث نہیں، امامیہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے کہتے ہیں کہ ارادہ خدا حادث ہے، اور قائم بذات خدا، جیسا کہ کرامیہ کہتے ہیں، مرتضیٰ اور اثنا عشریوں میں اس کے اتباع کہتے ہیں، کہ ارادہ خدا بذات خود قائم ہے، کسی محل کے ساتھ نہیں۔ بعض معتزلہ کا خیال بھی یہی ہے جیسا کہ ابو ہذیل، جبائی اور ابو ہاشم، صفت کا قائم بذات خود ہونا ظاہر البطلان ہے، اس صورت میں اس صفت قائمہ بذات خود کے ساتھ خدا کا موصوف کہنا لازم آتا ہے، جو کہ محال ہے، کیونکہ اس صورت میں خدا کو محل حوادث ماننا پڑے گا، جو کہ بے دلیل دعویٰ ہے۔

اللہ کا ارادہ ہر موجود کے ہونے پر ہے، وہ موجود عین ہے، یا عرض خیر ہے یا شر۔ کفر ہے یا اسلام، اطاعت یا معصیت سب پر اللہ کے ارادہ کا اطلاق ہوگا۔

حق تعالیٰ کا امر مستلزم ارادہ نہیں، اور نہ ہی نہی مستلزم عدم ارادہ ہے، بلکہ اس

نے تمام انسانوں کو اسلام و اطاعت کا حکم دیا ہے، اور کفر و معصیت سے منع فرمایا ہے، اگر مسلمان کے اسلام کا ارادہ کرتا ہے تو کافر کے کفر کا بھی اس کے ارادہ کے بغیر کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں ہے، کیونکہ ہر ممکن کے ایجاد کے ساتھ اس کی قدرت کی نسبت برابر ہے اوقات کے اختلاف سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ ارادہ موجودات کو اوقات معینہ کیفیات اور کمیات مخصوصہ کے ساتھ خاص کرتا ہے، جس چیز کا ارادہ اللہ تعالیٰ فرمائیں وہ ہو جاتی ہے، مراد الٰہی سے تخلف محال ہے، ورنہ اس کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔

جس چیز کے متعلق خدا کو علم ہے، کہ یہ واقع نہ ہوگی، اس کے ساتھ ارادہ حق کا تعلق محال ہے، ورنہ عجز یا جہل لازم آئے گا، ہاں یہ ہو سکتا ہے، کہ اس کا امر کر دے، تاکہ نافرمان کا عصیان ظاہر کر دے، یا کسی اور حکمت کی بنا پر۔

جس شخص کو خدا تعالیٰ ہدایت دینا چاہے اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا، ورنہ غیر خدا کا اس پر غلبہ ثابت ہو جائے گا، اور اگر خدا تعالیٰ کسی کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

امامیہ، کیسانیہ اور آٹھ زیدی فرقے معتزلیوں کی طرح خدا کے ارادہ شر و کفر اور معصیت کے قائل نہیں ہیں، ان کا خیال ہے، کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اسلام و اطاعت کا حکم دیتا ہے، اس کا ارادہ بھی یہی ہے کہ لوگ اسلام و اطاعت قبول کریں، اور جس چیز سے منع کرتا ہے اس کا ارادہ نہیں کرتا، وہ کہتے ہیں، یہ لازم نہیں جس کا خدا ارادہ کرے، واقع بھی ہو، خدا تعالیٰ کفار سے ایمان قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، مگر وہ ایمان نہیں لاتے، خدا ایسی چیزوں کا ارادہ بھی کرتا ہے، جن کے متعلق اسے علم ہے کہ یہ ان ہونی ہیں، جیسا کہ اسلام کافر۔ ان کے نزدیک غیر خدا قادر ہے اس شخص کے گمراہ کرنے پر جس کے اسلام کا اللہ نے ارادہ کیا ہے۔

یہ سب باتیں جھوٹ اور ظاہر البطلان مستلزم عجز خدا اور اس کی شان الوہیت کے منافی ہیں، قرآن پاک ان کا بطلان فرماتا ہے:۔

(۱) ولو شئنا لاٰتینا کل — اگر ہم چاہیں ہر نفس کو ہدایت

نفس ھذٰھا ولکن حق القول منی۔ (السجدۃ ۱۳)	دے دیں مگر میری طرف سے بات ثابت ہو چکی ہے۔
(۲) فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام، و من یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجاً۔ (الانعام ۱۲۵)	اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ کرے، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔
(۳) ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم۔ (ھود ۳۴)	تمہیں میری خیر خواہی نفع نہ دے گی، اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے
(۴) اولٰئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم۔ (المائدۃ ۴۱)	یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من یھدی اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔	جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو گمراہ کرے اس کو ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔
ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لا یکون۔	جو اللہ چاہتا ہے، ہوتا ہے، اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

۶:۔ امامیہ اپنے ائمہ سے کئی سندوں سے روایت کرتے ہیں، اور کلینیؒ نے محمد بن نصیر سے روایت کی ہے، اس نے کہا میں نے ابوالحسن رضاؓ سے پوچھا ہمارے

---

[۱] اصول کافی ص۷۷ باب الجبر والقدر۔

بعض دوست جبر کے قائل ہیں، اور بعض استطاعت کے؟ صحیح کیا ہے؟ فرمایا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔	شروع اللہ کے نام سے جو رحم کرنے
قال علی بن الحسن قال اللہ تعٰ	والا مہربان ہے، علی بن الحسن نے کہا۔
یا ابن آدم بمشیتی کنت	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم
انت الذی تشاء۔	میری مشیت سے ہوا ہے، جو کہ تم چاہتا ہے۔

۷۔ کلینی[1] اور صاحب محاسن علی بن ابراہیم ہاشمی سے روایت کرتے ہیں، اس نے کہا میں نے ابوالحسن موسیٰ سے یہ کہتے سنا۔

لا یکون شئ الا ما شاء اللہ	اللہ کی مشیت و ارادہ کے بغیر
واراد۔ (کلینی)	کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث کے ہم معنیٰ امامیہ دوسرے ائمہ سے بھی کئی روایتیں بیان کرتے ہیں،

۸۔ کلینی[2] سلیمان سے وہ خالد سے وہ امام ابو عبداللہ جعفرؓ سے راوی ہے کہ انہوں نے کہا، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے، تو اس کے دل میں نور کا سفید نکتہ رکھتا ہے، اس کے دل کی قوت فہم روشن ہوجاتی ہے، اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے، جو اس کے مزاج کو پختہ کرتا ہے، اور اگر کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرمائے تو دل پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، دل کی قوت فہم اور توجیہ بند ہوجاتی ہے، شیطان کو اس پر مسلط کر دیتا ہے، تاکہ وہ اسے گمراہ کرے، امام نے اس آیت سے استدلال کیا۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ	جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا
یشرح صدرہ للاسلام	چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے
ومن یرد ان یضلہ یجعل	لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو گمراہ

[1] اصول کافی صہ باب المشیۃ والارادۃ۔
[2] اصول کافی صہ باب الہدایۃ انہا من اللہ سنداس میں یوں ہے، عن سلیمان بن خالد عن ابی عبداللہ الخ۔

صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء (الانعام ۱۲۵) کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ بہت تنگ کرتا ہے، گویا وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔

۹۔ کلینی[1] ثابت بن عبداللہ سے وہ امام صادق رض سے روایت کرتا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کی گمراہی کا ارادہ فرماتا ہے،

۱۰۔ نیز کلینی[2] فتح سے وہ زید جرجانی سے، وہ ابوالحسن سے روایت کرتا ہے، جس میں صراحۃً کہا گیا کہ بندوں کا ارادہ حتمی و عزمی خدا تعالیٰ کے ارادہ کو نہیں بدل سکتا۔

۱۱۔ نیز کلینی[3] حسن سے وہ عبدالرحمٰن حمانی سے وہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر رض سے روایت کرتا ہے، کہ اس نے کہا کوئی چیز خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے،

۱۲۔ کلینی[4] وغیرہ عبداللہ بن شیبان سے وہ ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے، کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کا امر دیا، مگر اس کے ہونے کا ارادہ نہ فرمایا اور ایک چیز کے ہونے کا ارادہ فرمایا، مگر امر نہیں دیا، ابلیس کو حکم دیا کہ سجدہ کرے، اور ارادہ تھا کہ سجدہ نہ کرے، اگر اللہ اس کے سجدہ کرنے کا ارادہ کرتا تو یقیناً سجدہ کرتا، آدم علیہ السلام کو پودہ سے منع کیا، اور مشیت تھی کہ کھانے۔ اگر نہ کھانے کا ارادہ ہوتا تو نہ کھاتے۔

۱۳۔ کلینی کافی میں ثابت بن سعید سے وہ ابوعبداللہ سے راوی ہے، انہوں نے کہا اے ثابت تمہیں کیا ہے، لوگوں کو دوسرے لوگوں سے دور رکھتے ہو، اور کسی کو کھانے کی دعوت دیتے ہو، خدا کی قسم اگر آسمان اور زمین والے کسی ایسے شخص کو ہدایت دینے پر اکٹھے ہو جائیں جسے خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے، تو اسے ہدایت ہرگز نہیں دی جا سکتی، اور اگر کسی ہدایت یافتہ شخص کو گم راہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے[5]۔ اس قسم کے بے شمار آثار کتب شیعہ میں موجود ہیں۔

---

[1] اصول کافی باب الہدایۃ انہا من اللہ ص۷۹ سند یوں مذکور ہے ثابت بن سعید عن ابی عبداللہ الخ۔
[2] اصول کافی باب المشیۃ والارادہ ص۳ سند یوں ہے عن الفتح بن یزید الجرجانی عن ابی الحسن۔
[3] (ایضاً) مگر اصول میں سند اس طرح لکھی ہے عن محمد بن سلیمان الدیلمی عن علی بن ابراہیم عن ابی الحسن الخ
[4] (ایضاً) شیبان کے بجائے اصول میں سنان ہے۔
[5] اصول کافی باب الہدایۃ من اللہ صفحہ ۷۹ اور کسی کو کھانے کی دعوت دیتے ہو، یہ لفظ اصول میں نہیں ہے، اس کے بجائے یوں ہے لا تدعوا احداً الی امرکم۔

خدا کے ارادہ شر کی نفی کرنے والوں کے مستدلات اور جوابات | ان کا استدلال اس آیت سے ہے:-

(۱) وما اللہ یرید ظلما للعباد (المؤمن ۳۱) — اللہ تعالےٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔

جواب یہ ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

(۲) ولا یرضی لعبادہ الکفر (الزمر ۷) — اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے کفر پر راضی نہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رضا اور چیز ہے، ارادہ چیزے دیگر۔ کما لا یخفی۔

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کا ارادہ فرماتا ہے، تو وہ مطیع قرار پائے؟

جواب:۔ اتباع امر کی ہوتی ہے، ارادہ کا اتباع چہ معنیٰ وارد؟

۴۔ قبیح کا ارادہ کرنا اور ارادہ حسن کا ترک کرنا قبیح ہے، اور قبیح کا صدور حق تعالیٰ سے محال ہے، جواب اس کا قبیح ہونا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے صادر شدہ امور پر قبیح کا اطلاق غلط ہے۔

ثابت ہوگیا کہ حق تعالیٰ بدبختوں کے کفر، معصیت اور گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

اصلح کام کرنا کیا حق تعالیٰ پر واجب ہے! | اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اصلح اور لطف خدا تعالیٰ پر واجب نہیں ہیں، اس لئے کہ کفر پیدا کرنا، اور کفر، معصیت اور گمراہی کا، ارادہ کرنا باتفاق اہل اسلام اصلح اور لطیف نہیں ہے، لطف کا مطلب ہے، بندہ کو بلا جبر اطاعت کے قریب کرنا، اور گناہ سے دور کرنا۔

یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔ — اللہ جو چاہتا ہے، کرتا، اور جو ارادہ فرماتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

اس کے برعکس کیسانیہ اور امامیہ کے تمام گروہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے قائل ہیں کہ اصلح اور لطیف کام کرنا حق تعالیٰ پر واجب ہے، ورنہ بخل لازم آئے گا،

یہ خیال باطل ہے، کیونکہ وجوب اس کی الوہیت کے منافی ہے، اس کی تو شان ہے

لا یسئل عما یفعل وھم یسألون (الانبیاء ۲۳)	وہ جو کرتا ہے، پوچھا نہیں جاتا اور وہ پوچھے جاتے ہیں۔

اس بنا پر کوئی چیز حق تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

امامیہ، کیسانیہ اور زیدی فرقے اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ پر واجب گردانتے ہیں۔ کہتے ہیں، اوامر و نواہی کا بندوں کو مکلف کرنا مطیع کو ثواب اور عاصی کو سزا دینا۔ انسانوں کی راہ نمائی کے لئے رسول بھیجنا، اور امام مقرر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔

وجوب کے معنی میں اختلاف بعض کہتے ہیں واجب اس کام کو کہتے ہیں جس کا ترک کرنے والا عقلاً ذم کا مستحق ہو۔ اور بعض کہتے ہیں واجب اسے کہتے ہیں جس کا التزام اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حق کی بنا پر اپنے اوپر خود کیا ہے، نظریہ ایجاب بر حق تعالیٰ باطل ہے، اس لئے کہ اوامر و نواہی کی تکلیف، گنہ گاروں کی نسبت سے اصلح نہیں ہے، اسی طرح لطف بندوں کے حق میں اصلح نہیں، کیونکہ لطف بندے کو بغیر جبر کئے اطاعت کے قریب کرنا ہے، اور یہ بات اصلح نہیں۔ بلکہ اصلح تو بندوں کو نیکی پر مجبور کرنا ہے، جیساکہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ساتھ سرزد ہوا، ارشاد ہے:-

واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلة وظنوا انہ واقع بھم خذوا ما اتینکم بقوة (الاعراف ۱۷۱)	اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اٹھایا جیسے سایہ ہو، انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گرے گا، جو ہم نے دیا اس کو قوت کے ساتھ پکڑو،

وجوب تکلیف، وجوب اصلح اور وجوب لطف باہم متعارض و متناقض ہیں اگر اصلح اور لطف واجب ہوتے تو خدا تعالیٰ ابلیس کو پیدا نہ فرماتا، اسے گمراہ کرنے کی قوت اور فرصت نہ دیتا، اور بندوں کو گناہ کرنے کی قدرت نہ بخشتا۔ اور تمام انسانوں کو ہدایت دینے کا ارادہ الٰہی محقق ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا (الم السجدة ۱۳)	اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دے دیں۔
ولو شاء اللہ لھداکم اجمعین۔	اگر وہ چاہے، تم سب کو ہدایت

(النحل ۹) دے دے۔

ولو شاء ربك ما فعلوہ (الانعام ۱۱۲) اگر تیرا رب چاہتا، تو یہ نہ کرتے۔

اور ہر وقت اور ہر علاقہ میں نبی یا معصوم کو متولی فرماتا، اور انہیں امر معروف اور نہی منکر کی قوت عطا کرتا۔

قائلین وجوب الاصلح کے دلائل اور جوابات | مذکورہ اشیاء کے وجوب بر حق تعالیٰ کے قائلین ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) وکان حقا علینا نصر المؤمنین۔ ہم پر ایمان داروں کی مدد کرنا حق ہے۔

(۲) کتب علی نفسہ الرحمۃ۔ (الانعام ۱۲) اس نے اپنے پر رحمت کرنا لکھ دیا ہے،

(۳) کان علی ربك حتما مقضیا (مریم ۷۱) یہ کام تیرے رب پر لازمی ہے، اور فیصلہ کیا ہوا۔

(۴) ثم ان علینا حسابھم (الغاشیۃ ۲۶) پھر ہم پر ہے، ان کا حساب لینا۔

(۵) ثم ان علینا بیانہ۔ (القیامۃ ۱۹) پھر ہم پر ہے اس کا بیان

۶۔ کہتے ہیں، ترک جزا یعنی اطاعت پر بدلہ نہ دینا ظلم ہے، لہٰذا ثواب دینا واجب۔
جواب یہ ہے، حقا علینا۔ یا کتب علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصرت اور رحمت کا وعدہ فرمایا ہے، پختہ وعدہ جس میں خلف محال ہے، اس کے وعدہ کی وجہ سے نصرت ضرور محقق اور ثابت ہوگی۔ حتما مقضیا کا معنیٰ قضاء امبرما اسی طرح ثم ان علینا حسابھم میں سزا اور محاسبہ کی تاکید ہے کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا، وجوب اس معنیٰ میں کہ ترک کرنے والا قابل ذم ہو، یا اس معنیٰ میں کہ بندوں کا کوئی حق ہے، جس کی بناء پر وجوب ثابت ہو، محال ہے، یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے کوئی چیز لازم کی ہے،

اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر اس پر وجوب کا اطلاق بے ادبی ہے،

باقی رہا یہ کہنا کہ ورنہ طاعت کا بدلہ نہ دینا ظلم ہے، باطل ہے۔ اس لئے کہ ظلم کسی دوسرے کے ملک میں تصرف کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ تو اپنے ہی ملک میں تصرف فرماتا ہے، لہٰذا وہ بغیر قصور سزا دیدے[1] یا طاعت کا بدلہ نہ دے، کوئی ظلم نہیں ہے۔

امامیہ کے ائمہ کی روایات بھی اسی طرح ہیں۔

ابن بابویہ قمی، امالی میں صحیح طریق سے راوی ہے کہ علی بن الحسن نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔

الهي وعزتك وجلالك وعظمتك لواني منذ بدعت فطرتي من اول الدهر عبدتك دوام خلود ربوبيتك بكل شعرة في طرفة عين الى الابد بحمد الخلائق وشكرهم اجمعين لكنت مقصرا في بلوغ اداء شكر اخفى نعمة من نعمتك ولواني كربت معادن حديد الدنيا بانيابي وحرثت ارضها باشفار عيني وبكيت من خشيتك مثل بحور السموات والارضين دما وصديدا لكان ذلك قليلا

اے اللہ تیری عزت، جلال اور عظمت کی قسم ہے، اگر ابتدا آفرینش سے تو مجھے پیدا کرتا، اور میں ہر ہر لحہ ہمیشہ تیرا شکر ادا کروں، اتنا جتنا کہ کل مخلوق کا ہو تو بھی میں تیری ادنیٰ سی نعمت کا شکر ادا نہ کر سکوں، اور اگر آسمانوں اور زمین اتنا آنسو اور خون تیرے خوف سے زونار ہوں، تو تیرے ادنیٰ حق کے مقابلہ میں میرے پر جو بہت شکر کرنا لازم ہے۔ یہ معمولی ہوگا، اگر تو مجھے اس کے بعد کل مخلوق کا عذاب دے دے، اور آگ کے لئے میری تخلیق اور میرا جسم بڑا بنادے اور جہنم

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ میں ہے، لو ان اللہ عذاب اہل سمواتہ واہل ارضہ و ہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم قالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل کائنات کو اللہ تعالیٰ عذاب دے دے تو ظالم نہ ہوگا، اور اگر رحمت فرمائے، اس کی رحمت ان کے لئے بہتر ہے، انتہیٰ۔

وكثيرا ما يجب من ادنى حقك علي ولو انك الهي عذبتني بعد ذلك بعذاب الخلائق اجمعين وعظمت للنار خلقي وجسمي وملأت جهنم واطباقها مني حتى لا يكون في النار معذب غيري ولا يكون لجهنم حطب سوائي لكان بعد ذلك علي

اور اس کے طبقات مجھ سے بھر دے، حتی کہ جہنم میں میرے سوا کوئی نہ رہے، اور میرے سوا اس کا کوئی ایندھن نہ ہو، تو یہ تیری سزا جس کا میں مستحق ہوں، کے مقابلہ میں قلیل سزا ہو گی۔

نہج البلاغۃ میں امیر المؤمنینؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:۔

لا یأمنن خیر ھذہ الامۃ من عذاب اللہ۔

اس امت کے بہترین افراد بھی اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ ہوں۔

ہر چیز اللہ نے پیدا کی حق تعالیٰ ہی تمام موجودات کا جواہر ہوں یا اعراض خالق ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کا غیر کسی چیز کی تخلیق کر سکے، یا کسی چیز کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہو، نہ یوں ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے سپرد تخلیق کا کام کر دیا ہو۔

مفوضہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا محمدؐ اور علیؓ دونوں دنیا کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے شریکِ کار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کرنے کا کام ان کے سپرد کیا۔

کیسانیہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے اور امامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ شر پیدا کرنے والا ابلیس ہے، اور جنوں، انسانوں میں سے بدکردار لوگ ہیں، ان کا عقیدہ مجوس کے عقیدہ کی مانند ہے، وہ کہتے ہیں، خیر کا خالق یزدان ہے، اور شر کا پیدا کرنے والا اہرمن۔

صحیح حدیث میں آیا ہے:۔

القدریۃ[1] مجوس ھذہ الامۃ۔

تقدیر کے منکر اس امت کے مجوسی ہیں۔

ائمہ کے آثار مبتدعین کے اس مذہب کی تردید کرتے ہیں۔

ابو محمد بن یعقوب کلینی[2] بروایت معاویہ بن وہب امام ابو عبداللہؓ سے راوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔

---

[1] سنن ابو داؤد باب القدر ص ۶۴۴ ج ۲۔
[2] اصول کافی باب الخیر والشر ص ۴۲۔

انی انا اللہ لا الہ الا انا خلقت الخلق وخلقت الخیر واجریتہ علی ید من احب فطوبی لمن اجریتہ علی یدیہ وانی انا اللہ لا الہ الا انا خلقت الخلق وخلقت الشر واجریتہ علی ید من اریدہ فویل لمن اجریتہ علی یدیہ ۔	میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے مخلوق پیدا کی، خیر کو پیدا کیا، اور جسے پسند کرتا ہوں، اس کے ہاتھ پر اس خیر کو جاری کرتا ہوں، خوشی ہے ان کے لیے جن کے ہاتھوں پر میں جاری کروں، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے مخلوق کو پیدا کیا، اور شر کو پیدا کیا، اور اسے جاری کرتا ہوں جس کے ہاتھ ارادہ کرتا ہوں، افسوس ہے اس کے لیے جس کے ہاتھ پر شر جاری کروں۔

۲۔ نیز محمد بن مسلمؒ سے روایت کیا کہتا ہے، میں نے امام ابوجعفر محمد بن باقر کو یہ کہتے سنا کہ بعض منزل کتابوں میں ہے۔

انی انا اللہ لا الہ الا انا خلقت الخیر والشر فطوبی لمن اجریت علی یدیہ الخیر وویل علی من اجریت علی یدیہ الشر ۔	میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے خیر و شر کو پیدا کیا، خوشی ہے اس کے لئے جس کے ذریعہ خیر جاری کروں، اور ویل ہے، اس کے لئے جس کے ذریعہ شر جاری ہو۔

۳۔ علی بنؒ ابراہیم بن ہاشم ابوالحسن قمی صاحب تفسیر عبدالمومن بن القاسم انصاری سے وہ امام ابوعبداللہ سے راوی ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

---

[۱] اصول کافی باب الخیر والشر ص ۴۷ ۔
[۲] اصول کافی باب الخیر والشر ص ۴۷ ۔

قال ربنا عزوجل انا الله لا الٰہ الا انا خالق الخیر والشر ۔ ہمارے رب نے فرمایا ہے، میں نے خیر اور شر کو پیدا کیا۔

ان کے علاوہ بھی صحیح اخبار موجود ہیں جن کی دلالت ہے کہ حق تعالیٰ ہی خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے، جس طرح کہ وہ جوہر و عرض کا خالق ہے،

روافض ان احادیث کی کمزور تاویلیں کرتے ہیں

کیا انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے؟ اس بارہ میں روافض کا عقیدہ

انسانوں کے افعال کا خالق بھی وہی ہے، انسان اپنے افعال کے کاسب ہیں، خالق نہیں، اور نہ ہی تخلیق میں شریک۔

اس کے برعکس کیسانیہ اور زیدیہ کے آٹھ فرقے اور امامیہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، حالانکہ یہ نظریہ باطل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

خلقکم وما تعملون (الصافات آیۃ ۹۶) اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔

امامیہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں:۔

افعال العباد مخلوقۃ للہ تعالیٰ کما ذکرہ شارح العدۃ ۔ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، جس طرح کہ شارح العدۃ نے بیان کیا ہے

بعض نے خلق سے تقدیر کا معنیٰ مراد لیا ہے، بے دلیل ہے،

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، میں نے امام ابوعبداللہ جعفر صادقؒ سے پوچھا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کیا اللہ تعالیٰ نے افعال کی تخلیق بندوں کے سپرد کی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہت اونچا ہے کہ وہ اپنی ربوبیت بندوں کے سپرد کرے، میں نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ بندوں پر جبر فرماتا ہے، جواب میں ارشاد فرمایا، خدا کا عادل ہونا، بندوں پر جبر کے منافی ہے، میں نے پوچھا پھر اصل حقیقت کیا ہے؟ فرمایا:۔

لا جبر ولا تفویض ولا کرہ ولا تسلیط نہ جبر ہے، نہ تفویض اور نہ اکراہ اور نہ تسلیط

کلینی[1] امام صادق سے راوی ہے، کہ انہوں نے کہا۔

لاجبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین۔	نہ جبر ہے، نہ تفویض معاملہ بین بین ہے۔

اسی طرح ابراہیم امام صادق سے روایت کرتا ہے۔

نیز کلینی نے ابوالحسن محمد بن الرضا سے بھی اس طرح کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

نیز ابراہیم[2] بن عباس سے روایت کیا کہ امام رضا سے ایک شخص نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسے امور کا مکلف فرماتا ہے جو ان کی استطاعت سے باہر ہیں؟ فرمایا۔

هو اعدل من ذلك۔	اللہ تعالیٰ اس سے بہت انصاف والا ہے'

پھر پوچھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے ارادے کے مطابق کام پر لگادیا ہے۔ فرمایا۔

هو اعز من ذلك۔	وہ اس سے بڑی شان والا ہے،

شرالدارمیں ہے فضل بن سہیل نے علی بن موسیٰ رضا سے مامون کی مجلس میں سوال کیا کہ اے ابوالحسن مخلوق پر جبر ہو رہا ہے، فرمایا۔

الله اعدل ان يجبر ثم يعذب۔	اللہ بہت انصاف والا ہے، جبر کرے اور پھر عذاب؟

پھر پوچھا پھر مخلوق کو مکمل قدرت دے دی گئی ہے؟ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے، وہ بندہ کو مہمل چھوڑ دے، اور اس کے اپنے حوالے کر دے، کیسے ہو سکتا ہے؟۔

تقدیر کے بارہ میں امامیہ وغیرہ کے عقائد	جو کچھ کہ موجود ہے، قضا الٰہی سے ہے، ازل سے ہی حق تعالیٰ نے اسی طرح مقدر فرمادیا ہے، جو ہو رہا ہے۔

کیسانیہ۔ زیدیہ کے آٹھ فرقے، اور امامیہ کہتے ہیں، قضا و قدر سابقہ نہیں ہے۔

محمد بن بابویہ قمی کتاب التوحید میں ایک ایسی سند سے جو ان کے ہاں صحیح ہے۔

---

[1] اصول کافی باب الجبر والقدر والامر بین الامرین ص۷۷۔

[2] اصول کافی باب الجبر والقدر والامر بین الامرین ص۷۵۔

امام ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔

القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ارادوا ان یصفوا اللہ بعدلہ فاخرجوہ[1] من سلطانہ۔

قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفت عدل سے موصوف بتانا چاہا، مگر اس کی قوت سلب کردی۔

انہیں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

یسحبون فی النار علی وجوھھم ذوقوا مس سقر انا کل شیٔ خلقناہ بقدر (القمر آیت ۴۹)

آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے چکھو آگ کا لگنا ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے،

نیز محمد بن بابویہ ابن عباسؓ سے حدیث معراج میں روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اور فرمایا اے اللہ میری امت کو علی کی دوستی پر مجتمع فرما تاکہ وہ تمام کے تمام میرے پاس قیامت کے دن حوض پر آئیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی میں نے اپنے بندوں کے بارہ میں ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہوا ہے، اور ان میں میرا فیصلہ جاری ہے، جسے چاہوں ہلاک کر دوں، اور جسے چاہوں ہدایت کر دوں،

نیز کلینی[2] نے ابو نصر سے روایت کی ہے کہ اس نے ابو عبداللہ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے؟ ارادہ کرتا ہے؟ تقدیر اور قضا ہو چکی ہے، فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ ساتھ بھی رکھتا ہے، جواب دیا نہیں۔

نیز کلینی[3] اور ابن بابویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے اپنے معلومات کی بنیاد پر بعض بندوں کو نیک بخت پیدا کیا، اور بعض کو بد بخت کیوں کہ وہ جانتا تھا

---

[1] اصول کافی باب الجبر والقدر صفحہ میں ہے، من زعم ان الخیر والشر بغیر مشیۃ اللہ فقد اخرج اللہ من سلطانہ یعنی جو کہے خیر و شر اللہ کی مشیت سے نہیں، اس نے اس کی قوت کی نفی کی۔

[2] اصول کافی باب المشیۃ والارادۃ صفحہ ۷۲ وغیرہ عن ابی بصیر

[3] اس لئے مفہوم اصول کافی باب الجبر والقدر صفحہ ۷۶ میں موجود ہے۔

کہ انہوں نے کیسے عمل کرنا ہیں۔

نیز کلینی[1] منصور بن حازم سے وہ ابو عبداللہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا خدا تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے نیک بخت اور بد بخت کا فیصلہ کر لیا، جسے نیک بخت بنایا اس کو دشمن نہیں بناتا عمل بد بھی کرے تو اس کے عمل کو برا جانتا ہے، مگر اس کو دشمن نہیں جانتا، اور جسے بد بخت بنایا اسے ہرگز دوست نہیں رکھتا یہ اگر کبھی نیک عمل کر لیتا ہے، تو اس کے عمل کو پسند کرتا ہے، خدا جس پر خوش ہو جاتا ہے، اس پر کبھی ناخوش نہیں ہوتا، اور جس پر ناخوش ہو جاتا ہے، اسے کبھی دوست نہیں بناتا۔

نیز کلینی وغیرہ امامیہ کے اکابرین ابو نصر سے روایت کرتے ہیں، کہتا ہے، میں ابو عبداللہ کے پاس بیٹھا تھا، ایک سائل نے ان سے پوچھا، میں آپ پر قربان ہو جاؤں گنہگاروں کو بد بختی کہاں سے غالب ہو گئی کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ان کے اعمال پر عذاب کا حکم کر دیا ہے، ابو عبداللہ نے فرمایا اے سائل اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کہ فلاں شخص حق تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کرے گا۔

جب اس نے اپنے نیک بخت اور بد بخت سب کو اپنے احکام دیئے۔ تو اس نے اپنے محبت والوں کو اطاعت کی قوت عطا فرمائی، اور عمل کے بوجھ کے احساس کو ختم کر دیا، نافرمانوں کو نافرمانی کی قوت دی، اس علم کی بنیاد پر جو پہلے سے خدا کو حاصل تھا، لہٰذا انہوں نے ایسے کاموں پر قدرت نہ پائی، جن کے ذریعے وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتے تھے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کا علم غلط نہیں ہو سکتا۔

شاد ماشاد کا یہی معنیٰ ہے، اور اس کا راز بھی یہی انتہیٰ۔

کیا اللہ تعالیٰ بندوں کی گمراہی پر راضی ہے! اثنا عشریہ کا نظریہ اور اس پر تنقید۔	حق تعالیٰ اپنے بندوں کی گمراہی پر راضی نہیں ہے، مگر اثنا عشریہ کہتے ہیں:-

[1] اصول کافی باب السعادۃ والشقاوۃ ص ۴۶۲ ۔
[2] اصول کافی باب السعادۃ والشقاوۃ ص ۴۶۲ وفیہ عن ابی بصیر الخ۔

"اللہ تعالیٰ شیعہ کے علاوہ دوسروں کی گمراہی پر راضی ہے۔"

اگر اس مقولہ میں رضا ان کے ہاں ارادہ کے مرادف ہے، تو یہ قول پہلے مقولہ یعنی خدا شر کا ارادہ نہیں فرماتا کے منافی ہے، اگر رضا سے مراد وہی معنیٰ ہے، جو اہل سنت لیتے ہیں جو کہ مستلزم امر ہے، تو اس صورت میں گمراہ مطیع قرار پائیں گے، اور ثواب کے مستحق۔

بدا کے بارہ میں امامیہ فرقوں کا عقیدہ | بدا[۱] حق تعالیٰ پر ناجائز اور محال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ایک ایسی چیز ظاہر ہو جو قبل ازیں اس پر ظاہر نہ تھی، جس طرح کہ انسان میں رائے کی تبدیلی ہوتی ہے، یہ عقیدہ جہل اور نقص کو مستلزم ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے۔

زراریہ، بدائیہ، سالمیہ اور امامیہ کا ایک گروہ مالک جہنی، دارم بن حکیم، ابان بن الصلت وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں، بدا جائز ہے، بلکہ ثابت ہے،

بدا کے قائلین کے دلائل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) یمحو اللہ ما یشاء ویثبت (الرعد آیت ۳۹) — اللہ جو چاہتا ہے، مٹاتا ہے، اور جو چاہتا ہے ثابت کرتا ہے۔

۲ کلینی[۲] زرارہ بن اعین سے روایت کرتا ہے، دو اماموں میں ایک سے۔
ما عبد اللہ بمثل البداء۔ — یعنی اللہ کی عبادت میں بدا سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہ ہے۔

۳ باتفاق نسخ احکام جائز ہے، نسخ کی بنا کسی نئی مصلحت کے ظہور پر ہے، جو کہ

---

[۱] شیعہ کتب روایات میں اللہ کے متعلق بدا کا عقیدہ رکھنا جزو ایمان ہے، مگر شیعہ روایات میں اس بارہ میں بھی شدید تضاد ہے، اصول کافی باب بدا صفحہ ۲ میں کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا جب تک بدا کا اقرار نہ کرے، مگر اصول کافی باب تاریخ مولد النبی صفحہ ۲۴۳ میں ہے، فذالک اول من قال بالبداء یعنی عبد المطلب سب سے پہلے بدا کا قائل ہوا ہے۔ خروج مہدی کے سن میں بدا کا حوالہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے، اصول کافی باب الاشارۃ والنص علی ابی محمد صفحہ ۱۷۰ میں ہے ابا ابا ہاشم بدا للہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم یکن یعرف لہ کما بدا اللہ فی موسی بعد مضی اسماعیل الخ ابو الحسن نے کہا ابو جعفر فوت ہو گیا ہے (اور اس کی امامت کا پہلے فیصلہ تھا) اس کے بارہ میں اللہ کو بدا ہوا ابو محمد امام ہوگا جس طرح اسماعیل (اس کی امامت کا فیصلہ ہو چکا تھا) کی موت کے بعد موسیٰ میں اللہ کو بدا ہوا تھا۔

[۲] اصول کافی باب البداء صفحہ ۱۔

حق تعالیٰ پر پہلے واضح نہ تھی، ورنہ نسخ عبث بن جائے گا، جو کہ نقص ہے۔

جواب آیت میں محو اور اثبات سے مراد ایک چیز کا دور کرنا، اور دوسری چیز کا لانا ہے، جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن۔ یا اس سے مراد نسخ ہے، اور نسخ اس مصلحت کے تحقق پر ہوتی ہے جس کا علم خدا کو قدیم سے ہی تھا، مختلف اوقات میں مصلحتیں مختلف ہوتی ہیں، جیسا کہ ابتداءِ اسلام میں ترک قتال میں مصلحت تھی، اور اس وقت لکم دینکم ولی دین (کافرون آیت ۶) نازل ہوئی، اسلام کے طاقت پکڑنے کے بعد مصلحت قتال میں تھی، اس لئے حکم ہوا۔

واقتلوھم حیث ثقفتموھم (البقرہ ۱۹۱) ان کو قتل کرو، جہاں پاؤ۔

اس بارہ میں مرویہ آثار جھوٹ اور کذب[۱] ہیں، وضع کے نشانات ان پر نمایاں ہیں، خدا کی طرف جہالت نسبت کرنا کون سی عبادت ہے؟

اسماء و صفات کے بارہ میں اہل سنت کا عقیدہ۔	اللہ جل مجدہ کے پاکیزہ نام ہیں، جن کا ذکر قرآن پاک اور احادیث میں ہوا ہے، ارشاد ہوا۔

ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس الآیۃ (حشر آیت ۲۲-۲۳)

وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے، وہ بہت رحم کرنے والا مہربان ہے، وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، مالک ہے قدوس ہے،

ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض نام ایسے ہوں، جن کا علم ہمیں نہیں ہے، اجمالی علم ہمیں حاصل ہے کہ حق تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے، صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللھم انی اسئلک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، ہر وہ نام لے کر جو آپ نے اپنا

---

[۱] روایت بالا کو زرارہ بن اعین بیان کر رہا ہے جو کہ کذاب اور جھوٹا تھا دیکھئے رجال کشی صفحہ ۱۴۳ کے باوجود یہ روایت کتب شیعہ صحاح میں موجود ہے ۱۲

او انزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك۔	رکھا، یا اپنی کتاب میں آپ نے اتارا یا مخلوق میں سے کسی کو آپ نے سکھایا، یا علم غیب میں اسے محفوظ رکھا ہے،

البتہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اس کے لئے کسی ایسے نام کا اطلاق کریں، جو کہ شرع میں وارد نہیں ہوا کیونکہ ہم سے خطا ممکن ہے۔

متکلمین کہتے ہیں کہ صفات الٰہی ذات سے زائد ہیں، کلام خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات ثابت ہے، کیونکہ مشتق کا حمل مبدا کے بغیر اہل عرب کے ہاں ناجائز ہے، (متکلم وہ ہے جس کیلئے کلام ثابت ہے، قادر وہ جس کے لئے قدرت حاصل)۔

اشعری کے مقولہ لاعین ولا غیر میں لاعین سے مراد صفات کا ذات سے زائد ہونا ہے، اور لاغیر سے مراد یہ کہ صفات ذات سے منفک نہیں، اس لئے یہ قول متکلمین کے نظریہ کے مطابق ہی رہا۔

حکما اور معتزلہ کا نظریہ ہے کہ "صفات عین ذات ہیں"، یہ صحیح نہیں ہے، شریعت نے اس کا مکلف نہیں کیا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ نہ جسم ہے، اور نہ جوہر یعنی نہ جزو لایتجزی اور نہ عرض یعنی قائم بالغیر، نہ وہ مکان میں ہے، اور نہ جہت میں، نہ مرکب ہے، اور نہ اعراض محسوسہ سے متصف ہوتا ہے یعنی رنگ، بو، مزہ، حرکت یا سکون وغیرہ وغیرہ اور نہ ہی نفسانی کیفیات کا حامل ہے بھوک، پیاس، لذت، درد وغیرہ وغیرہ ارشاد ہے:۔

لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر (الشوری آیت ۱۱)	اس کی مانند کوئی چیز نہ ہے، وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

قرب و معیت الٰہ | بندہ کا قرب خدا اور معیت نصوص سے ثابت ہے، مگر یہ قرب اور معیت بے مثل ہے، یا قرب و معیت محبت وغیرہ میں مراد ہے، قرب سے مراد مکانی قرب نہیں ہے، قرب خدا دو طرح کا ہے:۔

۱۔ قرب خدا تمام مخلوقات سے قرآن پاک میں ہے:۔

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق آیت ۱۶)	ہم اس کی شاہ رگ سے بھی اسکے زیادہ قریب ہیں۔
وھو معکم اینما کنتم (الحدید آیت ۴)	وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں بھی ہو۔

۲۔ حق تعالیٰ کا قرب مخصوص بندگان سے ارشاد ہے:۔

وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت ۶۹)	بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔
عند ذی العرش مکین (التکویر ۲۰)	وہ عرش والے کے ہاں مکین ہے۔

حدیث قدسی میں ہے:۔

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی اجبتہ الحدیث	میرا بندہ نوافل ادا کر کے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، حتی کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

دوسرے قرب کے لامتناہی درجات ہیں، جیسا کہ لفظ لایزال دلالت کر رہا ہے، مگر قرب بمعنیٰ اول اس طرح نہیں ہے۔ تو دونوں میں لفظی اشتراک ہے، معنوی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

کیا خدا جسم ہے، بدعی گروہوں کے عقائد

حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، ہشمیہ اور دوسرے امامیہ فرقے کہتے ہیں، خدا جسم ہے اور بندوں کے ساتھ خدا کا قرب قرب مکانی ہے، کلینی نے کافی میں ابراہیم بن محمد ہمدانی سے یہ بات روایت کی ہے، کہا:۔

کتبت[1] الی الرجل علیہ السلام	میں نے اس شخص علیہ السلام کو لکھا
ان قبلنا من مو الیك قد اختلفوا	ہماری طرف کے آپ کے خدام توحید

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹، باب النہی عن صفتہ بغیر ما وصف بہ نفسہ۔

فی التوحید فمنہم من یقول جسم ومنہم من یقول صورۃ۔

میں مختلف ہوگئے ہیں، بعض کہتے ہیں خدا جسم ہے، اور بعض کہتے ہیں صورۃ ہے،

سہیل بن زیاد سے یوں روایت کی:۔

کتبت الی محمد ۲۵۵ھ و قد اختلف یا سیدی اصحابنا فی التوحید منہم من یقول جسم ومنہم من یقول صورۃ۔

میں نے ۲۵۵ھ میں الرجل (محمد) علیہ السّلام کو لکھا، اے جناب ہمارے اصحاب توحید میں اختلاف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں، وہ جسم ہے، اور بعض کہتے ہیں صورۃ ہے۔

ابن بابویہ ایک کتاب میں لکھتا ہے:۔

عن حمران بن اعین عن ابی جعفر انہ قال فی تفسیر قولہ تعالیٰ ثم دنی فتدلی ادلی اللہ عزوجل[1] فلم یکن بینہ وبینہ الا قفص من لؤلؤ فیہ فراش یتلالأ من ذھب فاراہ صورۃ فقیل یا محمد اتعرف ھذہ الصورۃ قال نعم ھذہ صورۃ علی بن ابی طالب۔

ابو جعفر نے آیت ثم دنی فتدلی کی تفسیر میں کہا، اللہ تعالیٰ نے لٹکایا اس کے اور اس کے درمیان ایک موتی کے پنجرے کے علاوہ کوئی فاصلہ نہ تھا، اس میں بستر تھے جو کہ سونا سے چمک رہے تھے، اس میں ایک صورت دکھائی، اور کہا گیا، اے محمد آپ اس صورت کو پہچانتے ہو، فرمایا ہاں یہ علی بن ابی طالب کی صورت ہے،

یہ روایت باطل ہے، اس پر وضع کے نشان نمایاں ہیں کہ اس کی دلالت ہے کہ علی نبی سے بھی زیادہ قریب ہے۔

امامیہ کے علاوہ روافض کے دوسرے فرقے سبائیہ، معمریہ، اثنینیہ، خمسیہ، ذمیہ، ذبابیہ مقنعیہ، بیانیہ، معیریہ، خطابیہ اور غلیائیہ بھی جسم خدا کے قائل ہیں۔

نیز کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام اعراض سے متصف ہے اور کیفیات غم، خوشی، خوف، درد

[1] یہاں اصل میں بیاض ہے۔

سے بھی وہ موصوف ہے بلکہ یہ لوگ خدا کو حیوانی صفات دکھانا پینا، جماع، نیند، جاگنا چھینک (جماہی) سے بھی متصف قرار دیتے ہیں، ان میں پھر بعض باتوں میں اختلاف ہے،

حکمیہ کہتے ہیں حق تعالیٰ جسم ہے اور طول و عرض و عمق میں مساوی ہے، اس کا ہاتھ ہر طرف ہے، نہایت روشن اور درخشندہ اس کا رنگ، بو اور مزہ ہے، اور اس کا جسم عرش کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

کلینی[1] علی بن حمزہ سے راوی ہے کہ ہشام بن حکم کہتا تھا کہ خدا کا ایسا جسم ماننا ضروری ہے، جو کہ اندر سے کھوکھلا نہیں ہے۔

کلینی[2] صاحب نے محمد بن حکیم اور یونس بن طیبان اور حسن بن عبدالرحمٰن حمانی سے باسانید مختلفہ اس قسم کے خیالات[3] نقل کیے ہیں۔

سالمیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ انسانی صورت پر جسم ہے، اس کی دو آنکھیں ہیں، کان ہے، منہ، ناک، ہاتھ اور پاؤں ہیں، وہ حواس پنجگانہ رکھتا ہے۔

کلینی[4] محمد بن فرح الرخجی سے روایت کرتا ہے، کہ ہشام بن سالم کہتا تھا، خدا ناف تک کھوکھلا ہے، باقی ٹھوس۔

شیطانیہ اور میثمیہ کہتے ہیں خدا جسم ہے، اس کی شکل و صورت ہے، اعضاء بھی ہیں، ناف تک کھوکھلا اور باقی ٹھوس ہے، چنانچہ کلینی[5] ابن خزاز اور ابن حسین سے روایت کرتا ہے، کہ میثمی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ناف تک اجوف ہے، باقی غیر اجوف، جیسا کہ جوالیقی اور صاحب الطاق نے بھی کہا ہے، انتہیٰ۔

سبائیہ، معمریہ، اثنیہ، ذمیہ، بابیہ اور مفغنیہ فرقے قائل ہیں کہ خدا جسم ہے، جو کہ صورت رہیٹ، شرم گاہ، آنکھ اور منہ رکھتا ہے،

بیانیہ کہتے ہیں، خدا انسانی صورت پر مجسم ہے، اس کے جسم کے تمام حصے ہلاک ہو جاتے ہیں، سوا چہرہ کے۔

---

[1] اصول کافی صفحہ ۵۰ باب النہی عن الجسم والصورۃ [2] ایضاً صفحہ ۵۱ [3] یعنی ان اسانید سے ہشام بن حکم کے خیالات نقل کئے ہیں۔ [4] اصول کافی صفحہ ۴۹ [5] اصول کافی ص ۴۹۔

غلبانیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم ہے مرد کی صورت پر اس کی آنکھ ہے، اعضاء بھی اور فرج اور داڑھی بھی۔

خدا کہاں ہے؟ بدعی فرقوں کے نظریات حکمیہ اور یونسیہ کہتے ہیں، اللہ کا مکان عرش ہے، وہ عرش کے ساتھ لگا ہوا ہے، کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے، اس جگہ حرکت بھی کرتا ہے۔

یونسیہ کہتے ہیں، کہ خدا عرش پر ہے، فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں، وہ فرشتوں سے زیادہ طاقتور ہے،

دیگر فرقے خدا کے لئے مختلف مکانوں کے قائل ہیں، البتہ تعیین جہت میں مختلف ہیں

شیطانیہ، ہشمیہ اور سالمیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان ہے، بلا تعیین، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کرتا ہے، کھڑا ہوتا ہے، بیٹھتا ہے، مختلف جگہوں میں حرکت و سکون کرتا ہے،

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے، اس کی جہت معین نہیں ہے کبھی اوپر ہوتا ہے، اور کبھی نیچے جیسا کہ مفضلہ، شریفیہ، کرامیہ، جناحیہ، بیانیہ، نصیریہ اور اسحاقیہ کہتے ہیں کہ وہ پہلے آسمان میں تھا، پھر زمین پر اترا، اور اپنی بعض مخلوق میں حلول کر آیا ہے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

خطابیہ، معمریہ، بزیغیہ، غلیائیہ، سبائیہ، ذمیہ، خمسیہ، اثنیہ، ذبابیہ، اور مقنعیہ کہتے ہیں، اللہ پہلے آسمان میں تھا، پھر زمین میں آیا، بعد ازاں آسمان پر چلا گیا ہے، اب آسمان میں ہے،

سبائیہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وقت بادل میں ہے، گرج اس کی آواز ہے، اور بجلی اس کا تازیانہ، زمین پر اتر آتا ہے، پھر زمین میں فراخی معاش اور انصاف کا دور دورہ ہو جاتا ہے،

ربیعیہ کہتے ہیں، ربیع کے وقت میں آسمانؔ میں ہوتا ہے، پھر واپس چلا جاتا ہے،

سلہ نسخہ میں اس طرح ہے غالباً آسمان کے بجائے "زمین" صحیح ہے۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

ملعونوں کے ان عقائد باطلہ کے بیان کی غرض

یہ تمام مزخرفات بدیہی البطلان ہیں، اس قابل نہیں کہ کوئی ان کی تردید کے درپے ہو، بلکہ اس قابل بھی نہیں کہ کوئی ان عقائد باطلہ کو اپنی کتاب میں ذکر کرے، فقیر کی غرض ان ملاعنہ کے باطل اور بیہودہ عقائد ذکر کرنے سے یہ ہے کہ امامیہ اثنا عشریہ ان تمام رافضی فرقوں کو جن کے مذکورۃ الصدر گندے عقیدے ہیں، اہل سنت کی نسبت سے اپنے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اثنا عشریہ اہل سنت کو تو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں، ان فرقوں کو نہیں، بلکہ بہتر فرقے جو دوزخ میں جانے کے بعد نجات پا جائیں گے، ان کے خیال میں روافض کے بہتر فرقے ہیں، نہ کہ اہل سنت کہ اہل سنت کو ہمیشہ کے لئے جہنمی سمجھتے ہیں، بلکہ اثنا عشریہ کا عقیدہ[1] ہے کہ محب علی سے کوئی حساب نہیں ہوگا، اور کسی عمل پر عذاب نہ کیا جائے گا، اوپر ذکر کردہ گروہ جن کے عقائد کا بیان ہوا، محب علی ہیں، بلکہ محبت علی میں افراط کرتے ہیں، تو اثنا عشریہ ان سب کو ناجی جانتے ہیں، اور مستحق عذاب نہیں سمجھتے۔

نیز اثنا عشری اپنی کتب صحاح میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں سے روایات حدیث لاتے ہیں، اور ان کو ائمہ معصومین کے اصحاب اور رجال صحیح قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہشام بن حکم ہشام بن سالم، صاحب الطاق میثمی[2] وغیرہ وغیرہ۔

اثنا عشریہ اگرچہ بالتصریح ان عقائد کے قائل نہیں ہیں، مگر گویا ان عقائد سے چنداں انکار بھی نہیں کرتے، جیسا کہ اہل سنت میں حنفی مذہب والے فقہی مسائل میں شافعی احکام کو اور ماتریدی مسائل کلام میں ابوالحسن اشعری کے احکام کو خطا کہتے ہیں، لیکن چنداں انکار بھی نہیں کرتے، اثنا عشریہ کا حال ان گروہوں کے ساتھ اسی طرح کا یا اس کے

---

[1] اصول کافی باب معرفۃ اولیاء ہم والتفویض الیہم میں ہے ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا جھوٹ کہتا ہے، اس نے کہا خدا کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابدان سے دو ہزار سال پہلے ارواح پیدا کی ہیں، ہمارے محب سب ہم پر پیش کئے گئے ہیں، تو ان میں نہیں تھا، تو کہاں تھا وہ شخص چپ ہو گیا، امام ابوعبداللہ فرماتا ہے، وہ جہنمی ہوا انتہی۔

[2] اصل میں میثمی ہے، مگر اصول کافی میں اسے میثی لکھا ہے، دیکھئے صفحہ ۴۹۔

قریب قریب ہے یاد رہے کفر پر رضا بھی کفر ہے۔

قائلین جسم کا بطلان روایات ائمہ امامیہ سے

اب ہم امامیہ کے ائمہ کے چند آثار پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ اہل حق کا مذہب صحیح ہے، اور جسم خدا کے قائل گمراہوں کا نظریہ باطل

نہج البلاغۃ[1] میں امیرالمؤمنین سے روایت ہے انہوں نے بعض خطبات میں فرمایا۔

انہ تعالیٰ لا یوصف بشی من الاجزاء ولا بالجوارح والاعضاء ولا بعرض من الاعراض ولا بالغیریۃ والابعاض ولا یقال لہ حد ونہایۃ ولا انقطاع وغایۃ ولا ان الاشیاء تحویہ فتقلہ او تہویہ او ان شیئا یحملہ فیمیلہ او یعدلہ۔	اللہ تعالیٰ کسی جزو یا عرض سے موصوف نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی حدو انتہا ہے، اشیا اس کو حاوی نہیں کہ اس کو اوپر یا نیچے کر سکیں، اور نہ ہی کوئی چیز اس کو اٹھائے ہوئے ہے، پس وہ اسے سیدھا یا ٹیڑھا کر سکے

کلینی[2] نے ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن حسین سے روایت کی ہے، دونوں کہتے ہیں کہ ہم علی بن الحسن الرضا کے پاس گئے ہم نے کہا ہشام بن سالم اور صاحب طاق اور میثمی کہتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اندر سے ناف تک کھوکھلا ہے، باقی ٹھوس ہے، امام رضا زمین پر سجدہ کیلئے گر گیا، اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کیا پھر فرمایا اے اللہ تو پاک ہے ان لوگوں کے دل کیسے رغبت کرتے ہیں کہ انہوں نے تجھے تیرے غیر کے ساتھ تشبیہ دی، اے خدا میں تیری وہی صفت کہتا ہوں، جو تو نے خود اپنی بیان فرمائی ہے، میں تیرے ساتھ تیری کسی مخلوق کو مشابہ نہیں کہتا، اے اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، مجھے ظالم قوم کا ساتھی نہ بنا۔

---

[1] جلد اص ۱۴۱۔۱۴۲۔

[2] اصول کافی ص۴۹ باب النہی عن الصفۃ بغیر ما وصف بہ الخ۔

نیز کلینیؒ حسن بن عبدالرحمٰن حمانی سے روایت کرتا ہے کہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کاظم کو میں نے کہا، ہشام بن حکم گمان کرتا ہے کہ حق تعالیٰ جسم ہے، امام نے فرمایا خدا اس پر لعنت کرے، کیا وہ نہیں جانتا جسم محدود ہوتا ہے، خدا کی پناہ میں اس قول سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔

نیز کلینیؒ نے محمد بن فرج رخجی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے میں نے ابوالحسن کو لکھا کہ ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم صورت کے بارہ میں جو قائل ہیں، آپ کا کیا خیال ہے، جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا، اپنے نفس سے پراگندہ خیال لوگوں کی حیرت کو دور کرو، خدا تعالیٰ سے شیطان سے پناہ طلب کرو، ان دونوں ہشاموں کی بات حق نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ مکان میں نہیں ہے کہ اس کے لئے انتقال ثابت ہو۔ نیز فرمایا اوہام اسے حدود اور حرکات میں متعین نہیں کر سکتے نیز فرمایا اسے کوئی حال دوسرے حال سے مشغول نہیں کر سکتا اسے زمانہ بدلتا نہیں اور کوئی مکان اس کا احاطہ نہیں کرتا۔ نیز مروی ہے، حق تعالیٰ ایک جگہ میں محدود نہیں ہے انتہیٰ

کلینیؒ نے محمد بن حکم سے روایت کی ہے کہتا ہے میں نے ابوابراہیم کے پاس ہشام جوالیقی کا قول بیان کیا کہ خدا کی صورت ہے، اور ہشام بن حکم کا قول بیان کیا کہ خدا کا جسم ہے، تو جواب میں کہا اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے، اس سے بدتر اور بے ہودہ بات کیا ہو سکتی ہے، جو خدا کے لئے جسم یا صورت یا تحدید۔ یا اعضا ثابت کرے، اور اس کی مخلوق کے ساتھ اسے مشابہ قرار دے، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا

مسئلہ استوا، ید اور وجہ برائے حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اس کے لئے ید، وجہ ساق اور قدم قرآن پاک اور حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

۱؎ اصول کافی ص۸۳ باب النہی عن الجسم والصورۃ۔ ۲؎ ایضاً۔
۳؎ یہ فقرے اور ان کے ہم معنی خطبہ امیرالمومنین میں موجود ہیں۔ دیکھئے نہج البلاغہ ص۲۳۸ تا ص۲۴۶ جلد ۱۔
۴؎ نہج البلاغہ جلد ۱ ص۱۷۱۔
۵؎ اصول کافی ص۸۳ اس میں محمد بن حکیم ہے۔

الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ ۵)	رحمٰن وہ عرش پر مستوی ہے۔
ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ۱۰)	اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے
ویبقیٰ وجہ ربک (الرحمٰن ۲۷)	تیرے رب کا چہرہ باقی رہیگا۔
یوم یکشف عن ساق (القلم ۴۲)	جس دن ساق ننگی کی جائے گی۔

یہ بات متواتر خبر اور اجماع سلف کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، یہ الفاظ اپنے ظاہری معانی پر محمول نہیں ہیں، متاخرین نے ان کی تاویل کی ہے، کہ استوا سے مراد اللہ کا استیلاء اور غلبہ ہے ید سے مراد قدرت، وجہ سے مراد ذات وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فقیر کے نزدیک متقدمین کا قول مختار ہے، فرماتے ہیں،۔

اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اس مقام پر انہوں نے فرمایا:۔

الاستواء معلوم و[1]	استوا کا معنیٰ معلوم ہے کیفیت
الکیف مجهول والایمان به	نامعلوم ایمان لانا ضروری اور اس سے متعلق
واجب والسوال عنه بدعة	سوال کرنا بدعت ہے۔

بہتر ہے کہ ان الفاظ کی تاویل سے خاموشی اختیار کی جائے، اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی مراد لی ہے، اس پر ایمان لایا جائے۔

ہاں اولیاء امت کے کشف و الہام کے مطابق اگر عالم مثال ثابت ہو جائے، تو اکثر آیات و احادیث (جو کہ متشابہ کے قبیل سے ہیں) کا محمل مہیا ہو جاتا ہے۔

اللہ کیلئے عقلی فرح کا رد اللہ تعالیٰ کے لئے لذت عقلی کی صفت ثابت کرنا درست نہیں ہے، اثنا عشریہ کا ایک گروہ (نصیر طوسی اور صاحب یاقوت وغیرہ) کہتا ہے کہ حق تعالیٰ لذت عقلی سے متصف ہے، لذت عقلی کا مطلب ہے اپنے کمالات کے تصور سے خوش ہونا، مگر یہ نظریہ باطل ہے، اگر ایسا ہوتا تو کافروں کے شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو متألم ماننا پڑے گا۔

---

[1] مقولہ امام مالک رحمہ اللہ دیکھئے العقیدہ الصابونیہ۔

حق تعالیٰ کا کسی مخلوق میں حلول کرنا | حق تعالیٰ کا اپنے غیر میں حلول کرنا اور کسی کے ساتھ
اس بارہ میں مسلک صوفیا کی وضاحت | متحد ہونا صحیح نہیں ہے، بیانیہ، جناحیہ، مفصلہ، شریفیہ
زرامیہ، نصیریہ اور اسحاقیہ گروہ کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ علیؓ میں اور دوسرے بزرگوں میں جیسا کہ
پہلے بیان ہوا، حلول فرما چکا ہے۔

ابن مظہر حلی نے نہج میں جو کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا غیر میں حلول کرنا اور غیر کے ساتھ
اتحاد اہل سنت وجماعت میں صوفیا کا مذہب ہے" سو یہ افترا محض اور حماقت ہے اور
صوفیا کرام کے مدعا پر عدم اطلاع کا نتیجہ۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون۔

وجودی صوفیا جس توحید واتحاد کے قائل ہیں، اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ خارج میں صرف
اللہ تعالیٰ موجود ہے، اس کے غیر یعنی ممکنات مرتبہ وہم میں موجود ہیں، حقیقت میں نہیں
شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں۔

الاعیان ما شمت رائحۃ الوجود۔ | اعیان وہ ہیں، جنہوں نے وجود کی محض ہوا پائی ہے۔

عدم سے بعد ممکن کا وجود جو کہ مرتبہ وہم میں صورت بستہ ہوا اس سے حق تعالیٰ
کے وجود حقیقی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ اب بھی جوں کا توں ہے۔

یہ توحید جس کا معنیٰ نفی وجود ممکنات ہے، شہودی بھی ہو تو بھی اس سے اللہ تعالیٰ
کا غیر کے ساتھ اتحاد اور حلول کا پتہ نہیں دیتا، توحید شہودی کا مطلب ہے کہ محبوب حقیقی کی
محبت کے غالب ہونے کے سبب سے غیر محبوب عاشق کی نظر سے اوجھل ہو جائے، واحد
حقیقی کے علاوہ اس کی نظر میں کوئی بھی نہ آئے،

صوفیا کرام کے نزدیک صوفی کی ذات وصفت کا فنا یا بقا ذات وصفت حق تعالیٰ
میں یہ سب مرتبہ علم میں ہے، نہ کہ خارج میں جس کی حقیقت یہ ہے۔

ریاضات ومجاہدات اور شیخ کامل مکمل کی دوستی کے سبب سے بلکہ محض اللہ کے
فضل وکرم سے صوفی ایک ایسے حال میں پہنچ جاتا ہے کہ اسے حق کی دائمی آگاہی حاصل
ہو جاتی ہے، اور اپنے وجود وتوابع وجود سے نسیان ہو جاتا ہے، اس وقت غلبہ

عشق و محبت میں اس پر علوم و معارف منکشف ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسے سابق قدرت سے علاوہ مزید قدرت اور سابق علوم کے علاوہ دیگر علوم عطا فرماتے ہیں جو کہ خرق عادت کا موجب بنتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام اور اولیا امت سے بدرجہ تواتر ثابت ہو چکا ہے، جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت وہ صوفی اس حدیث کا پورا مصداق ہوتا ہے؛

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا۔[1]

میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، جب محبوب بناتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں، اس کی آنکھ اور اس کا ہاتھ اور اس کی ٹانگ۔ (یعنی وہ مکمل ہمارے احکام و ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے)

اس حدیث میں مجاز ہے، جس طرح آیت شریف خلقتہ بیدی اور نفخت من روحی وغیرہ میں ہے، صوفیا اہل سنت نے اس بارہ میں جو الفاظ کہے ہیں، اسی طرح کے الفاظ متصوفین شیعہ کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔

قال المقداد شیخ الشیعۃ فی شرح الوصول الی علم الاصول فی ذکر الاحوال السانحۃ للسالک المراد من الاتحاد ھو ان ینظر الا الیہ من غیران یتکلف ویقول ماعداہ قائم بہ فیکون الکل واحدا بل من حیث انہ اذا صار

شیخ شیعہ مقداد، "شرح الوصول الی علم الاصول" میں سالک کو پیش آمدہ احوال کے ذکر میں کہتا ہے، "اتحاد سے مراد یہ ہے کہ سالک اس کے سوا کسی کو نہ دیکھے، یوں نہیں کہتا کہ اس کا ماسوا اس کے ساتھ قائم ہے، اور کل ایک ہو جائے، بلکہ اس حیثیت سے کہ

[1] صحیح بخاری باب التواضع کتاب الرقاق ص۹۶۳ ج ۲۔

بصیرا بنور تخیلہ لا یبصر الا ذاتہ لا الرائی ولا المرئی۔ — جب سالک نور تخیل سے دیکھنے والا ہوتا ہے، تو اس کی ذات کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا نہ رائی کو اور نہ مرئی کو۔

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے، مگر دخول جنت سے پہلے رؤیت واقع نہیں ہے، دخول جنت کے بعد مسلمان حق تعالیٰ کو دیکھیں گے، نہ مکان میں نہ جہت میں، دیکھنے والے کی شعاع کے اتصال بغیر اور رائی و مرئی کے ما بین مسافت کے بغیر۔

اس نظریہ پر قطعی سمعی دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ — چہرے اس دن خوش ہوں گے، رب کو دیکھیں گے۔

حدیث متواتر میں ہے:۔

ستروّن ربکم یوم القیامۃ[1] کما ترون القمر لیلۃ البدر۔ — تم قیامت کے روز رب کو دیکھو گے، جس طرح چودھویں کی رات چاند کو دیکھتے ہو،

سلف صالحین اس آیت اور حدیث کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ نیز

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ — نیکی کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے، اور مزید۔

اس کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الزّیادۃ[2] الرؤیۃ۔ — زیادت سے مراد رؤیت باری تعالیٰ ہے۔

یہ حدیث علیؓ، حسن اور باقر سے مرفوعا اور موقوفا مروی ہے۔ درجہ تواتر کی حد تک مرویہ صحیح صریح احادیث سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے۔ صاحب تجرید نے بعض کا اعتراف کیا ہے، ائمہ کے ان آثار کے باوجود زیدیہ اور امامیہ سے وہ لوگ جو تجسیم کے قائل نہیں

---

[1] جامع بخاری باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ص ۱۱۰۵ جلد ۲۔ کتاب التفسیر۔

[2] الجامع للترمذی ص ۱۲۱ جلد ۲ تفسیر سورہ یونس صحیح مسلم ص ۱۰۰ جلد ۱۔

اور معتزلہ رویت الٰہی کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں رؤیت کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں۔
۱:۔ سلامتی حاسہ بصر۔ (۲) مرئی کا جسم کثیف ہونا۔ (۳) رائی اور مرئی کے مابین مسافت ہونا۔ (۴) دونوں کا آمنے سامنے ہونا یعنی ان کے مابین عدم حجاب

قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (الانعام آیت ۱۰۴) — آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ ان کا ادراک کرتا ہے۔

۲:۔ لن ترانی۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳) — تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔

جواب یہ ہے کہ یہ غائب کو شاہد پر قیاس کیا گیا ہے، جو کہ غلط ہے، مذکورہ بالا شرائط عادی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اصول بنا رکھا ہے کہ ان شرائط کے تحقق کے بعد رؤیت پیدا کر دیتا ہے، درحقیقت رؤیت کے لئے وجود رائی و مرئی کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں ہے، اگر رؤیت کے لئے مذکورہ شرطوں کو لازمی کہا جائے تو اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو دیکھنا بھی غلط ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حاسہ بصر سے منزّہ اور پاک ہے، اور رائی اور مرئی کے درمیان شعاع کا پہنچنا اور مسافت ہونا اس جگہ بھی متصور نہیں ہو سکتی ہے، حق تعالیٰ جس طرح اجسام کثیفہ کے لئے بصیر ہے، اسی طرح وہ اجسام لطیفہ اور ارواح کو بھی دیکھ رہا ہے، حبیب اللہ کے لئے ممکن کو دیکھنا بعض شرائط مذکورہ کے بغیر ثابت ہے تو بندہ کی رؤیت خالق بھی کسی شرط کے فقدان کی صورت میں جائز ہونی چاہیئے۔

آیت لاتدرکہ الابصار میں ادراک مرئی کے جوانب اور حدود کی مکمل اطلاع سے عبارت ہے، ادراک کی نفی رؤیت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے،

نیز لاتدرکہ الابصار میں عموم کا سلب ہے (یعنی کل ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) سلب کا عموم نہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض آنکھیں حق کا ادراک نہیں کر سکتیں۔
کلینی[۱] نے ابو عبداللہ اور علی بن موسیٰ سے روایت کی ہے، کہ اس آیت کا معنیٰ ہے:۔
لاتدرکہ الاوھام وھو — یعنی اسے اوہام ادراک نہیں کر سکتے، اور

---

[۱] اصول کافی باب ابطال الرؤیۃ صفحہ ۴۵۔

یدرک الاوھام۔ وہ اوہام کا ادراک کرتا ہے۔

اسی طرح لن ترانی میں موسیٰ علیہ السلام کی مسئولہ رویت کی نفی ہے، نہ کہ امکان رویت کی نفی، الٹا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال رویت فرمانا ہماری دلیل ہے کہ رویت باری تعالیٰ ممکن تھی تب ہی تو موسیٰ علیہ السلام نے سوال فرمایا انبیاء کو معرفت حق تعالیٰ دوسروں سے زیادہ حاصل ہے، اگر رویت محال تھی تو موسیٰ علیہ السلام کو اس مسئلہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے تھا، کہ یہ مسئلہ اصول دین سے ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی رویت کو محال جانتے تھے، تو ان کا سوال کرنا سفہ قرار پاتا ہے، جس سے انبیاء علیہم السلام پاک اور منزہ ہیں دیکھئے۔ اتتخذنا ھزوا (البقرۃ اٰیۃ ۶۷) کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین (البقرۃ اٰیۃ ۶۷) اور نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ اعوذ بک ان اسئلک مالیس لی بہ علم (ھود اٰیۃ ۴۷) واللہ اعلم

اصلاح بنی نوع انسان کے لئے بعثت انبیاء علیہم السلام و تعداد ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی اخروی اور معاشی اصلاح کے لئے انسانوں میں سے انبیاء اور رسول بھیجے، تاکہ وہ انسانوں کو حق تعالیٰ کی معرفت سے آگاہ کریں، کہ انسانی عقل اس سے قاصر تھی اسی طرح احکام الٰہی یعنی واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح سے انسانوں کو مطلع کریں، انبیاء اور رسل کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

منہم من قصصنا علیک و منہم من لم نقصص علیک (المؤمن ۷۸) بعض وہ ہیں جو ہم نے آپ پر بیان کئے اور بعض وہ جو آپ پر بیان نہیں کئے۔

بعض احادیث[1] میں رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ آئی ہے اور انبیاء کی ایک لاکھ چوبیس ہزار مگر ایمان بالانبیاء والرسل میں کوئی عدد ملحوظ نہیں رکھنا چاہیے، تاکہ بعض پیغمبروں کا انکار اور غیر پیغمبر کا اقرار لازم نہ آجائے، گذشتہ انبیاء میں سے جن کا تذکرہ قرآن پاک میں یا حدیث صحیح میں آگیا ہے، اس کی نبوت کا اقرار کرنا چاہیے۔ اور جس کا ذکر متواترات میں نہیں آیا ہے نہ اس کا اقرار کرنا چاہیے، نہ انکار، بلکہ اجمالاً کہنا چاہیے، اٰمنت باللہ و رسلہ مثلاً اگر کوئی کہتا ہے، زردشت نبی تھا، اس کا نہ اقرار کرو، اور نہ انکار۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۵۹۷ عن ابی ذر فی حدیث طویل۔

انبیاء میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السّلام تھے، اور سب سے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین، اور آپ کل انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (السبا ۲۸)
اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر کل انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے اور ڈرانے۔

آپ کی شریعت ابدی ہے، آپ پر سلسلہ پیغمبری ختم ہے، آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ آیا نہ آئے گا، اور نہ آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کے ساتھ شریک نبوت تھا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین (الاحزاب ۴۰)
لیکن اللہ کا رسول ہے، اور نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا۔

عیسیٰ علیہ السّلام جب آسمان سے اتریں گے، دین محمدی کے تابع ہو کر تشریف لائیں گے، نہ کہ رسالت کی حیثیت سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے بارہ میں بعض مبتدعین شیعہ کی خرافات

غرابیہ کہتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو علی کے پاس رسالت دینے کے لئے بھیجا تھا، وہ غلطی سے محمد کو رسالت دے گیا، یہ ملعون گروہ اسی وجہ سے حضرت جبریل علیہ السلام پر لعنت کرتا ہے،

مفضلہ، اسحاقیہ، منصوریہ، عجلیہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رسالت کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور ابو المنصور نبی ہے۔

خطابیہ کہتے ہیں کہ ائمہ بھی انبیاء ہیں، اور ابو الخطاب نبی ہے۔

معمریہ کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد نبی ہے، اور اس کے بعد ابو الخطاب اور اس کے بعد معمر۔ ابو الخطاب بنو اسد قبیلہ کا ایک فرد تھا، اور ابو منصور بنی عجل سے۔ یہ شاگردی کی نسبت جعفر صادق سے رکھتے تھے، جب جعفر صادق کو ان کے برے عقیدہ کا پتہ چلا ان سے اظہار برأت فرمایا، اور یہ صادق رض کی صحبت سے کنارہ کش ہو گئے، ابو الخطاب نے دعویٰ نبوت کیا، اور ابو المنصور نے پہلے امامت کا ادعا کیا، اور پھر نبوت کا ڈھونگ رچایا، کہا میں آسمان پر گیا،

اور خدا کو دیکھا ہے، خدا نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرا، اور کہا اے میرے بیٹے زمین پر جاؤ، اور میری تبلیغ کرو، ابوالخطاب کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔

وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم (الآیۃ ۴۴ الطور) میں کسفاً سے مراد میں ہی ہوں۔

اسحاقیہ کہتے ہیں زمین کا نبی سے خالی ہونا جائز نہیں ہے۔

مختاریہ کہتے ہیں کہ مختار بن ابوعبید ثقفی کے پاس وحی آتی تھی۔

سبعیہ کہتے ہیں کہ خاتم الرسل مہدی ہے۔

اثنا عشریہ معنوی طور پر ختم رسالت کے قائل نہیں ہیں

فقیر ثناءاللہ کہتا ہے۔ مذکورہ فرقوں سے ختم رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار صریح ہے، لیکن اثنا عشریہ بلکہ امامیہ کے تمام فرقے معنوی طور پر ختم رسالت کے منکر ہیں۔ اس لئے کہ اعتبار معانی کا ہوتا ہے، نہ کہ الفاظ کا۔

نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہاں خدا سے وحی آئے، خدا تعالیٰ اسے اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے مخلوق کے پاس بھیجے مخلوق پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہو، اس کی تکذیب کفر قرار پائے، جو کسی ایک پیغمبر کا انکار کردے وہ کافر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) لانفرق بین احد من رسلہ (البقرۃ ۲۸۵)۔

ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

(۲) ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا والذین اٰمنوا باللہ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں، ہم بعض کو مانتے ہیں، بعض کو نہیں، اس کے بین بین راستہ بنانا چاہتے ہیں، یہی لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا

ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یوتیھم اجورھم۔ (النساء آیت ۱۵۰-۱۵۱)	عذاب تیار کیا ہے، اور جو ایمان لائے، اللہ اور اس کے رسول اور کسی رسول میں تفریق نہ کی، یہی لوگ ہیں، ان کو اجر عطا کریگا،

نبی میں جدید شریعت اور جدید کتاب کی کوئی شرط نہیں ہے، پہلے پیغمبر کے جمیع احکام یا بعض احکام کا منسوخ کرنا بھی شرط نہیں ہے، البتہ معصوم ہونا نبوت کی شرط ہے، اور مطاع ہونا لوازم نبوت سے ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں جس انسان میں یہ صفات موجود ہیں، وہ دوسروں سے افضل و برتر ہے، اس لئے اہل سنت وجماعت بلکہ جمہور فرق اسلامیہ قائل ہیں کہ انبیاء اور رسل کل مخلوق میں سے افضل ہیں، اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین مخلوق۔

غیر نبی پیغمبری کے درجہ ادنی میں بھی نہیں پہنچ سکتا، تفوق و برتری کا تو احتمال ہی کہاں؟

امامیہ نبوت کے معانی اپنے ائمہ میں ثابت کرتے ہیں، امامیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل کو علیؓ کی طرف بھیجا، مگر علی صرف آواز سنتے تھے، جبریل کو دیکھتے نہ تھے، کلینیؒ نے یہ بات اپنے ائمہ سے روایت کی ہے۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ علیؓ اور فاطمہؓ زہرا کی طرف بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی آتی تھی، فرشتہ جو کچھ فاطمہؓ کے پاس وحی لاتا علیؓ اسے ایک کتاب میں جمع کرتے جس کا نام "مصحفؒ فاطمہ" رکھا۔ اس لئے امامیہ علیؓ کو محدثؒ کہتے ہیں، یعنی جو فرشتہ کی آواز سنے، اور اس کی صورت نہ دیکھے۔ ائمہ کا حال بھی ان کے ہاں یہی ہے، اس لئے موقوف آثار کو مرفوع احادیث کی مثل سمجھتے ہیں، اور اپنے ائمہ کی طرف اثبات وحی کرتے ہیں، یاد رہے وحی میں رؤیت فرشتہ شرط نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا	انسان اللہ کے ساتھ کلام نہیں

---

[1] اصول کافی باب الائمۃ محدثون مفہمون صـ ۱۳۵۔
[2] اصول کافی باب ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمہ صـ ۱۱۸۔
[3] اصول کافی صـ ۱۳۵ - صـ ۱۳۴۔

وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء۔ (الشوریٰ آیت ۵۱)

کر سکتا الایہ کہ اس کو وحی ہو، یا پردے پیچھے یا رسول کو بھیجے، اور اس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے۔

بلکہ ان ملاعنہ نے وحی سے بھی ترقی کی، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے بعد اپنا دین ائمہ کے سپرد کر دیا ہے جس طرح کہ پیغمبر کے سپرد تھا، ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں، اور جسے چاہیں حرام گردانیں اللہ تعالیٰ کے حکم صادر ہوئے بغیر۔

واحتجوا علی ذلک بما رواہ محمد بن جمھور القمی فی النوادر عن محمد بن سنان قال کنت عند ابی جعفر فاجریت اختلاف الشیعۃ فقال یا محمد ان اللہ لم یزل منفردا بوحدانیتہ ثم خلق محمدا وعلیا وفاطمۃ والحسن والحسین فمکثوا الف دھر فخلق الاشیاء واشھدھم خلقھا واجری طاعتھم علیھا وفوض امورھم الیھم یحلون ما یشاؤن ویحرمون ما یشاؤن۔

محمد بن جمہور قمی "نوادر" میں روایت کرتا ہے محمد بن سنان نے کہا میں ابو جعفر کے پاس تھا، شیعہ کے اختلاف کا تذکرہ ہوا تو کہا، اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت میں منفرد تھا کہ محمد، علی، فاطمہ، حسین، اور حسن کو پیدا کیا، ہزار دہر رہے، اللہ نے چیزیں پیدا فرمائیں اور ان کو گواہ بنایا اور ان کی اطاعت جاری کر دی، ان کے امور ان کے سپرد کر دیئے، جو چاہیں حلال بنائیں اور جو چاہیں حرام بنا دیں۔

نیز کلینیؒ نے روایت کیا۔

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ ادب نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا انتہی الی ما اراد قال لہ انک

ابو عبد اللہ سے مروی ہے، کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کو ادب سکھایا، جب اللہ کے ارادہ کے مطابق ہو گئے، فرمایا

سلہ اصول کافی باب التفویض الی رسول اللہ والی الائمہ ص۲۲۶ ۱۳۲ و فیہ عن ابی اسحق النحوی عن ابی عبد اللہ۔

تعالی خلق عظیم وفوض الیہ دینہ	تم عظیم خلق پر ہو، اور پھر دین آپ کے سپرد کر دیا۔

نیز کلینیؒ نے روایت کیا۔

عن محمد بن الحسن المیثمی عن ابی عبد اللہ قال سمعتہ یقول ان اللہ ادب رسولہ حتی قومہ علی ما اراد ثم فوض الیہ دینہ فقال ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا فما فوض اللہ الی رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم فقد فوضہ الینا۔	میثمی امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے، انہوں نے کہا اللہ نے اپنے رسول کو ادب سکھایا، حتیٰ کہ اپنے ارادہ کے مطابق درست بنالیا، اور اپنا دین ان کے سپرد کر دیا۔ اور کہا تمہیں جو رسول دے، اسے لے لو، اور جس سے روک دے، رک جاؤ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد کیا، وہ انہوں نے ہمارے سپرد کر دیا ہے۔

یہ تمام اباطیل اور موضوعات ہیں، حق تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ وہ اپنا دین کسی مخلوق کے سپرد کرے، قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لا تخذوک خلیلا (بنی اسرائیل ۷۳)	بے شک یہ لوگ قریب ہے آپ کو پھیلا دیں اس وحی سے جو ہم نے آپ کی طرف کی۔ کہ آپ ہم پر اس کا غیر بنالائیں، اس وقت یہ لوگ آپ کو ساتھی بنالیں گے۔

نیز فرماتا ہے:۔

لولا ان ثبتناک لقد کدت	اگر ایسے نہ ہوتا کہ ہم نے آپ کو

سلہ اصول کافی باب التفاص ص۲۱۲۔

ترکن الیھم شیئا قلیلا و اذا لاذقناك ضعف الحیوة وضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیرا۔	ثابت رکھا قریب تھا آپ ان کی طرف معمولی میلان کر جاتے، پھر ہم آپ کو زندگی اور موت کا دگنا عذاب چکھاتے اور آپ ہمارے پاس کوئی مددگار نہ پاتے۔
(بنی اسرائیل ۴۷-۵۷)	

مقصد یہ کہ ہم نے تجھے عصمت دی ہے، اور دین حق پر ثابت و محکم بنایا ہے، اس لئے کفار کی طرف جو کہ آپ کو ہمارے اوپر افترا کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں، آپ میلان اور جھکاؤ نہیں رکھتے، اگر ہماری عصمت اور حفاظت آپ کے شامل حال نہ ہوتی اور آپ ان کی طرف جھکاؤ اختیار کر جاتے تو ہم آپ کو دنیا کے عذاب اور موت کے بعد کے عذاب میں مبتلا کر دیتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك	اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں،
(التحریم ۱)	جو اللہ نے آپ کے لئے حلال بنائی۔

اگر تحریم آپ کے سپرد ہوتی تو اللہ تعالیٰ لم تحرم! کیوں فرماتا، پھر آپ کی اس تحریم کو یمین قرار دیا گیا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:۔

قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم (التحریم ۲)	اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کو کھولنے کے لئے فرض کیا کہ الخ

نیز اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحلیل و تحریم میں مختار ہوتے تو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کے لئے آپ کے اذن اور بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر عتاب نہ آتا۔

اس سے معلوم ہوا احکام شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں فرمائی، بلکہ جو کچھ فرماتے تھے، وحی الٰہی سے فرماتے تھے، امتثال اوامر و نواہی میں آپ بھی باقی انسانوں کی طرح مکلف تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی	میں تمہاری مانند انسان ہوں میری

الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ (الکہف - ۱۱) | طرف وحی ہوئی ہے، کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

نیز اثنا عشریہ عصمت[1] ائمہ کے قائل ہیں، اور ان کی تصدیق کو واجب کہتے ہیں اور ان کے نزدیک کسی ایک امام کی تکذیب[2] کفر ہے، جیسا کہ کسی پیغمبر کی نبوت کا انکار کفر ہے، اگرچہ یہ لوگ نبی یا رسول کا لفظ ائمہ پہ نہیں بولتے مگر نبوت کی صفات و معانی اُن پر ثابت کرتے ہیں، تو گویا ان کو انہوں نے نبی جانا کیونکہ اعتبار الفاظ کا نہیں ہوتا، معانی کا ہوتا ہے۔

امامیہ کے نزدیک علیؓ انبیاء سے افضل ہے، نبوت و رسالت سے بھی ترقی کر کے یہ ضالہ فرقہ کہتا ہے کہ علیؓ تمام رسولوں سے افضل و مقدم ہے[3] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے برابر ہے۔

علیؓ کی اولاد میں سے جو امام ہیں، وہ بھی اسی طرح ہیں، علیؓ کا درجہ قیامت کے روز انبیاء و رسل (علیہم السلام) سے اوپر ہوگا بعض کہتے ہیں، علیؓ تمام رسولوں سے افضل ہے، سوا اولوالعزم کے اولوالعزم کے برابر ہے، اس طرح دیگر ائمہ ہیں۔

ابن مطہر علی اور اولوالعزم پر افضلیت میں توقف کرتا ہے۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے علیؓ کو ایک فضیلت عطا کی ہے، جو کسی رسول اور فرشتہ کو عطا نہیں ہوئی، اور اس فضیلت میں سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو شریک نہیں بنایا۔

نیز کہتے ہیں خلائق میں خدا کے نزدیک محبوب ترین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام ہیں، اور ان کے بعد رسل اور انبیاء ہیں،

محمد بن بابویہ اپنے "اعتقادیات" وغیرہ میں کہتا ہے۔

---

[1] اصول کافی باب فرض طاعۃ الائمۃ صنفہ میں ہے، عن ابی عبداللہ نحن قوم فرض اللہ عزوجل طاعتنا یعنی ہم ایک قوم ہیں، ہماری اطاعت اللہ نے فرض قرار دی۔

[2] اصول، کافی ص ۹۱ باب فرض طاعۃ الامام۔

[3] اصول کافی ص۹۶ باب الائمۃ نور وغیرہ میں ہے ابو عبداللہ نے کہا امیرالمومنین کے لئے وہی فضائل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں (الی ان قال) امیرالمومنین نے کہا میرے لئے ملائکہ اور روح نے وہی اقرار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقرار کیا مجھے کچھ صفات عطا کی گئی ہیں جو میرے سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں یعنی منایا۔ بلایا اور انساب اور فصل الخطاب کا علم الخ۔

ان الله لم يخلق خلقا افضل من محمد والائمة وهؤلاء احب احباء الله وان الله يحبهم اكثر من جميع خلقه وسائر من تبعه۔

اللہ نے محمد اور اماموں سے افضل کوئی مخلوق پیدا نہ کی، یہ لوگ اللہ کے محبوب ترین ہیں، جمیع مخلوق سے زیادہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔

علیؓ نہ ہوتا تو کوئی مخلوق پیدا نہ ہوتی، امامیہ کا عقیدہ

نیز کہتے ہیں، اگر علیؓ نہ ہوتے تو جنت، جہنم، فرشتے، اور انبیاء مخلوق نہ ہوتے، حق تعالیٰ نے روزِ میثاق تمام بنی آدم سے (جن میں انبیاء ورسل بھی ہیں) علی اور ان کی اولاد میں سے جو امام ہوں گے، ان کی ولایت اور اطاعت کا عہد لیا تھا۔ اور اسی طرح فرشتوں سے عہد لیا۔

یہ ملعون کہتے ہیں، انبیاء ائمہ کے انوار سے روشنی حاصل کرتے ہیں، اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں، قیامت کے دن ہر نبی، رسول اور مقرب فرشتہ علی بن ابی طالب کے گرد جمع ہوں گے۔

اپنی ان کفریات وخرافات پر موضوع اور جھوٹی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) روى ابن الراوندى عن ابى عبدالله قال الله عزوجل فضل اولى العزم من الرسل على الانبيا بالعلم وورثنا علمهم وفضلنا عليهم وعلم رسول الله صلى الله عليه وسلم مالا يعلمون وعلمنا علم رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلا قوله تعالى قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون۔

ابن راوندی ابو عبداللہ سے روایت کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اولو العزم رسولوں کو علم میں انبیاء پر فضیلت دی ہے، اور ہم ان کے علم کے وارث ہیں، اور ہمیں ان پر فضیلت دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے ہم وارث ہیں، پھر قرآن پاک کی آیت پڑھی، کیا جاننے والے، اور وہ جو نہیں جانتے برابر ہیں۔

(۲) رواه حسن بن كيس عن ابى ذر قال نظر النبى صلى الله عليه وسلم

حسن بن کیس ابو ذر سے روایت کرتا ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

الی علی بن ابی طالب وقال ھذا خیر الاولین والاخرین من اھل السمٰوٰت والارضین ۔	علی بن ابی طالب کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ آسمان اور زمین والوں میں سے اولین و آخرین سے افضل ہے ۔
(۳) رواہ عن ابی وائل عن عبداللہ بن عباس قال حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال لی جبریل علی خیر البشر من ابی فقد کفر ۔	ابو وائل سے روایت کرتا ہے، وہ عبداللہ بن عباس سے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی فرمایا مجھے جبریل نے کہا علی افضل البشر ہے، جو انکار کرے، وہ کافر ہے۔

پہلی روایت میں ابن راوندی ایک زندیق شخص ہے، ایک دور میں ایک علاقہ میں روافض بہت زیادہ تھے، وہاں کا بادشاہ اور امرا رافضی تھے، امراء کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ابن راوندی نے تشیع کا لباس پہنا، اور ان کے مذہب میں کتابیں تالیف کیں۔

دوسری اور تیسری روایت میں مجہول اور ضعفاء راوی موجود ہیں، اور اس گمراہ فرقہ کے علماکو بھی اس کا اقرار ہے۔

(۴) رواہ سعید بن عبداللہ بن ابی خلف القمی فی النصاص عن ابی جعفر و محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی عبداللہ انھما قالا فی تفسیر قولہ تعالٰی و یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وھو خلق عظیم من جبریل و میکائیل لم یکن	سعید بن عبداللہ بن ابی خلف قمی "النصاص" میں ابو جعفر سے روایت کرتا ہے، اور محمد بن یعقوب کافی میں ابو عبداللہ سے دونوں آیت ویسئلونک عن الروح کی تفسیر میں کہتے ہیں روح جبریل و میکائیل سے عظیم مخلوق ہے گذشتہ میں سے کسی کے ساتھ نہ تھی، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ـلہ اصول کافی باب الروح التی یسدد اللہ بہا الائمۃ ص۱۳۱ ۔

مع احد ممن مضى غير محمد صلى الله عليه وسلم وهو مع الائمة يوفقهم ويسددهم۔	اور وہ ائمہ کے ساتھ بھی ہے، ان کو توفیق دیتی ہے، اور انہیں سیدھا رکھتی ہے،

اس روایت کی سند میں ہشام بن سالم ہے جو کہ مجسمہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس میں ابونصیر کذاب اور جھوٹا راوی بھی موجود ہے، ان کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔

اگر اس اثر کو صحیح فرض کر لیا جائے، تو دوسرے انبیاء کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری لازم آتی ہے، یا ان کی عصمت سے انکار لازم آتا ہے۔ اس طرح کہ اگر انبیاء عصمت میں روح کے محتاج نہیں تھے، تو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئے کہ تائید روح کے بغیر معصوم ہیں، اور اگر عصمت میں روح کے محتاج تھے، اور روح نے ان کی تقویت نہیں کی، تو ان کی عصمت مفقود ہو گئی، اور دونوں نتیجے کفر ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(۵) رواه ابن بابویه وغیره من الامامية عن ابی عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعلی یا علی ما عرف الله الا انا وانت ولا عرفنی الا الله وانت ولا عرفك الا الله وانا۔	امامیہ کے ابن بابویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، ابوعبداللہ نے بیان کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو کہا، اے علی اللہ کو تیرے اور میرے سوا کسی نہ پہچانا، اور مجھے نہیں پہچانا سوا تیرے اور اللہ کے اور تجھے نہیں پہچانا سوا میرے اور اللہ کے۔

ابن بابویہ کی بیان کردہ ایک اور روایت معراج جو کہ ابوذر سے مروی ہے اس روایت کے معارض ہے، ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

انه قال لما عرج بی الی السموٰت جاءتنی ملائکة کل سماء وسلموا علی وقالوا اذا رجعت الی الارض	آپ نے فرمایا مجھے آسمانوں پہ لیجایا گیا تو ہر آسمان کے فرشتے میرے پاس آئے، اور سلام کہا، اور کہا جب آپ زمین کی طرف مراجعت کریں تو علی کو ہماسے

فادعلیهما السلام واعلمهم شوقنا لہ قد طال فقلت لهم یا ملئکتہ ربی هل تعرفوننا حق معرفتنا قالوا لم لا نعرفك ۔

سلام پہنچا دیں، اور اسے ہمارے اشتیاق کی اطلاع دیں ایں نے کہا اے میرے رب کے فرشتو! تم نے ہمیں صحیح طور پر پہچانا ہے، فرشتوں نے کہا ہم آپ کو کیوں نہ پہچانیں ؟

(٦) رواہ ابوعبد اللہ محمد بن محمد النعمانی شیخ المرتضی و ابوجعفر الطوسی الملقب عندهم بالمفید عن محمد بن الحنفیۃ قال قال امیر المؤمنین سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا سید الانبیاء وانت سید الاصفیاء

ابوعبد اللہ محمد بن محمد نعمانی شیخ المرتضیٰ اور ابوجعفر طوسی ملقب بہ مفید محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا میں انبیاء کا سردار ہوں اور تو اصفیا کا۔

(٧) رواہ محمد بن الحسن الصفار عن محمد بن مسلم قال سمعت اباجعفر یقول ان اللہ اخذ میثاق النبیین بولایۃ علی ۔

محمد بن حسن، محمد بن مسلم سے روایت کرتا ہے کہا میں نے ابوجعفر سے سنا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے ولایت علی کا میثاق لیا۔

(٨) رواہ محمد بن بابویہ فی کتاب التوحید عن داؤد الرقی عن ابی عبد اللہ فی اثر طویل قال لما اراد اللہ ان یخلق ترہم بین یدیہ وقال من ربکم فکان اول من نطق بہ رسول اللہ وامیر المؤمنین والائمۃ فقالوا انت

محمد بن بابویہ "کتاب التوحید" میں داؤد رقی سے وہ ابوعبد اللہ سے ایک طویل اثر میں نقل کرتا ہے کہا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی اور فرمایا تمہارا رب کون ہے، سب سے پہلے رسول اللہ بولے اور امیر المؤمنین اور ائمہ انہوں نے کہا آپ ہمارے رب ہیں، ان کو

ربنا فحملهم العلم والدين ثم قال للملئكة هؤلاء حملة علمي وديني وامانتي من خلقي ثم قال بني آدم اقروا لله بالربوبية ولهؤلاء النفر بالطاعة فقالوا نعم ربنا اقررنا۔

ان کو علم و دین عطا فرمایا، اور فرشتوں سے کہا یہ میری مخلوق میں سے میرے علم، دین اور امانت کو اٹھانے والے ہیں پھر بنی آدم سے فرمایا اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرو، اور اس جماعت کی اطاعت کا اولاد آدم نے کہا، ہاں اے ہمارے رب ہم اقرار کرتے ہیں۔

(۹) وما رواه ايضا في خبر طويل عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم انه لما آسري به وكلمه ربه قال بعد كلام في علي انك رسول الى خلقي وان عليا وليي وامير المؤمنين اخذت ميثاق النبيين وملائكتي وجميع...

نیز ایک لمبی روایت ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار کرایا گیا، اور رب نے علی کے بارہ میں کلام کے بعد فرمایا، تو میری مخلوق کی طرف رسول ہے، اور علی میرا ولی ہے انبیاء، فرشتوں اور جمیع مخلوق سے اس کی ولایت کا عہد لے چکا ہوں۔

ابن بابویہ اور اس کے نیچے کے رواۃ کے احوال پہلے مذکور ہو چکے ہیں، ان آثار کی اسانید امامیہ کے اصول پر بھی قابل حجت نہیں ہیں۔

(۱۰) ذكر ابن بابويه في غير واحد من كتبه انه وجد بخط ابي محمد الحسن بن علي العسكري صورته اعوذ بالله من قوم حذفوا محكمات الكتاب ونسوا الله رب الارباب والنبي وساقي الكوثر في يوم الحساب ولظى

ابن بابویہ اپنی کئی ایک کتابوں میں ذکر کرتا ہے، کہ اس نے ابو محمد حسن بن علی عسکری، کے خط سے لکھا پایا، میں اس قوم سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں جنہوں نے محکمات کتاب کو حذف کر دیا، اللہ رب الارباب اور نبی ساقی کوثر کو بھلا دیا، اور یوم حساب یوم طامۃ کبریٰ اور

الطامة الكبرى ونعيم دار المتقين	یوم نعیم دار المتقین کو بھول چکے ہیں ۔
فنحن السنام الاعظم وفينا النبوة والولاية	ہم سنام اعظم ہیں، ہم میں نبوۃ اور
والكرم نحن منار الهدى والعروة	ولایت وکرم ہے، ہم ہدایت کے منار
الوثقى والانبياء كانوا يقتبسون	اورعروۃ وثقی ہیں، انبیاء ہمارے انوار
من انوارنا ويقتفون آثارنا	سے حاصل کرتے رہے، ہمارے آثار
وسيظهر حجة الله على الخلق	کے پیچھے چلتے رہے، مخلوق پر عنقریب
والسيف المسلول لاظهار	اللہ کی حجت اور حق کے اظہار کے لئے
الحق ۔	ننگی تلوار نمایاں ہو گی ۔

یہ ملعون ابن بابویہ کے اکاذیب اور جھوٹی بناوٹی روایات میں سے ایک اور روایت ہے :۔

(۱۱) رواہ ابن بابویہ عن	ابن بابویہ سماعۃ سے روایت
سماعة قال قال ابو الحسن اذا	کرتا ہے، کہ ابوالحسن نے کہا جب قیامت
كان يوم القيامة لم يبق ملك	کا دن ہوگا، کوئی مقرب فرشتہ، نبی
مقرب ولا نبي مرسل ولا	مرسل، اور مؤمن نہ ہوگا، مگر اس
مؤمن امتحن الله قلبه للايمان الا	دن محمد اور علی کا محتاج ہو گا ۔
وهو محتاج الى محمد وعلي في ذلك اليوم	

اس روایت میں سماعۃ فاسد المذہب ہے، باتفاق علماء اور ابن بابویہ کذاب اور دجال ہے ۔

(۱۲) رواہ محمد بن یعقوب	محمد بن یعقوب کلینی بروایت
الكليني عن ابي الصامت الحلوائي	ابوالصامت الحلوائی ابوجعفر سے نقل
عن ابي جعفر انه قال قال	کرتا ہے اس نے کہا کہ امیر المؤمنین نے
امير المؤمنين لا يتقدمني الا	کہا مجھ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا
احمد صلى الله عليه وسلم ۔	کوئی بھی آگے نہ ہے ۔

(۱۳) رواه الفضل بن شاذان في كتاب القائم عن صالح بن حمزة عن الحسن بن عبد الله عن ابي عبد الله قال قال امير المؤمنين على منبر الكوفة وما يتقدم مني الا احمد صلى الله عليه وسلم وان جميع الملئكة والرسل والروح خلفنا۔

فضل بن شاذان کتاب القائم میں روایت کرتا ہے، صالح بن حمزہ سے وہ حسن بن عبداللہ سے وہ ابو عبداللہ سے کہ امیر المومنین نے ممبر کوفہ پر کھڑے ہو کر کہا مجھ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی مقدم نہیں ہے، اور جمیع ملائکہ، رسل اور روح ہمارے پیچھے ہیں۔

(۱۴) رواه ابن بابويه في معاني الاخبار وغيره عن خالد بن يزيد عن امير المؤمنين انه قال انا يوم القيامة على الدرجة الرفيعة دون درجة النبي واما الرسل والانبياء فدوننا على المراقي۔

ابن بابویہ معانی الاخبار وغیرہ میں خالد بن یزید سے وہ امیر المومنین سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا میں قیامت کے دن نبی کے درجہ کے نیچے اونچے درجہ پر فائز ہوں گا باقی رسل اور انبیا مراتب میں ہمارے سے کم پر ہوں گے۔

(۱۵) روى في الامالي عن ابي عبد الله عن جده امير المومنين قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا علي انت اخي في الدنيا والآخرة وانت اقرب الخلائق الي يوم القيامة في الموقف بين يدي الجبار۔

امالی میں ابو عبداللہ سے وہ اپنے دادے امیر المومنین سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے علی تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے، اور جبار کے آگے موقف میں قیامت کے دن تو مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو گا۔

(۱۶) سادی سعد فی الاربعین عن ابی صالح عن سلمان الفارسی عن النبی صلی الله علیہ وسلم ان جبریل قال لہ اذا کان یوم القیامۃ نصب لك منبر علی یمین العرش وللنبیین عن یسار العرش وبین یدیہ وینصب لعلی کرسی الی جانبك اکراما۔

سعد اربعین میں روایت کرتا ہے ابوصالح سے وہ سلمان فارسی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جبریل نے آپ سے کہا قیامت کے دن عرش کے دائیں طرف آپ کے لئے ایک ممبر نصب کیا جائے گا، اور دوسرے انبیاء کے لئے بائیں طرف اور آگے۔ اور علی کے لئے اکراما آپ کی طرف کرسی رکھی جائے گی۔

اس قسم کی اور بھی روایات موضوعہ کثیرہ بیان کرتے ہیں، یہ جھوٹے آثار جن سے علیؓ کی انبیا علیہم السّلام پر برتری ثابت ہوتی ہے، اس گمراہ فرقہ کی دوسری مرویہ روایات کے معارض ومنافی ہیں، دیکھئے۔

کلینی وغیرہ ہشام احول سے روایت کرتے ہیں:۔

انہ قال سألت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب عن الافضل قال الانبیاء افضل۔

کہ میں نے زید بن علی بن حسین بن علی سے پوچھا افضل کون ہے، کہا انبیاء افضل ہیں۔

ابن بابویہ صادقؓ سے ایک روایت بیان کرتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام خدا تعالیٰ کے نزدیک علی سے زیادہ محبوب ودرپیارے ہیں۔

محمد بن بابویہ امالی میں ایک طویل حدیث (فاطمہؓ کا نکاح علیؓ کے ساتھ) بروایت صادق وہ اپنے آباء سے وہ علیؓ سے روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں رہنے

لہ یہ اور مذکورہ روایات جھوٹ ہیں انکے متون ہی ان کے کذب ہونے کی شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے افضل انبیاء اور رسل علیہم السلام کو قرار دیا ہے، ارشاد ہے تلك الرسل فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات (البقرۃ ۲۵۳) اگر پیغمبران خدا سے علی اور شیعہ کے ائمہ افضل تھے تو پہلے ان کا بیان ہونا چاہیے تھا، اسی قسم کی روایات کے بارہ میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ان کل من لہ معرفۃ بالحدیث لیشہد ان ہذہ الاحادیث کذب مفتراۃ انتہیٰ۔

والے فرشتوں اور ارواح انبیاء سے فرمایا کہ آگاہ رہو میں ایک عورت کا نکاح کر رہا ہوں جو مجھے بہت محبوب ہے، ایک ایسے مرد کے ساتھ جو انبیاء کے بعد مجھے پیارا ہے۔"

یہ روایت سابقہ عمومی دعادی۔ کے خلاف ہے، سچ ہے دروغ گو رے را حافظہ نباشد

دلائل مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ گم کردہ راہ لوگ علیؓ اور دوسرے ائمہ میں نبوت کا معنیٰ ثابت کرتے ہیں، بلکہ انبیاء سے بھی علیؓ وغیرہ کو افضل جانتے ہیں، اگرچہ ان کے لئے لفظ نبوت کا اطلاق نہیں کرتے، اس لئے ہم نے کہا یہ گروہ منکر ختم نبوت ہے۔ نعوذ باللہ من کفرھم وخرافاتھم۔

ختم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم | حق یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، کوئی بھی آپ کے وقت میں آپ کی نبوت میں شریک نہ تھا، نہ آپ کے بعد آج تک کوئی نبی ہوا۔ نہ آئندہ ہوگا۔

اگر علیؓ یا ائمہ معصوم ہوتے، ان کی طرف وحی کی جاتی، اللہ کے حکم سے بالاصالۃ بغیر نیابت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطاع ہوتے، تو حق تعالیٰ اس کی تصریح قرآن پاک میں فرما دیتے، اگر کوئی دعوی کرے کہ قرآن پاک میں آیات تھیں جنہیں صحابہؓ نے حذف کر دیا، تو یہ دعوی باطل ہے اس کی مفصل تردید پہلے بیان ہو چکی ہے، اگر علیؓ یا ائمہ کی طرف اللہ کی وحی ہوئی تھی تو انہوں نے امت کیطرف تبلیغ احکام میں بقول شیعہ دشمنوں سے ڈر کر تقیہ کیوں کیا؟ تبلیغ دین میں یہ کمی کیوں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (المائدہ ۶۷)	اے رسول آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو اتارا گیا اسے پہنچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کو نہ پہنچایا خدا لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔

نیز فرماتا ہے:۔

یبلغون رسلٰت اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا،	وہ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اللہ کے سوا کسی سے

الا اللہ (الاحزاب ۳۹) نہیں ڈرتے۔

نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال اپنی قوم میں تبلیغ احکام کا فریضہ سرانجام دیا، اذیتیں برداشت کیں، لوگوں نے ساتھ نہ دیا، مگر پھر بھی دعوۃ میں قصور نہ فرمایا، اور کسی سے نہ ڈرے اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی تبلیغی کیفیات کو حکایۃً نقل فرماتے ہیں۔

رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا ثم انی دعوتہم جہارا ثم انی اعلنت لہم واسررت لہم اسرارا۔ (نوح ۵۔۷۔۸۔۹)

اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا، پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا، پھر علانیہ دعوت دی، اور پوشیدہ۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں نے فرعون کو باوجود اس کے بادشاہی سطوت اور دبدبہ کے پیغام خدا پہنچایا، اس سے خائف نہ ہوئے، اس حد تک فرمادیا۔

انی لاظنک یا فرعون مثبورا (بنی اسرائیل ۱۰۲)

اے فرعون میں یقین کرتا ہوں کہ تو برباد ہونے والا ہے۔

انسانی فطرت کی بناء پر کچھ خوف محسوس ہوا تو بارگاہ رب الصمد سے ارشاد ہوا۔

لا تخافا اننی معکما اسمع و اری۔ (طٰہٰ ۴۶)

نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سن رہا ہوں، اور دیکھتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس حال میں کہ آپ اکیلے تھے، ابوبکرؓ اور چند ایک دوسرے ساتھیوں کے بغیر آپ کے ساتھ کوئی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

قم فانذر۔ (المدثر ۲)

اٹھ اور ڈرا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا تکالیف کا سامنا کرنا پڑا کہ آپ نے فرمایا۔

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت۔

جتنا مجھے ستایا گیا کسی نبی کو نہیں ستایا گیا۔

بالآخر آپ نے ہجرت فرمائی اپنا وطن چھوڑ دیا، مگر تقیہ کرکے نبوت کو نہ چھپایا۔
علیؓ بن ابی طالب صغر سنی کے باوجود اپنے والد ابوطالب اور کفار قریش سے نہ ڈرے

اور اسلام قبول کیا، اگر علیؓ آپ کے ساتھ شریک نبوت ہوتے یا ان کی طرف وحی کی جاتی تو دعوۃ میں کیوں اخفا فرماتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ آپ کے رفیق تھے، دن بدن دین اسلام نے ترقی کی، عرب قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی علیؓ کے ساتھ (ان کے دور میں) افواج نے مساعدت کی واقعہ جمل و صفین میں جان کی بازی لگادی، انہیں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، اگر فی الواقع اخفا کیا ہے، تو حجۃ الٰہی ان پر قائم ہو گئی، فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ الایتہ المائدۃ ۶۷۔ مخلوق پر کوئی حجت قائم نہ ہوئی، کیونکہ پیغمبر پر یا اس شخص پر جو پیغمبر کی طرح ہو، ایمان لانا تب ضروری ہوگا جب لوگوں کو پتہ چلے، یہی وجہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والے انسان پر جس تک کسی رسول خدا کا پیغام نہیں پہنچا ایمان لانا ضروری نہیں ہے، ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی،

علیؓ نے اس "مفروضہ مشن" کی دعوت دی ہوتی تو ہم تک اس کی خبر تواتراً پہنچتی جس طرح کہ تواتراً یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے دعویٰ نبوت فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر معجزات سرزد ہوئے، آپ نے اللہ کا کلام پڑھا، بڑے بڑے فصیح اس کے معارضہ سے عاجز آئے، اور جس طرح کہ یہ تواتر ثابت ہے کہ ابوبکرؓ نے ابتداءِ اسلام سے ایمان قبول کیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات سرانجام دیں، وفات تک آپ کی رضا ان سے ظاہر ہوتی رہی علیؓ نے بچپن سے ایمان قبول کیا، وہ آپ کے عم زادہ تھے آپ کی دختر ان کے گھر تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات کیں، اور موت تک رضا پیغمبر ظاہر ہوتی رہی، عقلاً اور شرعاً جس واقعہ میں تواتر ہونا چاہیئے تھا، تواتر کا فقدان اس واقعہ کے جھوٹ اور کذب کی دلیل قطعی ہے، مثلاً ایک آدمی کہتا ہے، آج سورج گہن ہوا، مگر یہ خبر متواتر نہ ہوئی، دو، یا دس آدمی ہی کہیں اور دوسرے تکذیب کریں، یقیناً وہ خبر جھوٹ ہوگی، ہماری اس تحقیق سے عصمت فاطمہ یا اس طرح کی اور باتیں باطل ثابت ہوئیں، اور ختم نبوت سرور پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم ثابت شد۔

عصمت انبیاءؑ اور امامیہ: اللہ کے نبی اور رسول کفر سے معصوم ہوتے ہیں، وحی

ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، اور نبوت سے پہلے اعتقادات صحیح کے حامل ہوتے ہیں۔

امامیہ کہتے ہیں بعض رسول نبوت سے پہلے اور بعد ازاں ان اعتقادات سے واقف نہ تھے، جن کا ماننا ضروری اور فرض ہے،

محمد بن بابویہ قمی "عیون اخبار رضا" اور "کتاب التوحید" میں علیؑ بن موسے الرضا سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ علی بن ابی طالب سے۔

اور محمد بن یعقوب کلینی "کافی" میں ابو جعفرؓ سے روایت کرتا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا، اور کہا اے میرے پروردگار تو دور ہے؟ کہ میں بلند آواز سے پکاروں یا قریب! کہ آہستہ بولوں۔

کلینی نے ابو عبداللہ سے روایت کی کہ یونس علیہ السلام نے سجدہ میں کہا اے اللہ کیا آپ مجھے عذاب دیں گے، میں نے اپنا چہرہ خاک آلود کر لیا ہے، کیا آپ مجھے عذاب کریں گے میں نے خود کو تیرے لئے پیاسا رکھا، کیا آپ مجھے عذاب میں مبتلا کریں گے؟ میں آپ کے لئے اپنی رات بیدار کر چکا ہوں، کیا آپ مجھے عذاب میں مبتلا کریں گے؟ میں آپ کے لئے خود کو گناہوں سے باز رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ سر اٹھاؤ، میں تجھے عذاب میں مبتلا نہ کروں گا، یونس علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ نے فرمایا عذاب نہ کروں گا، اگر آپ نے عذاب میں مبتلا کر دیا، تو کیا ہوگا؟ آپ میرے پروردگار ہیں، وعدہ بھی آپ فرما رہے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے وحی کی سر اٹھاؤ میں عذاب نہیں کروں گا، میں جو وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں،

یہ تمام آثار موضوع ہیں۔

انبیاء معصوم ہیں، کبائر و صغائر عمداً یا خطاءً ہر طرح کے جرائم سے انبیاء کی عصمت مشائخ حنفیہ، ابو اسحٰق اسفرائنی، ابو الفتح سبکی، قاضی عیاضؒ، اور مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک متحقق ہے۔

مالکیوں میں سے ایک گروہ کہتا ہے، وحی سے پہلے بعض اوقات صغیرہ کا صادر ہو جانا جائز ہے،

امامیہ میں سے یعفوریہ گروہ کہتا ہے کہ بعض رسول بعثت کے بعد بھی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں کہ اس حالت میں موت موجب ہلاکت بن سکتی ہے۔

کلینی کافی میں ابو یعفور سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا میں نے ابو عبداللہ کو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے سنا۔

رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا ولا اقل من ذالک۔	اے رب مجھے آنکھ جھپکنے کے قدر بھی میرے سپرد نہ کر، اور نہ اس سے بھی کم وقت میں۔

اس کے بعد ابو عبداللہ نے میری طرف توجہ کی، اور کہا اے ابو یعفور یونس بن متی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لحظہ کے لئے چھوڑ دیا تھا، اس نے اس وقت گناہ کیا، میں نے کہا کہ اس گناہ سے وہ کفر تک پہنچے، فرمایا نہ البتہ اس حالت میں موت ہلاکت کا موجب تھی۔

نیز امامیہ کہتے ہیں، اخذ میثاق کے وقت آدم علیہ السّلام نے اقرار نہیں کیا تھا۔ (خدا تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے، ایک پیغمبر کو کفر کی نسبت دے کر خود برباد ہو گئے) محمد بن حسن صفار نے ابو جعفر سے میثاق کی خبر بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت پیدا فرمائی، آدم اور اس کی اولاد سے فرمایا۔ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اور یہ کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور علی امیر المؤمنین ہے، اور اس کے وصی اس کے بعد والیان امر ہونگے میں اپنے دشمنوں سے مہدی کے ہاتھ سے انتقام لوں گا، اور طوعا کرہا میری عبادت کی جائے گی، اولاد آدم نے کہا ہم ان چیزوں کا اقرار کرتے ہیں، اور اس پر شاہد ہیں، آدم علیہ السلام نے اقرار نہ کیا، اور نہ ہی اس کی نیت اقرار کرنے کی تھی۔

نیز امامیہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے میثاق پہ قائم نہ رہے، اور جو ان سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا اسے ترک کر دیا۔

اعرج صفار آیت۔

ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ ۱۱۵)	ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا، وہ بھول گیا، اور ہم نے اس میں پختگی نہ پائی

کی تفسیر میں کہتا ہے، آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد ائمہ کے حق میں عہد لیا تھا پس آدم علیہ السلام نے اس عہد کو ترک کر دیا، اور انہیں اس بات کا کہ محمد اور ائمہ ایسے ہیں، یقین و عزم نہیں تھا۔

امامیہ کے ہاں ہے یہ اثر فروع کے حکم میں ہے، مگر درحقیقت یہ موضوع ہے، صفار اپنے دادا فروخ مولیٰ موسیٰ بن عیسیٰ اشعری کے مذہب پر تھا، یعنی کافر تشیع کے پردہ میں آیا، اور ائمہ کی طرف جھوٹی بناوٹی باتیں منسوب کیں، جو کہ موجب قدح تھیں، حالانکہ ائمہ کا دامن ان سے پاک تھا۔

ذمیہ[1] کہتے ہیں کہ خدا علی تھا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا کہ آپ لوگوں کو اس کی طرف لائیں، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی دعوت شروع کر دی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

امامیہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے امر کی مخالفت کی غدیر خم کے موقعہ پر دوبارہ وحی آئی، کہ علی کو خلیفہ بنائیں، صحابہ کے ڈر سے وحی کو رد کر دیا، اور استعفا دے دیا، تیسری بار جب عتاب نازل ہوا اس وقت قبول کیا۔

ان کا شیخ محمد بن النعمان "روضہ" وغیرہ میں روایت کرتا ہے، کہ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا حجۃ الوداع سے فارغ ہونے اور مدینہ کی طرف متوجہ ہونے کے بعد، جبریل نے کہا اے رسولِ خدا میرا پروردگار تجھے سلام کہتا ہے، اور حکم دیتا ہے کہ علی کو امامت پر قائم کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بھائی جبریل خدا تعالیٰ میرے دوستوں کے علیؓ کے ساتھ بغض کو جانتا ہے، میں اپنے اصحاب سے ڈرتا ہوں کہیں وہ میری ایذا رسانی پر اتفاق نہ کر لیں، میرے لئے پروردگار سے استعفا لو، جبریل پروردگار کے پاس گیا، اور پیغمبر کا جواب پیش کیا، حق تعالیٰ نے جبریل کو پھر بھیجا، اور وہی پہلا حکم دیا، پیغمبر نے پھر پہلے کی طرح استعفا دیا۔ پھر جبریل خدا کے پاس گیا، اور دوبارہ جواب دیا، پس حق تعالیٰ نے جبریل کو عتاب کے ساتھ بھیجا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] امامیہ کا ایک فرقہ

یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس۔ (المائدہ ۶۷)	اے رسول جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے، اسے پہنچاؤ، اگر تو نے ایسا نہ کیا، تو ہماری رسالت نہ پہنچائی، اللہ لوگوں سے تجھے بچائے گا،

جب تیسری بار جبریل علیہ السّلام یہ آیت لائے، تو پیغمبر نے کہا چونکہ میری نگہبانی کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے لے لی ہے، اس لئے اب میں تبلیغ کروں گا، مکہ مدینہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر اونٹوں کے کجاوے جمع کئے، ایک دوسرے پر رکھ کر ان کا منبر بنایا اور کہا، اے لوگو علی امیر المؤمنین اور رب العالمین کا خلیفہ ہے، میرے بعد کوئی شخص علی کے سوا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ۔	جس کا میں مولیٰ ہوں، علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ جو اس سے دوستی کرے اسے دوست بنا، اور جو اس سے دشمنی کرے اس کو دشمن بنا۔

علی بن جعفرؒ محمد باقرؒ سے اسی طرح روایت کرتا ہے۔
کلینیؒ نے بھی کافی میں اس کے بعض حصص روایت کئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے، کیا قبائح اور شنائع انبیاء کی طرف منسوب کئے ہیں؟
حق تعالیٰ تو انبیاء کی تعریف میں فرماتا ہے۔

یبلغون رسٰلٰت الله ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله۔ (الاحزاب ۳۹)	اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرور پیغمبراں کے بارہ میں بکتے ہیں کہ اصحاب کے خوف سے

[1] دیکھیے اصول کافی باب النص اللہ ورسولہ علی الائمۃ واحداً فواحداً ص۱۷۲۔

تبلیغ نہ کی، اور دوبار وحی رد فرمائی، اسلام کے ابتدائی دور میں کفار کے غلبہ کے باوجود تبلیغ نہ چھوڑی دین جب مکمل ہو گیا، اور نعمت الٰہی تمام ہو لی، اس وقت صحابہؓ کے خوف سے تبلیغ نہ کی؛ (کیا غلط اندازِ سوچ ہے!) سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے دلوں میں سے ایک دوسرے کی کدورت نکالی اور ان میں اتفاق پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ اس منت اور احسان کا اظہار فرماتا ہے:۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔	اللہ کی نعمت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں کو متحد کیا، اور اس کا احسان ہے کہ تم بھائی بھائی ہو گئے ہو۔
(آل عمران ۱۰۳)	

نیز فرماتا ہے:۔

والف بین قلوبہم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔	اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو متفق کیا ہے، اگر تم زمین کی سب چیزیں خرچ کر دو تو بھی ان کے دلوں میں اتحاد پیدا نہ کر سکتے، مگر اللہ نے ان کو متحد کر دیا ہے،
(الانفال ۶۳)	

یہ حضرات صحابہؓ کا علیؓ کے ساتھ بغض ثابت کرتے ہیں، حالانکہ جمیع صحابہ باہم شیر و شکر تھے، یہ گمراہ کیسے جاہل اور احمق ہیں۔

ابن مطہر حلی کہتا ہے:۔

الجبان لا یستحق الامامۃ۔	بزدل امامت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ گروہ تبلیغ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خوف کی نسبت کرتا ہے، جو کہ بزدلی کی وجہ سے ہوتا ہے، حالانکہ ان کے ہاں بزدل امامت کا مستحق نہیں ہے، تو نبوت کا مستحق کہاں ہوگا؟ گویا کہ انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا، حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی غیر خدا سے خائف نہیں ہوئے۔

ایک سوال اور جواب | اگر کہا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ڈر سے غار میں

رہے۔ تو جواب یہ ہے کہ آپ خوف کی وجہ سے غار میں نہیں رہے، بلکہ اللہ کے حکم سے حکمت کی بناء پر اس میں رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر کو لا تحزن ان اللہ معنا، فرمانا اس کی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنا امر پورا کرتا ہے، تو دشمنوں کا خوف کیوں کرتے؟

دلائل عصمت انبیاء ہمارے نزدیک روافض کی انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت کفر ہے، حق یہ ہے کہ اللہ کے نبی کفر اور معاصی سے مطلقاً معصوم ہوتے ہیں، (۱) ارشاد ربانی ہے۔

لا ینال عہدی الظالمین (البقرۃ ۱۲۴) یعنی میرا عہدِ نبوت ظالموں کو نہیں ملے گا، اور گناہ گار ظالم ہے۔

۲:۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارہ میں فرمایا ہے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔ (التحریم ۶)	اللہ انہیں حکم کرتا ہے نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم دیئے جاتے ہیں، کرتے ہیں۔

اس آیت سے فرشتوں کی عصمت ثابت ہوتی ہے، اور انبیاء باتفاق فرشتوں سے افضل ہیں۔ تو وہ یقیناً معصوم ہوئے۔

۳:۔ رسولوں کو اس لئے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے کہ وہ خدا کا پیغام بندوں تک پہنچائیں، اور بندے ان کی اتباع اور تقلید کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ (الحشر ۷)	رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔

اگر انبیاء سے معصیت کا سرزد ہونا جائز ہے تو یہ قابل اتباع نہیں ہیں، اور ان کی بیان کردہ باتیں، اور احکام قابل اعتماد و وثوق نہ رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان جاءکم فاسق بنبا	یعنی فاسق کی خبر کی تحقیق کرو، تب تک

عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۴۔ خبر واحد مفید علم یقین نہیں ہے، کیونکہ احتمال کذب وخطا موجود ہے۔ اگر انبیاء کو معصوم نہ مانا جائے، ان کی اخبار بھی دوسری آحاد کی طرح غیر مفید علم بن جائیں گی۔ عصمت کے سبب سے ہی کذب اور خطا کا احتمال انبیاء کے کلام سے دور ہو سکتا ہے، اور انبیاء کی احادیث علم یقین کی موجب بن سکتی ہیں، ان کو معصوم نہ ماننے کی صورت میں ان کی احادیث واخبار نہ تو موجب علم ہیں، اور نہ ہی مخلوق پر حق تعالیٰ کی حجت ہی قائم ہوتی ہے، روافض جو روایات انبیاء کے عصیان کے بارہ میں پیش کرتے ہیں، موضوع ہیں، اور بناوٹی۔

یونس اور ابراہیم کی طرف منسوب گناہ کی نفی یونس علیہ السلام نے کوئی گناہ نہیں کیا، یہ جو قرآن پاک میں ہے، (وذالنون اذ ذھب مغاضبا (الانبیاء ۸۷)) یعنی مچھلی والے کا ذکر کر جب کہ وہ ناراض ہو کر گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے ایک ایسی قوم پر ناراض ہوئے، جنہوں نے کفران باللہ کیا تھا اس کا سینہ تنگ ہوا اور ان میں سے نکل کھڑا ہوا جبکہ انہیں اللہ کی طرف سے ابھی وحی نہیں آئی تھی، ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائیں گے۔ (ان لن نقدر علیہ کا ترجمہ جو ہم نے "ہم تنگی نہیں فرمائیں گے" کیا ہے صحیح ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے، (یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر") (الشوریٰ ۱۲)

تاریکیوں میں یونس پکارے، اے اللہ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں آپ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں واقعی خود پر زیادتی کر چکا ہوں، انتہائی تضرع اور عاجزی کے طور پر انہوں نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ قوم میں سے وحی آنے سے پہلے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

انبیاء جھوٹ بولنے سے معصوم ہیں، اس لئے کہ اخبار میں کذب بیانی دوسرے جرائم سے بدتر ہے، اور کبیرہ گناہ ہے، اگر انبیاء سے جھوٹ سرزد ہو سکتا تو ان کی بیان کردہ خبروں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

امامیہ کہتے ہیں انبیاء تقیہ کر کے جھوٹ بولتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے، دیکھئے ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کی وجہ سے انی سقیم کہا حالانکہ یہ واقعۃً جھوٹ تھا۔

یہ بات بالکل غلط ہے، اسی طرح حدیث میں جو آتا ہے،

انہ لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات۔ — ابراہیم علیہ السلام نے تین کذبات بولے۔

سامعین کے فہم کے اعتبار سے تو کذب ہے، درحقیقت بات جھوٹ نہیں تھی، بلکہ یہ کلام تعریضات کے قبیل سے تھا۔

اخلاق رذیلہ سے انبیاء پاک ہیں،	انبیاء علیہم السلام کی فطرت اخلاق مذمومہ سے پاک اور منزہ ہوتی ہے، مثلاً خود پسندی، حسد، بغض، اور بزدلی وغیرہ وغیرہ سے۔

کیونکہ یہ دل کے گناہ شمار ہوتے ہیں، اور معاصی قلب ظاہری اعضا کے گناہوں سے زیادہ شدید ہوتے ہیں، جبکہ شیطان کو انبیاء پر کوئی دسترس حاصل نہیں ہے، نتیجہ واضح ہے، قرآن پاک میں ہے۔

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان (الاسراء ۶۵) — بے شک میرے بندوں پر تجھے قدرت حاصل نہیں ہے۔

امامیہ گروہ علیہم ماعلیہم بعض پیغمبروں کے حق میں عجب، حسد اور تسلط[۲] شیطان کے قائل ہیں، محمد بن بابویہ قمی "عیون اخبار رضا و معانی اخبار" میں علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتا ہے۔

کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنا کر اعزاز بخشا تو آدم علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا میں سب مخلوق سے افضل و برتر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم ساق عرش کی طرف سر اٹھاؤ، انہوں نے سر اٹھایا وہاں یہ لکھا پایا۔

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۴۷۳ - الخیر الجاری شرح صحیح بخاری میں ہے، انہ کذب الی فہم السامعین اما فی نفس الامر فلا۔ (حاشیہ صحیح بخاری) یعنی سامعین کے اعتبار سے تو کذب ہے مگر یہ بات خلاف واقع نہیں تھی، انتہی۔
امام ابن تیمیہ نے معارج الوصول میں لکھا ہے کہ اس جگہ کذب بمعنی تعریض کے ہے۔

[۲] اصول کافی ص ۵۰۶ باب فیما اعطی اللہ عزوجل آدم وقت التوبۃ میں ہے، عن ابی جعفر قال ان آدم قال یارب سلطت علی الشیطان واجریتہ منی مجری الدم الخ۔ یعنی اے اللہ تو نے شیطان کو مجھ پہ مسلط کر دیا ہے، اور اسے میرے خون کی جگہ دوڑا دیا ہے، انتہی۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں، علی اللہ کے ولی اور ایمان والوں کے امیر ہیں۔ اور اس کی بیوی فاطمہ جہان کی عورتوں کی سردار ہے، اور حسن وحسین بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار یہ کون لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری اولاد سے ہیں، اور تجھ سے اور میری تمام مخلوق سے بہتر ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ بہشت ودوزخ کو، اور نہ آسمان وزمین کو، ڈر کر رہنا انہیں حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا ورنہ میں تجھے اپنی جوار سے نکال دوں گا، آدم علیہ السلام نے حسد سے ان کو دیکھا، اور پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس پر مسلّط فرمادیا، اور آدم نے ممنوع پودہ سے کھایا۔

نیز ابن بابویہ عیون الاخبار میں مفضل بن عمر سے وہ ابو عبداللہ سے روایت کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو بہشت میں سکونت دی، اور فرمایا یہاں جہاں سے چاہو کھاؤ، اس پودہ کے قریب نہ جانا، ورنہ ظالموں سے ہوجاؤ گے، آدم نے محمد، علی، فاطمہ حسن، وحسین، اور ان کے بعد کے ائمہ کے مرتبہ کو دیکھا اور انہیں افضل منازل بہشت میں پایا، تو آدم اور ان کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار یہ مرتبہ کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ساق عرش کی طرف سر اٹھاؤ۔ پس انہوں نے سر اٹھایا، ساق عرش پر یہ نام۔ محمد، علی، فاطمہ حسن، حسین اور اماموں کے نام نور جبار سے تحریر شدہ تھے، آدم اور ان کی بیوی نے فرمایا اے پروردگار یہ مرتبہ کتنا اونچا ہے؟ اور یہ لوگ تجھے کتنے پیارے ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا، اگر یہ نہ ہوتے، میں تجھے پیدا نہ کرتا، یہ میرے علم کے خزانہ بردار ہیں، اور میرے رازوں کے امین۔ ان کی طرف حسد کی نظر سے نہ دیکھنا، اور ان کے مرتبہ کی آرزو نہ کرنا، ورنہ تم میری نافرمانی میں آجاؤ گے، اور ظالموں سے ہوجاؤ گے، شیطان نے وسوسہ ڈالا اور فریب دیا۔ اور انہوں نے ان

کے منزلت کی تمنا کی، اور حاسدانہ نگاہ سے دیکھا اُن کو خوار کیا، اور زمین کی طرف پھینکا، خدا تعالیٰ اس قسم کے کفریہ آثار وضع کرنے والوں پر لعنت فرمائے۔

سہو اور غلط فہمی سے انبیاء کا معصوم ہونا اور امامیہ موقف جن امور کا تعلق تبلیغ رسالت سے ہے، ان میں سہو اور غلط فہمی سے انبیاء معصوم ہیں، ہاں جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ فرمادیں اسے فراموش کرا دیتے ہیں۔

ارشاد ہے:۔

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا (البقرۃ ۱۰۶)	ہم جو آیت منسوخ کردیں، یا بھلادیں اس سے بہتر لاتے ہیں یا اسی طرح کی۔

نیز فرمایا:۔

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ یعنی ما شاء اللہ نسخہ (الاعلیٰ ۶-۷)	ہم آپ کو پڑھائیں گے، آپ نہ بھولیں گے، مگر جو چاہے، یعنی جسے اللہ منسوخ کرنا چاہے۔

نیز فرمایا:۔

ثم ان علینا بیانہ (القیامۃ ۱۹)	پھر اس کا بیان کرنا ہم پر ہے۔

اس لئے کہ اگر فراموشی یا غلطی کا احتمال موجود ہو تو ان کے بیان کردہ احکام سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

بشریت انبیاء اللہ کے رسول عامہ متکلمین کے نزدیک احوال دنیا، احوال النفس، اذکار قلوب میں باقی انسانوں کی طرح ہیں، صوفیا فرماتے ہیں، نسیان ذکر الٰہی سے معصوم ہیں، خطابیہ اور معمریہ کہتے ہیں، کہ سہو سے معصوم نہیں ہیں۔

معراج بجسمہ الشریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور اس سے اوپر حالت بیداری میں تشریف لے گئے، مگر معمریہ اور اسمٰعیلیہ اور ذمیہ معراج کے منکر ہیں۔

آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ، اور حدیث متواتر ان کی مکذب ہے، آسمانوں

کا معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، اور عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا ان کی توفی کے حکم میں ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں،۔

اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ (آل عمران ۵۵)	جب اللہ نے کہا اے عیسٰی میں تجھے لیتا ہوں، اور اپنے پاس اٹھاتا ہوں، اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا، اور تیرے تابع داروں کو کفر کرنے والوں سے اوپر کروں گا قیامت کے دن تک۔

دین عیسوی منسوخ ہونے سے پہلے عیسٰی علیہ السلام کے متبع نصاریٰ تھے، اور اس وقت اہل سنت وجماعت ہیں، تاکہ حق تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہ قرار دیا جائے،

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (الانعام ۱۱۷)	میں نے ان کو وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا، یہ کہ اللہ کی عبادت کرو، جو کہ میرا اور تمہارا رب ہے، میں گواہ تھا جب تک ان میں رہا، جب آپ نے مجھے لے لیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے۔

منصوریہ کہتے ہیں کہ ابو منصور عجلی کو بھی معراج آسمانی ہوا ہے، اور وہ خدا سے ہم کلام ہوا۔

جو رسول نے دیکھا علی نے بھی دیکھا، امامیہ موقف

قرآن تو فرماتا ہے،۔ لقد رای من آیات ربہ الکبری النجم ۱۸۔ یعنی یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں، مگر امامیہ کہتے ہیں، جو کچھ محمد نے دیکھا ہے، علی نے بھی دیکھا۔

ابن بابویہ نے کتاب المعراج میں ایک لمبی روایت بیان کی ہے، لکھتا ہے،۔

علیؓ شب معراج میں زمین پر تھے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ آسمانوں پر دیکھا

علیؓ زمین پر سے ہی دیکھتے رہے۔"

اس سے علی کی باریک بینی نبی سے زیادہ معلوم ہوتی ہے کبھی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو آسمانوں پہ دیکھا جبکہ وہ ایک مادہ بہشتی اونٹنی پر سوار تھے، ان کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا اور اس کے ارد گرد شیعانِ علی تھے۔ یہ روایت پہلی روایت کے متعارض ہے، اور ان کی عام روایات باہم متناقض و متعارض ہیں۔

نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا چاہیئے اس بارہ میں مبتدعین کا موقف

نصوص میں جو امور وارد ہوئے ہیں، سب ظاہر پہ محمول ہیں، الا یہ کہ تواتر کے ذریعہ اس کا خلاف ظاہر ہونا ثابت ہو جائے،

اسمٰعیلیہ، منصوریہ، خطابیہ، معمریہ، باطنیہ، قرامطیہ اور ذرامیہ کہتے ہیں، کتاب و سنت میں جو امور مثل وضو، تیمم، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بہشت، دوزخ، قیامت وغیرہ وغیرہ وارد ہوئے ہیں، ظاہر پہ محمول نہیں ہیں، ان سب کی تاویل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ احکام کے بارہ میں مبتدعین کا موقف

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شرعاً نسخ احکام جائز نہیں ہے، مگر معمریہ کہتے ہیں، احکام نبی کے ذمہ مفوض تھے، ابو الخطاب کے بعد جب معمر صاحب نبی ہوئے احکام و فرائض اور دیگر تکالیف سب ساقط ہو گئے ہیں، اور محرمات کو بھی حلال کرتے ہیں۔

منصوریہ تکلیف احکام شرعی کے سقوط کے قائل ہیں، اور بہشت کی تاویل کرتے ہیں۔

حمیریہ کہتے ہیں، امور شرع پانچویں صدی کے امام وحجت حسن بن ہادی کے سپرد تھے، اس نے شرعی تکلیفات کو ساقط کر دیا۔

امامیہ کہتے ہیں، بعض قرآنی احکام کو امام وقت منسوخ کر سکتا ہے۔

محمد بن بابویہ قمی ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اجسادِ آدمیان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آدمیان ارواح میں برادر پیدا کئے، اگر کھڑا ہوتا تو برادر کھڑے ہوتے۔ اہل بیت کو ان کا وارث بنایا، کیونکہ ازل سے حق تعالیٰ نے ان کو برادر بنایا تھا جبکہ ولادت کے ذریعہ ان کا کوئی وارث نہ بنایا۔

کسی کو تکلیف مالایطاق نہیں دی گئی | جس کام کی انسانوں کو طاقت و وسعت حاصل نہ ہے، اس کی تکلیف نہیں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا البقرۃ ۲۸۶۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ایمان کیا ہے؟ | اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کی فرضیت کے ادراک کے لئے عقل کافی ہے، ایمان تصدیق قلب یا انقیاد و اقرار کو کہتے ہیں، انقیاد اور اقرار کے بغیر تصدیق غیر مفید ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا۔ (النمل ۱۴) — انہوں نے ظلم و علو کر کے اس کا انکار کیا، جب کہ دل میں یہ اس کا یقین رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم (البقرۃ ۱۴۶) — اسے ایسے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

اخرس اور مکرہ پر سے اقرار ساقط ہو جاتا ہے، تصدیق قلب ساقط نہیں ہوتی ہے۔

اعمال داخل ایمان نہیں ہیں | اعمال[1] ایمان کا جزو نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الذین امنوا وعملوا الصلحٰت (الرعد ۲۹) — جو ایمان لائے، اور صالح عمل کئے

ایمان پر عمل صالح کا عطف مغایرت کی دلیل ہے۔

ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے | حنفیہ فرماتے ہیں ایمان زیادۃ و نقصان قبول نہیں کرتا، اس لئے کہ تصدیق کے بغیر ایمان نہیں اور تصدیق علم الیقین کو کہتے ہیں، اس میں زیادۃ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

جن نصوص میں زیادۃ ایمان کی تصریح ہے وہاں مجاز ہے، یعنی کثرت اعمال کی وجہ سے اوصاف کا زیادہ ہونا۔

---

[1] صحیح بات یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں، جیسا کہ حدیث صحیح مرفوع میں ہے، الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق صحیح مسلم جلد ا ص ۴۷۔ یعنی ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ایمان کی اعلیٰ شاخ لا الہ الا اللہ ہے، اور ادنیٰ راستہ سے ایذا دینے والی چیزیں ہٹا دینا۔

تامل کرنے والے پر مخفی نہ ہے کہ تصدیق نفسانی کیفیات سے ہے کیفیات زیادۃ ونقصان سے متصف نہیں ہوتیں، زیادت ونقصان تو کم کے اوصاف ہیں، تصدیق کا زیادۃ ونقصان سے متصف ہونا مجازاً ہے، یعنی اس اعتبار سے کہ عمل کی وجہ سے بعض اوصاف کا انضمام ہو گیا ہے۔

مگر حق یہ[1] ہے کہ نفس تصدیق زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کے بعد رؤیت حسی سے یقین زیادہ ہوجاتا ہے اسی لئے ابراہیم علیہ السلام نے روایت بصری کا مطالبہ فرمایا اور اس زیادت کو اطمینان قلب سے تعبیر فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی (البقرۃ ۔ ۲۶۰) — کیا آپ ایمان نہیں لائے، فرمایا کیوں نہیں، مگر تاکہ میرا دل اطمینان حاصل کرے،

یہ زیادت ایمان کتاب وسنت واقوال صحابہ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم (الفتح ۴) — تاکہ یہ اپنے ایمان کے ساتھ مزید ایمان حاصل کریں۔

زادتھم ایمانا۔ (الانفال ۲) — (آیات قرآنی) ان کا ایمان زیادہ کرتی ہیں۔

صحابہ کرام نے فرمایا۔

اجلس بنا نؤمن ساعۃ۔ — کچھ وقت ہمارے ساتھ بیٹھ تاکہ ہم ایمان حاصل کریں۔

اس طرح کے کافی آثار ثابت ہیں انہیں ظاہر کے خلاف محمول کرنا ضروری نہیں ہے، درویشوں کی خدمت میں رہنے والا انسان جسے فیض صحبت حاصل کرنے سے پہلے بھی یقین ایمان حاصل تھا، اور جس میں شک کی کوئی گنجائش نہ تھی، فیض صحبت حاصل کر لینے کے بعد اس کے ایمان کا رنگ اور ہی ہوجاتا ہے۔

---

[1] سلف صالحین صحابہ کرام اور محدثین کا یہی مسلک ہے، تحقیق مسئلہ کے لئے کتاب الایمان امام ابن تیمیہ کا مطالعہ فرمایئے۔

مرتکب کبیرہ کا ایمان | کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا کیونکہ تصدیق باقی ہے معتزلہ کہتے ہیں، ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، گنہگار توبہ کئے بغیر مر جائے، تو اللہ عزوجل کی مرضی اسے بخشے یا سزا دے، وہ چاہے تو کبیرہ کو معاف کر دے، اور صغیرہ گناہ پر سزا دیدے، ایسا کر سکتا ہے، ہاں حق تعالیٰ کفر کو معاف نہیں فرماتے۔

ارشاد ربانی ہے:۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (النساء ۱۱۶)	اللہ کے ساتھ شرک کیا جائے، نہیں بخشے گا، اس کے علاوہ جس کو چاہے، بخش دے گا۔

نیز فرمایا:۔

یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء (المائدۃ ۱۸)	جس کو چاہے عذاب کرتا ہے، اور جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

نیز فرمایا:۔

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ (الزمر ۵۳)	اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے،

اطاعت پر ثواب اور نافرمانی پر سزا دینا کیا خدا پر واجب ہے؟ | وہ اپنے وعدہ کی بنا پر ایمان داروں کو اطاعت پر ثواب دے گا، وعدہ سے قطع نظر اس پر مطیع کو ثواب دینا اور نافرمان کو عذاب کرنا واجب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد (آل عمران ۹)	اللہ تعالےٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

روافض کا عقیدہ ہے کہ مطیع کو ثواب دینا اور نافرمان کو سزا دینا خدا پر واجب ہے، یہ نظریہ نصوص کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

کبیرہ گناہ کی توبہ | جو شخص ایک کبیرہ سے توبہ کرتا ہے، مگر ایک اور کبیرہ گناہ بھی رکھتا ہے،

پہلے کبیرہ سے اس کی توبہ قبول ہے۔

جس شخص نے کل کبار گناہوں سے توبہ کر لی، صغائر سے توبہ کرنا بھی اس پر ضروری ہے، ورنہ عذاب و سزا کا احتمال باقی رہے گا۔

کیا مرتکب گناہ کافر ہے؟ خوارج کے نزدیک گناہ گار کافر ہے، گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ معتزلہ کے نزدیک ارتکاب کبیرہ سے ایمان خارج ہو جاتا ہے، مگر کافر بھی نہیں ہوتا مرجیہ کے نزدیک کوئی جرم بھی ایمان میں نقصان پیدا نہیں کرتا، جس طرح کوئی اطاعت کفر میں فائدہ نہیں کرتی۔

امامیہ جو کہ مرجیہ اور قدریہ دونوں کی غلاظتوں سے ملوث ہیں، باوجودیکہ کہتے ہیں، کہ مطیع کو بدلہ دینا اور عاصی کو سزا دینا واجب ہے، قائل ہیں کہ محب[1] علی جو گناہ کرے اس سے باز پرس نہ ہوگی، اور اس پہ عذاب نہ ہوگا، اس بارہ میں اپنے آئمہ سے روایات پیش کرتے ہیں،

سوال منکر و نکیر و عذاب قبر قبر میں منکر نکیر کا مردے سے سوال کرنا احادیث مستفیضہ سے ثابت ہے، اور حق تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی۔

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ (ابراھیم ۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان قبول کرنے والوں کو دنیا اور آخرت قول ثابت پر ثابت قدم بناتا ہے۔ (ابراہیم ۲۷)

کافروں اور بعض نافرمان ایمان داروں کے لئے عذاب قبر حق ہے، اور اہل اطاعت کے لئے قبر میں انعام و اکرام محقق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اغرقوا فادخلوا نارا (نوح ۲۵)	انہیں ڈبو دیا گیا، اور آگ میں داخل کئے گئے۔ (نوح ۲۵)

---

[1] اصول کافی میں ہے جو قوم امام کو مانتی ہے، چاہے ظالم اور بدکردار ہے، اللہ تعالیٰ اسے عذاب دیتے شرم محسوس کرتا ہے، دیکھئے باب من ادعی الامامۃ ولیس لہا باہل الخ صد ۱۹۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

القبر[1] روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔	قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے، مگر معنیٰ کے اعتبار سے مستفیض بلکہ متواتر ہے، بعض کہتے ہیں قبر میں عذاب روح کو ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں بدن کو۔ حق یہ ہے کہ دونوں کو اس کی کیفیت میں مشغول ہونا کوئی ضروری امر نہیں ہے، روافض عذاب قبر کو غیر شیعہ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں، حالانکہ ابن بابویہ قمی عمران بن زید سے روایت کرتا ہے، کہ میں نے ابو عبداللہ سے کہا میں نے سنا ہے، کہ آپ فرماتے ہیں ہمارے تمام شیعہ بہشت میں ہوں گے، جو عمل بھی رکھتے ہوں، ابو عبداللہ نے فرمایا میں نے ٹھیک کہا ہے، خدا کی قسم وہ ضرور بہشت میں جائیں گے۔ میں نے کہا چھوٹے بڑے گناہ بہت ہوتے ہیں، فرمایا، قیامت کے دن یہ نبی یا وصی نبی کی شفاعت سے بہشت میں جائینگے، البتہ برزخ میں تم پر مجھے خطرہ ہے، میں نے پوچھا برزخ کیا ہے؟ فرمایا موت سے قیامت تک قبر کا وقت انتہیٰ۔

حشر میں اجسام کا اٹھنا موت کے بعد عالم حشر میں جسموں کا اٹھنا حق ہے، زرامیہ، کاملیہ، منصوریہ، حمیریہ، باطنیہ، قرمطیہ، جناحیہ، خطابیہ، میمونیہ، مقنعیہ، خلیفیہ، جنابیہ، اور معمریہ حشر کے قائل نہیں نہ اجساد کا نہ ارواح کا، بلکہ یہ فرقے اسی عالم میں تناسخ[2] کے قائل ہیں۔ ہمیشہ کے لئے۔

قیامت کے روز عقل مند، پاگل، بچے، جن، شیاطین، جانور، پرندے، اور حشرات وغیرہ سب اٹھائے جائیں گے، جیسا کہ آیت ذیل کے عموم کا اقتضا ہے۔

قل یحییہا الذی انشاءھا اول	اسے وہ پیدا کرے گا، جس نے

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۲۔

[2] روح کا ایک بدن سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جانا ۱۲۔ غیاث اللغات صفحہ ۱۳۰۔

مرۃ و ھو بکل خلق علیم ۔ (یٰس ۷۹) — پہلی بار بنایا، وہ ہر مخلوق کا جاننے والا ہے ۔

درندوں اور جانوروں میں ایک دوسرے سے قصاص لیا جائے گا اور پھر ختم کردیئے جائیں گے۔

حساب اور نامہائے اعمال اور میزان کا — حساب حق ہے مسلمانوں کو دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، اور کافروں کو بائیں ہاتھ میں، اور پیٹھ کے پیچھے میزان اور اعمال نیک و بد کا میزان میں تلنا حق ہے، مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں، نامۂ اعمال کا وزن کیا جائیگا، بعض کہتے ہیں اعمال جو کہ اعراض ہیں، جوہری صورت میں ہوجائینگے۔ (والعلم عند اللہ)

پل صراط اور مخلوق کا گذرنا — دوزخ کی پشت پر بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط حق ہے اس پر سے کچھ لوگ برق رفتاری سے گذر جائیں گے، کچھ ہوا کی طرح، بعض عمدہ گھوڑے کی رفتار میں۔ بعض پیدل چال میں، بعض چیونٹی کی طرح کوئی سالم پار ہوجائیں گے، اور کوئی زخمی ہوکر، اور بعض دوزخ میں گر جائیں گے۔

دیگر کوائف عالم حشر گناہوں پر اعضا کا شہادت دینا حق ہے حوض کوثر حق ہے، شفاعت انبیاء، اولیاء، صلحا، اور اطفال صغار حق ہے۔ مگر یہ شفاعت اللہ کے اذن کے بعد ہے۔

ارشاد ہے:۔

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (البقرۃ ۲۵۵) — کون جو اس کے ہاں سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے۔

بہشت اور دوزخ حق ہے، اور اس وقت موجود و مخلوق ہیں ان پر ابد تک ایک آن کے سوا فنا نہ آئیگی۔

جہمیہ کہتے ہیں مدت مدید کے بعد بہشت و دوزخ اور ان کے ساکنین فنا ہو جائیں گے، اس پر اتفاق ہے کہ کافر جنوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، مسلمان

جنوں کے بارہ میں اختلاف ہے، ابو حنیفہ رح نے جنوں کی کیفیت ثواب میں توقف کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرح بہشت میں ثواب دیئے جائیں گے، ابو یوسف اور محمد رح نے بھی یہی کہا ہے، اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں پر بہشت کی نعمتوں کا احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے

لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان فبای آلاء ربکما تکذبان۔ (الرحمٰن ۵۶-۵۷)

حوروں کو ان سے پہلے کسی انسان اور جن نے ہاتھ نہیں لگایا، پس رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

نعمتہائے بہشت اور عذاب دوزخ کے بارہ میں مبتدعین کے نظریات حق تعالیٰ نے بہشت میں حور و قصور، انہار و اشجار، اور اطعمہ و اشربہ کی اہل بہشت کے لئے اور دوزخ میں زقوم اور حمیم، سلاسل و اغلال اور گوناگوں عذابوں کی جہنمیوں کے لئے خبر دی ہے، یہ سب حق ہے۔

منصوریہ، نزاریہ، قرامطہ، جناحیہ، کاملیہ، باطنیہ، خطابیہ، ترامیہ، ذمیہ، میمونیہ، خلیفیہ، مقنعیہ فرقے بہشت اور دوزخ کی مذکورہ چیزوں کا انکار کرتے ہیں،

مشرک کا خلود فی النار مشرک ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس پر امت کا اجماع ہے، مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں اہل شرک کے سوا جو لوگ سوء اعتقاد کی وجہ سے دوزخ میں پڑیں گے، اور مدت مدید تک وہیں سزا پائیں گے، مگر آخر کار دوزخ سے نکالے جائیں گے، اور بہشت میں داخل ہوں گے، ان کے لئے خلود نار نہیں ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ (الزلزال ۷)

جو شخص ایک ذرہ کے قدر نیکی کرتا ہے، اسے پالے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توحید اور اقرار رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نیکی ہے، اس کا ضرور ثواب ملنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے:۔

یخرج من النار من قال لا الٰہ الا اللہ وفی قلبہ وزن حبۃ من خردل من ایمان۔	جہنم سے وہ شخص نکالا جائے گا، جو اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے اور اس کے دل میں رائی کے دانہ کے قدر ایمان ہے۔

اثنا عشریہ شیعہ[1] کہتے ہیں مسلمانوں کے تمام فرقے اثنا عشریہ کے سوا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اثنا عشریہ میں سے ایک شخص صاحب تقویم کہتا ہے، شیعوں میں بہتر فرقے ہیں، ان میں اثنا عشری نجات یافتہ ہیں، دوسرے دوزخ میں عذاب دیئے جائیں گے، اور پھر بہشت میں جائیں گے، شیعوں کے علاوہ جتنا اسلامی فرقے ہیں، سب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، انتہیٰ۔

ابن مطہر حلی شرح تجرید میں کہتا ہے، امامیہ کے سوا اسلامی فرقوں کے بارہ میں امامیہ کے تین قول ہیں۔

۱:۔ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ۲:۔ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

۳:۔ عدم کفر کی وجہ سے جہنم سے باہر آجائیں گے، اور عدم ایمان کی وجہ سے بہشت میں بھی نہ جائیں گے، بلکہ اعراف میں رہیں گے، (اس کے برعکس شیعی روایت ملاحظہ فرمایئے)

ابن بابویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا:۔

والذی بعثنی لا یعذب بالنار موحد ابدا۔	مجھے اللہ کی قسم ہے، کسی موحد کو کبھی جہنم میں سزا نہ دی جائیگی۔

کلینی صحیح سند سے روایت کرتا ہے:۔

عن زرارۃ عن ابی عبداللہ قلت ارأیت من صام وصلی و	زرارۃ، امام ابوعبداللہ سے پوچھتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھے، نماز

[1] الروضۃ صفحہ ۲۲۴ کلینی میں ہے ابوجعفر نے کہا یہ امت تہتر فرقے ہوگی، ان میں تیرہ فرقے ہماری محبت اور ولایت کے مدعی ہونگے ان میں بارہ جہنمی ہیں، اور ایک فرقہ بہشت میں اور باقی ساٹھ فرقے جہنم رسید ہونگے انتہیٰ۔

اجتنب عن المحارم وحسن ورعه ممن لا يعرف ولا ينصب قال ان اللہ یدخلہ الجنۃ برحمتہ۔

پڑھے، اور محارم سے بچے پرہیزگار مگر اس نے امام کو نہ پہچانا، اور اس کے مقابلہ میں کھڑا نہ ہوا، فرمایا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔

یہ حدیث شیعہ کے نظریہ کی تردید کرتی ہے۔

کیا انسان اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ اپنے ایمان کا دعویٰ قطعی طور پر کرنا چاہیئے، اور کہنا چاہیئے "میں اللہ کے فضل سے مؤمن ہوں"، یا یوں کہے ہیں ان شاء اللہ مؤمن ہوں، ہاں خاتمہ کی فکر کرنی چاہیئے، اس سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے، ارشاد ہے:۔

فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (الاعراف ۹۹)

اللہ کے داؤ سے خاسر قوم ہی بے خوف ہوتی ہے۔

صحیح حدیث[1] میں آتا ہے:۔

منھم من یولد مؤمنا ویحیی مؤمنا ویموت کافرا ومنھم من یولد کافرا ویحیی کافرا ویموت مؤمنا۔

بعض وہ ہیں جو مؤمن پیدا ہوتے ہیں، ایمان پر زندہ رہتے ہیں، اور کفر پر مرتے ہیں، بعض کافروں کے ہاں پیدا ہوتے ہیں، کفر پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور مؤمن ہو کر مرتے ہیں۔

اس معنی میں اگر یوں کہے میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ناامیدی از رحمت خدا کفر ہے اللہ کی رحمت سے ناامیدی اور یقین کر لینا کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ نہیں بخشے گا، کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[1] جامع ترمذی، مشکوٰۃ ص۴۳۶ باب الامر بالمعروف۔

انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون (یوسف ۸۷)

اللہ کی رحمت سے کافر قوم کے سوا کوئی بھی ناامید نہیں ہے۔

اسی طرح خدا کے عذاب سے بے خوف ہو جانا اور قطعی سمجھنا کہ مجھ سے گناہوں کا مؤاخذہ نہ ہوگا مجھے یقیناً بخش دیا جائیگا، یہ بھی کفر ہے کہ اس سے آیات وعید کا انکار اور گناہوں کا استحلال لازم آتا ہے، اور یہ کفر ہے،

رضی امیر المومنین سے نہج البلاغۃ میں روایت کرتا ہے۔

لا تامن علی خیر ھذہ الامۃ عذاب اللہ۔ لقول اللہ تعالیٰ۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (الاعراف ۹۹) ولا تیأس شر ھذہ الامۃ من روح اللہ لقولہ سبحانہ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون (یوسف ۸۷)

اس امت کے خیر پر اللہ کے عذاب سے بے خطر نہ ہو، کیونکہ وہ فرماتا ہے، اللہ کے داؤ سے خاسر قوم بے خطر ہوتی ہے، اور اس امت کے شر پر اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، وہ فرماتا ہے، اللہ کی رحمت سے کافر قوم ہی ناامید ہوتی ہے۔

شیعہ کی صحیح ترین کتاب میں اس روایت کے باوجود امامیہ کہتے ہیں جس نے علی کے ساتھ نسبت کر لی چاہے وہ اللہ کی نافرمانی کبیرہ یا صغیرہ کرتا ہے، معذب نہ ہوگا، اور جس نے نسبت[1] حاصل نہ کی چاہے مطیع خدا ہو، معذب ہے، اور ابدی جہنمی۔

اس عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا انکار لازم آتا ہے۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ

جو ایک ذرہ بھر نیکی کرتا ہے، اسے

---

[1] بلکہ کسی بھی امام سے نسبت حاصل کرے معذب نہ ہوگا، چاہے وہ ظالم و بدکردار کیوں نہ ہو، دیکھئے اصول کافی باب فمن دان اللہ بغیر امام ص ۱۹۱۔

[2] جیسا کہ اصول کافی ص ۱۹ میں ابو جعفر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو مسلمان قوم اعمال میں نیک اور متقی ہے، مگر جابر امام کو مانتی ہے اس کو عذاب دوں گا، اور جو مسلمان قوم ظالم اور گنہگار ہے، مگر امام عادل کو مانتی ہے، معاف کر دوں گا، انتہی۔

ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔	دیکھ لے گا، اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے، اسے بھی دیکھ لے گا۔ (الزلزال ۷،۸)

نیز یہ قول ان کے پہلے قول کہ "مطیع کو ثواب دینا اور نافرمان کو عذاب کرنا خدا پہ واجب ہے" کے معارض و متضاد ہے۔

اور اس قول سے تمام شریعت کا انکار لازم آتا ہے، فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات، محرمات ہوں یا مکروہات اس لئے کہ جو محبت علی نہیں رکھتا وہ کافر ہے، اور ابدی جہنمی تو اس کے لئے اوامر و نواہی کا کیا فائدہ؟ اور جو اثنا عشری مؤمن ہے، چاہے فرائض و واجبات کا تارک ہے، اور محرمات کا ارتکاب کرتا ہے، اس حد تک کہ اپنے باپ کا قاتل ہو، اور ہمیشہ ماں کے ساتھ مجامعت کرتا رہا ہو، اپنے بیٹے سے لواطت کرے، اس پر کوئی حرج نہیں، اسے عذاب نہ ہو گا۔

یہ لوگ اپنے اس قول کی دلیل میں چند آثار بھی پیش کرتے ہیں۔

(۱) رواہ ابن بابویہ القمی عن مفضل بن عمرو قال قلت لابی عبد اللہ بما صار علی قسیم الجنۃ والنار قال حبہ ایمان وبغضہ کفر وانما خلقت الجنۃ لاھل الایمان والنار لاھل الکفر فھو قسیم الجنۃ والنار لایدخل الجنۃ الا محبوہ ولایدخل النار الا مبغضوہ۔[1]	ابن بابویہ قمی مفضل بن عمر سے روایت کرتا ہے، میں نے ابو عبد اللہ سے کہا علیؓ جنت اور جہنم کے قاسم کیسے ٹھہرے، فرمایا اس کی محبت ایمان ہے، اور بغض کفر، جنت اہل ایمان کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور دوزخ کافروں کے لئے، لہٰذا علیؓ جنت اور جہنم کے قسیم ہیں انکے محب بہشت میں اور انکے ساتھ دشمنی رکھنے والے جہنم میں داخل ہوں گے۔
(۲) وروی ایضا عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جاءنی	نیز ابن عباس سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل خوش و خرم آئے،

[1] مختصر التحفۃ الاثنا عشریۃ صفحہ ۲۰۳ [2] ایضا صفحہ ۲۰۵

جبریل وھو فرح مستبشرا فقال یا محمد ان اللہ الاعلیٰ یقرء لک السلام وقال محمد نبی ورحمۃ وعلی لا اعذب من والاہ وان عصانی ولا ارحم من عاداہ وان اطاعنی۔

اور کہا اے محمد! اللہ عظیم آپ کو سلام کہتا ہے، اور فرمایا محمد نبی ہے، اور رحمت اور علی کے ساتھ دوستی رکھنے والے کو میں عذاب نہ دوں گا، اگرچہ میری نافرمانی کرے، اور اس سے دشمنی رکھنے والے پر رحمت نہ کروں گا، اگرچہ وہ میری اطاعت کرے،

(۳) وروی ابن المعلم الملقب عندھم بالمفید فی کتاب المعراج ان اللہ تعالیٰ قال یا محمد لو ان عبدا عبدنی حتی یصیر کالشن البالی اتانی جاحدا بولایۃ محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین ما اسکنتہ فی جنتی۔

ابن معلم جس کا ان کے ہاں شیخ مفید لقب ہے، کتاب المعراج میں روایت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کہا اے محمد اگر کوئی بندہ میری عبادت کرے، اور سوکھ کر پرانی مشک کی طرح ہو جائے، اور وہ ولایت محمد، علی، فاطمہ، حسن و حسین کا انکار کر کے میرے پاس آئے میں اسے اپنے بہشت میں جگہ نہ دوں گا۔

امامیہ کا سردار اور ان کا بہت بڑا عالم حسن بن کبش ان روایات کے معارض اور ان کو باطل قرار دینے والی ایک روایت لاتا ہے،

عن ابی ذر قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی علی بن ابی طالب فقال ھذا خیر الاولین وخیر الاخرین من اھل السموات والارضین ھذا

ابوذر سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن طالب کی طرف دیکھا، اور فرمایا یہ آسمان و زمین کے باشندے اولین و آخرین سے افضل ہے، صدیقین اور وصیین کا سردار

سید الصدیقین وسید الوصیین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین اذا کان یوم القیامۃ کان علی نوق من نیاق الجنۃ قد اضاءت القیامۃ من ضوء ھا علی راسہ تاج مرصع من الزبرجد والیاقوت فیقول الملئکۃ ھذا ملك مقرب ویقول النبیون ھذا نبی مرسل فنادی منادی من تحت العرش ھذا الصدیق الاکبر ھذا وصی حبیب اللہ علی بن ابی طالب فیقف علی متن جہنم فیخرج منہا من یحب ویدخل فیہا من یبغض ویاتی ابواب الجنۃ فیدخل فیہا من یشاء بغیر حساب۔

ہے، اور متقین کا امام ہاتھ پاؤں اور چہرے جن کے سفید ہوں گے ان کا قائد ہے، قیامت کے دن بہشت کی اونٹنی پر سوار ہوگا، قیامت اس کی روشنی سے روشن ہوجائے گی، اس کے سر پر زبرجد اور یاقوت سے مرصع ایک تاج ہوگا، فرشتے کہیں گے، یہ کوئی ملک مقرب ہے، نبی کہیں گے یہ کوئی نبی مرسل ہے، عرش کے نیچے سے ندا آئے گی "یہ صدیق اکبر ہے" اللہ کے حبیب کا وصی یعنی علی بن ابی طالب جہنم کے اوپر کھڑا ہوجائے گا، اور اپنے محبوں کو نکالے گا، اور دشمنوں کو اس میں داخل کرے گا۔ بہشت کے دروازوں پر آ کر جسے چاہے گا داخل کرے گا۔

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ بعض گناہ گار مومن دوزخ میں جائیں گے، اور بعدازاں انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا، اور بہشت میں داخل ہوں گے،

اگر یہ لوگ محب علی تھے، تو دوزخ میں کیوں گئے؟ اور اگر محب علی نہ تھے تو بہشت میں کیوں داخل ہوئے، اسی طرح ابن بابویہ وغیرہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں،

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان عبدا امکث فی النار سبعین خریفا والخریف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا ایک بندہ جہنم میں ستر خریف رہے گا، ایک خریف ستر

ـــه مختصر التحفۃ الاثنا عشریۃ ص۲۰۱

سبعون سنۃ قال ثم انہ سأل اللہ بحق محمد وآلہ ان یرحمہ فاخرجہ من النار وغفرلہ۔	سال کا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے بحق محمد و آل محمد سوال کرے گا، کہ اے اللہ مجھ پر رحم فرما اللہ اسے جہنم سے نکال دے گا، اور اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

اگر یہ دوزخ میں جانے والا شخص محب علی تھا تو انچاس ہزار سال جہنم میں کیوں رہا، اگر علی سے بغض رکھنے والا تھا، تو پھر بہشت میں اس کا داخلہ کیوں ہوا؟ بہرصورت ان کا عقیدہ باطل ثابت ہوا، ان الباطل کان زہوقا۔

مسئلہ تناسخ ارواح تناسخ ارواح باطل ہے جیسے منصوریہ، مفضلیہ، میمونیہ، خلیفیہ، مقنعیہ، جنابیہ، نزاریہ، قرامطیہ، اس کے قائل ہیں۔

جو مر گیا قیامت سے پہلے وہ اس دنیا میں رجوع نہیں کرے گا، اس کے برعکس امامیہ کا مسلک ہے کہ علیؓ اور ان کے دشمن دنیا میں آئیں گے، اور دشمنوں کو اس دنیا میں سزا دی جائے گی، یہ نظریہ باطل ہے، اس لئے کہ دنیا دارِ عمل ہے، دارِ جزا نہیں۔

جابرؒ جعفی جو کہ قدماء روافض سے ہے کہتا ہے کہ علیؓ واپس دنیا میں آئیں گے، اور آپ ہی دابۃ الارض کے مصداق ہیں، جو کہ قرآن میں واقع ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جابر جعفی کذاب اور وضاع شخص تھا۔

افضلیت انبیاء بر ملائکہ کوئی ولی پیغمبروں کے ادنیٰ درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العلمین۔ آل عمران ۳۳	اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو جہانؐ والوں سے منتخب فرمایا

لہ اصل نسخہ میں جعفر جعفی ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے صحیح جابر جعفی ہے۔

آل ابراہیم، آل عمران سے مراد انبیاء ہیں (اس آیت سے انبیاء کی فرشتوں پر افضلیت ثابت ہوئی) علماء کہتے ہیں کہ اولیا اور زہاد مؤمنین عوام ملائکہ سے افضل ہیں، مگر قاصد ملائکہ سے افضل نہیں ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے [1] کو انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے، نہ کہ فرشتوں کے لئے اس بارہ میں فقیر کو کوئی دلیل نہ مل سکی جس سے اولیاء مؤمنین کی عوام ملائکہ پر افضلیت ثابت کی جا سکے۔

اخذ میثاق از اولاد آدم وازا نبیاء علیہم السلام آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد آدم کا نکالنا اور ان سے توحید باری پر عہد لینا اور پیغمبروں سے الگ میثاق لینا حق ہے کہ تم نے تبلیغ دین الہی سرانجام دینا ہے، اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنا ہے۔

لوح وقلم لوح وقلم حق ہے، لوح میں جو کچھ مسطور ہے سب حق ہے، جو ہونا ہے، اس کا فیصلہ ہو چکا۔

ایصال ثواب زندوں کی طرف سے مُردوں کے لئے دعا، اور صدقہ وخیرات کا ایصال مفید ہے، اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اور وہی حاجات پوری کرتا ہے۔

علامات قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن علامات قیامت کا ذکر فرمایا ہے، سب حق ہیں، جیسے خروج دجال۔ دابۃ الارض۔ خروج یاجوج ماجوج، نزول عیسیٰ علیہ السلام طلوع آفتاب از مغرب، تین خسف، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں انسانوں کے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے حق ہیں، ملک الموت کا قبض ارواح پر کنٹرول بھی حق ہے، معتزلہ کراماً کاتبین کا انکار کرتے ہیں، اور جہمیہ ملک الموت کے انکاری ہیں۔

ہمارے دلائل یہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حتی اذا جاء احدکم الموت	جب تمہاری موت کا وقت آجائیگا
توفتہ رسلنا وھم لا	ہمارے بھیجے ہوئے جان لیں گے،
یفرطون (الانعام ۶۱)	اور وہ کمی نہیں کرتے۔

[1] متن میں مفعول کا بیان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو انسان کیلئے پیدا کیا، کوئی لفظ کتابت سے رہ گیا ہے واللہ اعلم۔

نیز فرمایا:۔

کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون (الانفطار ۱۱-۱۲)

باعزت لکھنے والے فرشتے تم جو کچھ کرتے ہو جانتے ہیں۔

آسمانوں کا پھٹنا، ستاروں کا تباہ ہونا، اور آسمانوں کا بجلی کی مانند لپٹنا، پہاڑوں کا روئی کی طرح اڑنا، زمین کا دراز ہونا۔ جو کچھ زمین میں ہے اس کا باہر پھینکنا، خزائن ہیں یا اموات، تین بار صور پھونکنا۔ واحد قہار حق تعالیٰ کے سوا سب چیزوں کا باقی نہ رہنا، اوران کا فنا ہونا حق ہے، اسی طرح وہ تمام چیزیں حق ہیں جن پر کتاب وسنت ناطق ہے۔

کفار فلاسفہ کی روش اپنا کر نصوص شرعیہ کی تاویل کرنا کفر ہے، اور باطل۔ نعوذ باللہ منہا۔

تیسرا مقالہ

بحث امامت

اس مسئلہ کو روافض اصول عقائد سے شمار کرتے ہیں، اور اس لئے وہ خود کو امامیہ کہتے ہیں، مگر اہل سنت اسے ایک فرعی مسئلہ قرار دیتے ہیں، پہلے لفظ امام کا معنیٰ متعین ہو جانا چاہیئے، تاکہ محل نزاع واضح ہو جائے۔

اہل سنت کے نزدیک امام اس شخص کو کہتے ہیں، جو انسانوں پر مسلط ہو جائے، لوگوں کی خوشی و رضا سے یا قہر و غلبہ سے یہ بدیہی بات ہے کہ انسانوں کے معاشی اور اُخروی معاملات کی اصلاح امیر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کے بغیر تمام نظام تباہ ہو جائے گا، حدود قائم کرنا، سرحدوں کی حفاظت، ظالم سے مظلوم کے لئے انصاف حاصل کرنا، ملکی دفاع، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لشکرِ اسلام تیار رکھنا، اور مخلوق کے حقوق کا تحفظ کرنا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی صریح نصوص اور اجماع امت دال ہے کہ اولوالامر کی اطاعت واجب ہے، اور ان کی نافرمانی موجب فساد ہے۔ اور اس کی سزا قتل اور قید کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء ۵۹)	اے ایمان قبول کرنے والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور حکومت والوں کی اطاعت کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اسمعوا ولو کان عبدا حبشیا کان رأسہ زبیبۃ۔	سنو چاہے تمہارا امیر حبشی بد شکل غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اس بارہ میں بہت احادیث وارد ہیں، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ	جو بغاوت کرے، اس کے ساتھ

الی امراللہ (الحجرات ۹) لڑو، تاآنکہ اللہ کے حکم میں آجائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا بویع الخلیفتان فاقتلوا الآخر منهما۔ جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے، تو پچھلے کو قتل کر دو۔

امت کا اجماع بھی اس پر واقع ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضؓ دیگر تمام امور سے پہلے امام مقرر کرنے میں مشغول ہوئے، اس وقت سے آج تک مسلمانوں کا یہی نظریہ رہا ہے، کہ بادشاہ عادل یا ظالم قائم کرنے سے کوئی وقت خالی نہ چھوڑا ہے، جیساکہ شام، روم، ہند، توران ہیں کہ کبھی بھی یہ علاقے بادشاہ سے خالی نہ رہے، ایران جوکہ روافض کا گڑھ ہے بھی بادشاہ کے تعین سے خالی نہیں رہا، اس حد تک اہل سنت اور امامیہ کے مابین اتفاق ہے۔

مسئلہ امامت میں اہلسنت وامامیہ میں وجہ اختلاف اہل سنت مذکورہ عقلی اور نقلی دلائل کی وجہ سے کہتے ہیں، کہ امام مقرر کرنا بندوں پر واجب ہے، بلکہ اہم واجبات سے ہے۔ کیونکہ بہت سے دیگر واجبات اس پر موقوف ہیں، خدا تعالیٰ پر واجب نہیں کہ وہ امام مقرر کرے، کیونکہ اس پر کوئی بھی چیز واجب نہیں ہے، امامیہ کہتے ہیں، اصلح اور الطف کام اللہ تعالیٰ پر واجب ہے ان کے اس نظریہ سے لازم آتا ہے، کہ امام یعنی بادشاہ مقرر کرنا بھی خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے، مگر انہوں نے امامت کا معنیٰ بگاڑ کر ایک نیا معنیٰ ایجاد کر لیا ہے، اس لئے وہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنانے کو واجب نہیں کہتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک امام بننے کی شرطیں اہل سنت امام (سربراہ مملکت) مقرر کرنا بندوں کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں، وہ امام کے لئے چند شرطوں کے قائل ہیں۔

۱:۔ وہ مسلمان ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لہ صحیح مسلم باب اذا بویع لخلیفتین ص ۱۲۸ ج ۲۔

لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا (النساء ۱۴۱)	اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر کافروں کے لیے کوئی سبیل نہیں بنائی

اس وجہ سے مومن کے خلاف کافر کی گواہی قابل سماعت نہیں ہے،

۲:۔ مرد ہو، اس لئے کہ امارت کے اکثر معاملات عقل کامل اور وافر بہادری کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتے، اور یہ دونوں چیزیں عورتوں میں مفقود ہیں۔

۳۔ آزاد ہو۔ (۴)۔ عقلمند ہو۔ (۵) بالغ ہو کہ ان صفات کے بغیر تو اسے اپنے آپ پر بھی ولایت حاصل نہیں ہے، ولایت عامہ کیسے حاصل کر سکتا ہے!۔

۶:۔ صاحب عدالت ہو، کیونکہ فاسق شہادت کا اہل نہیں ہے، ولایت امیر۔ ولایت شہادت سے بڑھ کر ہے،

۷:۔ قریشی ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،۔

الائمۃ من قریش۔	امام قریش میں سے ہوں گے

عدالت اور قریشی ہونے کی شرطیں حالت اختیار کی ہیں، دیدہ دانستہ اگر غیر عادل یا غیر قریشی کو امام بنایا گیا تو گناہ ہوگا، امامت ثابت ہو جائے گی، اس کے خلاف خروج اور بغاوت جائز نہ ہوگا، اگر فاسق یا غیر قریشی خود مسلط ہو جائے، تو عوام الناس پر اس کی اطاعت فرض ہے، اس کے خلاف بغاوت حرام ہے، ہاں وہ خود گنہگار ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (النساء ۵۹)	اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اور تم میں سے حکومت پر فائز ہونے والوں کی۔

غیر مسلم بزور مسلط ہو جائے، تو مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے اس کے خلاف بغاوت جائز ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کے ساتھ

لہ التاریخ الکبیر للامام بخاری بروایت انس و مسند احمد بروایت ابوہریرۃ و ابوبکر صدیق (دیکھئے فتح الباری پ ۲۹ ص ۵۷۹) اس حدیث کا معنی صحیح بخاری و دیگر کتب احادیث میں موجود ہے (دیکھئے صحیح بخاری ص ۱۰۵۱ باب الامراء من قریش۔

منکم کی قید لگائی ہے، یعنی وہ تم میں سے ہو۔

نیز فرمایا:۔

لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا (النساء ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر کافروں کو اختیار نہیں دیا۔

عورت یا غلام مسلط ہو جائیں، تو ان کی اطاعت کرنا واجب ہے، کیونکہ اولی الامر منکم ان کو بھی شامل ہے، نیز حدیث میں ہے؛۔

اسمعوا واطیعوا ولو کان عبدا حبشیا کان رأسہ زبیبۃ۔[1]

سنو اور اطاعت کرو، چاہے امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امامت میں اسلام کے سوا اور کوئی شرط لازمی نہیں ہے۔

اسلام و خلافت معاویہؓ پر ایک دلیل حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا، اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت حسنؓ حضرت معاویہؓ کو مسلمان سمجھتے تھے، کیونکہ کافر بادشاہ کی اطاعت جائز نہیں ہے، حضرت حسنؓ کا معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کرنا اس بنا پر نہ تھا کہ ان کے ساتھی تھوڑے تھے، مہاجرین اور انصار کی جماعت کثیرہ ان کے ساتھ تھی، ان کے دوست جنگ کے دلدادہ تھے، اور صلح کو پسند نہیں کر رہے تھے۔

جیسا کہ مرتضیٰ پیشوائے شیعہ اور صاحب فصول جو کہ امامیہ شیعہ سے تھا، روایت کرتے ہیں، کہ حسنؓ بن علیؓ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہؓ کے ساتھ خلافت کی نزاع میں حق پر میں تھا، نہ کہ وہ، میں صلح میں امت کی اصلاح اور فتنوں کا خاتمہ دیکھ رہا ہوں، تم نے میرے ساتھ اس بات پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے میں جنگ کروں، اس سے جنگ کرو گے، میں مسلمانوں کی خونریزی

---

[1] صحیح بخاری باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ جلد ۲ ص ۱۰۵۷۔

[2] الروضۃ من الکافی الکلینی صفحہ ۳۳ میں ہے عن ابی جعفرؑ قال واللہ الذی صنعہ الحسن بن علی رضہ کان خیرا لہذہ الامۃ مما طلعت الشمس الخ۔ امام جعفرؓ فرماتے ہیں حضرت حسن نے جو کچھ کیا تھا امت کے لئے بہتر تھا، اس سے جس سے ہر سورج طلوع ہوتا ہے۔

سے ان کے خون کی حفاظت بہتر سمجھتا ہوں، صلح سے تمہاری بہتری مجھے مقصود ہے، اور حضرت حسنؓ کی یہ صلح اللہ کے نزدیک قبول ہوئی، جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی مدح میں فرمایا تھا۔

ابنی هذا سيد ولعل الله يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔	میرا یہ بیٹا سردار ہے، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم دھڑوں میں صلح کرائے گا۔

اس صلح سے حضرت معاویہؓ کا اسلام اور ان کی عدالت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اپنی مرضی اور شوق سے بلا اجبار احدے کس حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی، گو کہ انہوں نے یہ صلح مسلمانوں میں خون ریزی بند کرنے کے لئے کی تھی، ہاں اس سے حضرت معاویہؓ کی دوسروں پر افضلیت ثابت نہیں کیونکہ ان کی خلافت خلفاء اربعہ کی خلافت کی طرح اہل حل وعقد کے اجتہاد اور مشورہ سے نہیں ہوئی تھی،

امامیہ کے نزدیک امام کا تصور، امامیہ اس شخص کو امام کہتے ہیں جو چھوٹے، بڑے گناہوں اور خطاء وغلطی سے نبی کی طرح معصوم ہو۔ اور محدث ہو گا، جبکہ اس کی آنکھ کے سامنے ہوئے بغیر فرشتہ نے اس کے ساتھ بات کی، اور خدا کا پیغام اس کو دیا، مخلوق پر اس کی اطاعت پیغمبر کی اطاعت کی طرح واجب ہے، کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا، اور دیگر جملہ معاملاتِ دین اس کے سپرد ہوتے ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے، شریعت میں کوئی تبدیلی کر دے، کسی کو اس کے قول وفعل پر اعتراض کرنے کی طاقت نہ ہے، اس کے حکم کے بعد کسی کو اپنا اختیار نہیں رہتا، امام کے لئے دعویٰ امامت اور معجزہ ظاہر کرنا، اور پیغمبر یا پہلے امام کی صریح نص اس کی امامت پر شرط قرار دیتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی الخ صفحہ ۱۰۵۳۔

امامیہ کے تصور امام کی تغلیط اس قسم کا عظیم منصب جو کہ نبوت کے مثل یا اس کے قریب قریب ہے، بلکہ نبوت سے بھی اونچا کیونکہ روافض کے ہاں ان کے امام انبیاء سے افضل ہیں، سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اولو العزم رسولوں کے۔ اگر اس منصب کا وجود مان لیا جائے، اور یہ بھی کہ دعوی امامت، شہادت معجزہ اور صریح نص کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ تقیہ اور اخفا تو ان کے منافی ہے، تو ایسی صورت میں نصب امام متواتر قرار پائے گا، جیساکہ امامیہ نے تواتر کا دعوی بھی کیا ہے، حالانکہ تواتر ثابت نہیں ہوا، کیونکہ بہتر فرقے اس کا انکار کرتے ہیں، تحقق تواتر کجا روایات امامیہ درجہ صحت تک بھی نہیں پہنچتیں، بلکہ ان کی روایات میں باہم ایسا اختلاف و تضاد ہے کہ ان کے مابین تطبیق محال ہے، اس لئے خود امامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئے، جیساکہ پہلے بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ دعوی امامت، اظہار معجزہ اور نص صریح موجود نہیں ہے، جو کچھ اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں، سب روافض کا جھوٹ اور افترا کا پلندہ ہے، ان احمقوں کے زعم کے سوا ان کے پیش کردہ معنیٰ میں وجود امام ہوا ہی نہیں ہے۔

نصب امام پر امامیہ کے دلائل کی حقیقت جن دلائل کی رو سے ہم امام (یعنی بادشاہ جو کہ ملکی نظم و نسق کا ذمہ دار ہوتا ہے) کے مقرر کرنے کو واجب کہتے ہیں، انہیں دلائل سے امامیہ استدلال کرتے ہیں کہ امام مقرر کرنا مخلوق پر مہربانی ہے، اور لطف و اصلح خدا تعالیٰ پر واجب ہے، لہٰذا نصب امام اس پر واجب یہ استدلال بہ چند وجوہ باطل ہے۔

اولاً:۔ اس لئے کہ اصلح و لطیف اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

ثانیاً:۔ اس لئے کہ امام اگر بادشاہ کے معنیٰ میں ہے، جو ملکی نظام چلاتا ہے، تو واقعی اصلح ہے، جو بادشاہ یا امام پوشیدہ رہتا ہو اور کسی قسم کے تصرف سے عاجز ہو، وہ نہ تو بادشاہ کہلاتا ہے، اور نہ ہی اس کا وجود متضمن مصالح ہے، اگر اس

کے وجود میں کسی دیگر مصلحت کا تذکرہ کریں، تو یہ مصالح تو نہ ہوئیں، جو ایک بادشاہ کے نصب میں تھیں، ان سے استدلال کرنا باطل ٹھہرا، ہاں وہ مصالح پیش فرمائیں، جو پوشیدہ اور عاجز قسم کے امام مقرر کرنے میں ہیں، تاکہ ان کے قبول ورد کی بحث کی جا سکے۔

اگر کوئی کہے ائمہ کے وجود میں بھی وہی مصالح ہیں، جو انبیاء کے وجود میں تھیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی کی دلیل پیش کیجئے، نیز انبیاء کے وجود کی مصلحت تب ہے، جب وہ اظہار نبوت فرمائیں، اور مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت دیں۔ ائمہ پر تو تقیہ کرنا فرض تھا، انہوں نے اظہار امامت فرمایا ہی نہیں الا نادرا۔ تو انبیاء کے وجود کی سی مصلحت ان میں کہاں ؟۔

شتان ما بینہما۔ واللہ اعلم۔

خلافت و امامت میں فرق اہل سنت کے نقطہ نظر سے امامت کے مفہوم سے آگاہ ہونے کے بعد جاننا چاہیئے کہ خلافت، امامت سے اخص ہے، امام کا اطلاق جابر بادشاہ بلکہ ظالم عضوض بادشاہ پر بھی ہو سکتا ہے، مگر خلافت کا اطلاق نہیں ہوتا، خلافت بمعنی خلافت نبوت یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد نبوت میں مخلوق کی راہنمائی فرمائی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیا، ترویج شریعت اور علوم دینیہ میں اپنے اوقات صرف کئے، اور کفر کا استیصال اور اس کی بیخ کنی فرمائی، خلیفہ رسول آپ کی نیابت میں انہیں امور کو سرانجام دے، اور اس میں نفس اور شیطان کی دخل اندازی نہ ہونے دے، یہ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس سال تک رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [۱]۔

الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یکون ملکا عضوضا۔	میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی پھر شاہت قائم ہو جائیگی۔

---

[۱] جامع ترمذی جلد ۲ ص ۴۶ باب فی الخلافۃ ابواب الفتن۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ترتیب خلافت	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق اور پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد ازاں چھ ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
رافضیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کے امام کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہوا اہل سنت کے دلائل آیات قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت اور آثار ہیں۔

خلافت خلفاء پر قرآنی آیات

۱۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔

(النور ۵۵)

تم میں سے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کئے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلوں کو بنایا، اور ان کے دین کو جسے اللہ نے پسند کیا ہے تمکین عطا فرمائے گا، اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے بعض کو زمین پر خلافت عطا کروں گا جیسا کہ بنی اسرائیل کو خلافت دی تھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خلف محال ہے، واقع میں خلافت مذکورہ ترتیب سے وقوع پذیر ہوئی ظاہر ہوا کہ اللہ کا وعدہ یہی تھا اور یہ سب کچھ اس کی رضا سے ہوا۔
اگر کوئی کہے کہ اس آیت استخلاف سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، تو میں کہونگا

کہ رافضیوں کے زعم میں تو علیؓ اور ان کا گروہ اپنا دین اور عقیدہ تقیہ کرتے ہوئے اپنے مخالفوں کے خوف سے چھپاتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بننے والوں کے بارہ میں تو فرما دیا ہے۔

لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ (النور ۵۵)	ان کے دین کو جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے، تمکین عطا فرمائے گا، ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

شیعہ نقطہ نظر سے یہ آیت حضرت علیؓ پر کیسے صادق آسکتی ہے؟

۲۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونهم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا یعذبکم عذابا الیما۔ (الفتح ۱۶)	پیچھے رہنے والے اعراب کو کہیے تمہیں عنقریب ایک طاقتور قوم کی طرف بلایا جائے گا، تم ان سے لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے اطاعت کی تمہیں اللہ تعا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا، اور اگر اعراض کیا، تو دردناک عذاب دے گا۔

اس داعی سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہے، اور طاقتور قوم سے مراد بنو حنیفہ ہیں، اس آیت میں داعی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی، غزوہ تبوک کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی جنگ درپیش نہیں ہوئی، جیسا کہ ابوالعاص بن شریح وغیرہ نے تصریح کی ہے، اور نہ ہی اس داعی سے مراد حضرت علیؓ

ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ طالب اسلام کے لئے حضرت علی کی خلافت میں کفار کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہوئی ہے، جو جنگیں ہوئیں وہ امامت کے لئے اور اس کے حقوق کی نگہداشت کیلئے تھیں، یہ بھی احتمال ہے کہ داعی سے مراد حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ ہوں، کیونکہ ان کے وقت میں بھی جہاد کی بہت مہمیں سر ہوئی ہیں۔

۳۔ من یرتد منکم عن دینه فسوف یأتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم۔

(المائدة ۵۴)

تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا، تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا، جس سے وہ محبت کرتا ہے، اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ایمان والوں کیلئے نرم اور کافروں پر بھاری ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند قبائل عرب بنو حنیفہ، بنو اسد، غطفان، اہل بحرین و عمان وغیرہ مرتد ہو گئے تھے، حضرت ابوبکرؓ ہی ان کے خلاف برسر پیکار ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے سوا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے بھی مرتدین کے ساتھ جنگ نہ کی، کہ اس آیت کا محل بن سکے، حضرت علیؓ نے تو اپنے دوستوں سے فرمایا تھا۔

ابتلیتم بقتال اهل القبلة۔

تم اہل قبلہ کے ساتھ لڑائی میں آزمائے گئے ہو۔

نیز فرمایا۔ انا اصبحنا نقاتل اخواننا

ہم اسلام میں داخل اپنے بھائیوں

۱؎ نہج البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۰۔

فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج و الشبہۃ والتاویل ۔

سے ہی لڑ رہے ہیں، اس لئے کہ ان میں کجی، ٹیڑھ اور شبہ و تاویل آگئی ہے،

اسی وجہ سے حضرت علیؓ نے سب کرنے سے منع فرمادیا تھا جیساکہ رضی نے[۵۱] نہج البلاغۃ میں تحریر کیا ہے، نیز حضرت علیؓ کے دوست آیت میں مذکور صفات سے متصف نہ تھے، حضرت علیؓ ان کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

والذی[۵۲] نفسی بیدہ لیظہرن ہؤلاء القوم علیکم لیس لانہم اولی بالحق منکم ولکن لاسراعہم الی باطل صاحبہم وابطائکم عن حقی ولقد اصبحت الامم تخاف ظلم رعاتہا واصبحت اخاف ظلم رعیتی استنفرتکم للجہاد فلم تنفروا واسمعتکم فلم تسمعوا ودعوتکم سرا وجہرا فلم تستجیبوا ونصحت لکم فلم تقبلوا شہود کغیاب وعبید کارباب اتلو علیکم الحکم فتنفرون منہا واعظکم اعظکم بالموعظۃ البالغۃ فتتفرقون عنہا واحثکم

اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے نہ کہ یہ تم سے حق کے زیادہ قریب ہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ اپنے امیر کے باطل کی طرف تیزی سے چلتے ہیں، اور تم میرے حق سے سستی کرتے ہو، قومیں اپنے سربراہوں کی زیادتیوں سے خائف ہیں مجھے اپنی رعایا کے ظلم کا خطرہ ہے، میں تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کو کہتا ہوں، تم نہیں نکلتے ہیں تمہاری خیرخواہی چاہتا ہوں تم قبول نہیں کرتے، تمہارا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے، غلام ہو، مگر آقا کی طرح تم پر احکام پڑھتا ہوں تم نفرت

---

۵۱ دیکھئے ص۵۲ جلد ۱۔

۵۲ نہج البلاغۃ ص۲۲۶ ۔ ص۲۲۷ جلد ۱۔

على الجهاد فما آتی علی آخر
القول حتی اراکم متفرقین
ایادی سبا ترجعون الی مجالسکم
وتتخادعون عن مواعظکم
اقومکم غدوة وترجعون
الی عشیة کظهر الحیة
عجز المقوم واعضل المقوم
ایها الشاهدة ابدانهم
الغائبة عقولهم المختلفة
اهواءهم المبتلی بهم امراءهم
صاحبکم یطیع الله وانتم
تعصونه وصاحب اهل
الشام یعصی الله وهم
یطیعونه لوددت والله
ان معاویة لو صارفنی
بکم صرف الدینار
بالدرهم واخذ منی
عشرة منکم واعطانی
رجلا منهم ÷

کرتے ہو تمہیں وعظ کرتا ہوں، تم
متفرق ہو جاتے ہو، تمہیں جہاد پر
آمادہ کرتا ہوں، ابھی آخری بات
پر نہیں آتا کہ میں تمہیں بکھرنے والے
پاتا ہوں، تم اپنی مجالس کی طرف
جاتے ہو، اور مواعظ سے ہٹ جاتے
ہو، تمہیں صبح کو سیدھا کرتا ہوں،
اور شام کو سانپ کی پیٹھ کی طرح
لوٹ آتے ہو، سیدھا کرنے والا
عاجز آگیا ہے، اور سیدھا کیا ہوا نافرمانی
کرتا ہے، اے وہ لوگو! جن کے بدن
حاضر ہیں، مگر عقل غائب خواہشات
مختلف ان کے امراء ان کے ساتھ
مبتلا ہیں، تمہارا صاحب اللہ کی اطاعت
کرتا ہے، تم اس کی نافرمانی کرتے
ہو، اہل شام کا صاحب اللہ کی نافرمانی
کرتا ہے، اور وہ اس کی اطاعت کرتے
ہیں، قسم خدا ہے، میں پسند کرتا ہوں
اگر معاویہ تم میں سے دس لے لے
اور اپنے میں سے ایک مرد دیدے
تو ایسا سودا کر لوں گا۔

کتب امامیہ میں حضرت علیؓ سے اپنے دوستوں کے بارے میں اس قسم
کی کافی روایات ملتی ہیں۔

۴۔ مہاجرین کی مدح میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔

(الحج ۴۰۔ ۴۱)

وہ جن کو ناحق، ان کے گھروں سے نکال دیا گیا، اس لیئے کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا، تو صوامع، بیعے، عبادت گاہیں، اور مساجد گرا دی جاتیں جن میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے، جو شخص اللہ (کے دین کی) مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے تحقیق اللہ قوی غالب ہے، وہ لوگ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں، تو نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، معروف کا حکم دیں۔ اور منکر سے روکیں، اور نتائج امور اللہ کیلئے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مہاجرین کو زمین میں سلطنت عطا فرمائے، تو وہ فرائض اقامت صلوٰۃ۔ ایتاء زکوٰۃ۔ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر سرانجام دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے، انہیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے، صرف یہی جرم ہے، کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پالنہار ایک اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہ فرمائیں۔ تو مساجد ویران کردی جائیں گی۔

بلاشک اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو قوت عطا فرمائی، کفار کو ان کے ذریعہ دفع فرمایا، فرائض اقامت صلوٰۃ۔ ایتاء زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سرانجام دیتے رہے، ایسا کیوں نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ تھا۔ ومن اصدق

من اللہ حدیثا۔ (النساء ۸۷)

چونکہ مہاجرین میں خلفاء اربعہ کے علاوہ کوئی بھی مقام خلافت پر فائز نہوا اس لئے معلوم ہوا اس آیت میں خلافت سے مراد خلفاء اربعہ کی خلافت ہی ہے اگر خلفاء اربعہ نہ ہوتے دنیا سے مساجد مٹا دی جاتیں، اور دین محمدؐ رواج نہ پا سکتا۔

خلافت خلفاء اربعہ پر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خلفاء اربعہ کی خلافت پر بے شمار احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتب احادیث میں موجود ہیں ان میں سے چند خواب ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھے یا بعض صحابہ کرامؓ نے دیکھے، اور ان کی تعبیر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت سے تعبیر فرمائی۔

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہا دلو فنزعت منہا ما شاء اللہ ثم اخذ ابن ابی قحافۃ فنزع بہا ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ واللہ یغفر لہ ضعف ثم استحالت غربا فاخذہ ابن الخطاب فلم ار عبقریا من الناس ینزع نزع عمر بن الخطاب حتی

ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا نیند میں خود کو ایک کنویں پر پایا، اس پر ڈول تھا میں نے اللہ کی مشیت کے تحت اس سے کھینچا، پھر وہ ڈول ابوبکر نے لے لیا، انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی، خدا معاف فرمائے، پھر وہ بڑا ڈول بن گیا، اسے عمر بن الخطاب نے لیا، میں نے کوئی طاقت ور جوان نہیں دیکھا جس نے اس کی طرح ڈول کھینچے ہوں

لہ صحیح بخاری باب بعد باب فضل ابی بکر ص۵۱۷ نیز ج ۲ ص۱۰۳۹ و صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۷۵۔

ضراب الناس بعطن

حتیٰ کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھالیا۔

۲۔ عن ابن عمرؓ نحوہ رواہ البخاری[1] و مسلم[2]

حضرت ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بخاری اور مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اریتنی اللیلۃ رجل صالح ان ابابکر نیط برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر فلما قمنا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما نوط بعضہم ببعض فہم ولاۃ الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابوداؤد[3] والحاکم۔

جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے رجل صالح کی صورت میں دکھایا گیا، کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باندھے گئے، اور عمرؓ ابوبکرؓ کے ساتھ اور عثمانؓ عمرؓ کے ساتھ، جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھے تو ہم نے کہا رجل صالح سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور بعض کا بعض کے ساتھ بندھنا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا متولی امر ہونا ہے۔ (ابوداؤد و حاکم)

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۹ نیز صحیح البخاری باب نزع الماء من البئر کتاب التعبیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۰۔
[2] باب من فضائل ابی بکر جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔
[3] ابوداؤد باب فی الخلفاء صفحہ ۶۳۴ المستدرک باب خلافۃ النبوۃ ثلاثون کتاب معرفۃ الصحابہ صفحہ ۴۳۔

۱۴۔ عن ابن عباس رض ان رجلا اتی رسول الله صلے الله علیہ وسلم فقال انی رأیت اللیلة فی المنام ظلة تنطف السمن والعسل فاری الناس یتکففون منها فالمستکثر و المستقل واذا سبب واصل من الارض الی السماء فاراك اخذت به فعلوت ثم اخذ به رجل اخر فعلا به ثم اخذ به رجل اخر فعلا به ثم اخذ به رجال اخر فانقطع الحدیث اخرجه البخاری[1]

ابن عباس رض فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا میں نے آج رات نیند میں ایک سائبان دیکھی اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، لوگ ہاتھ نیچے کئے ہوئے ہیں کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم ایک رسہ زمین سے آسمان تک ہے، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس کے ذریعہ آسمان پر چڑھ گئے، پھر دوسرے مرد نے اسے پکڑا وہ چڑھ گیا پھر ایک اور مرد نے وہ بھی چڑھ گیا پھر دوسروں نے اسے پکڑا مگر وہ ٹوٹ گیا۔ (بخاری)

۱۵۔ عن ابی بکرة رض ان النبی صلی الله علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منکم رؤیا فقال رجل انا رأیت کان میزانا نزل من السماء فوزنت انت بابی بکر فرجحت انت بابی بکر ثم وزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ثم وزن عمر وعثمان

ابوبکرہ رض فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا تم میں سے کسی نے خواب دیکھی ہے ایک مرد نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری، آپ اور ابوبکر رض کا وزن کیا گیا، آپ زیادہ ہو گئے، پھر ابوبکر و عمر کا وزن ہوا۔ ابوبکر بھاری ہوئے پھر عمر و عثمان کا وزن ہوا عمر بھاری ہوئے پھر میزان اٹھا لی گئی تم نے

---

[1] جلد ۲ باب من لم یر الرؤیا لاول عابر من کتاب التعبیر ص ۱۰۴۳۔

فرجح عمرؓ ثم رفع المیزان فرآینا الکراهة فی وجه رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخرجہ[1] الترمذی وابوداؤد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھی (ترمذی ابوداؤد)

۶: عن سمرة بن جندب ان رجلا قال یارسول اللہ انی رأیت اللیلة کان دلوا دلی من السماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیہا فشرب شربا ضعیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیہا فشرب حتے تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیہا فانتشطت وانتضح علیہ منہا شئی اخرجہ[2] ابوداؤد۔

سمرةؓ بن جندب سے مروی ہے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ میں نے رات دیکھا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا، ابوبکرؓ آیا اور اس کے کنڈے پکڑے، اور آہستہ پانی پیا، پھر عمرؓ آیا، اس نے کنڈے پکڑے، اور خوب سیر ہوکر پیا پھر عثمانؓ آیا، اور خوب سیر ہوکر پیا پھر علیؓ آیا اور اس کے کنڈے پکڑے، ڈول ہل گیا، اور اس کے کچھ چھینٹے اس پر گرے (ابوداؤد)

۷: عن سفینة مولی ام سلمة رضی اللہ عنہا قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح ثم اقبل علی اصحابہ قال ایکم رأی رویا فقال رجل انا یارسول اللہ کان میزانا نزل من السماء فوضعت فی کفة

سفینہؓ خادم ام سلمہؓ کہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوتے، اور پوچھتے تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے، ایک مرد نے کہا میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ ایک ترازو

---

[1] ترمذی جلد ۲ باب ماجاء فی رویا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المیزان والدلو ص۵۳ وابوداؤد باب فی الخلفاء ص۶۳۷

[2] ابوداؤد باب فی الخلفاء ص۶۳۷۔

ووضع ابوبکر فی کفۃ اخری	آسمان پر سے اتری آپ ایک ترازو
فرجحت بابی بکر فمہ فعت و	میں رکھے گئے اور ابوبکرؓ دوسری
نزل ابوبکر مکانک و جئی	میں، آپ اونچے ہو گئے، اور پھر
بعمر بن الخطاب فوضع فی الکفۃ	ابوبکرؓ آپ کی جگہ آئے، اور عمر
الاخری فرجح ابوبکر بعمر ثم	بن الخطاب، دوسرے پلڑے میں.
رفع ابوبکر ونزل عمر مکانہ	ابوبکرؓ اونچے ہو گئے، ابوبکرؓ اٹھائے
وجئی بعثمان بن عفان فوضع	گئے، اور عمرؓ ان کی جگہ آئے، اور
فی الکفۃ الاخری فرجح عمر	عثمانؓ دوسرے پلڑے میں آئے،
بعثمان ثم رفع ورفع المیزان	عمرؓ عثمانؓ پر بھاری ہو گئے، پھر
قال فتغیر وجہ رسول اللہ	ترازو اٹھالی گئی، سفینہ کہتا ہے،
صلی اللہ علیہ وسلم قال خلافۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرا
النبوۃ ثلثون عاما ثم تکون	متغیر ہو گیا اور فرمایا خلافت تیس سال
ملکا۔ اخرجہ[1] الحاکم	ہے پھر شاہت ہو گی، (حاکم)

کچھ احادیث میں خلفاء اربعہ کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں ہیں

۸:۔ عن[2] عائشۃ رض قالت اول	عائشہؓ فرماتی ہے، پہلا پتھر مسجد
حجر حملہ رسول اللہ صلی اللہ	کی عمارت کے لئے رسول اللہ
علیہ وسلم لبناء المسجد ثم	صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا پھر ابوبکرؓ نے
حمل ابوبکر ثم حمل عمر حجرا	اٹھایا، پھر عمرؓ نے پتھر اٹھایا، پھر
ثم حمل عثمان حجرا اخر فقلت	پھر عثمانؓ نے پتھر اٹھایا، میں
یارسول اللہ الا ترٰی ھؤلاء کیف	نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] فی کتاب معرفۃ الصحابۃ من المستدرک ص۷۱۔ جلد ۳
[2] المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۹۶ قال ہذا حدیث صحیح

بیعدونک فقال یا عائشۃ هؤلاء الخلفاء من بعدی۔	یہ آپ کی کس طرح ساعت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہ یہ میرے بعد خلفا ہوں گے،

اسی سلسلہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کیلئے خلافت تحریر فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا۔

۹۔ عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن او یقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر۔ متفق علیہ[۱]	عائشہؓ فرماتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مجھے فرمایا ابوبکر تیرے والد اور تیرے بھائی کو بلا تاکہ میں کتاب لکھ دوں، مجھے خطرہ ہے، کوئی تمنا کرنے والا خواہش کرے، یا کوئی کہے میں اولی اور حقدار ہوں، حالانکہ اللہ اور ایمان والے ابوبکرؓ کے سوا کسی کو پسند نہیں کریں گے، (بخاری مسلم)

وہ احادیث جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا، اور اپنی خصومات کے فیصلوں کے لئے ان کی طرف مراجعت کا حکم دیا، بھی ان کی خلافت حقہ پہ دلیل ہیں۔

۱۰۔ عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی یقوم فیہم ابوبکر ان یؤمہم غیرہ	عائشہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہو کوئی دوسرا ان کی امامت کرائے

[۱] صحیح بخاری ج۲ صفحہ ۸۴۶ باب مایقال للمریض وما یجیب کتاب المرض صفحہ ۱۰۷۱ و باب الاستخلاف کتاب الاحکام صفحہ ۱۰۷۱
صحیح مسلم جلد ۲ باب فضائل ابی بکرؓ صفحہ ۲۷۳۔

اخرجہ الترمذی ۔	غیر مناسب ہے۔ (ترمذی)
۱۱۔ عن عرباض بن ساریۃ مرفوعاً قال علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ۔ رواہ ابن ماجۃ[2] واحمد	عرباض بن ساریہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا میری سنت اور خلفاء راشدین ہدایت یافتہ کی سنت کو لازم پکڑو، اور مضبوطی سے قابو رکھو، (ابن ماجہ۔ احمد)
۱۲-۱۳۔ عن حذیفۃ وابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر رواھما الترمذی[3] والحاکم۔	حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد والے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرو، (ترمذی۔ حاکم)
۱۴۔ عن انس قال بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سل لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدک قال فاتیتہ فسألتہ قال الی ابی بکر فاتیتهم فقالوا ارجع الیہ فاسئلہ فان حدث بابی بکر حدث فالی من	انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے بنو المصطلق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، کہ میں انہیں آپ سے پوچھ دوں کہ آپ کے بعد وہ صدقات کس کو ادا کریں، میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کو ادا کرنا۔ میں ان کے پاس آیا، انہوں نے کہا آپ سے پھر پوچھ

[1] باب بعد باب فضائل ابی بکر الصدیق ص۲۰۳ جلد ۲۔
[2] باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین ص۵۔
[3] ترمذی باب فضائل ابی بکرؓ ص۲۰۹ مستدرک ص۷۵ جلد ۳

فاتيته فسألته فقال الى عمر فقالوا ارجع اليه فاسئله فان حدث بعمر حدث فالى من فاتيته فسألته فقال الى عثمان فاتيتهم فاخبرتهم فقالوا ارجع فاسئله فان حدث بعثمان حدث فالى من فاتيته فسألته فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لكم الدهر فتبا۔ اخرجه[1] الحاكم۔

اگر ابوبکر رض کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے، تو کس کو دیں، آپ نے میرے سوال پر فرمایا عمر رض کو ادا کریں، انہوں نے پھر مجھے آپ کے پاس بھیجا کہ عمر پر کسی حادثہ کی صورت میں کس کو دیں، تو آپ نے فرمایا عثمان کو، انہوں نے مجھے پھر اسی سوال کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا، آپ نے فرمایا عثمان پر حادثہ کی صورت میں تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو، (الحاکم)

۱۵:- عن جبير بن مطعم ان امرأة سألت رسول الله صلے الله عليه وسلم شيئا فامرها ان ترجع اليه فقالت يا رسول الله ارأيت ان جئت فلم اجدك تعنى الموت قال قال ان لم تجديني فأتي ابابكر رواه البخاري[2] ومسلم۔

جبیر رض بن مطعم فرماتے ہیں، ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات پوچھی آپ نے فرمایا تو پھر میرے پاس واپس آنا، اس نے کہا اگر میں آؤں، اور آپ نہ ہوں، یعنی وفات پا جائیں تو پھر آپ نے فرمایا، اگر مجھے نہ پائے، ابوبکر رض کے پاس چلی جانا۔

امام ابن عبدالبر استیعاب[3] میں لکھتے ہیں، یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر رض ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۷۷ کتاب معرفۃ الصحابۃ۔
[2] صحیح البخاری باب الاستخلاف من کتاب الاحکام ص ۱۰۷۲ صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر رض ص ۲۷۳ جلد ۲۔
[3] دیکھئے ص ۲۴۰ یہ امام شافعی کا مقولہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خطبہ پڑھنے کا حکم فرمایا، یہ بھی ان کی خلافت پر دال ہے :-

۱۶:- عن ابی الدرداء قال خطب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبۃ خفیفۃ فلما فرغ من خطبتہ قال یا ابابکر قم فاخطب فلما فرغ من خطبتہ قال لعمر قم فاخطب مقام ابی بکر فخطب نقصر دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودون ابی بکرؓ رواہ الحاکم[۱]۔

ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا خطبہ سے فارغ ہوئے تو ابوبکرؓ کو کہا تم خطبہ دو، ان کے بعد فرمایا، عمرؓ تم خطبہ دو، انہوں نے ابوبکرؓ کی جگہ خطبہ دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے خطبات سے کم۔ (حاکم)

خلافت ابوبکرؓ پر یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں ابوبکرؓ کو امام مقرر فرمایا، اور لوگوں کو ان کی اقتداء کا حکم دیا، اور امامت غیر ابی بکرؓ کے مشورہ کو سختی سے رد فرمادیا، چنانچہ حدیث میں ہے :-

۱۷:- عن ابی موسی الاشعری قال مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضہ فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ یا رسول اللہ انہ رجل رقیق اذا قام مقامك لم یستطع ان یصلی بالناس

ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور بیماری سخت ہوگئی، تو فرمایا ابوبکرؓ کو حکم دو، لوگوں کو نماز پڑھائیں عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ ابوبکرؓ نرم دل ہے، جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا، نماز نہ پڑھا سکے گا،

---

[۱] فی المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ ص۳ـ۸۶۔

فقال مری ابا بکر فلیصل بالناس فعادت فقال مری ابابکر فلیصل بالناس فانکن صواحب یوسف فاتاہ الرسول فصلی بالناس فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
رواہ البخاری[1] ومسلم

آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں، عائشہؓ نے دوبارہ کہا، آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، تم یوسف کی ساتھ والیوں کی طرح ہو ابوبکرؓ کے پاس قاصد آیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نماز پڑھائی (بخاری۔ مسلم)

۱۸۔ وعن[2] ابن عمرؓ نحوہ رواہ البخاری۔

ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے دیکھئے صحیح بخاری۔

۱۹۔ عن[3] عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس فقالت عائشۃ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابا بکر اذا قام مقامك لم یسمع الناس من البکاء فأمر عمر فلیصل بالناس قالت فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس

عائشہؓ سے بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو، لوگوں کو نماز پڑھائے عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا، رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرات نہیں سنوا سکے گا، آپ عمرؓ کو حکم دیں، وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، آپ نے

---

[1] البخاری کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ صہ۹۳ جلد۱۔ صحیح مسلم جلد۱ صہ۱۷۹۔
[2] حدیث ابن عمر صہ۹۳۔
[3] جامع ترمذی باب فی فضائل ابی بکر صفحہ ۲۳۰ جلد ۲۔ صحیح بخاری باب اہل العلم والفضل الخ جلد۱ صہ۹۳۔ کتاب الاذان۔

قالت عائشة رض فقلت لحفصة قولی له ان ابابکر اذا قام مقامك لم یسمع الناس من البکاء فأمر عمر فلیصل بالناس ففعلت حفصة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت حفصة رض لعائشة رض ما کنت لاصیب منك خیرا۔

فرمایا ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، عائشہ رض کہتی ہے، میں نے حفصہ کو کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا، رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہ سنوا سکے گا، عمر رض کو حکم دیں نماز پڑھائے حفصہ رض نے آپ سے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا تم یوسف کے ساتھ والیوں کے طرح ہو، ابوبکر رض حکم کرو لوگوں کو نماز پڑھائے، حفصہ رض نے عائشہ رض سے کہا میں نے تیرے سے اچھائی نہ پائی۔

۱۲۰۔ عن عبد الله بن زمعة قال لما استعز برسول الله صلی الله علیه وسلم وجعه انا عنده فی نفر من الناس دعاه بلال الی الصلوة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مروا ابا بکر یصل بالناس فقال فخرجنا فاذا عمر فی الناس وکان ابو بکر غائبا فقلت یا عمر قم فصل بالناس فتقدم فکبر فلما سمع

عبداللہ بن زمعہ رض فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ ہوگئی، میں بھی لوگوں کے ساتھ وہاں تھا، بلال نے آپ کو نماز کے لئے بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رض سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، ہم باہر آئے، ابوبکر موجود نہ تھے، عمر رض موجود تھے، میں نے عمر رض سے کہا اٹھ اور نماز پڑھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صوتہ وکان عمر رجلا جہیرا
قال فاین ابو بکر یابی اللہ
ذلک والمسلمون فبعث الی
ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر
تلک الصلوۃ فصلی بالناس
(زاد فی روایۃ) قال لما سمع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صوت عمر خرج النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حتی اطلع رأسہ
من حجرتہ ثم قال لا لا لا لیصل
بالناس ابن ابی قحافۃ یقول
ذلک مغضبا۔ اخرجہ ابوداؤد
وابو عمرو فی الاستیعاب[۲]۔

۲۱:- عن انس بن مالک ان
المسلمین بینا ھم فی الفجر یوم
الاثنین وابوبکر یصلی بہم فجاءھم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قد کشف ستر حجرۃ عائشۃ
فنظر الیہم وھم صفوف
فتبسم یضحک فنکص ابوبکر

عمرؓ آگے بڑھا اور تکبیر کہی، عمرؓ کی آواز اونچی تھی،
جب عمرؓ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا، ابوبکرؓ
کہاں ہے، اللہ تعالیٰ اور مسلمان
اس کا ابا کرتے ہیں، ابوبکرؓ کو
بلایا گیا، وہ عمرؓ کے نماز پڑھانے
کے بعد آئے، اور پھر ابوبکرؓ نے
نماز پڑھائی۔ ایک دوسری روایت
میں یہ الفاظ زائد ہیں، جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کی آواز سنی
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا سر مبارک کمرہ سے باہر نکالا،
اور غضبناک ہو کر فرمایا نہیں نہیں۔
لوگوں کو ابوبکر ہی نماز پڑھائے
(ابوداؤد، ابوعمر واستیعاب میں)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں،
مسلمان سوموار کے دن صبح کی نماز
پڑھ رہے تھے، اور ابوبکرؓ ان کو
نماز پڑھا رہے تھے، نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ کے حجرہ
کا پردہ کھولا، اور مسلمانوں کو صفوں
میں کھڑا دیکھا، آپ دیکھ کر مسکرائے

---

[۱] باب فی استخلاف ابی بکرؓ من کتاب السنۃ جلد ۲ ص ۲۱۴۔
[۲] الاستیعاب مع الاصابۃ جلد ۲ ص ۲۴۲ یہ حدیث مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۴۱ میں بھی موجود ہے۔

علی عقبیہ فظن ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یرید ان یخرج الی الصلوٰۃ و ھم المسلمون ان یفتتنوا فی صلوٰتہم فرحا بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم حین رأوہ فاشار بیدہ ان اتموا ثم دخل الحجرۃ وارخی الستر وتوفی ذلک الیوم صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البخاری[1]۔

ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے، اور یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں آیا چاہتے ہیں، مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوشی میں آکر نماز میں بھولنے لگے، آپ نے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو، اور پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے، اور پردہ لٹکا دیا، اور اسی دن وفات پا گئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکرؓ کو مرض موت میں نماز کا امام مقرر فرمانا، تواتر سے ثابت ہے، مذکورۃ الصدر صحابہؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ، علیؓ بن ابی طالب، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، وغیرہ جلیل القدر صحابہؓ سے بھی مروی ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ایسے فقہا صحابہؓ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، اس لئے یہ مسئلہ اجماعی ہوا، جیسا کہ امام حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابو عمر ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا ہے[2]۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، تو انصار نے کہا ایک امیر ہمارا اور ایک امیر تمہارا ہونا چاہیئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے جماعت انصار کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو لوگوں کی امامت کے لیے حکم کیا تھا۔ تم کون ہے، جس کا دل یہ گوارا کر سکے کہ، وہ ابوبکرؓ کے آگے کھڑا ہو۔ انصار نے جواب دیا معاذ اللہ ہم ابوبکرؓ کے آگے نہیں ہو سکتے۔

---

[1] باب الالتفات فی الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۴ و باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ ص ۹۳ من کتاب الاذان جلد ۱

[2] المستدرک جلد ۳ ص ۶۷ کتاب معرفۃ الصحابہ الاستیعاب مع الاصابۃ ج ۲ ص ۲۴۱۔

استیعاب[1] میں ہے حسن بصری قیس بن عباد سے روایت کرتا ہے، کہ مجھے حضرت علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ کئی دن اور رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے، جب ہی اذان سنتے فرماتے ابو بکرؓ کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ایں نے سوچا کہ نماز دین کا اصل اور جوہر ہے، جس شخص کے ذمے ہمارا یہ دینی فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا ہے، اس پر ہم اپنی دنیاوی کاموں کے لئے راضی ہیں، اس لئے ہم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

مستدرک حاکم میں بھی اس کے قریب قریب مفہوم کی روایت حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے مروی ہے۔

ایک سوال کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ایک اثر سے معلوم ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا، جیسا کہ بخاری میں ہے:۔

قال عمر ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی ابوبکر وان اترك فقد ترك من ھو خیر منی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ رواہ البخاری[2]۔

عمرؓ نے کہا اگر میں خلیفہ بناؤں تو میرے سے بہتر یعنی ابو بکرؓ خلیفہ بنا چکا ہے، اور اگر خلیفہ مقرر نہ کروں، تو میرے سے افضل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

---

[1] جلد ۲ صـ ۲۴۲۔
اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت علیؓ سے کتاب فضائل ابی بکرؓ لابی طالب محمد بن علی بن الفتح العشاری صـ ۷ میں ہے امام عشاری اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ابو بکرؓ کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا ہے جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مقرر ہوئے اسے ہمارے دین کیلئے آپ نے پسند کیا ہم اپنی دنیا کے لئے ان کو پسند کرتے ہیں۔

[2] جلد ۲ صـ ۱۰۷۲ باب الاستخلاف کتاب الاحکام۔

اور مستدرک[۱] حاکم میں ہے :-

قال علی ما استخلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاستخلف

علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں کیا، کہ میں خلیفہ مقرر کردں!

احادیث مذکورہ اور ان آثار کے مابین تطبیق کی کیا صورت ہو سکتی ہے!

جواب ان آثار اور مذکورہ احادیث کے مابین تطبیق یہ ہے کہ ان آثار میں استخلاف کی نفی سے مراد یہ ہے، کہ متعاد طریق پر کہ آپ لوگوں کو جمع فرماتے اور ان سے بیعت لیتے، جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لی، خلیفہ نہیں بنایا۔

خلافت خلفاء اربعہ پر اجماع امت مسلمہ ہماری بیان کی ہوئی ترتیب پر خلفاء اربعہ کی خلافت پر امت کا اجماع ہے حتیٰ کہ مخالفین بھی اس سے انکار نہیں کرتے بلکہ فرطِ عصبیت اور عناد کی وجہ سے یہ لوگ تکفیر صحابہ کے مرتکب ہوئے ہیں، اور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن و حسین کو ساتھ لے کر مہاجرین اور انصار اور اہل بدر کے گھر گھر گئے، اور ان سے مدد طلب کی چار شخصوں کے علاوہ کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ زبیر، مقداد، سلمان، اور ابو ذر[۲]

ایک سوال اگر کوئی کہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے بغیر اجماع منعقد نہیں ہو سکتا، کیونکہ، وہ اکابر فقہاء صحابہ سے ہیں، اور علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی مظلومی اور مقہوری کا اظہار کرتے رہے، ہر جگہ قریش کی شکایت کی، اور ان کو بددعائیں دیں -

جواب یہ جھوٹ اور باطل اور رافضیوں کا اختراع ہے کسی صحیح یا حسن بلکہ کسی ضعیف روایت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شکایت کرنا ثابت نہیں ہے۔

---

[۱] جلد ۳ ص ۷۹ کتاب معرفۃ الصحابۃ۔
[۲] یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، محض جھوٹ اور پروپیگنڈا ہے۔

بلکہ روایات صحیحہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے خوشی و رضا سے بیعت کی، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔[1] حضرت علیؓ سے باسانید متواترہ فضائل شیخین ثابت ہیں۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

خلافت ابوبکرؓ پر آثار صحابہؓ

۱:۔ امام دارقطنیؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:۔

والذی فلق الحبة و برأ النسمة لو عهد الی رسول الله صلی الله علیه وسلم عهدا لجاهدت علیه ولو لم اجد الا ردائی ولم اترك ابن ابی قحافة یصعد درجة واحدة من منبره صلی الله علیه وسلم ولکنه صلی الله علیه وسلم رضیه لدیننا فرضینا ه لدنیانا۔[2]

قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا، اور روح پیدا فرمائی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی وصیت فرماتے، میں اس کے لیے ضرور جہاد کرتا، اگرچہ میری چادر کے سوا کسی کو (اپنے ساتھ) نہ پاتا، اور میں ابو قحافہ کے بیٹے کو منبر کے ایک درجہ پر بھی نہ چڑھنے دیتا، لیکن جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا، ہم اسے اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں۔

۲:۔ ابن ابی شیبہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ فرماتا ہے، میرے پاس علیؓ طیع پرسی کے لئے تشریف لائے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے، اور لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پہ بیعت کی میں نے بھی بیعت کی، اور راضی ہوا، پھر ابوبکر فوت ہوئے اور عمرؓ خلیفہ بنائے گئے، میں نے بھی بیعت کی، اور راضی ہوا، پھر عمرؓ فوت ہو گئے، اور خلافت کو شوریٰ کے سپرد کر گیا، عثمان کی بیعت ہوئی، میں نے بیعت کی، اور راضی ہوا۔
(کتاب فضائل ابی بکر للامام العشاریؒ ص۵)

[2] صواعق محرقہ ص۱۶ بحوالہ ابن سعد۔

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے وقت بعض لوگ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس بیعت کرنے کے لئے آئے، ابو عبیدہ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا، میرے پاس آتے ہو حالانکہ تم میں ثالث ثلٰثہ موجود ہیں، یعنی حضرت ابو بکرؓ۔

۳:۔ امام احمدؒ بھی ابن سیرین کا اثر روایت کرتے ہیں، مگر اس میں ابو عبیدہ کا استدلال ابو بکرؓ کا امام نماز مقرر ہونا مذکور ہے۔

۴:۔ امام حاکم مستدرک میں مرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سفیان حضرت علیؓ کے پاس آئے، اور کہا خلافت کے معاملہ میں کیسا حال ہوا؟ کہ قریش کے کمزور گروہ میں چلی گئی، یعنی ابو بکرؓ کے پاس خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تیرے لئے گھوڑوں اور فوج سے زمین پُر کردوں گا، یعنی وہ علیؓ سے کہہ رہا ہے اگر تم دعویٰ خلافت کرو، میں تیرے لئے لشکر فراہم کردوں گا حضرت علیؓ نے جواب دیا، ابو سفیان تم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کر رہے ہو تیری عداوت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ہم نے ابو بکرؓ کو خلافت کا مستحق پایا ہے۔

حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ و عمرؓ کا مدح کرنا۔ حضرت علیؓ کا شیخینؓ کی مدح و تعریف کرنا تواتر سے ثابت ہے۔

۱:۔ امام احمدؒ عبد خیر سے روایت کرتے ہیں کہ علیؓ نے منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا:۔

قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر فعمل بعمله وسار بسيرته حتى قبض الله على ذلك ثم استخلف عمر فعمل بعملهما	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اور ابو بکر خلیفہ بنائے گئے، وہ آپ کے عمل اور اس کی سیرت کے مطابق عمل کرتے رہے، پھر عمرؓ خلیفہ بنائے گئے

لہ المستدرک جلد ۳ صـ۷۰ کتاب معرفۃ الصحابۃ نیز الاستیعاب لابن عبد البر جلد ۲ صـ۲۴۵ مع الاصابہ۔

وساسا بسير تهما حتى قبضه الله عزو جل على ذلك ۔

وہ بھی دونوں کی سیرت وسنت کے مطابق عمل کرتا رہا، اور اس پر ان کو اللہ تعالیٰ نے قبض فرما لیا۔

یہ روایت[1] متعدد طرق سے ثابت ہے۔

۲:۔ امام حاکم[2] جعفر بن محمد الصادق سے وہ امام باقرؒ سے وہ عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں:۔

قال علی ولینا ابو بکر فکان خیر خلیفة الله وارحمه علینا واحناه علینا۔

علیؓ نے کہا ابو بکر ہمارے والی ہوئے وہ اللہ کے اچھے خلیفہ تھے، اور ہم پر رحم کرنے والے، اور شفقت کرنے والے۔

۳:۔ امام حاکم[3] اور بخاری متعدد طرق سے حضرت ابن عباس کا یہ مقولہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے بعد ان کے پاس گیا، میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کے لئے بہشت کی خوشی و مسرت ہو، آپ اس وقت اسلام لائے، جب دوسرے کفر میں تھے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا، جبکہ لوگ آپ کو ناخوش کر رہے تھے، اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو آپ پر راضی تھے، اور آپ کی خلافت میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا، اور بالآخر آپ شہادت کا مرتبہ پا گئے۔ (الحدیث)

فقیر کی کوشش یہ ہے کہ اس کتاب میں روایاتِ اہل سنت کم ہی درج کی

---

[1] کتاب فضائل ابی بکر للعشاری ص۵

[2] المستدرک جلد۳ ص۷۹ وفیہ قال عبداللہ بن جعفر ولینا الخ نیز الاستیعاب ص۲۴۳ جلد۲ اور الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن حجرؒ ص۳۳۵ جلد۲ میں بھی یہ مقولہ عبداللہ بن جعفر کا ہے، متن میں علیؓ کی طرف نسبت سہو ہے۔ مسند بزار ص۱۸۳ میں ہے قال علی خلفتہ فی امتہ یا حسن الخلافۃ

[3] المستدرک جلد۳ ص۹۲

جائیں کہ اہل تشیع پر الزام نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اہل سنت کی احادیث قبول نہیں کرتے، چونکہ اس بارے میں روایات متواترہ اسانید سے ثابت ہیں، انہیں بھی ان سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے، الا یہ کہ وہ مکابرہ کریں۔

روافض اس قسم کی روایات کو تقیہ پہ محمول کیا کرتے ہیں، تقیہ کا بطلان اور حضرت علیؓ کے بارہ میں عدم تقیہ کے قرائن پہلے بیان ہو چکے ہیں، انہیں وجوہ کی بناء پہ یہ احادیث درج ہوئیں، اب کتب روافض سے آثار نقل کئے جاتے ہیں۔

۴۱۔ رضی نہج البلاغۃ میں حضرت علیؓ کا ایک مکتوب جو کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو لکھا درج کرتا ہے:۔

اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمتك وانت بالشام لانه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد انما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان لله رضی فان خرج منهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی فقاتلوه علی اتباعه	اے معاویہ تجھ پہ میری بیعت لازم ہے، جبکہ تو شام میں ہے، اس لئے کہ میرے ساتھ ان لوگوں نے بیعت کی ہے، جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی، اور انہیں باتوں پر جن پہ ان سے بیعت کی، کسی حاضر کو اب اختیار نہ ہے اور کسی غائب کو کہ رد کر سکے۔ شوریٰ مہاجرین اور انصار کے لئے ہے، اگر یہ کسی مرد پہ جمع ہو جائیں اور اس کو امام نامزد کریں، اس پہ اللہ کی رضا ہے، اگر کوئی

غیر سبیل المؤمنین وولاہ ماتولی واصلاہ جھنم وساءت مصیرا۔ نہج البلاغۃ۔

خروج کرتا ہے، طعن کر کے تو اسے واپس لاؤ، اگر انکار کرے، تو اس سے لڑو کہ ایمان داروں کی راہ چھوڑے ہوئے ہے۔

۵:۔ امیر المؤمنین نے فرمایا خدا کی قسم ہے فلاں نے کفار کے ساتھ جہاد کیا، اور مرتدوں کے ساتھ لڑائی کی، ان کو قتل کیا، یا مسلمان ہو گئے اس کی وجہ سے اسلام پھیلا جزیہ وضع کیا، مساجد بنائیں، اس کی خلافت کے ایام میں فتنے نہ واقع ہوئے، انتہی۔ نہج البلاغۃ۔ فلاں سے مراد یا ابو بکرؓ ہیں، اور یا عمر فاروقؓ۔

۶:۔ جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے تو علیؓ گھر کے دروازے پہ کھڑے ہوئے، اور فرمایا:۔

کنت واللہ یعسوبا للمؤمنین وکنت کالجبل لا یحرکہ العواصف ولا یزیلہ۔

خدا کی قسم تم ایمان والوں کے لئے یعسوب کی مانند تھے، اور پہاڑ کی طرح جسے تیز ہوائیں نہ ہلا سکیں، اور نہ ہٹا سکیں۔

۷:۔ حافظ ابو سعید بن السمان وغیرہ محمد بن عقیل بن ابی طالب سے روایت[۳] کرتے ہیں، کہ جب حضرت ابو بکر صدیق وفات پا گئے، اور کفنائے گئے، مدینہ رونے کی آواز سے حرکت میں آگیا، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ہوا، حضرت علیؓ روتے ہوئے آئے، اور کہا آج خلافت نبوۃ کا ایک دورہ ختم ہو گیا، علیؓ گھر کے دروازہ پہ کھڑے ہوئے، اور کہا:۔

رحمک اللہ ابا بکر کنت الف

اے ابو بکرؓ خدا تجھ پہ رحم

---

[۱] صفحہ جلد ۲۔
[۲] یہ نہج البلاغۃ کی عبارت کا حاصل مفہوم ہے دیکھئے جلد ۱ ص ۵۶۱-۵۶۲ [۳] مسند بزار ص ۱۸۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ	فرمائے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وانیسہ (وذکر الحدیث	وسلم کے ساتھی اور انیس تھے، تم
بطولہا فی فضائل ابی بکر وفیہ)	نے ایسی ذمہ داری حکومت نباہی
وقمت بالامر مالم تقم بہ	کہ کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں نبھائی
خلیفۃ نبی نہضت حین وھن	جب تیرے ساتھی کمزور تھے،
اصحابك وبرأت حین استکانوا	تو اٹھ کھڑا ہوا، اور طاقت کا
وقویت حین ضعفوا ولزمت	مظاہرہ کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ
منہاج رسول اللہ صلے اللہ علیہ	علیہ وسلم کے منہاج کو قابو رکھا
وسلم اذکنت خلیفتہ حقا۔	کہ تم اس کے سچے خلیفہ تھے۔

۸:۔ نیز کتب شیعہ میں ابو جعفر محمد الباقر سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ دیکھا تو فرمایا۔

واللہ ما احد من الناس	اللہ کی قسم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں
احب الی ان القی بصحیفتہ	ہے جس کا صحیفہ اعمال مجھے مل جائے
من ھذا المسجی۔	مجھے پسند ہو سوا اس ڈھانپے ہوئے کے،

یہ اثر ابو حنیفہؒ نے کتاب الآثار میں محمد باقر سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور امام حاکمؒ[۵۱] محمد باقر سے وہ جابر بن عبداللہ سے متصلاً روایت کرتا ہے۔

۹:۔ امام احمدؒ ابن عمرؓ اور ابو جحیفہ سے روایت کرتا ہے، اور بخاریؒ[۵۲] ابن عباس سے کہ علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ دیکھا تو کہا:۔

ما خلقت احدا احب الی	مجھے کوئی آدمی پسند نہیں کہ
ان القی اللہ بمثل عملہ	اس کے سے اعمال کے ساتھ رب
منك وایم اللہ وان کنت	سے ملوں، تیرے سوا خدا کی قسم

---

[۵۱] المستدرک ج ۳ ص ۹۴ کتاب معرفۃ الصحابۃ۔
[۵۲] صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۱۹ باب فضل ابی بکر کتاب المناقب۔

لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک حیث انی کنت کثیرا سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذھبت انا وابوبکر وعمر و دخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر۔	میں یقین کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے ساتھیوں کے ساتھ کرے گا کہ میں عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا، آپ فرماتے میں گیا، اور ابوبکر و عمر میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر میں نکلا۔ اور ابوبکر و عمر۔

۱۰۔ اردبیلی کشف الغمہ[1] فی معرفۃ الائمۃ میں وہ روایات لاتا ہے، جنہیں اہل سنت و اہل شیعہ دونوں قبول کرتے ہیں یہ کہ:۔

انہ سئل الامام ابو جعفر محمد عن حلیۃ السیف ھل یجوز قال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ قال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاخرۃ۔	امام ابو جعفر محمد سے حلیۃ السیف کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ابوبکر صدیق نے ایسا کیا تھا، راوی نے کہا آپ اسے صدیق کہتے ہیں۔ امام اپنی جگہ سے کود پڑے، اور فرمایا، ہاں وہ صدیق ہے، جو اسے صدیق نہ کہے، خدا اس کی بات دنیا و آخرت میں سچ نہ کرے۔

۴ خلافت بلافصل حضرت علیؓ پر شیعہ کے دلائل قرآن پاک سے

روافض اپنے مدعا پر خلفائے ثلاثہ اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطاعن

[1] صفحہ ۲۲۰

سے استدلال کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ اور دیگر اصحاب اس قابل ہی نہیں تھے، کہ ان کا اجماع حجت ہوتا، مطاعن کا تفصیلی جواب مقالہ رابعہ میں آجائے گا انشاء اللہ، نیز چند آیات، سے بھی ان کے مفہوم توڑ موڑ کر استدلال کرتے ہیں، کچھ ادلہ عقلیہ جنہیں خرافات کا نام دیا جائے تو بہتر ہے بھی پیش کرتے ہیں، کچھ روایات بھی ہیں، جو ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتیں، اور کئی ایک موضوع روایات ہیں۔ اس بارہ میں سات آیات سے استدلال کیا کرتے ہیں۔

شیعہ کی پہلی دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (المائدۃ ۵۵)	تمہارا دوست اللہ ہے، اور اس کا رسول اور جو لوگ ایمان لائے نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ آیت باجماع مفسرین حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جبکہ انہوں نے رکوع میں اپنی انگشتری ایک سائل کو صدقہ کردی تھی، ولی متصرف کے معنیٰ میں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے لئے ولایت ثابت کی، جس طرح کہ اپنے اور اپنے رسول کے لئے ثابت کی۔ واضح ہے کہ خدا کی ولایت عام ہے، اس طرح علیؓ کی ولایت بھی عام ہوگی، لہٰذا وہی امام ہیں، کوئی اور نہیں۔ کیونکہ کلمہ انما کا تقاضا یہی ہے جو کہ حصر پر دلالت کرتا ہے۔

جواب | یہ استدلال بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً:۔ اہل تفسیر کا اس پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے، نقاش ابوجعفر محمد باقرؒ سے روایت کرتا ہے کہ یہ آیت صحابہ مہاجرینؓ اور انصارؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

ظاہر بھی یہی ہے جیسا کہ الذین اور جمع کی ضمائر سے واضح ہو رہا ہے، حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، ثعلبی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں اتری ہے، ثعلبی حاطب لیل ہے، بلا تحقیق روایات درج کرتا ہے، صحیح ہوں یا ضعیف قاضی شمس الدین بن خلکان فرماتا ہے کہ ثعلبی عبداللہ بن سبا کے اصحاب سے تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ واپس دنیا میں آئیں گے، کبھی اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت ضم کی جاتی ہے، وہ بھی ایک جھوٹا اور کذاب وضاع رافضی تھا۔

صاحب لباب روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عبادۃ بن الصامت کے بارے میں نازل ہوئی، جب کہ انہوں نے اپنے حلیفوں اور ابن ابی ایسے منافقین سے بیزاری کی تھی، سیاق آیت کا تقاضا یہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا	اے ایمان والو! یہود
الیہود والنصاری اولیاء۔	اور نصاریٰ کو ساتھی
(المائدۃ ۵۱)	نہ بناؤ۔

اہل سنت محدثین میں ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ انہوں نے فرمایا تھا، یا رسول اللہ ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، بہر صورت سبب نزول کی تخصیص سے آیت کے عموم میں تخصیص نہیں ہوا کرتی ہے۔

ثانیاً: لفظ ولی کے کئی معنیٰ ہیں، محب، صدیق، النصیر۔ الاولی بالتصرف الجار۔ ابن العم۔ المعتق۔ بغیر قرینہ کوئی ایک معنیٰ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اس مقام پر سیاق آیت قرینہ ہے کہ ولی کا معنیٰ محب یا دوست یا مددگار کے ہیں، امام یا اولیٰ بالتصرف کا معنیٰ نہیں ہو سکتا،

صیغہ جمع بھی اس کا قرینہ ہے،

ثالثاً: حضرت علیؓ کا نماز میں انگشتری صدقہ کرنے کو اس بات کا قرینہ بنایا جاتا ہے، کہ آیت میں وہی مراد ہیں، حالانکہ یہ قصہ اہل حدیث کے ہاں ثابت ہی نہیں۔

اگر واقعہ کو سچا تسلیم کر بھی لیا جائے، وہ ایک نفلی خیرات تھی، اسے زکوٰۃ نہیں کہا جا سکتا۔ وھم راکعون کا واؤ حال کے لئے نہیں، بلکہ مطلق عطف کے لئے ہے، معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور وہ نماز میں رکوع کرتے ہیں۔ ایمان دار اہل کتاب کی مانند نہیں کہ وہ بے رکوع نماز ادا کرتے ہیں، اگر واؤ حال کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو راکعون کا معنیٰ خاضعون ہے رکوع کا اصل لغوی معنیٰ خضوع کا ہے، جیسا کہ اہل لغت نے بیان کیا ہے۔

رابعاً: نحاۃ کوفہ کے نزدیک کلمہ انما حصر کے لئے نہیں ہے، بلکہ وہ اسے اِنَّ اور ما کافہ سے مرکب کہتے ہیں، اس لئے آیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ بالفرض تسلیم کر لیا جائے، تو بھی حضرت علیؓ کو آیت میں ولی بمعنیٰ امام وخلیفہ قرار دینا غلط ہے، کیونکہ ولی وہ ہوگا، جو اپنے معنیٰ میں بالفعل متصف ہو، اور علیؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صفت امامت وخلافت سے متصف ہوئے تھے، فکیف التطبیق۔

شیعہ کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما یرید اللہ لیذھب	اللہ ارادہ کرتا ہے کہ اے
عنکم الرجس اھل البیت	اہل بیت تم سے رجس دور کر
ویطھرکم تطھیرا (الاحزاب ۳۳)	دے، اور تمہیں پاک کر دے،

رافضی اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ علماء تفسیر

۱؎ جیسا کہ امام ابن تیمیہ رح نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باجماع علماء روایت جھوٹ ہے، اور اس کے کذب ہونے کی متعدد وجوہ بیان کیں، تفصیل کیلئے (منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۵۵)

کا اجماع ہے کہ یہ آیت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کے بارہ میں نازل ہوئی، اور یہ آیت انکی عصمت پر دلالت کرتی ہے یہ معصوم ہیں اور دوسرے خلفاء معصوم نہیں تھے، اور امامت میں عصمت شرط ہے لہٰذا یہی امام ہے۔

جواب | یہ استدلال بھی بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً۔ دعویٰ اجماع مفسرین باطل ہے بلکہ مفسرین اس کے سبب نزول میں اختلاف کرتے ہیں ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ آیت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ابن جریر نے عکرمہؓ سے روایت کی ہے اور سیاق آیت بھی اس کا مقتضی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن (الی قولہ) واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ۔ (الاحزاب ۳۲-۳۳-۳۴)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقوٰی کرو۔ (الی قولہ تعالیٰ) اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دیتی رہو، اور اللہ کی اطاعت کرتی رہو، اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے رجس ختم کر دے اے اہل بیت اور تمہیں پاک بنادے، اور یاد کرتی رہو، جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت چار اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی، علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے، جو کہ ام سلمہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں کیا، اور یہ آیت پڑھی، نیز مسند احمد میں واثلہؓ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت

؎ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ باب فضائل الحسن والحسین۔

کے بعد فرمایا۔

اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا۔	اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں، اور خصوصی ہیں، ان سے گناہ دور کر، اور ان کو پاک بنا۔

مسلمؒ اور احمدؒ کی اس حدیث کا یہ اقتضاء قطعاً نہیں ہے کہ اس فضیلت میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔

مفسرین کا ایک گروہ قائل ہے، کہ یہ آیت بنی ہاشم کے حق میں نازل ہوئی محققین اہل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت جمیع اہل بیت کے حق میں اتری ہے، اور اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد سب ہی داخل ہیں، ازداج کا داخل ہونا سیاق آیت سے ثابت ہے، اور دوسروں کا اس میں شریک ہونا تذکیر ضمیر سے واضح ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے حق میں ارشاد ربانی ہے:۔

اتعجبين من امر الله رحمت الله وبركاته عليكم اهل البيت الاية (هود ۷۳)	کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہے، اللہ کی رحمتیں اور برکات ہیں تم پر اے اہلبیت۔

اگر ثابت ہو بھی جائے کہ، یہ آیت کسی ایک شخص کے بارہ میں اتری ہے تو بھی یہ ضرور نہیں کہ کوئی اور اس میں داخل نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں یعنی ہے، اور انہیں بھی چادر

ل جامع ترمذی باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن حسین فاطمہ کو چادر میں ڈھانپا اور فرمایا اے اللہ اہل بیت یہی ہیں ان سے رجس دور کر اور انہیں پاک کر ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں ان کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تو اپنی جگہ ہے اور تو افضلیت پر ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازداج ہی آیت شریفہ کی مصداق ہیں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی بنا پر فاطمہ حسین حسن اور علی بھی اس میں داخل ہو گئے ۱۲۔

ل تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا وانت من اہلی یعنی تو میرے اہل میں ہے۔ (دیکھو الامام ابو جعفر بن جریر الطبری)

کے نیچے لیا، ایک اور روایت میں ہے کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دوسری دختران اور رشتہ دار اور بیویوں کو بھی چادر میں داخل کیا تھا، اور بہت محدثین یہ بھی روایت کرتے ہیں، کہ حضرت عباسؓ اور ان کے فرزندان فضل عبداللہ۔ عبیداللہ۔ قثم۔ سعید۔ اور عبدالرحمٰن کو بھی سیاہ مخطط بسرخی چادر میں لیا اور فرمایا۔

اللهم هؤلاء اهل بیتی	اے اللہ یہ میرے اہل بیت
وعترتی فاسترهم من النار	اور میری اولاد ہیں، ان کو آگ
کستری بهذه الشملة۔	سے پردہ میں رکھ جس طرح میں نے چادر میں انہیں ڈھانپ لیا ہوا ہے۔

در و دیوار میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ اس پر آمین نہ کہا ہو یہ حدیث ابن ماجہ[1] اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

ثانیا۔ اس لئے کہ یہ آیت عصمت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس میں رجس سے پاک کرنے کا عہد کیا۔ رجس سے مراد شیطانی وساوس ہیں، تطہیر سے مراد خدا تعالیٰ کا ان کی نگہداشت کرنا ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کے حق میں بھی وارد ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فتیمموا صعیدا طیبا	پاک مٹی کا قصد
فامسحوا بوجوهکم وایدیکم	کرو، اور چہرے اور ہاتھوں
مایرید الله لیجعل	کا مسح کرو، اللہ تعالیٰ تم پر حرج
علیکم من حرج ولکن یرید	نہیں کرنا چاہتا لیکن تاکہ پاک
لیطهرکم ولیتم نعمته ولعلکم	کرے، اور اپنی نعمت پوری کرے اور
تشکرون (المائدة ۶)	تم شکر کرو۔

اس میں بھی تطہیر سے مراد مخاطبین کا معصوم بنانا نہیں ہے، کما لا یخفیٰ۔

ثالثا۔ اس لئے کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے معصوم کے

[1] یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں نہیں ہے، ممکن ہے ان کی کسی اور کتاب میں ہو۔

ہوتے ہوئے بھی ایک غیر معصوم امام بن سکتا ہے، جیسا کہ شمویل نبی علیہ السلام (معصوم) اور داؤد علیہ السلام کی موجودگی میں طالوتؑ کو حکومت دی۔

شیعہ کی تیسری دلیل (۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ (الشوریٰ ۲۳)

فرمائیں، میں اس پر مزدوری نہیں لیتا۔ سوائے محبتِ قرابت کے۔

شیعہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، وہ کون قرابت دار ہیں، جن کی محبت واجب ہے، فرمایا علیؓ فاطمہ اور ان کے پسران جبکہ محبت غیر علی واجب نہیں ہے اور وجوب محبت، وجوب اطاعت کو مستلزم ہے، لہٰذا علیؓ کی اطاعت واجب اس بنا پر وہی امام ہیں۔

جواب اس آیت سے استدلال بھی کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً:۔ اس لئے کہ اس آیت کی مراد میں مختلف روایات آئی ہیں، احمد اور طبرانی نے اسی طرح روایت کیا ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے، اور مکہ میں حسنین موجود ہی نہ تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا ہوئے، اس حدیث کے رواۃ میں ایک غالی شیعہ ہے۔ صحیح بخاریؒ کی حدیث اسی بارہ میں واضح ترین ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ قربیٰ سے وہ لوگ مراد ہیں، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری ہے۔ اکثر ائمہ تفسیر نے ابن عباسؓ سے اس آیت کے یہ معنیٰ نقل کئے ہیں کہ میں رسالت پر تم سے اجرت نہیں مانگتا، ہاں ایک

لہ صحیح بخاری کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ الا المودۃ فی القربیٰ کا مفہوم کیا ہے، سعید بن جبیر نے جواب دیا، اس سے قربیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، ابن عباس نے فرمایا تو نے جلدی کی قریش کے سب ہی خاندان کی آپ سے قرابت ہے، صحیح مقصد آیت یہ ہے میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا، صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے تم اس کا خیال کرو۔ دیکھئے صحیح بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۱۳۔

محبت جو تم مجھ سے قرابت کی وجہ سے رکھتے ہو۔" مہدی کبیر، عبدالرحمٰن اور مفسرین کی ایک جماعت اس معنیٰ کا یقین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں قریش کے جمیع قبائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری تھی، قریب یا بعید۔

ثانیاً۔ وجوب محبت ان چاروں کے ساتھ مخصوص نہ ہے، ابن بابویہ (شیعہ مصنف) "اعتقادات" میں ذکر کرتا ہے، کہ امامیہ کے نزدیک محبت علویان واجب ہے، اہل سنت کہتے ہیں کہ آل نبی اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنا بھی واجب ہے، غیر علی کی محبت کے وجوب کی نفی غلط ہے، صحیح حدیث[1] میں وارد ہے:۔

حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضہما کفر۔	ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان ہے، اور ان کا بغض کفر ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم (آل عمران ۶۱)	آپ کے پاس علم آنے کے بعد جو جھگڑا کرتا ہے، تو اسے فرمائیں، آؤ تم اپنے لڑکے لے آؤ، ہم اپنے لڑکے لائیں، تم اپنی لڑکیاں لاؤ، ہم اپنی لڑکیاں لائیں، اور تم خود آؤ ہم بھی آتے ہیں

تقریر استدلال یوں کرتے ہیں کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ ابناء سے مراد حسنینؓ ہیں، اور نساءنا سے مراد فاطمہؓ اور انفسنا سے علیؓ اس لئے کہ انہی چہار کس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ بنی نجران[2] میں اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

---

[1] کتاب فضائل ابی بکرؓ للعشاری ج ۲ صا۔ عن علی بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضہما کفر۔

[2] بنی نجران کا وفد سنہ ۹ھ میں آیا تھا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی لڑکی فاطمہؓ زندہ تھی، دیکھئے منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۱۸ نیز ج ۴ ص ۳۴، ص ۳۵ میں اس آیت سے شیعہ استدلال کی مفصل تردید فرمائی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علیؓ کو نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے، اور اس سے مراد ان کے ساتھ برابری ہے، اور مساوی ہی اولیٰ بالتصرف ہوتا ہے لہٰذا وہی امام ہیں۔

جواب یہ استدلال کئی طریق سے باطل ہے۔

پہلا طریق یہ ہے، انفسنا سے مراد علیؓ ہو اس پر دعویٰ اجماع جھوٹ اور لاف ہے، بلکہ اس سے مراد خود ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، کلام عرب میں ایک مشہور محاورہ ہے، دعوت نفسی بکذا۔ یا امرت بنفسی بکذا۔ "میں نے خود یہ حکم دیا"۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ انفس میں وہ لوگ مراد ہوتے ہیں، جو نسب اور دین میں باہمی اتصال رکھتے ہوں، جیسا کہ آیاتِ ذیل میں ہے۔

(۱) لاتخرجون انفسکم من دیارکم (البقرہ ۸۴) (۲) لا تقتلون انفسکم (البقرۃ ۸۵) (۳) ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا (النور ۱۲)

(۴) ولا تلمزوا انفسکم (الحجرات ۱۱)

دوسرا طریق یہ ہے کہ انفس سے مراد اگر بالفرض علیؓ ہی ہیں تو مساوات ضروری نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیات ہیں۔

تیسرا طریق یہ ہے کہ علیؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل مساوات جمیع صفات میں بالاتفاق باطل ہے، کسی ایک صفت میں مساوات کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس سے اولیٰ بالتصرف ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

چوتھا طریق یہ ہے، اگر اس آیت سے شیعہ کا دعویٰ ثابت ہوجائے، تو علیؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امام ہونا لازم آتا ہے، (حالانکہ یہ بالکل غلط اور باطل ہے)

شیعہ کی پانچویں دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما انت منذر ولکل قوم هاد (الرعد ۷)	آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا راہ نما ہے۔

ثعلبی[1] بروایت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

انا المنذر وعلی الہاد۔ — میں ڈرانے والا اور علی راہنما ہے۔

جواب: یہ روایت ضعیف[2] ہے، ثعلبی اور اس کی مرویات کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے، لہٰذا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔ اگر اس آیت کا یہ مفہوم انما انت منذر وعلی ہاد تسلیم کیا جائے تو اس میں تقسیم کا مفہوم سمجھا جاتا ہے یعنی تم صرف ڈرانے والے ہو اور علی راہ نما ہے

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی ہونے کی نفی لازم آتی ہے اور اس آیت کا انکار بنتا ہے۔ جو کہ صریحاً باطل اور لغو ہے۔

وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔ — آپ سیدھے راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔

شیعہ کی چھٹی دلیل | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وقفوھم انھم مسئولون۔ (الصافات ۲۴) — ان کو ٹھہراؤ ان سے پوچھا جائے گا۔

مسند الفردوس[3] میں اور تفسیر واحدی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انکم مسئولون عن ولایۃ — تم سے علی کی ولایت کے بارہ

---

[1] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ثعلبی اور اس کا شاگرد واحدی بلا تحقیق موضوع روایات درج کرتے ہیں یہ حاطب لیل ہے، امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں ان کی موضوع روایات کو ترک کر دیا ہے، مختصر تلخیص تفسیر الثعلبی میں انتہیٰ منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے اللہ اس کے وضع کرنے والے کو ذلیل کرے تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۳۔

[2] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، یہ روایت باتفاق محدثین موضوع ہے، اس کی تکذیب اور تردید کرنا لازم ہے، (منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۸)

[3] امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کتاب الفردوس میں موضوع روایات ہیں، اس کا مصنف شیرویہ بن شہریار دیلمی ہے، اگرچہ رواۃ حدیث سے ہے، مگر اس نے اسانید صحیح اور ضعیف اور موضوع کا امتیاز کئے بغیر حذف کر دی ہیں، اسی لئے اس کتاب میں اکثر روایات موضوعہ ہیں (منہاج السنۃ صفحہ ۱۷ جلد ۳) واحدی بھی حاطب لیل ہے کما مر۔

علی رضؓ ۔ میں سوال کیا جائے گا ۔

جواب | یہ حدیث باطل ہے، اور اس کی سند میں نا قابل احتجاج راوی ہے، نیز لفظ ولایت اہل سنت کے نقطہ نظر سے امامت پر دلالت نہیں کرتا ، جس کی تائید یہ ہے، کہ واحدی دوسری سند سے یہ الفاظ نقل کرتا ہے ، عن ولایۃ علی واھل البیت ۔ ،، اور واضح ہے کہ تمام اہل البیت بالتفاق امام نہیں ہیں ۔

اگر اس آیت کی دلالت امامت علیؓ پر تسلیم کر لی جائے تو میں کہتا ہوں ، اہل سنت کے نزدیک امامت علیؓ حق ہے ، مگر حضرت عثمانؓ کے بعد اس آیت سے امامت بلافصل ثابت نہیں ہوتی ہے ۔

شیعہ کی ساتویں دلیل | السابقون السابقون اولٰئك المقربون الآیۃ (الواقعہ ۱۰۔۱۱)

طبرانی اور ابن مردویہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

السابقون ثلثۃ السابق الی موسی یوشع والسابق الی عیسی صاحب یٰس و السابق الی محمد علی بن ابی طالب ۔

السابقون تین ہیں موسیٰ کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والا یوشع ہے ، اور عیسیٰ کی طرف صاحب یٰسٓ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علی بن ابی طالب ۔

جواب :۔ اس روایت کی سند میں ابو الحسن اشقر ہے ، جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے ، امام عقیلیؒ فرماتے ہیں ابو الحسن شیعی ہے اور متروک الحدیث ۔

ؔلہ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں یہ روایت بالتفاق کذب اور موضوع ہے (منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۳۰) جب یہ روایت موضوع ثابت ہوئی ، تو اس سے آیت کا معنیٰ ولایت علی سے متعین کرنا غلط ہے ۔ آیت شریف کا صحیح مفہوم قرآن پاک کی آیات ہی متعین کر رہی ہے ، ارشاد ہے ۔
احشروا الذین ظلموا وازواجھم وما کانوا یعبدون من دون اللہ فاھدوھم الی صراط الجحیم وقفوھم انھم مسئولون مالکم لا تناصرون ۔ الصافات ۲۱ تا ۲۵ ۔

ؔلہ سند کے ضعف کے ساتھ معناً بھی یہ روایت غلط ہے اس لئے کہ اکثر علماء کا قول ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیق اسلام لائے ، علیؓ سے بھی پہلے ان کا اسلام ثابت ہے ، بعض کہتے ہیں ، علیؓ نے پہلے اسلام قبول کیا مگر وہ اس وقت نابالغ اور بچے تھے ، تفصیل کیلئے منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ جلد ۴ صفحہ ۲۲۔۲۳ ۔

نیز یہ روایت امامت علیؓ پر دلالت بھی نہیں کرتی، اس طرح تو اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کے حق میں بھی فرمایا ہے :۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار۔ (التوبۃ ۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے اور فائق ایمان ہیں۔

مستدلات شیعہ از احادیث

کتب اہلسنت میں مروی احادیث جن سے امامیہ استدلال کرتے ہیں بارہ ہیں

احادیث سے شیعہ کی پہلی دلیل | بریدہ بن خصیب اور چند ایک دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ مکہ مدینہ کے درمیان تالاب خم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور کہا۔

یاایها الناس ان الله مولای وانا مولی المؤمنین وانا اولی بهم من انفسهم فمن کنت مولاه فهذا مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه یعنی علیا۔

اے لوگو! اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ اور میں ایمان داروں کے اپنے نفس سے بھی ان کے لئے اولیٰ ہوں، میں جس کا مولیٰ ہوں یہ اس کا مولیٰ ہے، جو اس سے دوستی کرے، اس کو دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے، اس سے دشمنی کر۔

یہ حدیث صحیح ہے، بلکہ درجہ تواتر تک پہنچی ہے، تیس صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے روایت کرتے ہیں، ان میں چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں، علی بن ابی طالب ۔ ابوایوب ۔ زید بن ارقم ۔ براء بن عازب ۔ عمرو بن مرۃ ۔ ابوہریرۃ۔

ملہ بریدہ بن خصیب کی روایت المستدرک للحاکم جلد ۳ ص۱۱۰ میں ہے نیز زید بن ارقم کی مفصل روایت بھی۔

ابن عباس۔ عمارہ بن بریدۃ۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابن عمر۔ انس۔ جریر بن مالک
مالک بن حویرث۔ ابوسعید الخدری۔ طلحۃ۔ ابوالطفیل۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ وغیرہ۔
محدثین رح نے اس حدیث کو صحاح، سنن اور مسانید میں روایت فرمایا ہے۔

بعض روایات میں یہ لفظ ہیں:۔

من کنت اولی به من نفسه فعلی ولیه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔	میں جس کے اپنے نفس سے بھی اولیٰ ہوں، علی اس کا ولی ہے، اے اللہ جو اس سے دوستی کرے، اسے دوست بنا، اور جو دشمنی کرے، اسے دشمن بنا۔

روافض اس حدیث کو استخلاف علی پر نص جلی قرار دیتے ہیں، وہ مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ بالتصرف کہتے ہیں، فہو الامام۔
مذکورہ بالا الفاظ متواترہ پر رافضی ان الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں۔

وهو الخليفة من بعدی	وہ تمہارا اولیٰ ہے، اور میرے
وهو وليكم بعدی۔	بعد خلیفہ۔

حالانکہ یہ الفاظ اس روایت میں منکر اور موضوع ہیں، اور رافضی تغیرات کا ایک نمونہ
جواب: اس حدیث سے امامت پر استدلال بوجوہ باطل ہے۔
اولاً۔ اس لئے کہ مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ کسی جگہ نہیں آتا۔ کوئی عالم عربیۃ اس کا قائل نہیں کہ مَفعَل۔ اَفعَل کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔
ثانیاً۔ مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ بالفرض تسلیم کر لیا جائے، تو اولیٰ بالمحبۃ والتعظیم والقرب کے معنیٰ میں ہی ہوسکتا ہے، نہ اولیٰ بالتصرف کے معنیٰ میں۔
جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:۔

ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه وهذا النبی	تحقیق ابراہیم کے ساتھ زیادہ تعلق ان لوگوں کا ہے، جو اس کی

والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین۔	اتباع کرتے ہیں، اور اس نبی کا اور ایمان والوں کا اور اللہ مؤمنین کا دوست ہے۔
(ال عمران ۶۸)	

لفظ مولیٰ معانی ذیل میں مشترک ہے، معتِق۔ معتَق۔ دوست۔ مالک قریب، ہمسایہ۔ مددگار۔ منعِم۔ منعم علیہ۔ رب۔ محب۔ محبوب۔ تابع۔ ظہیر۔ حدیث مذکورہ میں مولیٰ سے مراد محبوب ہے، حدیث کے آخری دعائیہ الفاظ اس پر قرینہ ہیں، حدیث میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں، جو اس بات کا قرینہ بن سکے کہ مولیٰ سے مراد امام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "میں جس کا مولیٰ ہوں" اس سے بعد والی بات کو سامعین کے ذہن میں پختہ کرنے کی غرض سے ہے۔ اگر آپ اس موقعہ پر امامت علی ہی کا اعلان فرما رہے ہوتے، تو اس سے صریح اور واضح تر لفظ میں امامت کا اعلان کر سکتے تھے، امام ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں۔

عن الحسن المثنی بن الحسن المجتبی انہ لما قیل لہ ان من کنت مولاہ نص فی امامۃ علی قال اما واللہ لو یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک الامامۃ والسلطان لافصح لھم فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان افصح الناس للمسلمین۔	حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ سے کسی نے کہا من کنت مولاہ امامت علی میں نص ہے، تو فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے امامت اور حکومت مراد لیتے تو اس سے صریح اور واضح تر لفظ بول سکتے تھے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں میں سے زیادہ افصح تھے۔

حدیث من کنت مولاہ کا سبب ورود | اس حدیث کے[1] ورود کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا حاکم بنایا تھا، آپ ایک لشکر کے امیر کی حیثیت سے وہاں تشریف لے گئے، وہاں خمس کے مال سے ایک جاریہ اپنے لئے مخصوص فرمائی، لوگوں نے اس بات پر علیؓ پر اعتراض کیا، صحابہ میں سے چار آدمیوں نے باہم اتفاق کیا کہ ہم جب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملیں آپ تک علیؓ کی شکایت کریں گے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے علیؓ کی شکایت کی۔"

ایک دوسری روایت میں واقعہ اس طرح ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے تھے، ایک لشکر کا امیر حضرت خالدؓ تھے، اور دوسرے کا حضرت علیؓ، علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا، اور ایک لونڈی اپنے لئے مخصوص کرلی، خالدؓ نے حضرت براءؓ بن عازب کے ہاتھ ایک خط اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کی شکایت سنیں، اور یہ خط ملاحظہ فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا چاہتے ہو جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے، اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، اپنا خطبہ ارشاد فرمایا تاکہ لوگوں کے دلوں سے علیؓ کی شکایت نکل جائے، اور ان کے دل میں محبت کے جذبات جگہ لیں، وہ لونڈی حضرت علی کے اپنے حصہ میں انہیں ملی تھی، اس کو سریہ بنانے میں کوئی گناہ نہیں تھا، لوگوں نے غلط فہمی میں آکر اعتراض کر دیا تھا جب آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو حضرت عمرؓ گویا ہوئے اے ابوطالب کے فرزند خوش ہوؤ۔ تم ہر مومن اور مومنہ کے دوست بن گئے ہو۔

احادیث سے شیعہ کی دوسری دلیل | بخاری[2] و مسلم میں ہے:۔

---

[1] یہ تمام تفصیل المستدرک للحاکم ج ۳ باب من کنت مولاہ فعلی مولاہ ص ۱۱۰-۱۱۱ میں لکھی ہے قال الحاکم ہذا الحدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ ۱۲

[2] صحیح بخاری ج ۲ باب غزوۃ تبوک ص ۶۳۳ صحیح مسلم ج ۲ باب فضائل علی نمبر ۲۷۸۔ نیز اس لئے بھی اس حدیث سے استدلال غلط ہے کہ اس حدیث میں ہے حضرت علی نے فرمایا اتخلفنی فی النساء والصبیان کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ رہے ہیں ۱۲

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو غزوۂ تبوک میں مدینہ میں چھوڑا، علیؓ نے کہا کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا۔

اما ترضی ان تکون	کیا تم راضی نہیں کہ تمہارا مقام
منی بمنزلة هارون من	وہی ہو جو ہارون علیہ السلام
موسی الا انه لا نبی بعدی۔	کو موسیٰ سے تھا۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں، کہ لفظ "منزلة" اسم جنس ہے، اور علم کی طرف مضاف ہے، لہٰذا اس میں جمیع مراتب آ جائیں گے، استثناء کی وجہ سے درجہ نبوت مستثنیٰ ہوگا، باقی تمام مراتب و مدارج میں شمول لازمی ہوگا۔

حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور مفترض الطاعۃ تھے۔

جواب | اس حدیث سے استدلال اس لئے باطل ہے کہ جمیع مراتب میں مشارکت پر کوئی لفظ دلالت نہیں رکھتا۔ بلکہ سیاق قصہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مدۃ غیبت میں استخلاف مراد ہے آپ کے مدینہ سے غائب رہنے کے ایام میں حضرت علیؓ کے مدینہ میں موجود رہنے کا یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ خلیفہ ہیں اس حدیث میں اضافت برائے عہد خارجی ہے۔ اور الا بمعنی غیر برائے دفع توہم

نیز حضرت ہارون تو حضرت موسیٰ کی زندگی میں وفات[1] پاگئے تھے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد کے لیے حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنا رہے بلکہ مدت غیبت کے لیے جانشین بنا رہے ہیں جیسا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی مدت غیبت کے لیے جبکہ وہ طور پر تشریف لے گئے تھے ان کے جانشین تھے۔

بقیہ صفحہ ۲۴۶: ... رہے ہیں) اس لفظ سے معلوم ہوا علیؓ نے بھی اس سے افراد خانہ کی دیکھ بھال کی نیابت مراد لی تھی، تذکرہ خلافت قوم وملت لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر ابن ام مکتومؓ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ ۱۲۔

[1] دیکھئے شرح النووی علی الصحیح لمسلم ص ۲۷۸ ج ۲۔

احادیث سے شیعہ کی تیسری دلیل

عن بریدۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی منی و انا من علی وھو ولی کل مؤمن من بعدی۔

بریدۃ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ میرے سے ہے، اور میں علی سے وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔

جواب اس روایت کی سند میں اصلح شیعی راوی ہے، جوکہ متہم ہے اس کی روایت قابل احتجاج نہیں ہے، جیسا کہ ملا نصر اللہ نے کہا ہے۔

ہاں اس حدیث کو ابن ابی شیبۃ نے حضرت عمران بن حصین سے بسند صحیح روایت کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ولی معانی کثیرہ میں مشترک ہے، جیساکہ اوپر بیان ہوا لہٰذا اس سے استدلال باطل ہے

کتب احادیث سے شیعہ کی چوتھی دلیل

عن انسؓ بن مالك رضؓ انه كان عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم طائر قد طبخ له فقال اللهم ائتنی باحب الناس الی یاکل معی فجاء علی رواہ الترمذی[2]۔

انسؓ بن مالک فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ لایا گیا، جوکہ آپ کے لئے بھونا گیا، آپ نے فرمایا اے اللہ میرے پاس وہ آدمی لا، جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، میرے ساتھ کھائے، پس علیؓ آئے۔ (ترمذی)

جواب شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی تلخیص[3] میں لکھتے ہیں، کافی مدت

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص۱۱۱ میں عمران بن حصین کی حدیث موجود ہے اس میں لفظ من بعدی موجود نہیں ہے اور نہ ہی بریدہ کی روایت میں۔
[2] ابواب فضائل علی ج ۲ ص۲۳۶ امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا حدیث غریب لانعرفہ من حدیث السدی الا من ہذا الوجہ یہ حدیث غریب ہے سدی سے صرف اس سند سے مروی ہے
[3] تلخیص المستدرک للامام ذہبی ج ۳ ص۱۳۱ نیز فرمایا اس میں محمد بن احمد بن عیاض غیر معروف راوی ہے۔

سے میں جانتا تھا کہ امام حاکم نے مستدرک میں حدیث طیر روایت کی ہے، جب اس کتاب کی میں نے تعلیقات لکھیں تو مجھے پتہ چلا کہ محدثین نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، اسی طرح شمس الدین جزری نے بھی اس حدیث کے موضوع اور بناوٹی ہونے کی تصریح کی ہے، نیز یہ روایت امامت پر دلالت بھی نہیں کرتی۔ کما لا یخفی۔

اس طرح کے الفاظ حضرت عباسؓ کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ ابن عساکر بروایت سبکی وجیہہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتا ہے۔

قدمت من الشام واھدیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکھۃ یابسۃ من نستق ولوز وکعک فقال اللھم ائتنی باحب اھلی الیک یاکل معی فطلع العباس فقال ادن یا عم فجلس فاکل۔

میں شام سے آیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خشک میوے پستہ بادام اور کلیچہ پیش کئے، تو آپ نے فرمایا اے اللہ میرے پاس میرے اہل میں سے میرا محبوب ترین شخص لا جو میرے ساتھ کھائے، چنانچہ عباسؓ آگئے آپ نے فرمایا چچا جی تشریف لائے، چنانچہ وہ بیٹھ گئے اور کھایا۔

اس روایت کی سند بھی کمزور ہے۔

شیعہ کی پانچویں حدیثی دلیل

جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا مدینۃ العلم وعلی بابھا رواہ البزار والطبرانی عن جابر ولہ شواھد من حدیث

جابرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا ہے، آپ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں، اور علی اس کا دروازہ ہے، (بزار۔ طبرانی)۔ اس حدیث کے شواہد بھی ہیں، بروایات ابن

ابن عمرو ابن عباس وعلی واخیه۔

اس روایت کی اسنادی تحقیق

و صححه الحاکم۔ وذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وقال یحیی بن معین لا اصل له وقال البخاری والترمذی انه منکر ولیس له وجه صحیح وقال النووی والجزری انه موضوع قال الحافظ ابن حجر الصواب خلاف قول الفریقین یعنی من قال انه موضوع ومن قال انه صحیح، فالحدیث حسن لا صحیح ولا موضوع۔

ابن عمرو ابن عباس۔ وعلی واخیه۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔[1] ابن الجوزی نے موضوعات میں درج کیا ہے، یحییٰ بن معین کہتا ہے اس کا کوئی اصل نہیں۔ بخاری اور ترمذی فرماتے ہیں، منکر ہے، اس کی کوئی سند صحیح نہیں، نووی اور جزری فرماتے ہیں، یہ موضوع ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، دونوں قول خلاف واقع ہے، نہ یہ موضوع ہے، اور نہ یہ صحیح۔ حدیث حسن ہے، نہ موضوع اور نہ صحیح۔

فقیر کہتا ہے کہ اس کی سند کے اعتبار سے حافظ ابن حجرؒ کا قول درست ہے مگر شواہد کثیرہ سے یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔[2]

جواب اس حدیث سے استدلال کا یہ ہے کہ یہ حدیث شیعہ کے مدعیٔ امامت پر

---

[1] امام ذہبی تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں، حاکم کی جرأت پر تعجب ہے اس قسم کے اباطیل کو صحیح قرار دے رہا ہے۔ اس کی سند میں احمد بن عبداللہ بن یزید الحران کذاب دجال راوی ہے۔ دیکھئے جلد ۳ ص ۱۲۷ ابن عباس سے مذکور روایت کو بھی امام ذہبی نے موضوع قرار دیا ہے۔ ص ۱۲۶۔

[2] کثرت طرق سے وہ حدیث صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے جس کی سند میں معمولی نقص سوء حفظ وغیرہ کا ہو، موضوعات کے اسانید کثرت سے بھی مروی ہوں نہ صحیح قرار پاتی ہیں اور نہ حسن۔ اگر کوئی روایت مذکورۃ الصدر کے علاوہ حسن سند کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے، تو اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تک رسائی کا دروازہ علیؓ کے سوا اور نہیں ہے۔ یہ تو ایک عام دروازہ بتایا گیا ہے، شیعہ سنی متفق ہیں، نماز کا امام اعلم ہی ہوتا ہے۔ علیؓ اور جمیع صحابہؓ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکرؓ کو امام نماز بنانا دلیل ہے کہ وہ سب سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم تک پہنچنے کا ذریعہ اور دروازہ ہیں اسی طرح دوسرے صحابہ کرامؓ، جیسا کہ حقائق بھی یہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم امت تک پہنچانے میں جمیع صحابہ کرام نے حصہ لیا اگر دوسرے تحصیل علم کا دروازہ نہ تھے، تو آپ بلغوا عنی ولو آیۃ کا حکم کیوں دے رہے ہیں۔ اس روایت سے شیعہ کے دعویٰ امامت پر استدلال اور بھی عجیب تر ہے۔ کما لا یخفی۔

دال نہیں ہے، جیساکہ واضح ہے۔

شیعہ کی چھٹی حدیثی دلیل

انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی تقواہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسٰی فی ھیبتہ والی عیسٰی فی عبادتہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آدمؑ کے علم۔ نوحؑ کے تقویٰ۔ ابراہیمؑ کے حلم موسٰیؑ کی ہیبت کو اور عیسٰیؑ کی عبادت دیکھنا چاہتا ہے، وہ علیؓ کو دیکھ لے۔

جواب یہ ہے کہ یہ روایت اہل سنت کی روایات میں سے نہیں ہے، ابن مطہر حلی نے اسے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، کبھی اسے بیہقی کی طرف منسوب کرتا ہے اور کبھی بغوی کی طرف حالانکہ ان کی کتابوں میں یہ روایت موجود نہیں ہے [۱]

نیز یہ روایت شیعہ کے مدعیٰ پر دال بھی نہیں، اس لئے کہ کسی ایک چیز میں انبیاء سے مشابہت سے ان کے ساتھ مساوات لازم نہیں آتی، بعض احادیث میں حضرت ابوذر کو زہد میں حضرت عیسٰی کی مانند فرمایا ہے، اور حضرت ابوموسٰی اشعری کو لحن میں داؤد علیہ السّلام کے مشابہ قرار دیا ہے۔

شیعہ کی ساتویں حدیثی دلیل

عن ابی ذر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من ناصب علیا فی الخلافۃ فھو کافر۔

ابوذرؓ فرماتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خلافت میں علی کا مقابلہ کرے وہ کافر ہے

جواب یہ حدیث بھی اہل سنت کے مرویات سے نہیں ہے، ابن مطہر حلی نے اس کی نسبت خطیب کی طرف کی ہے، اور ابن مطہر نقل میں خائن ہے [۲] ایسے

---

[۱] امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ہذا الحدیث کذب موضوع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۳۰۔

[۲] امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں اس روایت کی نسبت موفق خطیب خوارزم کی طرف کی جاتی ہے، اس نے تو کذب بلا فرا بھی جمع کر دیا ہے حدیث کی معرفت والے شہادت دیتے ہیں کہ یہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہیں منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۰۔

خطیب کی مرویات ضعیف ہوتی ہیں یا منکر یا موضوع، نہ اہل حدیث انہیں قوی قرار دیتے ہیں اور نہ فقہا ان سے استدلال کرتے ہیں، پھر کسی ثقہ نے خطیبؒ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے، اگر اس حدیث کی صحت تسلیم کر بھی لی جائے، تو بھی واقعہ ہے کہ یہ حدیث مدعی پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو علیؓ کے ساتھ اس کی خلافت میں نزاع کرے گا، وہ میرے احسانوں کا منکر ہے، نزاع تب ہی ممکن ہے، جب علیؓ دعویٰ خلافت کریں۔

خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں کبھی بھی حضرت علیؓ نے دعویٰ خلافت نہیں فرمایا، اگر یہ حدیث صحیح ہو تو معاویہؓ کے خلاف تو حجت بن سکتی ہے، خلفاء ثلاثہ کے خلاف نہیں۔ (جبکہ یہ روایت ثابت ہی نہیں تو حضرت معاویہ کے خلاف بھی اسے حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا)۔

شیعہ کی آٹھویں حدیثی دلیل

ماروی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کنت انا وعلی بن ابی طالب نورا بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فقسم ذلک النور جزئین جزءا انا وجزء علی،	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا میں اور علی، آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے نور تھے، اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ میں اور دوسرا حصہ علیؓ ہے۔

جواب | بہ اجماع اہل حدیث یہ حدیث موضوع ہے، اس کی سند میں محمد بن خلف مروزی ہے، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کذاب ہے، دار قطنی نے اسے متروک قرار دیا ہے اس کے کاذب وجھوٹا ہونے میں کسی نے خلاف نہیں کیا ہے، اس کی دوسری سند میں جعفر بن احمد رافضی غالی ہے، جو کہ کذاب اور وضاع تھا اس نے قدح صحابہ میں کافی احادیث وضع کیں امام شافعی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کنت انا وابوبکر وعمر و	میں، ابوبکر، عمر و عثمان اور علی

(المائدہ ۵۴) سے محبت کرتے ہیں۔

مجاہدین کی شان میں یہ آیات اتریں۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص (الصف ۴)

اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے، جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں، صفیں بنا کر گویا وہ مضبوط دیوار ہیں۔

اہل مسجد قبا کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ (التوبۃ ۱۰۸)

اس میں مرد ہیں، جو کہ پاکیزگی پسند ہیں، اور اللہ تعالیٰ طہارت پسندوں سے محبت رکھتا ہے،

شیعہ کی دسویں حدیثی دلیل

روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ علیا اللہم ادر الحق مع علی حیث دار۔

روایت کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے، اے اللہ حق کو علی کے ساتھ پھیر دے جدھر وہ پھرے۔

جواب یہ حدیث بھی مدعی پر دلالت نہیں کرتی، اس قسم کی حدیث حضرت عمارؓ کے بارے میں بھی وارد ہے ارشاد ہے:۔

الحق مع عمار حیث ما دار۔ حق عمار کے ساتھ ہے[1] جہاں وار ہو۔

اسی طرح طبرانی اور دیلمی فضل بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحق مع عمر حیث[2] ما کان۔ حق عمرؓ کے ساتھ ہے جہاں بھی ہو۔

---

[1] المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۹۱ میں لفظ حدیث اس طرح ہیں، "تریدور مع کتاب اللہ حیث ما دار۔ عمارؓ اللہ کی کتاب ساتھ مڑتے ہیں جدھر پھرے۔

[2] (جامع ترمذی مناقب عمرؓ) میں ہے ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ یعنی اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق بنایا ہے۔

عثمان وعلی قبل ان یخلق آدم بالف عام فلما خلق اسکننا ظهره فلم نزل ننقل فی الاصلاب الطاہرة حتی نقلنی الی صلب عبد اللہ ونقل ابا بکر الی صلب ابی قحافة ونقل عمر الی صلب الخطاب ونقل عثمان الی صلب عفان ونقل علیا الی صلب ابی طالب۔

آدم کی تخلیق سے ہزار سال پہلے تھے، جب آدم کی تخلیق فرمائی، ہمیں اس کی پشت میں رکھا، اور پاک نسلوں میں منتقل ہوتے رہے، تاآنکہ مجھے عبد اللہ کی پشت میں نقل کیا، ابوبکرؓ کو ابوقحافہ کی پشت میں عثمان کو عفان کی پشت میں اور علی کو ابوطالب کی پشت میں۔

یہ حدیث بھی اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس میں متہم بالکذب کوئی راوی نہیں ہے۔

شیعہ کی ناویں حدیثی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا:۔

لاعطین الرایة غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ۔

میں کل جھنڈا ایک شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا، اور وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے، اور اس سے اللہ اور رسول محبت کرتے ہیں۔

جواب یہ حدیث صحیح ہے، مگر شیعہ کے مدعی ذکر امامت بلافصل حضرت علیؓ کے لئے ہے، پر دلالت نہیں کرتی، اس صفت میں اکثر صحابہ کرامؓ داخل ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:۔

یحبهم ویحبونه۔

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، وہ اس

لہ اس قسم کی کوئی بھی روایت صحیح یا حسن سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس لئے یہ روایات کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتیں خلفاء اربعہ کی خلافت اور ان کے فضائل احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اس قسم کی بے ثبوت روایات کی اس بارے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مترجم)

حقیقت یہ ہے اس حدیث میں ایک خبر کا بیان ہے، جملہ خبریہ ثبوت مدعی کے لئے جملہ دعائیہ سے واضح تر ہے۔

نیز یہ حدیث جو کہ حضرت علیؓ کے بارہ میں وارد ہے، اہل سنت کی دلیل ہے، اس لئے کہ حضرت علیؓ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ رہے، ان کی رفاقت اختیار کی، ان کی خیر خواہی فرماتے رہے، بیعت کی، ان کی خلافت میں منازعت نہیں کی، دیکھئے عمرؓ نے علیؓ سے مشورہ طلب کیا کہ رومیوں کے قتال کے لئے وہ خود جائے، یا افواج روانہ کرے، علیؓ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ آپ خود حرکت نہ کریں، فوج بھیج دیں۔ اگر وہ فتح یاب ہوئے تو بہتر ورنہ ان کے لئے آپ پشت پناہ ثابت ہوں گے، اور قتال فارس کے موقع پر بھی حضرت علیؓ نے اسی طرح کا مشورہ دیا، معلوم ہوا، ان بزرگوں کی خلافت حضرت علیؓ کی رائے کے موافق تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اللھم ادر الحق مع علی حیث دار کے بموجب ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

ایک سوال اگر کوئی کہے کہ علیؓ نے وصیت پیغمبر کے لئے نزاع اس لئے نہیں کی کہ ابوبکر وعمر وعثمان کے ساتھ انہیں منازعت سے روک دیا گیا تھا یا ان کے ساتھ معاون ومددگار تھوڑے تھے۔

جواب میں کہتا ہوں وصیت والی بات غلط ہے، اگر بالفرض ثابت ہو بھی جائے، تو اس سے محض یہ ثابت ہوگا کہ ان کی خلافت حق ہے، اور اس لئے حضرت علیؓ کو ان کے ساتھ منازعت سے روک دیا گیا، اگر ان کی خلافت درست نہ تھی، اور خلافت علی ہی لطف تھی، تو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ پیغمبر معصوم نے کیوں بندگان خدا کو لطف سے محروم رکھا، اور علیؓ کو اس کے اظہار سے روکا معاونین کی قلت والی بات بھی ممنوع ہے، ایک روایت میں ہے۔

ابان بن عیاش سلیم بن قیس ہلالی وغیرہ سے روایت کرتا ہے کہ عمرؓ	مادی ابان بن عیاش عن سلیم بن قیس الہلالی

وغیره عن غیره ان عمر قال لعلی واللہ لئن لم تبایع ابا بکر لنقتلنك قال له علی واللہ لولا عهد عهده الی خلیلی لست اخونه لعلمت اینا اضعف ناصرا واقل عددا. کذا ذکره الرضی فی نهج البلاغة

نے علیؓ کو کہا تو نے ابوبکرؓ سے بیعت نہ کی، تو ہم تجھے قتل کر دیں گے، علیؓ نے کہا اگر ایک وصیت نہ ہوتی، جو میرے دوست نے مجھے فرمائی ہے، جس کی میں خیانت نہیں کرتا، تو تجھے پتہ چل جاتا کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں تھوڑے ہیں۔

(نہج البلاغۃ)

وعن مرة قال جاء ابوسفیان بن حرب الی علی بن ابی طالب فقال ما بال هذا الامر فی اقل قریش قلة واذلهم ذلا یعنی ابابکر واللہ لئن شئت ملأتها علیه خیلا ورجالا فقال له علی لطالما عادیت الاسلام واهله یا ابا سفیان فلم یضره ذلك شیئا انا وجدنا ابا بکر لها اهلا اخرجه الحاکم[1]

مرۃ کہتا ہے، ابوسفیان بن حرب علیؓ کے پاس آیا، اور کہا کیا وجہ ہے یہ امر خلافت قریش کے کمزور گروہ میں چلا گیا، یعنی ابوبکر کے پاس اللہ کی قسم اگر میں زندہ رہا، اس کیخلاف گھوڑ سوار اور پیدل فوج جمع کر لاؤں گا، علیؓ نے فرمایا بہت مدت سے تم اسلام اور مسلمانوں کی عداوت کر رہے ہو، اے ابوسفیان، ابوبکر کو اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ ہم نے ابوبکرؓ کو اس کا مستحق پایا ہے۔

شیعہ کی گیارہویں حدیثی دلیل

عن[2] ابی سعید الخدری ان

ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ

---

[1] المستدرک ج ۳ ص۷۸ کتاب معرفۃ الصحابہؓ نیز الاستیعاب مع الاصابۃ لابن عبدالبر ج ۲ ص۲۴۵

[2] اس روایت کا بھی کوئی حوالہ بیان نہیں کیا گیا، تاکہ اس کی اسنادی حالت معلوم کی جا سکے، اس قسم کی مجہول السند روایات کو کس طرح کسی عقیدہ کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انك تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا تم تاویل قرآن پر لڑو گے، جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے۔

جواب یہ روایت خبر دیتی ہے، کہ کسی وقت حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے، چنانچہ خلیفہ بھی ہوئے، اور خوارج کے ساتھ ان کی لڑائی بھی ہوئی، یہ حدیث خوارج کے خلاف اہل سنت کے لیے حجت ہے۔

شیعہ کی بارہویں دلیل

زید بن ارقم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انی تارك فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی ۔ (اخرجہ الترمذی)[1]

زید بن ارقمؓ روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں وہ چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اسے قابو کر لو، گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری اولاد۔ ترمذی۔

وروی مسلم عنہ قال قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطیبا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایہا الناس انما انا بشر یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدی

امام مسلم زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تالاب پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا، جو کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان تھا، اور جسے خم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اللہ کی تعریف کی اثنا کہی، وعظ فرمایا، اے لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے، میرے پاس میرے رب کا قاصد آجائے، اور میں اس کی رجابت کر دوں، میں تم میں دو عظیم الشان

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی وفی روایة کتاب الله وهو حبل الله من اتبعه کان علی الهدی ومن ترکه کان علی الضلالة۔	چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کی کتاب کو لو، اور اس کو مضبوط پکڑو، اللہ کی کتاب کا شوق دلایا، اور ترغیب دلائی، پھر فرمایا اور میرے اہل بیت کے بارہ میں میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں، ان کے بارے میں پھر خدا یاد دلاتا ہوں، ایک روایت میں ہے، اللہ کی کتاب اللہ کا رسا ہے، جو اس کی اتباع کرے گا، وہ ہدایت پر ہے، اور جو چھوڑ دے گا، وہ گمراہی پر ہے۔

جواب یہ حدیث مسئلہ امامت پر دلالت نہیں کرتی۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فلاح کے لئے اہل بیت کی دوستی بہت ضروری ہے، دینی مسائل میں ان سے راہ نمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ حدیث اہل سنت کے لئے حجت ہے کہ اہلسنت کتاب اللہ کو محکم اور واجب الاتباع یقین کرتے ہیں، ایسے نہیں کہ نومن ببعض ونکفر ببعض (النساء ۱۵) اہل بیت کے ایک ایک فرد سے محبت رکھتے ہیں، حدیث وفقہ میں ان سے روایات لیتے ہیں۔

اس کے برعکس روافض کا دونوں باتوں پر عمل نہیں، اللہ تعالیٰ کے فرمان انا له لحافظون الاٰیة (الحجر ۹) کا انکار کرتے ہیں (کیونکہ قرآن کی حفاظت خلفا ثلاثہ کے ذریعہ کی گئی ہے) تمام قرآن پر اعتماد نہیں رکھتے، اور اس میں تحریف کے قائل ہیں، انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

اہل بیت میں سے بعض زید بن علی کو امام مانتے ہیں، اور محمد بن علی کی تکذیب

کرتے ہیں۔ اور دوسرے اس کے برعکس کے قائل ہیں، اسی طرح بعض اسمٰعیل بن جعفر کو اور بعض اسحاق بن جعفر کو اور کچھ دوسرے عبداللہ بن جعفر کو اور ان کا ایک گروہ موسیٰ بن جعفر کو امام مانتا ہے، اور ہر ایک فرقہ دوسروں کی تکفیر و تکذیب کرتا ہے، اس کی پوری تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور دختران[1] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن پر لعنت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

امامت علی پر شیعہ کے عقلی دلائل

پہلی دلیل | حضرت علیؓ کی امامت پر پہلی عقلی دلیل یہ ہے کہ امامت کے لئے عصمت شرط ہے، لہٰذا امام وہ ہوتا ہے، جو کسی وقت بھی کافر نہ رہا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا تھا، انی جاعلك للناس اماما البقرۃ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ومن ذریتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاینال عہدی الظالمین جو معصوم نہیں ہے وہ معاصی کا مرتکب ہوگا، لہٰذا وہ ظالم قرار پائے گا، کفر تو ایک بدترین جرم ہے، لہٰذا جس سے کبھی بھی کفر سرزد ہوا امام نہیں ہو سکتا۔

نیز غیر معصوم امام سے امامت کی مہمیں کماحقہ سرانجام نہیں پا سکیں گی، اس لئے غیر معصوم امام بنانے میں انسانوں پر کوئی لطف نہیں ہے۔

نصیر الدین طوسی نے تجرید میں اشتراط عصمت پر چار دلیلیں دی ہیں۔

۱۔ غیر معصوم امام سے خطا کا احتمال ہوگا، اس کی اصلاح کے لئے اور امام ہو تو پھر تسلسل لازم آئے گا۔

۲۔ امام شریعت کا محافظ ہوتا ہے، اگر اس سے خطا کا امکان ہے، تحافظ شریعت نہ ہو سکے گا۔

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران چار ہونے پر کتب شیعہ و سنی متفق ہیں جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمائیے۔

۳:۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء ۵۹) کی رو سے امام کے اوامر ونواہی واجب الامتثال ہیں، امام مقرر کرنے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے، اگر معصوم نہ ہو اور گناہ کر بیٹھے۔ تو اس پر انکار کرنا واجب ہو جائے گا، اور پھر غرض امتثال فوت ہو گئی۔

۴:۔ اگر امام معصیت کا مرتکب ہو جائے، تو اس کا درجہ عوام سے کمتر ہو جائے گا، اس لئے اس سے معاصی کا صادر ہونا بہت برا ہوگا۔

چونکہ عصمت ایک صفت ہے، جس کا پتہ اللہ علام الغیوب کے سوا کسی کو نہیں چل سکتا لہٰذا نصب امام کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ شارع اس کی عصمت پر نص فرمائیں کہ یہ شرط امامت ہے۔

مذکور بالا شرائط یعنی عدم سبق کفر عصمت، اور نص شارع صرف حضرت علی رضؓ میں پائی جاتی ہیں، کسی اور خلیفہ میں نہیں لہٰذا علی رضؓ ہی امام ہوئے۔

جواب یہ عقلی دلیل بچند وجوہ باطل ہے

۱:۔ امامت کے لئے امام کا معصوم ہونا شرط نہیں ہے۔ دیکھئے شمویل نبی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو امام بنایا، نیز نہج البلاغۃ میں رضی امیر المؤمنین سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

لابد للناس من امیر برّا و فاجر۔	لوگوں کے لئے نیک یا فاجر امام کا ہونا ضروری ہے۔

کتب امامیہ میں اس اثر کے ثابت ہونے سے عصمت کی شرط باطل ہو گئی، یہ فقرہ امیر المؤمنین رضؓ نے خوارج کے کلام کے جواب میں فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں:۔

کلمۃ حق ارید بہ الباطل نعم لاحکم الا للہ ولکن ہؤلاء القوم یقولون لاامرۃ وانہ لابد للناس من امیر برا و فاجر یعمل فی امرتہ	یہ کلمہ حق ہے، جس کا غلط مطلب لیا جاتا ہے، واقعی اللہ کے سوا کوئی حکم نہ ہے، مگر یہ لوگ کہتے ہیں امیر اللہ کے سوا نہیں ہے، حالانکہ لوگوں کے لئے امیر ہوتا ہے، نیک ہو یا فاجر

ویستمتع فیہا الکافر ویبلغ اللہ فیہا الاجل ویجمع بہ الفیئ ویقابل بہ العدو وتامن بہ السبل ویوخذ بہ للضعیف من القوی حتی یستریح بہ و یستراح من فاجر۔	اپنی حکومت میں ایمان والوں کو درست بنائے گا، اور کافر فائدہ حاصل کریں گے اس کے ذریعہ فیئ کا مال جمع ہو گا، دشمن کا مقابلہ کیا جائے گا، راستے پرامن ہوں گے، طاقت ور سے کمزور کے لئے حقوق لئے جائیں گے، تاکہ اس کے ذریعہ راحت حاصل ہوگی، اور فاجر سے راحت طلب کی جائے گی۔

حضرت علیؓ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے، فاجر کی امارت بھی جائز ہے، اور یہ کہ غیر معصوم امام مال فیئ جمع کر سکتا ہے، کفار کے ساتھ جہاد کر سکتا ہے، اور خصومات کے فیصلے صادر کر سکتا ہے، امام مقرر کرنے کی حکمت بھی یہی ہے۔

ہاں چھپ جانے والے اور دنیا سے الگ تھلگ رہنے والا امام تو یہ فرائض ادا نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

اشتراط عصمت پر اللہ تعالیٰ کے فرمان لاینال عہدی الظالمین (البقرۃ ۱۲۴) سے استدلال کرنا بھی باطل ہے، اس لئے کہ آیت میں امامت سے مراد نبوت ہے، نہ کہ سلطنت، اس لئے کہ حضرت ابراہیم بادشاہ نہ تھے، اور نہ وہ مرتبہ رکھتے تھے جو روافض نے اختراع کیا ہے، اور جس کی شرع ولغت میں کوئی اصل نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت ورسالت کے علاوہ کسی دیگر صفت سے متصف نہ تھے، اور یہ یقینی بات ہے کہ نبوت ورسالت میں عدم سبق کفر اور عصمت شرط ہے۔

ویسے یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ اگر کبھی کسی سے کفر ہوا یا گناہ وہ اسلام اور توبہ کے بعد بھی ظالم ہے، اسم فاعل اور اسم مفعول کا ماخذ اشتقاق سے اتصاف زمانِ حال

میں ہوتا ہے، جمیع ازمنہ میں نہیں، تو یہ آیت عدم سبق کفر والی شرط پر دلالت نہیں کرتی، دیکھئے ایک شخص کافر تھا پھر اسلام قبول کر لیا، اس پر ظالم کا اطلاق بدترین ظلم ہے، اسی طرح مومن سے گناہ کبیرہ یا صغیرہ سرزد ہو گیا، اور توبہ کر لی، پھر اسے فاسق یا ظالم نہیں کہا جا سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[1]۔

التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ — گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

نیز سورہ فرقان میں توبہ کر لینے کے بعد امام کا اطلاق ہوا ہے۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما۔ (الیٰ قولہ تعالیٰ) یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما (الفرقان ۶۹ تا ۷۴)

اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کیا جائے گا، اس میں ذلیل ہو کر رہا کرے گا، مگر وہ جس نے توبہ کر لی ایمان لایا، اور اچھے عمل کئے، یہ لوگ اللہ ان کے جرائم کو نیکیوں میں بدل دے گا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے، (الیٰ) یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور بچوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایا، اور ہمیں متقین کا امام بنا۔

یہ کہنا کہ امامت کی ذمہ داریاں غیر معصوم سرانجام نہیں دے سکتا، اگر اس کا مطلب ہے، کل ذمہ داریاں سرانجام نہیں دے سکتا، تو یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی رض بھی کل ذمہ داریوں کے سرانجام دینے پر قدرت نہ پا سکے، جیسا کہ حضرت عثمان رض کے قاتلین سے قصاص لینا۔

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۲۳ باب ذکر التوبہ من ابواب الزہد۔

شیعہ کے دیگر امام تو کسی بھی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے، جیسا کہ محمد مہدی نو سو سال سے غائب ہے، تو معصوم بھی امامت کی جمیع ذمہ داریاں نہ پوری کر سکے، اگر مطلب ہے اکثر ذمہ داریوں کا پورا کرنا تو مسلم عادل عالم بادشاہ ہی فرائض سرانجام دے سکتا ہے، نہ کہ گوشہ نشین چھپ جانے والا امام (وہ تو مخلوق کے کسی کام بھی نہیں آسکتا)۔

نصیر طوسی کا خطا امام کو موجب تسلسل قرار دینا اور یہ کہنا کہ امام محافظ شریعت ہے، اور واجب الامتثال لہٰذا اسے معصوم ہونا چاہیئے، بالکل غلط ہے، اس لئے کہ کتاب و سنت کی رو سے خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اتباع اور اطاعت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ رضی نہج البلاغۃ میں روایت کرتا ہے۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔	خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے،

اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ مخالف شرع حکم نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ (النساء ۵۹)	اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اور تم میں حکومت والوں کی اطاعت کرو، اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رد کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

شریعت کی محافظ اور اولو الامر کی خطا کا ازالہ کرنے والی اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حدیث۔ اور اجماع امت معصومہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون (الحجر ۹)	ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا یجتمع امتی علی الضلالۃ۔	میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی۔

امام کی خطا کی اصلاح کتاب وسنت اور اجماع امت سے ہوجائیگی، لہٰذا تسلسل لازم نہ آئیگا۔ اگر شریعت کی حفاظت امام پر ہی موقوف ہے تو نو سو سال سے شریعت و دین غیر محفوظ چلا آرہا ہے۔

طوسی کا یہ کہنا کہ "اگر امام سے گناہ سرزد ہوجائے، تو اس کا مرتبہ عوام سے کم ہوجائے گا" امامیہ کے اپنے نظریہ کے خلاف ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ائمہ کے سپرد کردیا ہے، وہ جو چاہیں کریں، (اس نظریہ کی رو سے امام جو کچھ کرے گا، وہ دین ہی ہوگا، گناہ اور خلافِ شرع کیسے ہوسکتا ہے)

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ معصوم ہونا امام کے لئے شرط نہیں ہے، لہٰذا امام کا منصوص علیہ ہونا بھی شرط نہ ہوا۔

۲۔ مذکورہ عقلی دلیل کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے لئے دعویٰ عصمت باطل ہے۔ نہج البلاغۃ میں ہے۔ حضرت علیؓ اپنے دوستوں کو خطاب کرکے فرماتے ہیں:۔

لا تکفوا عنی مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطئ ولا آمن من ذلک من فعلی۔	مجھے تمہاری حق بات اور اچھے مشوروں کی ضرورت ہے، کیونکہ میں خطا سے مافوق نہیں ہوں، اور نہ ہی میرا فعل اس سے مامون ہے۔

٭ ٭ ٭

لہ جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۹ کتاب الفتن باب لزوم الجماعۃ بروایت ابن عمر نیز المستدرک للحاکم بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

اگر آپ معصوم ہوتے تو عام لوگوں کے ساتھ مشورہ کے محتاج نہ ہوتے۔
نیز نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دعا میں فرمایا:-

اللھم اغفر لی ما تقربت بہ الیک وخالفہ قلبی۔	اے اللہ مجھے یہ بخش دے کہ میں نے تیرے تقرب کے لئے کام کیا، مگر میرے دل نے اس کی مخالفت کی۔

شیعہ کا یہ کہنا کہ خلفاء ثلاثہ نے بت پرستی کی ہے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں ایسا کہنا غیر مسلم ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق اسلام سے قبل بھی موحد تھے، جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل تھے، شیخ ابوالحسن اشعری اور اکابرین اہلسنت نے وضاحت کی ہے کہ ابوبکرؓ قبل از بعثت اور بعد از بعثت مؤمن تھے، یہی وجہ تھی کہ بعثت سے پہلے بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، قاضی ابوالحسن زاہدی ایک طویل حدیث میں درج فرماتے ہیں:-

ان ابابکر قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم بحضر من المہاجرین والانصار وعیشك یارسول اللہ لم اسجد صنما قط فنزل جبریل علیہ السلام وقال صدق ابوبکر۔	ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مہاجرین اور انصار کی جماعت کے سامنے کہا یا رسول اللہ میں نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی۔ جبریل نازل ہوا، اور ابوبکر کی تصدیق کی

ایک ضروری فائدہ

اہل سنت غیر انبیاء سے عصمت کی جو نفی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اکابرین سے گناہ صادر ہوتے رہے ہیں، حاشا وکلا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ انبیاءؑ کے علاوہ دوسروں کا معصوم ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ممکن ہے کہ صغیرہ یا کبیرہ یا اجتہاد میں خطاء یا کسی حدیث کی روایت میں۔

ان سے نسیان ہو جائے۔

صوفیہ علیہ تو اس حد تک فرماتے ہیں کہ جب تک بائیں کاندھے کا فرشتہ بیس سال تک بیکار نہ ہو جائے، مرید کے مقام میں انسان نہیں پہنچ سکتا، چہ جائیکہ رتبہ مشائخ تک پہنچے۔

ایک سوال صوفیا کا ایک مقولہ القطب قد یزنی اور حدیث ذنی ما عز نرجم صوفیا کے متذکرالصدر قول کے مخالف ہیں۔

جواب اگر کسی بزرگ سے بزور تقدیر کوئی معصیت صغیرہ یا کبیرہ سرزد ہو بھی جائے، فوراً انہیں توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے، اور اس قدر ندامت دامن گیر ہوتی ہے کہ وہ معصیت اور اس پہ ندامت اس کے لئے موجب قرب ہو جاتی ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔ کا مطلب یہی ہے، نیز ارشاد ہے:۔

فاولئك یبدل الله سیئاتھم حسنات (الفرقان ۷۰) — یہ لوگ ہیں کہ ان کی برائیاں نیکیوں میں بدل دے گا۔

چونکہ انہیں فوراً توبہ کی توفیق حاصل ہو گئی ہے، اس لئے کاتب شمال اس گناہ کو نہیں لکھتا، جیساکہ حدیث صحیح میں ہے، مسلمان سے گناہ صادر ہو جائے، تو ملک موکل تین ساعت توقف کرتا ہے، اگر تین ساعت کے اندر توبہ کر لیتا ہے، تو وہ اس گناہ کو تحریر نہیں کرتا، اس لئے یہ بات درست ثابت ہوئی کہ آگہی والوں کا کاتب شمال بیس سال تک کوئی چیز نہیں لکھ پاتا۔ اہل سنت مرید اور شیخ کے بارہ میں جب اتنا بلند نظریہ رکھتے ہیں، تو اکابرین اہل کمال اور خلفاء راشدین کے بارہ میں کب کہہ سکتے ہیں کہ وہ خطا کار تھے۔

حالانکہ کتاب وسنت اور اجماع کی رو سے ان کے لئے شہادت بالخیر ثابت ہے، اہل سنت کی اصطلاح میں اسے تحفظ خداوندی کا نام دیا جاتا ہے، تاکہ انبیاء اور غیر انبیاء کے حال میں فرق ملحوظ رکھا جا سکے۔

تحفظ خداوندی برائے خلفاء راشدین	خلفاء ثلاثہؓ کے لئے روافض تحفظ خداوندی کا انکار کرتے ہیں، درحقیقت یہ کتاب وسنت سے

انکار کے مترادف ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم الاية (الفتح ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور آپ کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔

نیز فرماتا ہے:۔

كنتم خير امة اخرجت للناس الاية (آل عمران ۱۱۰)

تم افضل امت ہو جو لوگوں کے لئے لائے گئے۔

نیز فرماتا ہے:۔

وكذالك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس الاية (البقرة ۱۴۳)

اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ماسلك عمر فجا الاسلك الشيطان فجا غيره۔[1]

عمرؓ جس گلی سے گزرتا ہے۔ شیطان دوسری گلی ہو جاتا ہے۔

امت کا اجماعی فیصلہ ہے:۔

الصحابة كلهم عدول۔[2]

کل صحابہؓ کرام عادل ہیں۔

۳: شیعہ کی بیان کردہ عقلی دلیل کے بطلان کی تیسری وجہ	یہ ادعا کہ حضرت علیؓ کی خلافت پر نص جلی موجود ہے، باطل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا،

[1] صحیح بخاری باب مناقب عمرؓ ص ۵۲۰ ج ۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۶ باب فضائل عمرؓ۔
[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱ ص ۱۷ — ۲۳۔

اس کے برعکس واضح نص حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے لئے ثابت ہے، حضرت علیؓ کے لئے جو نصوص پیش کی جاتی ہیں، ان کی حقیقت بھی واضح کی جا چکی ہے، اگر حضرت علیؓ کی خلافت میں کوئی نص موجود ہوتی تو حضرت معاویہؓ کے ساتھ احتجاج میں اسے ضرور پیش کیا جاتا، حالانکہ حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا تو اس میں اپنی خلافت کی دلیل پیش فرمائی کہ مجھے مہاجرین اور انصار کے شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ تجویز کیا گیا ہے، دیکھئے نہج البلاغۃ۔

خلافت و امامت علیؓ پر شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کے ہاتھ سے کئی معجزات ظاہر ہوئے، در خیبر اکھاڑ کر پھینک دیا۔ جنوں کے ساتھ مجادلہ کیا، ایک پتھر (جسے ایک بہت بڑی جماعت اٹھانے سے عاجز تھی) اٹھا لیا، اور اس کے نیچے سے پانی نکلا۔

نماز عصر کے لئے سورج کا واپس آنا۔ ان خوارق عادت معجزات کی بناء پر ان کا دعویٰ امامت اس طرح قابل تسلیم ہونا چاہئے، جس طرح انبیاء کا دعویٰ نبوت۔

جواب دعویٰ امامت سے مراد اگر خلفاء ثلاثہ کے بعد کا دعویٰ ہے تو یہ تسلیم ہے، اہل سنت کا نظریہ بھی یہی ہے کہ حضرت علیؓ خلفاء ثلاثہ کے بعد خلیفہ صادق تھے، اور اگر مقصد یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ خلافت کیا ہے تو یہ جھوٹ اور افترا ہے، اگر انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا تواتر سے ثابت ہوتا جیسا کہ حضرت عثمان سے بعد ان کا دعویٰ امامت تواتراً ثابت ہے، بلکہ حضرت علیؓ سے اس کے خلاف ثابت ہے، خود روافض بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو خاموش رہنے کا حکم دیا تھا۔ (کذا فی کتاب الہلال)[1]

باقی رہا مذکورہ خوارق کا ان سے سرزد ہونا مسلّم ہے، مگر ظہور کرامات و خوارق خلفاء راشدین اور اکثر صحابہ سے ثابت ہے، بلکہ اولیاء امت سے بھی بعض کرامات

---

[1] جلد ۲ ص ۸۔

وخوارق ثابت ہیں، مگر اظہار کرامات کو دعویٰ امامت کے مقارن سمجھنا باطل ہے، دیکھئے
درِ خیبر کا اکھیڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ۷ھ میں ہوا، حضرت علی کا محاربہ[1]
جن اہل سنت کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتا، شیعی روایات میں ہے کہ یہ
غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر ہوا اسی طرح ردِ شمس کی روایت ہے، کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازِ عصر کے بعد کیفیت نزول وحی طاری ہوئی، جبکہ آپ کا سر مبارک
علیؓ کے پہلو میں تھا، علیؓ نے نمازِ عصر نہ پڑھی تھی، وحی سے اس وقت فارغ ہوئے،
جب عصر کا وقت ختم ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج
واپس آیا، اور علیؓ نے نماز ادا کی، یہ حدیث طحاوی، ابن مردویہ ابن شاہین نے اسماء
بنت عمیس سے روایت کی ہے، طحاویؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ ابن الجوزی نے موضوع
کہا، حق یہ ہے کہ اگر صحیح نہ بھی ہو حسن سے کمتر نہیں۔ ان دونوں خرق عادت امور
کے ساتھ دعویٰ امامت ملانا کتنا غلط ہے، کہ (اس وقت دعوی امامت کا تصور
بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے) پانی نکالنے کیلئے
پتھر اٹھانے والی روایت اہل سنت کی روایت میں نہیں ہے۔

---

[1] یہ روایت بناوٹی ہے، کسی معتبر سند کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں محاربہ جن کی روایت نہیں ملتی،
پھر غور فرمایئے جنات علیؓ کے ساتھ تو لڑتے ہیں مگر عمرؓ جس راستہ پر ہوتے شیاطین اس راستہ پر بھی نہ آتے تھے، کما تفصیل کیلئے منہاج السنۃ ج۲
ص۱۵۹ ملاحظہ فرمایئے صحیح بخاری جلد اول ص۵۲۰ مناقب عمرؓ میں مذکور فضیلت عمرؓ موجود ہے۔

[2] روایت ردِ شمس حضرت اسماء سے مروی ہے، اس کی سند میں فضیل بن مرزوق ہے، امام یحییٰ نے ضعیف قرار دیا، امام ابن حاتم
نے فرمایا موضوعات روایت کرتا ہے، اور ثقات پر خطا کرتا ہے۔
ایک دوسری سند میں عبدالرحمٰن بن شریک موجود ہے، جو کہ واہی الحدیث ہے امام ابن الجوزی فرماتے ہیں،
اس حدیث کے بارہ میں میں ابن عقدہ کو متہم قرار دیتا ہوں، یہ رافضی تھا، مثالب صحابہ بیان کیا کرتا
تھا، جھوٹے نسخے تحریر کرتا، اور لوگوں کو ان سے روایت کرنے کے لئے آمادہ کرتا۔ ابن مردویہ نے یہ
روایت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، اس کی سند میں داؤد بن فراہیج ہے، شعبہؒ نے
اسے ضعیف قرار دیا۔ لہٰذا یہ روایت کسی طریق سے ثابت نہیں اس بارہ میں ابن الجوزی کی تحقیق
صحیح ہے، کہ یہ روایت موضوع ہے، تفصیل کے لئے منہاج السنۃ جلد ۴ ص۱۸۶۔

ملحوظہ: جب سورج غروب ہو گیا تو نماز قضا ہو گئی، اب جس طرح دوسرے دن سورج کی واپسی سے وہ نماز ادا نہ قرار دی جائے گی، اسی دن سورج کی واپسی سے کیسے نماز
ادا قرار دی جا سکتی ہے کہ غروب شمس سے وقت عصر فوت ہو چکا ہے۔

شیعہ روایت[1] کرتے ہیں کہ جب علیؓ نے صفین میں اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ فرمائی تو انہیں پیاس میں مبتلا پایا، اس وقت ان سے یہ کرامت ظاہر ہوئی، یہ کرامت واقعی دعویٰ امامت کے مقارن ہے، مگر اہل سنت کے خلاف نہیں کہ اس وقت ان کا دعویٰ امامت تھا اور وہ خلیفہ وقت تھے، اس کے اہل سنت منکر نہیں ہیں۔

امامت علیؓ پر شیعہ کی تیسری دلیل

نصیر طوسی نے تیسری دلیل یہ دی کہ علیؓ سخاوت وغیرہ فضائل ومناقب میں دوسری خلفا سے افضل تھے، افاضل کے ہوتے مفضول کی امامت قبیح ہے، لہٰذا حضرت علیؓ ہی پہلے خلیفہ تھے۔

جواب اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ افضل کے ہوتے مفضول امام ہو سکتا ہے، جیسا کہ شموئیل کے ہوتے طالوت امام بنائے گئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا خلفاء ثلاثہ سے افضل ہونا باطل ہے حق یہ ہے افضلیت بھی ترتیب خلافت کے موافق ہے، اس کی مکمل وضاحت آگے آئے گی انشاءاللہ۔

امامت علیؓ پر شیعہ کی چوتھی دلیل

حضرت علیؓ کے بارہ میں موافق ومخالف کسی نے بھی ان کی خلافت میں موجب قدح کوئی روایت ذکر نہیں کی جبکہ خلفاء ثلاثہ کے حق میں کافی روایات موجب قدح مروی ہوئی ہیں۔

جواب یہ بات بالکل غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ اہل حق یعنی اہل سنت نے چاروں خلفاء کے بارے میں کوئی روایت موجب قدح بیان نہیں کی ہے، بعض احادیث اہل سنت سے روافض غلط فہمی کی بناء پر موجب اعتراض باتیں استنباط کرتے ہیں شیعہ مطاعن اور ان کا تفصیل جواب آگے مذکور ہوگا، انشاءاللہ۔

البتہ خارجی اور رافضی اکابر دین کے بارے میں جھوٹی اور بے بنیاد باتیں خود بناتے ہیں اور انہیں روایت کرتے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے حضرت علیؓ پر بدترین اور

---

[1] یہ روایت بھی کسی صحیح سند کیساتھ ثابت نہ ہے، سفید جھوٹ ہے علیؓ کے فضائل کتب احادیث میں مذکور ومسطور ہیں اس قسم کی روایات مکذوبہ پر ان کی فضیلت موقوف نہ ہے، دیکھئے منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۱۸۴۔

قبیح ترین باتیں نسبت کی ہیں، اسی طرح رافضیوں نے خلفاء ثلاثہ پر جھوٹ اور بہتان باندھے ہیں، ان خبیثوں نے حضرت علیؓ کی طرف دعویٰ الوہیت تک کی نسبت کی ہے کہ علیؓ نے کہا میں نے میثاق کے روز عہد لیا تھا میں ہی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں، دعویٰ الوہیت کفر کے بدترین اقسام سے ہے، اسی طرح دیگر شنائع ڈرادینے عزتی اور جھوٹ وغیرہ کی نسبتیں حضرت علیؓ اور دوسرے خلفاء کی طرف ان لوگوں نے کیں ہیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

چوتھا مقالہ ردِ مطاعن میں

یہ مقالہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اور جمہور اہل سنت پر عائد کردہ شیعی مطاعن و معائب کی تردید میں ہے اس میں چھ فصل ہیں۔

فصل اول خلیفہ اول پر عائد کردہ مطاعن کے جواب میں

ابوبکر صدیق اکبر جو کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اللہ کی مخلوق میں انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل و برتر ہیں۔ اس ذات گرامی پر شیعہ نے گیارہ طعن اور اعتراض کیے ہیں۔

پہلا طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جہزوا جیش اسامۃ[1] لعن اللہ من تخلف عنہ۔ اسامۃ کا لشکر تیار کرو۔ جو اس سے پیچھے رہا اس پر خدا کی لعنت ہے۔

چونکہ ابوبکرؓ جیش اسامۃ میں شریک نہیں ہوئے لہٰذا اس وعید کے مستحق ہیں

جواب اس روایت میں لعن اللہ من تخلف عنہ کے الفاظ خود ساختہ ہیں کسی سنی روایت سے ثابت نہیں ہیں امام شہرستانی مؤلف الملل والنحل فرماتے ہیں یہ لفظ موضوع ہے، روایت کے یہ لفظ جہزوا جیش اسامۃ یعنی اسامۃ کا لشکر تیار کرو صحیح ہیں، اس کی بناء پر حضرت ابوبکرؓ پر کوئی اعتراض کرنا بوجوہ باطل ہے۔

۱:۔ یہ حکم تمام صحابہ کرام کیلئے نہیں تھا، ورنہ حضرت علیؓ پر بھی یہی اعتراض ہوگا، کیونکہ وہ بھی جیش اسامۃ میں نہیں گئے تھے۔

۲:۔ حدیث میں لشکر اسامۃ کی تجہیز یعنی تیار کرنے کا حکم ہے، نہ کہ ہر ایک کو

---

[1] ج ۲ ص ۶۱۲ صحیح بخاری میں ہے بروایت عبداللہ بن عمرؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا، اور ان کا امیر اسامہؓ کو مقرر کیا، لوگوں نے طعن کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ انتہی ملخصاً۔

اس میں جانے کا تجہیز لشکر کا مطلب یہ ہے، کہ ایک فوج تیار کی جائے، ان کے لئے سامان ہتھیار اور خورد و نوش کا انتظام کیا جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پورا پورا عمل کیا۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت نماز حکم فرما چکے تھے، انہیں لشکر اسامہ میں جانے کا حکم ہی نہیں تھا۔

۴۔ اگر بالفرض لشکر اسامہ میں جانے کا انہیں حکم تھا بھی تو ان کو امامت نماز کے حکم سے وہ منسوخ ہوگیا۔

دوسرا طعن ابوبکر نے خود اقرار کیا ہے۔

لی شیطان یعترینی[1]	میرے لئے شیطان ہے، جو میرے
فان استقمت فاعینونی	عارض آتا ہے، اگر سیدھا رہوں تو
وان زغت فقوّمونی ۔	میری مدد کرنا، اور ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔

جس شخص کے ساتھ شیطان رہے، اور وہ عمل میں کجی کرتا ہو، وہ امام بننے کے قابل نہ رہے۔

جواب اس طعن کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ اثر موضوع ہے، حضرت ابوبکرؓ کا گفتہ نہیں ہے، اس کے برعکس حضرت ابوبکرؓ سے صحیح روایت یوں ثابت ہے، کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا۔

واللہ ما نمت فحلمت و	اللہ کی قسم ہے مجھے نیند میں
ما شبہت فتوہمت وانی	آوارہ خواب نہیں آتے، اور میں توہمات
لعلی السبیل فما زغت	میں مبتلا نہیں ہوتا، میں راستہ پر گامزن

[1] امام ابن تیمیہ اس اثر کو حالت غضب پر محمول کرتے ہیں کہ اگر غصہ کی حالت میں میرے سے کسی پر زیادتی ہو جائے یا کوئی حکم سرزد ہو جائے تو مجھے تھامنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر واغضب کما یغضب البشر فایما احد دعوت علیہ من امتی بدعوۃ لیس لہا باہل ان یجعلہا لہ طہورا وزکوۃ۔ ۱۲ منہاج السنہ جلد ۳ ص ۲۱۱ ۔

ولم آل جهدا وسلّمنی	ہوں بھٹکتا نہیں ہیں نے جدوجہد میں کمی نہیں
اوصیک بتقوی اللہ۔	کی میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں،

٭ ٭ ٭

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اثر ثابت ہو جانے کی صورت میں حضرت ابوبکرؓ کے امام ہونے میں خلل انداز نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ معصوم ہونا امام کے لئے شرط نہیں ہے، امیرالمؤمنین علیؓ سے بھی اس طرح کا کلام ثابت ہے، جیساکہ بحوالہ نہج البلاغۃ مذکور ہوا۔

نیز نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم اغفرلی ما تقربت الیک بلسانی ثم خالفہ قلبی۔	اے اللہ مجھے بخش کر میں اپنی زبان سے تیرا تقرب حاصل کروں، مگر میرا دل میری مخالفت کرے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خطراتِ شیطان تو انبیاء کی عصمت میں بھی مخل نہیں چہ جائیکہ اولیاء کے بارہ میں اعتراض کیا جائے، قرآن پاک میں ہے:۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولانبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان الایۃ (الحج ۵۲)	ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجے ہیں، مگر شیطان نے ان کے امنیہ میں القاء کیا، اللہ تعالیٰ شیطان کا القاء کیا ہوا ختم کر دیتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فدلّٰھما بغرور (الاعراف ۲۲)	ان کو دھوکہ دیکر بہلایا!

لہ اس آیت کا مقصد یہ نہیں کہ شیطان انبیاء کے دل میں القاء کر سکتا ہے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جو احکام آتے ہیں، ان کے بارہ میں شیطان لوگوں میں اپنی باتیں اپنے ساتھیوں کے ذریعے پھیلا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ختم کرتا ہے، اور اپنے احکام کی حفاظت فرماتا ہے۔

نوسوس لهما الشیطان (الاعراف ۲۰) — اوران کو شیطان نے وسوسہ کیا۔

چوتھا جواب یہ ہے اس طرح کا کلام بطور کسر نفسی اکثر اکابر دین سے ثابت ہے ضرور نہیں کہ واقع میں بھی ایسا ہی ہو چونکہ کسر نفسی کے طور پر اور حق تعالیٰ کے اس فرمان فلاتزکوا انفسکم کی تعمیل میں ایسا کلام صادر ہوتا ہے، اس لئے جھوٹ بھی نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ یہ لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم (البقرہ ۲۲۵) کے قبیل سے ہے۔

یوسف صدیق علیہ السلام نے فرمایا۔

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء (یوسف ۵۳) — میں اپنے نفس کا تبریہ نہیں کرتا نفس امارہ بالسوء ہے۔

علی بن الحسین رضؓ دعا میں فرمایا کرتے تھے۔

قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورتہ لی طاعۃ نفسی لہ — شیطان میری باگ کا مالک بن گیا ہے۔ میرے سوء ظن اور ضعف یقین میں۔

پانچواں جواب یہ ہے، ابوبکر رضؓ کا یہ مقولہ شرطیہ ہے، اس وقت یہ مقولہ صادق ہوگا۔ جب اس کے دونوں طرف (مقدم، تالی) صادق ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین (الزخرف ۸۱) — اگر رحمٰن کا ولد ہے تو میں سب سے پہلے عابد ہو جاؤں گا۔

اس کے برعکس زین العابدین رضؓ کا مقولہ قضیہ حملیہ ہے:۔

تیسرا طعن | عمر بن الخطاب[۵۳] رضؓ نے کہا۔

کانت بیعۃ ابی بکر بغتۃ وتمت وقی اللہ — ابوبکر رضؓ کی بیعت اچانک ہوئی اور مکمل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں

---

۵۱ النجم ۳۲ ۔ ۵۲ کذا فی الاصل اسی لئے ترجمہ نہیں ہوا۔
۵۳ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۹ سطر ۸ باب رجم الحبلی من الزنا کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ۔

المؤمنين شرها فمن عاد الے — کو اس کے شر سے بچالیا، جو ایسا کام دوبارہ
مثله فاقتلوه۔ — کرے اس کو قتل کردو،

کہتے ہیں عمرؓ کے اس صحیح اثر کا تقاضا ہے، کہ ابوبکرؓ کی خلافت مبنی بر اصل نہیں ہے، لہٰذا امام حق نہ ہوا۔

جواب اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت فوراً بلا تامل اور بلا تردد ہو گئی تھی، اس لئے کہ ابوبکرؓ کی فضیلت و برتری دوسروں پر نہایت واضح اور عیاں تھی، تامل اور تردد کی ضرورت ہی نہ تھی، ان کی خلافت ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، اسے قتل کر دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا[1] بویع للخلیفتین — جب دو خلیفوں کے لئے بیعت
فاقتلوا اٰخرهما۔ — کی جائے، تو دوسرے کو قتل کردو۔

ان کے کلام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ بیعت صحیح نہیں ہے، مذکورہ بالا مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عمرؓ اور ابوعبیدۃ نے مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا:۔

ابو[2] بکر خیرنا و سیدنا — ابوبکر ہم سب سے افضل اور ہمارا
ولیس بیننا من هو افضل — سردار ہے، ہم میں اس سے افضل اور
منہ۔ — کوئی نہیں ہے۔

ابوبکرؓ کی اس فضیلت کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔

شرها[3] میں شر کی اضافت بیعت کی طرف زمان کی طرف اضافت ہے، یعنی

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸۔
[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸ میں یہ لفظ ہیں "انت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"
[3] بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں شرہا کی ضمیر بغتۃ کی طرف راجع ہے یعنی جلدی کرنے کے شر سے بچا لیا، اور یہی معنی زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ لفظ بغتۃ مرجع قریب ہے (مترجم) حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ ایک شخص کے جواب میں ہے جس نے کہا تھا میں حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فلاں شخص سے بیعت کروں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اگرچہ اچانک ہوئی مگر حق بحق دار رسید اسلئے کہ ابوبکرؓ جیسا تم میں صاحب فضل و کمال موجود نہیں تھا۔ اس لئے امت کے اجماع سے ان کی بیعت قائم ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے جلدی (بقیہ ص ۲۷۷)

بیعت کے وقت کے شر سے بچا لیا، اور اتفاق ہو گیا جس طرح کہ قرآن میں ہے:۔

بل مکر اللیل والنہار (سبا ۳۳) — دن اور رات کا فریب۔

اگر اس وقت بیعت نہ ہوتی تو شر اور اختلاف واقع ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔

چوتھا طعن ابوبکر نے کہا۔

لستُ بخیر کم وعلی فیکم۔ — علی تمہارے اندر موجود ہو میں تم سے اچھا نہیں ہوں۔

شیعہ کہتے ہیں، اگر یہ قول صحیح ہے تو ابوبکر امام بننے کے قابل نہیں، اگر غلط ہے، تو کاذب انسان امام نہیں بن سکتا۔

جواب اہل سنت کے ہاں یہ اثر ثابت نہیں ہے، کہ ابوبکر رضؓ نے ایسا فرمایا ہو، نیز علی بن الحسین رضؓ سے صحیفہ کاملہ میں شیعہ روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے دعا میں فرمایا۔

انا الذی افنت الذنوب عمری۔ — میں وہ ہوں جس کی عمر گناہوں نے فنا کر دی ہے۔

یہ قول صادق ہے یا کاذب؟ اسے بھی امامت میں خارج بننا چاہیئے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

پانچواں طعن ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو سورۃ براۃ کے اعلان کے لئے مکہ بھیجا بعد ازاں انہیں معزول کیا، اور علیؓ کو سورۃ براۃ کے اعلان کے لئے بھیجا، جو شخص ایک سورۃ پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، امامت جس میں جملہ احکام کی ادائیگی ضروری ہے کب قابل بن سکتا ہے؟

جواب یہ طعن کئی وجوہ سے باطل ہے (اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، اور اس کے بعد حضرت علیؓ کو سورۃ برأت کے اعلان کے لئے

(بقیہ ص۲۷۶ کا) کے شر سے امت کو بچا لیا الخ. دیکھئے صحیح البخاری ص۱۰۰۹ باب رجم الحبلی من الزنا۔

[۵] یہ الفاظ حضرت ابوبکرؓ کے فرمودہ نہیں ہیں، بلکہ شیعہ نے افترا کرکے ان کی طرف منسوب کئے ہیں، فمن ادعی الصحۃ فعلیہ البیان۔ امام ابن تیمیہؒ بھی اس کی صحت کے انکاری ہیں، دیکھئے منہاج السنۃ ج۴ ص۲۱۹۔

بھیجا، اس لئے کہ عہد اور برأت از عہد میں عربوں کا دستور یہی تھا کہ خود والی اسے سرانجام دے یا اس کے خاندان کا کوئی فرد (کذا ذکرہ البخاری فی صحیحہ)

نیز اس لئے بھی علی رضہ کو بھیجا کہ سورۃ برأت کی ابتدائی آیات حضرت ابوبکر رضہ کی روانگی کے بعد نازل ہوئیں، اس سے ابوبکر کے معزول ہونے کی بات کہاں بنی؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض اس سے معزول ہونا ثابت ہو بھی جائے، تو ان کی عدالت و استحقاق امامت پر اس سے کوئی حرف نہیں آتا، اور نہ ہی یہ بات کوئی موجب طعن ہے۔

جیساکہ حضرت علی رضہ نے عمرو بن سلمۃ مخزومی ربیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت بحرین سے معزول کیا، اور ان کی جگہ نعمان بن عجلان ورقی کو متعین کیا حالانکہ عمرو رضہ ورقی سے حسب و نسب میں افضل تھے، حضرت علی رضہ نے ان کی ولایت اور امانت کی تعریف فرمائی کہا۔

احسنت الولایۃ وادیت للامانۃ فاقبل غیر الضنین ولاملوم ولامتہم۔	تو نے ولایت اچھی کی، امانت ادا کی، یہ فیصلہ قبول کر، بخل نہ کر تجھ پر کوئی ملامت اور اتہام نہیں ہے۔

تیسری وجہ اس طعن کے بطلان کی یہ ہے کہ اگر ابوبکر رضہ ایک سورۃ پہنچانے کی استعداد نہ رکھتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحج بنا کر ولایت حج ان کے کیوں سپرد کی، یہ اعتراض درحقیقت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

شیعہ کا ابوبکر رضہ پر چھٹا طعن ابوبکر رضہ نے ایک چور کا بایاں ہاتھ کاٹا حالانکہ بایاں ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیئے تھا۔

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۶ باب حج ابی بکر بالناس کتاب المغازی میں ہے ابوبکر رضہ نے ابوہریرہ کو اس سال اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، اور بیت اللہ کا کوئی شخص ننگا طواف نہ کرے۔ انتہی۔ اس سے معلوم ہوا اس سال امارت حج ابوبکر رضہ نے ہی سرانجام دی علی رضہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے، اسی سورۃ برأت میں حضرت ابوبکر رضہ کی فضیلت نازل ہوئی اور علی رضہ کی زبانی اسے مشتہر کرایا تاکہ لوگوں پر فضل ابی بکر اور استحقاق خلافت محقق ہو جائے تفصیل کیلئے منہاج السنۃ ج ۴ صفحہ ۲۲۱۔

جواب یہ ہے کہ کسی سنی روایت میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ چور کی پہلی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹا ہو، بلکہ نسائی[1]، طبرانی اور حاکم اپنی اپنی کتابوں میں حارث بن حاطب سے روایت فرماتے ہیں کہ اس چور کا بایاں ہاتھ تیسری چوری میں کاٹا تھا، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا، اسی طرح امام مالکؒ الموطا میں عبدالرحمٰن بن قاسم سے وہ قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ چور مقطوع الید والرجل تھا، یعنی پہلی چوریوں میں اس کا دایاں ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ چکا تھا اس لئے ابوبکرؓ نے تیسری چوری میں اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور یہی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی عن[2] ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی السارق ان سرق فاقطعوا یدہ ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ ثم ان سرق فاقطعوا یدہ ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ۔	ابوسلمۃؓ ابوہریرۃؓ سے روایت کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور چوری کرے، تو اس کا ہاتھ کاٹو، پھر چوری کرے، تو پاؤں کاٹو پھر چوری کرے، تو ہاتھ کاٹو، اور پھر چوری کرے، تو اس کا پاؤں کاٹو۔

امام قتادہ، مالک، شافعی، اسحٰق بن راہویہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کٹنے کے بعد تیسری چوری میں ہاتھ نہیں کاٹنا چاہیئے، بلکہ قید کر دینا چاہیئے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی مروی ہے، فرماتے ہیں۔

انی لاستحی من اللہ ان لایکون لہ ید یاکل منھا ویستنجی منھا۔	مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی ہاتھ نہ رہے۔ جس سے وہ کھائے گا، اور استنجا کرے گا۔

---

[1] سنن نسائی صلا ج۲ باب قطع الرجل من السارق بعد الید

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب قطع السرقۃ صلا ۳۱۴ بحوالہ شرح السنۃ۔

اصول و قواعد کی رو سے ابوبکرؓ کا قول راجح ہے اس لئے کہ نص کے مقابلہ میں عقلی استحسان غیر معتبر ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس استحسان سے مانع ہے ارشاد ہے:۔

لا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ۔ — اللہ کے دین میں تمہیں ان پر شفقت کا جذبہ نہ آجائے۔

نیز قرآن پاک میں بصیغہ عام ارشاد ہے:۔

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (المائدہ ۳۸) — چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹو۔

اس حکم کا اطلاق دائیں ہاتھ کٹنے کے بعد دوسری چوری پر بھی ہے، کیوں کہ ابھی ایک ہاتھ موجود ہے، ظاہر نص کا تقاضا یہی ہے کہ دوسری چوری میں بایاں ہاتھ کٹے۔ مگر حدیث ابوہریرۃ مذکور بالا کی بناء پر اجماع امت ہے کہ دوسری چوری میں پاؤں کاٹنا چاہیئے۔ اور تیسری چوری میں نص کتاب وسنت کی بناء پر بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

اس طعن کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے، کہ ابوبکرؓ نے پہلی سرقت میں ہی بایاں ہاتھ کاٹا تو وہ اس بناء پر ہے، کہ انہوں نے آیت سرقہ کے اطلاق پر عمل کیا، قرآن میں مطلق ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، دائیں یا بائیں کی قید نہیں ہے، یہ فیصلہ کرنا کہ کون سا کاٹا جائے، امام کی سمجھ پر موقوف کر دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا دایاں کاٹا یہ اتفاق پر محمول ہے، باقی رہا پہلی چوری میں دایاں ہاتھ کاٹنے پر اجماع امت سو یہ اجماع حضرت ابوبکرؓ کے بعد منعقد ہوا ہے اس لئے انہیں اس کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔

شیعہ کا ابوبکرؓ پر ساتواں طعن

ایک شخص نے لوطی عمل کیا حضرت ابوبکرؓ نے اسے آگ میں جلا دیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کی سزا دینے سے منع فرما دیا تھا۔

جواب اس طعن کے کئی جواب ہیں۔ (۱) تعذیب نار سے منع کی روایت ابوذر سے مروی ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بارہ میں کوئی حدیث صحیح یا حسن موجود نہیں ہے

بر تقدیر صحت روایت یہ بھی ہو سکتا ہے، یہ روایت حضرت ابوبکرؓ تک نہ پہنچی ہو، یہ بھی ممکن ہے، ان کو کوئی ناسخ یا مخصص روایت معلوم ہو، یا ان کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہو۔

۲۔ اس اثر میں یہ نہیں ہے کہ ابوبکرؓ نے اسے زندہ جلایا تھا، بلکہ سوید بن غفلہ کی روایت میں ہے کہ ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ "گردن اڑا کر جلایا جائے" امامیہ کا مرتضیٰ اس معنیٰ کا اعتراف کرتا ہے۔

۳۔ لوطی کے آگ میں جلانے کا حکم حضرت علیؓ سے بھی بروایت امامیہ ثابت ہے، مرتضیٰ "تنزیہ الانبیاء والائمہ" میں لکھتا ہے۔

ان علیا احرق رجلا اتی غلاما فی دبرہ۔	علیؓ نے ایک شخص کو جلا دیا، جس نے نوکر کے ساتھ دبر میں بدفعلی کی تھی۔

۴۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوطی کے جلانے کا حکم حضرت علیؓ کے مشورہ سے دیا تھا، بیہقیؒ الشعب میں اور ابن ابی الدنیا محمد بن المنکدر سے باسناد جید اور واقدی کتاب الردۃ میں روایت کرتا ہے۔

ان ابا بکر استشار الصحابۃ فی عذاب اللوطی قال علی اری ان یحرق بالنار واجتمع رأی الصحابۃ علی ذلک فامر بہ ابو بکر	ابوبکرؓ نے لوطی کی سزا کے بارہ میں صحابہؓ سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے کہا میرا خیال ہے، اسے آگ سے جلا دیا جائے، اور اس پر صحابہ کی رائے مجتمع ہو گئی۔ چنانچہ ابوبکرؓ

؎ اور بروایت سنیہ بھی دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود ص۳۱۳ قال ابن عباس ان علیا احرقہما وابا بکر ہدم علیہما حائطا۔ یعنی علیؓ نے ان کو جلایا، اور ابوبکرؓ نے ان پر دیوار گرائی (بحوالہ رزین)

فاحرقہ بالنار۔ نے حکم دیا اور آگ سے جلادیا۔

یہ اعتراض حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے، ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

شیعہ کا ابو بکرؓ پر آٹھواں اور نواں طعن میراث جدہ کے بارہ میں ابو بکرؓ کو کوئی جواب نہیں بن آیا حتیٰ کہ مغیرۃ بن شعبہ اور محمد بن مسلمۃ نے انہیں خبر دی، اسی طرح مسئلہ کلالہ میں توقف کیا، اور کوئی جواب نہ دیا۔

جواب دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ کسی مسئلہ کا عدم علم کوئی طعن نہیں ہے۔

قد روی عبد اللہ بن بشیر ان علی ابن ابی طالب سئل عن مسئلۃ فقال لاعلم لی بھا۔

عبداللہ بن بشیر روایت کرتا ہے کہ علی بن ابی طالب سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

اس طرح کے واقعات سے ابو بکرؓ کی ایک خوبی کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش فرماتے تھے، کوئی حدیث نہ ملتی تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ فرماتے ان کا متفقہ فیصلہ صادر ہوتا تو اجماع منعقد ہو جاتا جس میں خطا اور غلطی کا امکان نہ تھا، حضرت عمرؓ کی عادت شریفہ بھی یہی تھی، اکثر اجماع انہیں کے زمانہ میں واقع ہوئے، اور شریعت اسلامیہ کا تیسرا اصل اجماع جو کہ علم قطعی کا موجب ہے کی بنیاد پڑی۔ اور اختلاف کا سد باب ہوا۔ جزاھما اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیعہ کا دسواں طعن بابت وراثت انبیاء ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو ان کے باپ کا میراث نہیں دیا، فاطمہؓ نے کہا تھا، ترث اباک ولا ارث ابی ابو بکرؓ نے ایک ایسی صورت سے استدلال کیا جس کی روایت میں وہ منفرد تھے کہا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ج ۲ ص ۹۹۵-۹۹۶۔

علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔	نے فرمایا ہم انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں، نہ ہمارا ورثہ ہوتا ہے، جو چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہے۔

یہ حدیث قرآن پاک کے صریح حکم کے خلاف ہے۔ ارشاد ہے:-

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ (النساء ۱۱)	اللہ تمہیں تمہاری اولادوں کے بارہ میں حکم دیتا ہے، لڑکے کو دو لڑکیوں جتنا ملے گا۔

یہ آیت عام ہے، نبی اور غیر نبی سب اس میں آجاتے ہیں۔

نیز قرآن میں ہے:-

وورث سلیمان داؤد (النمل ۱۶)	سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔

نیز حضرت زکریا کے واقعہ میں ہے۔

فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم ۵)	مجھے اپنی طرف سے ولی عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

جواب اولاً، یہ ہے اس حدیث کے بیان کرنے میں اگر ابوبکرؓ اکیلا بھی ہو تو بھی ان کے حق میں تواتر سے بھی قوی ہے، کیونکہ ابوبکرؓ نے خود زبان پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، خبر واحد اس روایت کو کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے والا کوئی ایک شخص ہو، اور تواتر کے مقام تک نہ پہنچے۔ مذکورہ حدیث ابوبکر تک کسی اور نے نہیں پہنچائی۔ کہ ان کے حق میں خبر واحد قرار دی جائے، بلکہ خود سنی ہے، تو ان کے حق میں یہ حدیث قطعی ہے، گو دوسروں کے حق میں ظنی ہو، ان کے حق میں اسے خبر واحد کہنا حماقت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں ابوبکرؓ منفرد بھی نہیں ہیں ایک جماعت صحابہؓ اسے روایت کرتی ہے، مثلاً حذیفہ بن الیمان۔ زبیر بن العوام،

ابوالدرداء۔ عائشہؓ۔ ابوہریرہؓ بھی اسے بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے :۔

" مالک بن اوس روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے علی، عباس۔ عثمان۔ عبدالرحمٰن بن عوف، زبیرؓ بن العوام۔ سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری وراثت نہیں ہوتی، جو چھوڑ جاتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے، صحابہؓ نے جواب دیا قسم بخدا واقعی ایسا ہی ہے، حضرت علیؓ اور عباسؓ کو کہا میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں تم بتاؤ کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے، دونوں نے جواب دیا ہاں آپ نے ایسا فرمایا ہے، عمرؓ نے کہا اب میں اس معاملہ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں۔ تم جانتے ہو، اللہ تعالیٰ نے نے مال فیئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص کیا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وما افاء اللہ علی رسولہ (الی قولہ) قدیر۔ الحشر/۶ ۔ یہ مال فیئی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا، اسے تنہا اپنے لئے اختیار نہ فرمایا، بلکہ تمہیں بھی اس میں سے دیتے رہے، باقی رہا بنو نضیر کا مال اس میں سے آپ اپنے اہل وعیال کا ایک سال کا خرچہ نکال لیتے، جو باقی بچتا اسے راہ خدا تقسیم فرما دیتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے رہے، حاضرین نے حضرت عمرؓ کے اس بیان کی تائید کی، حضرت علی اور حضرت عباس نے بھی تائید کی، حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات دی، اور ابوبکر نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوں، وہ تمام اموال ابوبکر نے اپنے قبضہ میں لے لئے، اور ان میں وہی عمل فرمایا، جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے، خدا جانتا ہے، ابوبکرؓ راست گو، نیکوکار، اور حق پر عمل کرنے والا تھا "[1]

---

[1] باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ من کتاب الفرائض ج ۲ ص۹۹۶ نیز سنن ابی داؤد ج ۲ ص۴۲ باب صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوداؤد[1] میں مالک رضؓ بن اوس سے یوں مروی ہے:۔

"حضرت عمر رضؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین صفایا تھے"

(۱) بنو نضیر۔ (۲) خیبر۔ (۳) فدک۔ بنو نضیر کو اپنے ذاتی خرچہ جات کے لئے موقوف فرمایا فدک کی آمدنی مسافروں پر خرچ فرماتے تھے، خیبر کے تین حصے کئے ایک حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ میں اپنے اہل کا خرچ نکالا۔ اس سے جو بچتا فقراء مہاجرین پر صرف فرماتے"۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوبکر رضؓ کے پاس مطلق میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ آیا، انہوں نے اس کے جواب میں لا نورث والی حدیث مذکور پیش فرمائی، اور عمر فاروق رضؓ کے سامنے بنو نضیر کے اموال کا تنازعہ آیا انہوں نے کتاب وسنت اور عقلی دلیل سے استدلال کیا، قرآنی آیات فللّٰہ وللرسول الایۃ (الحشر ۰۰) للفقراء المہاجرین والذین تبوؤالدار والایمان الایۃ (الحشر ۹) والذین جاءوا من بعدھم الایۃ (الحشر ۱۰) سے انہوں نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے حضرت عمر رضؓ نے استدلال کیا، پہلے مذکور ہو چکی ہے، یعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور عقلی دلیل یہ دی کہ ان اموال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف بحیثیت مالک رقبہ نہیں تھا، بلکہ بحیثیت متولی بیت المال کے تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال فئی کو اپنی ملکیت میں نہیں لیا تھا، بلکہ بیت المال میں رکھا، اس سے آپ کی ملکیت رقبہ ثابت نہیں ہوتی کہ وراثت کا سوال پیدا ہو۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ نے اس مال فئی کو مالک رقبہ کی حیثیت میں حاصل کیا تھا، تو یہ مسئلہ اپنی جگہ موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ملکیت وراثت میں تقسیم نہیں ہوتی، جیسا کہ جملہ حاضرین صحابہ رضؓ نے اس کی شہادت دی، اور علی رضؓ و عباس رضؓ نے بھی اس حدیث کا اقرار فرمایا۔ یہ حدیث ہمارے حق میں بھی تواتر کے درجہ تک پہنچ

---

[1] باب صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال صـ۱۳ـ۲

گئی ہے کہ ایک جماعت صحابہؓ سے یہ حدیث مروی ہے۔

امامیہ بھی اس حدیث کو اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں، چنانچہ محمد بن یعقوب الرازی کافی[1] میں بروایت ابو البختری امام ابو عبداللہ جعفر الصادقؓ سے روایت کرتا ہے، انہوں نے فرمایا:۔

العلماء ورثة الانبياء و ذلك ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا وانما اورثوا احاديث من احاديثهم فمن اخذ بشئ منها فقد اخذ بحظ وافر۔	علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس لئے کہ انبیاء درہم اور دینار ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے وہ اپنی باتیں وراثت میں چھوڑتے ہیں، جو انہیں لے لیتا ہے، اس نے پورا حصہ پالیا۔

کلمہ انما امامیہ کے نزدیک بھی حصر و تخصیص کے لئے ہے، (لہٰذا انبیاء کی وراثت صرف احادیث ہیں)

اکثر اہل سنت اور جمہور امامیہ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ ہو سکتی ہے، جیسا کہ علی نے شرح المناوی الاصول للحلی میں تصریح کی ہے۔

نیز اکثر ائمہ نے بعض ترکہ سے اپنے وارثوں کو حصہ نہیں دیا، جیسا کہ تلوار اور مصحف وغیرہ سے اور خبر واحد سے استدلال کیا، جس کی روایت میں وہ منفرد ہے، یہ کہنا کہ امام معصوم ہے، وہ جو کہے یا کرے لازماً صحیح ہے، باطل ہے کہ ان کا دعویٰ عصمت ثابت نہیں ہوا۔ باقی رہا آیت وورث سلیمان داؤد (النمل ۶) اور آیت یرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم ۵) سے استدلال شیعہ سو یہ غلط ہے اس لئے کہ ان آیتوں میں ورثہ علم و نبوت مراد ہے نہ کہ ورثہ مال، چنانچہ کلینی[2] روایت کرتا ہے:۔

---

[1] اصول کافی باب صفۃ العلم و فضلہ و فضل العلماء ص ۱۷ و ص ۱۷۔
[2] اصول کافی ص ۱۱۱۔

عن ابی عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا ورث سلیمان۔	ابو عبد اللہ کہتے ہیں سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہیں، اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سلیمان کے۔

(یہ روایت بانگ وحل اعلان کرتی ہے کہ سلیمان کی وراثت علم ونبوت کی وراثت تھی) آیت میں مال کی میراث مراد ہوتی تو وہ صرف حضرت سلیمان کے لئے نہ ہوتی، بلکہ ان کے بھائی اور بہنیں بھی اس میں ان کے شریک ہوتے۔ (کذا رواہ الکلینی عنہ)

یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ یحییٰ علیہ السلام زکریا علیہ السلام سے میراث مال لے جائے، ممکن ہے، مگر تمام آل یعقوب سے میراث مال لینا کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ آیات مذکورہ کا سیاق بھی یہی دلالت کرتا ہے کہ وراثت سے مراد علم وحکمت کی میراث ہے۔

ایک سوال ابوبکرؓ نے ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرات کیوں دیئے جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد ورثا میں تقسیم نہ ہو سکتی تھی۔

جواب جن گھروں میں ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکونت پذیر تھیں، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ان کی ملکیت تھے، قرآن پاک میں ہے،

وقرن فی بیوتکن الآیۃ (الاحزاب ۳۳)	تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

بیوت کی اضافت ازواج کی طرف اس پر دلالت کرتی ہے۔

نیز ازواج کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عام لوگوں سے مختلف تھا، عام انسانوں کے فوت ہونے کے بعد ان کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اس لئے ان کی عورتیں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوتا قرآن پاک میں ہے،

ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا (الاحزاب ۵۳) — آپ کی بیویوں سے تم کبھی بھی نکاح نہ کرو۔

اس دلیل کی بنیاد پر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفقہ سکنی بیت المال کے ذمہ تھا۔

ایک سوال اگر مسئلہ یہی تھا تو حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کیوں دی؟

جواب حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث نہیں تھے، کہ ان کو وراثت میں تلوار دی جاتی، بلکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی بنا پر تلوار دی تھی، لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کے قول وفعل میں کوئی تضاد واختلاف نہیں تھا۔

ابوبکرؓ پر شیعہ کا گیارہواں طعن فاطمہؓ نے دعویٰ کیا تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فدک ہبہ فرمایا تھا۔ باوجودیکہ فاطمہؓ معصوم تھیں، ابوبکرؓ نے تصدیق نہ کی، علیؓ اور ام ایمن کو گواہی میں پیش کیا، تو ان کی گواہی رد کر دی[1] فاطمہؓ اس پر غضب ناک ہو گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان[2] ہے:۔

فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا فقد اغضبنی — فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جو اسے ناراض کرے گا، اس نے مجھے ناراض کیا۔

جواب فاطمہؓ کا دعویٰ ہبہ کرنا، اور پھر اس پر حضرت علیؓ اور ام ایمن کا گواہ ہونا شیعی مفروضہ ہے، کسی صحیح روایت میں یہ بات نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ قدس سرہٗ نے قرۃ العینین میں اسی طرح فرمایا ہے:۔

ابوداؤد[3] میں ہے:۔

---

[1] جھوٹ اصول کافی میں تو ہے کہ گواہی قبول کی اور فدک کی تحریر کر کے فاطمہؓ کے سپرد کر دی، دیکھئے اصول کافی ص۳۰۳۔
[2] صحیح بخاری ج ۱ ص۵۲۶ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
[3] باب ما جاء فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۴۱۵۔

عن المغيرة بن شعبة ان عمر بن عبد العزيز جمع بني مروان حين استخلف فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت له فدك فكان ينفق منها ويعود منها على صغير بني هاشم ويزوج منها ايمهم وان فاطمة سالته ان يجعلها لها فابي فكانت كذلك في حيوة رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى مضى لسبيله فلما ان ولي ابوبكر عمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى مضى لسبيله فلما ان ولي عمر بن الخطاب عمل فيها بمثل ما عملا حتى مضى لسبيله ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزيز فرأيت امرا منعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة ليس لي بحق واني اشهدكم اني رددتها على ما كانت يعني على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

مغیرۃ بن شعبۃ رضؓ فرماتے ہیں عمر بن عبد العزیزؒ نے بنی مروان کو جمع کیا، جب کہ وہ خلیفہ ہوئے کہا فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا، آپ اس سے خرچ کرتے، بنی ہاشم کے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتے، ان کے بیوگان کی شادی پر خرچ کرتے، فاطمہؓ نے آپ سے مانگا تھا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسی طرح رہا، آپ چلے گئے، ابوبکرؓ اس کا متولی بنا اور اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے وہ بھی چلے گئے عمرؓ نے بھی اسی طریق پر عمل کیا جو پہلے تھا۔ وہ بھی چلا گیا۔ بعد ازاں مروان نے اسے جاگیر بنا لیا۔ اب عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس ہے میں سوچتا ہوں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو نہ دی۔ میرا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی پوزیشن میں واپس

کرنا چاہتا ہوں۔

یہ حدیث پوری وضاحت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک فاطمہؓ کو بخشش نہیں کر دیا تھا۔ اور نہ ہی فدک آپ کی ملکیت تھا، بلکہ آپ کا اس پر تصرف بحیثیت متولی بیت المال کے تھا۔ اس لئے کہ یہ جائیداد اگر آپ کی مملوک ہوتی تو فاطمہؓ ایسی عزیزہ بیٹی کو آپ انکار نہ فرماتے۔

بالفرض واقعہ مذکورہ بالا کی صحت تسلیم کر لی جائے، تو بھی مدعی کے دعویٰ کو چاہیے وہ بقول شیعہ معصوم ہو کیونکہ اہل سنت کے نزدیک ان کی عصمت ثابت نہیں) ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی پر حضرت ابوبکرؓ نے تسلیم نہیں کیا، تو قرآن پاک کے عین مطابق کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان (البقرة ۲۸۲)

تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ، اگر دو گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

یہ حکم معصوم اور غیر معصوم سب کے لئے یکساں ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بھی مطابق ہے، اس لئے کہ ہبہ موہوب لہ کے قبض کئے بغیر تام نہیں ہوتا اور موہوب لہ کے ملک میں نہیں آتا، موافق و مخالف سب ہی اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضہ میں نہ آیا، یہی وجہ ہے کہ علیؓ نے بھی یہ جائیداد اپنے ایام خلافت میں فاطمہؓ کی اولاد میں تقسیم نہ فرمائی۔

امامیہ علماء میں سے مؤلف منہاج السالکین[1] وغیرہ اور علماء زیدیہ نے بیان کیا ہے کہ جب فاطمہؓ غضبناک ہو گئیں، اور اس بارہ میں ابوبکرؓ سے گفتگو کرنا چھوڑ دی، تو یہ بات ابوبکرؓ پر شاق گذری انہوں نے فاطمہؓ کو منانا چاہا۔ آپ فاطمہؓ کے ہاں گئے، اور فرمایا اے دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کا آپ نے دعویٰ کیا ہے، میں دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تمہارا خرچہ نکالتے

---

[1] کذا، الصحیح لمحاج

اور باقی فقراء، مساکین اور مسافروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ فاطمہؓ نے فرمایا تم بھی اسی طرح کرتے رہو، جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، ابوبکرؓ نے فرمایا قسم بخدا میں اسی طرح کروں گا، فاطمہؓ نے کہا تمہیں خدا کی قسم ہے، اسی طرح کرو گے، ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ آپ میرے اس عہد پر گواہ ہیں، تو فاطمہؓ راضی ہوگئیں[1] ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو ان کا خرچہ دیا، اور باقی فقراء مساکین اور مسافروں میں تقسیم کیا۔"

ابن مطہر حلی منہج الکرامۃ میں لکھتا ہے:۔

لما وعظت فاطمة أبا بكر رضي الله عنهما في فدك كتب لها كتابا وردها عليها۔

جب فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو فدک کے بارہ میں وعظ کیا، تو اس کے لئے ایک تحریر لکھی، اور فاطمہؓ کے سپرد کردی۔

علماء امامیہ کی روایات مذکورہ سے واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی باقی نہ رہی تھی۔ اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے، کہ فاطمہؓ راضی نہ ہوئیں، اور وفات تک غصہ میں رہیں، تو بھی ابوبکرؓ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا، فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اغضبها فقد اغضبني سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنی ذاتی ضرورت کی بنا پر کوئی ایسا کام کرے، جو فاطمہؓ کے غضب کا موجب بنے یا اس قسم کی کوئی بات اس سے سرزد ہو، اور اس کا منشا فاطمہؓ کو ناراض کرنا ہی ہو، وہ شخص اس کی زد میں نہ آئے گا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں فرمان پیش کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ کرے، اور فاطمہؓ ناراض ہو جائے، کیونکہ یہ قول و فعل اس صورت میں ابوبکرؓ کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ شارع علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگا۔

دیکھئے اللہ کا ارشاد ہے:۔

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم (النساء ۹۳)

جو جان بوجھ کر مؤمن کو قتل کرتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے۔

اگر کوئی حاکم وقت حد یا قصاص میں کسی مؤمن کو قتل کر دے، تو وہ اس

---

[1] فاطمہؓ کا راضی ہونا اہل سنت کی مشہور کتاب السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰۱ میں بھی مذکور ہے۔ کے ص ۶۱۲

آیت کی زد میں نہ آئے گا۔

حضرت فاطمہؓ پر ایک اعتراض | قصہ طلب میراث یا دعویٰ ہبہ میں جو یہ لفظ مروی ہیں۔ فغضبت یعنی فاطمہ ولم تتکلم اس سے ابو بکرؓ پر کوئی اعتراض نہیں آتا الٹا حضرت فاطمہ پر اعتراض آ گے آسکتا ہے۔ کہ جب ابو بکرؓ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث سے استدلال فرمایا یا دعوی ہبہ میں قرآن پاک کے حکم کے مطابق فاطمہؓ سے گواہ طلب کئے۔ اور نصاب شہادت پورا نہ ہونے کی وجہ سے باتباع نصوص کتاب وسنت شہادت غیر مسموع قرار دے دی، اور فاطمہؓ کی مرضی کے مطابق فیصلہ نہ کیا، تو اس پر فاطمہؓ ناراض کیوں ہوئیں، ان کا اس فیصلہ پر ناخوشی کا اظہار کرنا۔ آیات ذیل کے خلاف ہے:۔

۱۔ ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ (الاحزاب ۳۶)	کسی مومن مرد یا عورت کو لائق نہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد انہیں اپنا اختیار باقی ہو۔
۲۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (النساء ۶۵)	تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو حکم نہ مان لیں، اور پھر آپ کے فیصلہ پر دل میں تنگی نہ پائیں اور تسلیم کر لیں۔

جواب | بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فاطمہؓ بھی ایک انسان تھیں وہ بھی نفس رکھتی تھیں بعض اوقات صفات نفس بے اختیار ظاہر ہو جاتے ہیں جس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا) ابو بکرؓ کا فیصلہ ہر چند شرع کے عین موافق تھا، مگر حضرت فاطمہ کی طبیعت کے خلاف تھا، اس لئے بے اختیار انہیں غصہ آگیا اور ناراض ہو گئیں۔

فقیر کے نزدیک یہ جواب کمزور اور غیر پسندیدہ ہے کیونکہ اس طرح کے نفوس مطمئنہ سے صفاتِ نفسانی کا ظاہر ہو جانا بعید ہے، درحقیقت یہ کوئی جواب ہی نہیں ہے، الٹا تسلیم کرنا ہے کہ صفاتِ نفسانی نے اپنا کام کیا تھا اگرچہ اس سے عدالت میں خلل واقع نہ ہوا۔

فقیر کے نزدیک صحیح جواب یہ ہے:۔

طلب میراث کا جو واقعہ صحیح بخاری[1] میں مذکور ہے، اس میں یہ لفظ وارد ہیں:۔

فوجدت ولم تتکلم حتی ماتت۔ — نادم ہوئی یا غمگین ہوئی اور گفتگو نہ کی حتّٰی کہ فوت ہو گئی۔

وجدت ایک مشترک لفظ ہے اس کے معانی غضبت۔ ندمت۔ اغتمت آتے ہیں۔ اس جگہ اصل راوی نے وجدت بمعنٰی ندمت یا اغتمت استعمال کیا تھا بعض رواۃ نے سمجھا کہ شاید وجدت بمعنٰی غضبت کے ہے، اور پھر اس نے روایۃ بالمعنٰی کرتے ہوئے غضبت روایت کر دیا اس حدیث کے صحیح معنٰی یہ ہیں۔

جب حضرت فاطمہؓ نے ابو بکرؓ کا جواب سنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر پتہ چلا کہ سوال درست نہ تھا، تو نادم ہوئیں یا غمگین ہوئیں کہ یہ فعل مجھ سے کیوں ہوا، اس صورت میں لم تتکلم حتی ماتت کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ اس بارہ میں پھر کوئی بات چیت نہ کی۔

ایک سوال حضرت فاطمہؓ کا میراث طلب کرنا نص قرآن کے موافق تھا اور حدیث لا نورث کی آپ کو اطلاع نہ تھی۔ اطلاع کے بعد طلب میراث سے دست بردار ہو گئیں پھر نادم ہونے اور غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے۔

جواب اس سلسلہ میں فاطمۃ الزہراؓ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا، بات یہ ہے کہ اللہ کے مقرب ترین بندوں سے اگر کوئی ایسا قول یا فعل بھول کر صادر ہو جائے جو جان بوجھ کر نہیں صادر ہونا چاہیئے تھا۔ اسے بھی یہ عظیم الشان معصیت تصور

[1] کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ص۶۰۹ ج ۲ صحیح مسلم ص۹۱۔

کر کے نادم ہوتے ہیں، اور غمزدہ ہوتے ہیں کہ کاش ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا۔
جس طرح آدم علیہ السلام نے پودہ بھول کر کھالیا، ارشاد ہے:۔

فنسی ولم نجد لہ عزماً (طہٰ ۱۱۵)	پس وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں پختگی نہ پائی۔

اسی طرح نوح علیہ السلام نے اپنے کافر فرزند کے بارہ میں حق تعالیٰ کی جناب میں فریاد کردی ارشاد ہے:۔

رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانت احکم الحاکمین (ھود ۴۵)	اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل سے ہے، اور آپ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول فرمایا فدیہ لینے کے مباح ہونے کی بنا پر، مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔ (الانفال ۶۸)	اگر اللہ کی طرف پہلے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو تمہیں فدیہ لینے پر عذاب عظیم پہنچ جاتا۔

یہ افعال صراحۃً اللہ کی نافرمانی نہیں تھے، مگر اللہ کی منشا اور اس کی رضا کے مطابق نہ تھے، یہ ظاہر ہوتے ہی اخص الخواص استغفار کرتے ہیں، اور نادم ہو جاتے ہیں، چنانچہ آدم علیہ السلام نے فرمایا:۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ (الاعراف ۲۳)	اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر آپ ہمیں نہ بخشیں اور نہ رحم کریں، ہم نقصان والوں سے ہو جائیں گے۔

نوح علیہ السلام نے عاجزی کی:۔

اعوذ بك ان اسئلك	میں آپ کی حفاظت میں آتا ہوں

مالیس لی بہ علم و اِلّا تغفر لی و ترحمنی اکن من الخاسرین۔ (ھود ۴۷)	کہ وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہے، اور اگر آپ نے مجھے نہ بخشا اور میرے پر رحم نہ کیا، تو نقصان والوں سے ہو جاؤں،

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر بہت غمگین ہوئے روئے، اور فرمایا اگر اللہ کا عذاب آجاتا، تو اس سے عمرؓ کے سوا کوئی نجات نہ پا سکتا کیونکہ اس نے قیدیوں کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا، واللہ اعلم۔

بزرگوں کا مقولہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اور کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
شیر آں باشد کہ آدم می خورد ۔۔۔ شیر آن باشد کہ آدم میخورد

دوسری فصل حضرت عمرؓ پر شیعی عائد کردہ مطاعن کے جواب میں

اس فصل میں فاروقِ اعظم خلیفہ ثانی امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب پر شیعہ کے عائد کردہ گیارہ اعتراضات کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ پر پہلا شیعی طعن مسئلہ قلم و دوات

بخاریؒ اور مسلم حضرت ابن عباس رضؓ سے راوی ہیں :۔

انہ اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایتونی نکتب لکم کتابا لن تضلوا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی، آپ نے فرمایا کاغذ لاؤ، تمہیں کتاب لکھ دوں، اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوؤ گے، جھگڑا کیا، اور کہنے لگے، آپ کا کیا

لہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۳ باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر و اباحۃ الغنائم۔
لہ صحیح بخاری باب جوائز الوفد من کتاب الجہاد جلد اصفحہ ۴۲۹ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۴۲ باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ۔

بعدہ ابدا فتنازعوا فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ واوصاھم بثلاث فقال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم وسکت عن الثالثۃ او قال فنسیتھا وفی روایۃ[1] وفی البیت رجال منھم عمر بن الخطاب فقال قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ ۔

حال ہے، کیا آپ چھوڑ رہے ہیں آپ سے پوچھو اور بار بار دہرانے لگے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دیں جس میں ہوں، وہ بہتر ہے اس سے جس کی تم دعوت دیتے ہو آپ نے ان کو تین وصیتیں فرمائیں مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا وفد کو اسی طرح صلہ واکرام سے نوازنا جس طرح میں کرتا تھا، اور تیسری چیز سے خاموش ہوا، یا کہا، میں بھول گیا ہوں، ایک روایت میں ہے گھر میں مرد تھے ان میں عمر بن الخطاب بھی تھے، انہوں نے کہا آپ کو بہت تکلیف ہے، تمہارے پاس اللہ کا قرآن موجود ہے، تمہیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

اس روایت کی وجہ سے یہ ملعون اس طرح اعتراض کرتے ہیں کہ عمر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو رد کر دیا، جو کہ اللہ کی طرف سے وحی تھا ارشاد ہے:۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (النجم ۳-۴)

آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو القا ہوتی۔

اور وحی کو رد کر دینا کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ

جو اللہ کے اتارے کے مطابق

[1] صحیح بخاری مناو باب کتابۃ العلم جلد ۱ ص ۲۲ صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۳ لفظہ

فاولئك هم الكافرون (المائدة ۴۴) فیصلہ نہیں کرتا یہ لوگ کافر ہیں۔

نیز عمرؓ نے ادب و احترام کو ملحوظ نہیں رکھا کہ کہا قد غلب علیہ الوجع یعنی آپ پر تکلیف کا غلبہ ہے نیز اھجر استفھموہ میں ہذیان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی، جو کہ عصمت نبوت کے منافی ہے، اور انکار عصمت سے انکارِ نبوت لازم آتا ہے۔

جواب پہلی بات کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اظہار وحی کی کیفیت اور کفار کے ساتھ جہاد کے طریقوں میں اور جن معاملات میں ابھی وحی الٰہی نازل نہ ہوئی تھی ان سب امور میں آپ فقہا صحابہؓ سے بحکم خدا وشاورھم فی الامر (آل عمران ۱۵۹) مشورہ فرمایا کرتے تھے، خصوصاً شیخین ابوبکر وعمرؓ سے جن کے بارہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وزیرای من اھل الارض ابوبکر وعمر اخرجہ الترمذی۔[1] زمین والوں میں میرے وزیر ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں

نیز فرمایا:۔

لاغنی بی عنھما انھما من الدین کالسمع والبصر۔ اخرجہ الحاکم۔[2] میں ان دونوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، یہ دین میں کان اور آنکھ کی طرح ہیں۔

یعنی ابوبکر و عمرؓ کو میں باہر بھیج کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا، یہ دونوں بھی ہمیشہ آپ کو مشورے دیتے، اور عام طور پر ان کی رائے کے مطابق وحی اتری،

جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس طرح منافقوں کے جنازہ پڑھنے میں اس طرح کے اور بھی کئی

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ ص۲۳۱ باب مناقب ابی بکر۔
[2] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ جلد ۳ ص۷۳۔

واقعات ہیں، حضرت عمرؓ کا مذکورۃ الصدر واقعہ میں توقف فرمانا گویا آپ کا مشورہ ہے کہ اس بارے میں ترک کتابت زیادہ بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی رائے کو درست قرار دے کر تسلیم کرلیا، خمیس کا بقیہ دن اور جمعہ، ہفتہ اور اتوار تک آپ زندہ رہے، پھر کتابت کا حکم نہیں دیا، اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی کتب احادیث میں ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اس ارشاد کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے ندا تہ میں عمر بن الخطاب کی رائے کو آپ نے قبول فرمایا، اور حضرت ابوہریرۃؓ کو عام منادی کرنے سے منع فرمادیا"

اس سے معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے لکھ دینے پر اللہ کی طرف سے مامور نہ تھے، ورنہ رکاوٹ کرنے والوں کو زجر فرماتے اور قلم دوات پیش کرنے کا تاکیدی حکم فرماتے، جس طرح کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو حضرت عمرؓ کے امام بنانے کے مشورہ میں زجر و توبیخ کی اور تاکیداً فرمایا:۔

مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔	ابوبکرؓ کو حکم کرو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

اگر اللہ کی طرف سے کوئی حکم پہنچانا تھا، جو کہ نہ پہنچایا جاسکا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ نے اس آیت پر عمل نہ فرمایا، اور یہ بات عصمت کے خلاف ہے:۔

یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (المائدۃ ۶۷)	اے رسول آپ کے رب کی طرف سے جو آپ کی طرف اتارا گیا، اسے پہنچادیں، اگر آپ نے نہ پہنچایا تو رسالت کو نہ پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

(اس لئے یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی

---

[۱] صحیح مسلم ج ۱ باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ ص۴۵۔
[۲] صحیح بخاری جلد ۱ کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ ص۹۱۔

بات لکھوانا چاہتے تھے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا اور نہ لکھ سکے، اور نہ پہنچا سکے۔ نعوذ باللہ)۔

ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی۔ (النجم ۳ تا ۵)	آپ اپنی خواہش کے تحت نہیں بولتے یہ تو صرف وحی ہے، جو آپ کی طرف القا ہوئی سخت قوت کے مالک نے آپ کو تعلیم کی۔

اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے:۔

ما ینطق القران عن الھوی ان ھو یعنی القران الا وحی یوحی۔	قرآن کو آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے وحی شدہ ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع منطوقات مراد نہیں ہیں ورنہ علمہ شدید القوی (النجم ۲-۵) میں بھی جمیع منطوق کی تعلیم جبریل مراد ہونی چاہیئے، حالانکہ ایسا کوئی نہیں کہتا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع منطوق اللہ کی وحی ہوتے تو اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا:۔

لم اذنت لھم۔ (التوبۃ ۴۳)	آپ نے ان کو اجازت کیوں دی؟

نیز یہ آیت نازل نہ ہوتی:۔

لم تحرم ما احل اللہ لک، (التحریم ۱)	آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں، جو اللہ نے حلال بنائی۔

امامیہ بھی اس کے قائل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بولتے ہیں۔ سب وحی ہوتا ہے، دیکھئے محمد بن الحنفیہ امیر المؤمنین علیؓ سے راوی

ہیں، انہوں نے فرمایا:۔

لقد اکثر الناس علی ماریة القبطیة ام ابراهیم ابن النبی صلی الله علیہ وسلم فی ابن عم لها قبطی کان یزورها ویختلف الیها فقال لی النبی صلی الله علیه وسلم خذ هذا السیف وانطلق فان وجدته عندها فاقتله فلما اقبلت نحوه عرف انی اریده اتی نخلة فرقی الیها ثم رمی بنفسه علی قفاه وشغر رجله فاذا به اجب امسح ماله مما للرجال لاقلیل ولا کثیر قال فغمدت السیف ورجعت الی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبرته فقال الحمد لله الذی صرف عنا الرجس اهل البیت۔ کذا ذکره الشریف الرضی فی کتاب الدرالغرر[1]۔

ماریہؓ قبطیہ کے بارہ میں

جوکہ ابراہیمؓ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہیں، لوگوں نے اس کے چچیرے بھائی سے متعلق بہت باتیں بنائیں، جو اس کے پاس آتا جاتا تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تلوار لو، اگر تم اسے ماریہ کے پاس پاؤ تو قتل کر دو، علیؓ اس کی طرف گیا تو وہ ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا، اور گدی کے بل خود کو نیچے گرا لیا، اس کی ٹانگ اٹھ گئی، وہ مقطوع الذکر تھا، مردوں کی طرح نہ تھا، نہ تھوڑا نہ زیادہ میں نے تلوار میان میں کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا، اور آپ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے، اس نے ہمارے اہل بیت سے رجس کو دور فرما دیا ہے۔

اگر جمیع منطوق وحی ہوتا، حضرت علیؓ کو قبطی کے قتل کرنے کے لئے نہ بھیجتے اشورہ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مراجعت جرم نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ

۱۔ ۲۱۱؛ شرح دالصافی مرتضیٰ رضا ص ۲۰۱ (النسخة المصورة)

کے مشورہ سے دوبارہ اللہ کی جناب میں مراجعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم پچاس نماز کا ہو چکا تھا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو حکم مل چکا ہے۔

ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون الا یتقون۔ الآیۃ	ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ، وہ کیوں نہیں ڈرتے۔

مگر موسیٰ علیہ السلام اس کے بعد رب قدوس کی جناب میں مراجعت فرماتے ہیں

انی اخاف ان یکذبون (الی قولہ تعالیٰ) فاخاف ان یقتلون۔	مجھے اندیشہ ہے مجھے جھٹلائیں گے۔ (الی) میں ڈرتا ہوں، مجھے قتل نہ کر دیں۔

(الشعراء ۱۲-۱۴)

لہٰذا حضرت عمرؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بارہ میں مراجعت فرمانا کیسے وحی رد کرنے کے مترادف بن سکتا ہے؟

حضرت عمرؓ کا مقولہ "قد غلبہ الوجع" اظہار شفقت کے طور پر ہے۔ تکلیف کا غلبہ ایک بشری تقاضا ہے، انبیاء و غیر انبیاء سب اس میں برابر ہیں، اس میں ترک ادب کی کوئی بات نہیں۔

نیز مقولہ اھجر استفھموہ دو معانی کا محتمل ہے۔ (۱) جو لوگ[1] قلم دوات لانا چاہتے تھے۔ وہ استفہام انکار کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ کیوں نہ قلم و دوات لائی جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہذیان محال ہے اس لئے آپ جو فرماتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ (۲) وہ لوگ جو قلم و دوات لانے میں توقف کر رہے

---

[1] قاضی عیاضؒ نے یہی مفہوم واضح کیا ہے، دیکھئے شرح النووی علی مسلم ص۳۲ ج ۲۔ نیز لفظ ہجر ہجران سے ہے جس کا لغوی مفہوم چھوڑنے کا ہے، قائل کا مقصد یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ رہے ہیں! آپ سے پوچھو اور تحقیق کرو، یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے، یا در ہے قد غلب علیہ الوجع اور عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلہ میں نہیں فرمایا، بلکہ عمرؓ کے ساتھ کسی نے منازعت کی ہے۔ اس کے جواب میں کہا ہے، دیکھئے شرح النووی علی الصحیح المسلم ج ۲ ص۴۳۔

تھے، یہ ان کا مقولہ ہے، اس صورت میں ہجر کا مقصد یہ ہے کہ آلات تکلم کے کمزور ہونے اور زبان پر خشکی کے غلبہ کی وجہ سے آپ کی بات بخوبی نہیں سمجھی جا سکی، دوبارہ آپ سے پوچھو تاکہ آپ کے حکم کی بجاآوری کریں، کسی صحیح روایت میں نہیں ہے کہ یہ مقولہ اھجر استفھموہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔

کیا قلم و دوات منگوانے کا مقصد خلافت علیؓ لکھوانا تھا؟

یہ سوچنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، باطل ہے، ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ کچھ اور لکھوانا چاہتے ہوں، امام احمدؒ[۱] نعیم بن زید سے روایت کرتے ہیں ہ

عن علی بن ابی طالب قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اٰتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من بعدہ فخشیت ان یفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وماملکت ایمانکم۔	علیؓ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا میں ایک طبق لاؤں جس پر آپ لکھ دیں تاکہ امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو، میں نے خطرہ محسوس کیا، آپ میرے لانے سے پہلے نہ فوت ہو جائیں، میں نے کہا جی آپ مجھے بتا دیں میں یاد رکھوں گا، آپ نے فرمایا میں نماز اور زکوٰۃ اور غلاموں کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں۔

اگر خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے، تو وہ ابوبکرؓ کی خلافت ہی ہو سکتی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہ

ادعی لی اباک واخاک اکتب لابی بکر کتابا الحدیث	میرے لئے ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلا دو میں ابوبکر کے لئے کتاب

ـــ ۱؎ صحیح مسلم ج ۲ صـ ۲۷۳ باب مناقب ابی بکرؓ۔ ۲؎ مسند ج ۲ حدیث صـ ۶۹۳ سند حسن

لکھ دوں۔

اکابرین امت پر شیعہ کی غلط بیانیاں

شیعہ گروہ ائمہ عظام پر غلط بیانی کر کے ان کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرتا ہے، جن میں صریح مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت احکام قرآن لازم آتی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو فاسد اور کمزور تاویلیں کر کے مخالف رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں، اور ان کی تکفیر کرتے ہیں ما اضلھم وما اکفرھم۔

ائمہ پر ان کی غلط بیانیوں کے چند حوالے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) محمد بن بابویہ امالی میں اور دیلمی ارشاد القلوب میں روایت کرتے ہیں "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو سات درہم دیئے، اور کہا علی کو دے، وہ اہل و عیال کے لئے طعام خرید کر لائے، کیونکہ ان پر بھوک کا غلبہ تھا۔ فاطمہؓ نے علیؓ کو دے دیئے، اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہمارے لئے طعام خرید لاؤ، علیؓ دراہم لے کر دروازہ سے باہر نکلے ایک سائل کی آواز سنی وہ دراہم اس کو دے دیئے"۔

شیعہ کی بیان کردہ اس روایت میں علیؓ کو مخالف امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے، اور اس میں دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف بھی ہے، اور اہل پر سختی کرنا بھی کہ ان کی بھوک کا خیال نہ کیا، اور یہ بھی کہ ایک متذرب کام کیا، اور اہل و عیال کا نفقہ جو کہ واجب تھا۔ ترک کر دیا، عمرؓ اور علیؓ کے افعال پر رضا ظاہر کرنا، اور ان کی بزرگی کا خیال رکھنا اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔

(۲)۔ ما انزل اللہ کے خلاف اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے غیر مملوک لونڈی کے ساتھ باذن مالک مجامعت کی اجازت دی ہے، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لہ فروع کافی ج ۵ ص ۲۶۱ کتاب النکاح باب الرجل یحل جاریتہ لاخیہ والمرأۃ تحل جاریتہا لزوجہا۔

والذين هم لفروجهم	جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
حافظون الا على ازواجهم	کرتے ہیں، بیویوں اور اپنی مملوک
او ما ملكت ايمانهم فانهم	لونڈی کے سوا کہ ان کو کوئی ملامت
غير ملومين فمن ابتغى	نہ ہے، ان کے علاوہ جو تلاش
وراء ذلك فاولئك هم	کرے گا، پس وہ حد سے بڑھنے
العادون (المعارج ۲۹-۳۱)	والے ہیں۔

دیکھئے عاریۃً لی ہوئی لونڈی نہ بیوی کے حکم میں ہے، اور نہ ملک یمین کے حکم میں۔

۳۔ خون[۱] اور زخم سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھنا جائز کہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وثيابك فطهر (المدثر ۴)	اپنے کپڑے پاک کر۔

۴:۔ جس[۲] ذمی نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے، اس کی اولاد کو غلام بنا لینا حکم لگاتے ہیں، حالانکہ حکم الٰہی اس بارہ میں قصاص ہے۔

۵:۔ بعض[۳] ترکہ میں بعض وارثوں کو مخصوص کر دیتے ہیں، حالانکہ نص قرآنی عام ہے،

۶:۔ امام صادق[۴] رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عورت کو مسئلہ احتلام کی تعلیم سے منع کر دیا ہے۔ اور امام کاظم سے نسبت کیا کہ اس نے مخلوق کو اصولِ دین سیکھنے سے روکا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم علوم کا حکم فرمایا ہے۔

---

[۱] فروع کافی ج ۳ ص۱۴۴ باب الرجل يصلي في الثوب وهو غير طاهر عالما او جاهلا۔

[۲] فروع کافی ج ۷ ص۱۳ میں ہے نصرانی نے مسلمان کو قتل کر دیا، امام ابو جعفر کہتے ہیں مقتول کے ورثا کے سپرد کر دیا جائے، چاہیں قتل کر دیں چاہیں معاف کریں، اور چاہیں اسے غلام بنا لیں۔ انتہیٰ۔ (کتاب الدیات باب الحلم يقتل الذمي او يقتل الذمي مسلما)

[۳] فروع کافی جلد ۷ ص ۷۶-۸۵، کتاب المواریث باب ما یرث الکبیر من الولد دون غیرہ میں ہے۔ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں، جب ایک شخص فوت ہو جائے تو اس کی تلوار، انگشتری، مصحف اس کی کتابیں اور رحالتی مکان اور سامان اور اس کی سواری اور کپڑے بڑے بیٹے یا بیٹی کو ملیں گے۔ انتہیٰ۔

[۴] فروع کافی جلد ۳ ص۴۹ لفظ لا تحدثوهن بهذا فيتخذنه علة انتهى۔ باب احتلام الرجل والمرأة۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا دوسرا طعن حضرت فاطمہؓ کا گھر جلانا

عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے گھر جلانے کا حکم دیا۔

جواب یہ باطل ہے، اور روافض کی من گھڑت کہانیوں میں سے ایک کہانی روافض اس بارہ میں باہم مختلف ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ گھر جلایا، بعض کہتے ہیں جلانے کا ارادہ کیا۔

اگر بقول روافض گھر جلایا یا جلانے کے لئے سامان جمع کیا تو ایسے اہم واقعہ کو امت تک متواتر ذرائع سے پہنچنا چاہیئے تھا۔ اگر دل میں جلانے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی اطلاع کیسے ہوئی۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا تیسرا طعن

عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے انکار کر دیا تھا، اور حلفیہ کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔

جواب یہ بات طعن کے قابل نہیں ہے، اور نہ ہی اس پر دلیل کہ عمرؓ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جواز کا علم نہ تھا۔ یہ سب حضرت عمرؓ کے والہانہ محبت اور فرط عشق کی بناء پر ہوا جو حضرت عمرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، آپ کی وفات سے عمرؓ حواس باختہ ہو گئے، اور معلومات سے ذہول ہو گیا (ایسے موقع میں عارضی طور پر ایسا ہونا بعید نہیں ہے)۔

حضرت عمرؓ پر چوتھا شیعی طعن

عمرؓ مسائل شرعیہ کا علم نہ رکھتا تھا، ایک حاملہ عورت کے رجم کا حکم دیا، حضرت علیؓ نے سمجھایا۔

ان کان ذلك علیها سبیل	اگر عورت قصور وار ہے تو اس
فلیس لك علی ما فی بطنها	کے پیٹ والا تو قصور وار نہیں ہے،
سبیل فقال عمر لولا علی	عمرؓ نے کہا علیؓ نہ ہوتا، عمرؓ
لهلك[1] عمر۔	ہلاک ہو جاتا۔

---

[1] الاستیعاب جلد ۳ ص ۳۹۔

اسی طرح ایک پاگل عورت کے رجم کا حکم صادر کیا تو حضرت علیؓ نے کہا۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول رفع القلم عن النائم حتی یستیقظ وعن المجنون حتی یعقل وعن الطفل حتی یحتلم۔[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا نیند والے سے قلم اٹھا دیا گیا ہے، حتی کہ جاگے، اسی طرح مجنون سے عقل آنے تک اور اسی طرح نا بالغ بچہ سے بلوغت تک۔

اسی طرح اپنے فرزند ابو شحمہ کو حد زنا میں درے مارے حتی کہ وہ مر گیا اور باقی درے موت کے بعد لگا دیئے حالانکہ میت غیر مکلف ہے، اس پر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔

اسی طرح عمرؓ کو شراب پینے کی حد کا پتہ نہیں تھا ان واقعات سے معلوم ہوا عمرؓ کو مسائل شرعیہ کا علم نہیں تھا لہٰذا وہ امامت کے قابل نہیں ہے۔

جواب حضرت عمرؓ کا حاملہ عورت کو رجم کرنے کا حکم دینا موضوع ہے، کسی روایت میں ثابت نہ ہے، مجنونہ کے رجم کا ارادہ بھی اہل سنت کی کسی کتاب میں بسند صحیح ثابت نہیں ہوا۔

اگر بالفرض حضرت عمرؓ نے مذکورہ دو حکم صادر فرمائے تھے تو ہو سکتا ہے، انہیں عورت کے حمل اور جنون کا علم نہ ہوا ہو، امام پر یہ واجب نہیں کہ وہ حمل کے بارہ میں سوال کرے،

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو ایک عورت پر حد مارنے کا حکم دیا جو کہ نفاس میں تھی، علیؓ نے اس خطرے کی بناء پر کہ کہیں یہ عورت مر نہ جائے، حد قائم نہ کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، تو آپ نے فرمایا تم نے

---

[1] جامع ترمذی ج ۱ ص۲۰۵ باب فیمن لایجب علیہ الحد من کتاب الحدود۔
[2] صحیح مسلم ج ۲ ص۷۱ باب حد الزانی من کتاب الحدود و سنن ابی داؤد ج ۲ ص۶۱۴۔

ٹھیک کیا ہے، جب نفاس سے فارغ ہو گی، اس وقت اس پر حد قائم کر دینا۔

محمد بن بابویہ قمی "فقہ من لا یحضرہ الفقیہ" میں لکھتا ہے کہ علی رضؓ نے ایک نابالغ لڑکے پر چوری کی حد مارنے کا حکم دیا۔

یہ روایات دال ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کا مبینہ قصہ[1] کہ انہوں نے رجم مجنونہ کا حکم دیا، اور علی رضؓ نے اعتراض کیا، یاروں کا خود ساختہ ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علی رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرے، اور اپنی مرویہ روایت کے بر عکس نابالغ لڑکے کو حد سرقت مارنے کا حکم دے، اور پھر حضرت عمر رضؓ پر رجم مجنونہ کا اعتراض کرے۔

ابو شحمہ کی موت کے بعد سو درے مکمل پورے کرنے کا واقعہ بھی دروغ اور باطل ہے، صحیح یہ ہے کہ ابو شحمہ کی زندگی میں ہی سو درے مارے گئے، اس کے بعد وہ زندہ رہا، زخم درست ہو گئے، کافی مدت بعد انہوں نے وفات پائی۔

شراب کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعین نہ تھی۔

صحیح مسلم[2] میں ہے:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلد فی الخمر بالجرید والنعال وضرب مرۃ فی شرب الخمر بجریدتین نحو اربعین۔

ثم جلد ابو بکر اربعین

ولما افضت نوبۃ الخلافۃ الی عمر استشار الصحابۃ فی حد الخمر فقال لہ علی اری ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کی حد میں کھجور کی چھڑیاں اور جوتوں سے مارتے تھے، ایک دفعہ دو چھڑیاں اندازاً چالیس بار ماریں۔

پھر ابو بکر رضؓ نے بھی چالیس ماریں

عمر رضؓ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ رضؓ سے اس بارہ میں مشورہ کیا، علی رضؓ نے کہا میرا خیال ہے، اسی

---

[1] ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے لئے دیکھئے منہاج السنۃ ج ۲ صـ۱۷۱۔

[2] ج ۲ صـ۷۲ باب حد الخمر کتاب الحدود۔

بجلد ثمانین جلدة واتفق ذلک اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔	دفعہ مارو! اس پر صحابہ رض کا اتفاق ہو گیا۔

امامیہ کے ہاں بھی یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ الحلی نے منہاج الکرامۃ میں بیان کیا ہے۔

حضرت عمر کا لسان حق ہونا یہ گروہ (علیہم ما علیہم) حضرت عمر رض پر کم علمی کی نسبت کرتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا:۔

ان اللہ جعل الحق علے[1] لسان عمر وقلبہ۔	یقیناً اللہ تعالیٰ نے عمر رض کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

علی رض نے ان کے بارہ میں فرمایا:۔

ماکنا[2] نبعد ان السکینة تنطق علی لسان عمر۔	ہم یہ بات بعید نہ سمجھتے تھے کہ عمر کی زبان پر سکینت بولتی ہے۔

عثمان رض ان کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ھل استطیع ان اکون مثل لقمان الحکیم۔	کیا میں لقمان حکیم کی طرح بن سکتا ہوں۔

ابن مسعود رض نے کہا:۔

لو وضع علم احیاء العرب فی کفة المیزان و وضع علم عمر فی کفة لرجح علم عمر ولقد کانوا یرون انہ ذھب بسبعة اعشار العلم۔	اگر قبائل عرب کے علوم ایک ایک پلڑے میں رکھ لئے جائیں اور عمر رض کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمر رض کا علم بھاری ہو جائے، ان کے بارہ میں لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ علم کے دس حصوں میں سے سات

[1] جامع ترمذی باب مناقب عمر جلد ۲ صلا۲۳ و مستدرک حاکم جلد ۳ صلا۸۶ باب مناقب عمر۔
[2] دلائل النبوة للبیہقی بحوالہ مشکوٰة المصابیح صلا۵۵۶ باب مناقب عمر و مسند احمد ج ۲ حدیث ۸۳۴ سند صحیح

حصے عمرؓ کے ہاں ہیں۔

اگر بالفرض ابو شحمہ کا مذکورہ قصہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کی موت کے بعد بھی دُرّے مارے گئے تو کور چشم حاسدین کی نظر قباحت کی طرف گئی، اس میں یہ خوبی نہ نظری کہ اس مرد مجاہد نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے حد میں اپنے فرزند کو قربان کر دیا مگر سستی نہ کی۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا پانچواں طعن

زیادہ مہر باندھنے سے عمرؓ نے منع کیا، اور کہا جو شخص زیادہ مہر مقرر کرے گا۔ وہ مہر بیت المال میں داخل کر دی جائے گی، ایک عورت کھڑی ہوئی، اور کہا حق تعالیٰ ہمیں دیتا ہے، اور تم منع کرتے ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وآتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا۔ — اور تم ان میں سے کسی کو ڈھیر وں مال دے چکے ہو، تو ان سے واپس نہ کرو۔

عمرؓ نے جواب دیا۔

کل افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال۔ — ہر ایک عمرؓ سے بڑا فقیہ ہے؟ حتیٰ کہ گھروں کی پردہ نشیناں بھی۔

جواب حضرت عمرؓ کا غلو مہر سے منع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے عین مطابق تھا۔

خطابی "غریب الحدیث" میں روایت کرتا ہے:۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال تیاسروا فی الصداق الحدیث — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہروں میں آسانی کو ملحوظ رکھو۔

لہ جامع ترمذی باب فی مہور النساء کے الفاظ یہ ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا مہر زیادہ نہ بناؤ، اگر مہر زیادہ مقرر کرنا دنیا میں یا اللہ کے ہاں قابل بڑائی ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مہر مقرر فرماتے الحدیث بیت المال میں زیادہ مہر کو داخل کرنے والی روایت منقطع ہے، دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۷۔

صحیح ابن حبان میں ہے :-

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر النساء ایسرھن صداقا۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بہتر عورتیں وہ ہیں، جن کی مہریں آسان ہیں۔
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من یمن المرأۃ سہل امرھا وقلۃ صداقہا۔	عائشہؓ فرماتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی برکت سے ہے اس کے امور کا آسان ہونا، اور مہر کا کم ہونا۔

امام احمدؒ اور امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں :-

اعظم النساء برکۃ ایسرھن صداقا۔	جن عورتوں کی مہریں آسان ہوتی ہیں، وہ زیادہ برکت والی ہیں۔

اس کی سند جید ہے :-

حضرت عمرؓ کا عورت کی بات تسلیم کر لینا اس وجہ سے تھا کہ مہر بہر حال شروع ہے چاہے کثرت ناپسند اور مکروہ ہے، حکام وقت کو یہ اختیار ہے کہ مباح امور پر جن میں کراہت ہو بوقت ضرورت پابندی لگا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو زینب کی طلاق سے منع فرمایا :-

امسك علیك زوجك واتق اللہ۔	اپنی بیوی اپنے پاس رکھو اور خدا کا خوف کرو۔

حالانکہ طلاق مباح ہے احضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ زیادہ مہر بیت المال میں[3] جمع کر دی جائے گی، ایک سیاسی حکم ہے، اور منع کرنے میں مبالغہ کے طور پر ہے،

---

[1] مسند احمد بن حنبل (جمع الفوائد ص ۳۸)
[2] بیہقی شعب الایمان میں دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۸۔
[3] بیت المال میں جمع کرنیوالی روایت کی سند منقطع ہے کما مر

حضرت عمرؓ کا فرمانا کہ عمرؓ سے سب افقہ ہیں، حتیٰ کہ عورتیں بھی، تواضع اور کسرِ نفسی کے طور پر ہے، یہ مقصد نہیں کہ عورت کی بات درست ہے، اور عمرؓ کی بات غلط۔ ورنہ حضرت عمرؓ عورت کی بات سن کر اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیتے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایامِ خلافت عمرؓ میں مغالاۃ مہر سے ہمیشہ منع کیا جاتا رہا۔ استدلال میں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ماتزوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا زوج بناتہ باکثر من اربع مائۃ درھم رواہ اصحاب السننؐ الاربعۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کیں، اور اپنی بیٹیوں کو بیاہا مگر چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ بنائی۔

بر تقدیر تسلیم یہ بات محلِ طعن ہی نہ ہے کہ ایک مرد اعلم اور افقہ کسی ایک مسئلہ کے جواب میں خطا کرے، اور کوئی بچہ یا عورت درست جواب دے دے، اس واقعہ سے تو الٹا عمرؓ کے انصاف و عدالت کا پتہ چلتا ہے، علیؓ کا ایک اسی طرح کا واقعہ دیکھئے۔

اخرج ابن جریر وابن عبد البر عن محمد بن کعب۔

محمد بن کعب کہتا ہے۔

قال سال رجل علیا عن مسئلۃ فقال فیھا فقال رجل لیس ھکذا ولکن کذا وکذا قال علی اصبت

ایک مرد نے علیؓ سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے اپنی رائے فرمائی، مرد نے کہا مسئلہ ایسے نہیں ہے، اس طرح ہے علیؓ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا

سلہ جامع ترمذی ج ۱ صفحہ ۱۲۵ سنن ابی داؤد ج ۱ باب الصداق صفحہ ۲۸۷ سنن نسائی ج ۲ ص ۸۷-۸۶ باب القسط فی الاصدقۃ، سنن ابن ماجۃ صفحہ ۱۳۶۔ یاد رہے سنن اربعہ مذکورہ میں الفاظ حدیث یوں ہے ما اصدق امرأۃ من نسائہ ولا اصدقت امرأۃ من بناتہ اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ الحدیث۔ یعنی بارہ اوقیہ سے زیادہ آپ کی بیویوں اور لڑکیوں کی مہر نہ تھی، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں ہے، آپ کی بیویوں کی مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھی۔ (ابن ماجہ ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوا، حضرت عمرؓ کی حدیث میں کسر متروک ہو گئی ہے۔ بارہ اوقیہ اور ایک نش پانچ سو درہم کا ہوتا ہے، متن میں من اربعمأۃ درہم صحیح نہیں ہے۔ ۱۲۔

واخطانا وفوق کل ذی علم علیم۔	ہم نے غلط کہا۔ اور ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

پسندید زد شاہِ مردان جواب | کہ من برخطا بودم داد برصواب

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا چھٹا طعن عمرؓ نے اہل بیت کو خمس سے محروم کر دیا، جبکہ وہ ذوی القربیٰ کی حیثیت سے اس کے مستحق تھے، قرآن پاک میں ہے:۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین وابن السبیل (الانفال ۴۱)	جو چیز بھی غنیمت میں آئے اللہ کے لئے خمس ہے، اور اس کے رسول کے لئے اور قرابت والوں، یتامیٰ مساکین اور مسافروں کیلئے بھی۔

جواب ذوی القربیٰ کو حصہ دینے یا نہ دینے میں حضرت عمرؓ سے مختلف روایات آئی ہیں۔ ابوداؤد میں [1] ہے:۔

عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی عن علی ان ابابکر وعمر قسما سہمالذی القربیٰ۔	علیؓ سے مروی ہے، ابوبکرؓ اور عمرؓ ذوی القربیٰ کا حصہ نکالتے تھے۔

نیز ابوداؤد میں [2] ہے:۔

عن جبیر بن مطعم ان عمر کان یعطی ذوی القربیٰ من خمسہ۔	جبیرؓ بن مطعم کہتا ہے، عمرؓ ذوی القربیٰ کو خمس سے حصہ دیتے تھے۔

حافظ عبد العظیم المنذری فرماتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے، امام شافعیؒ اور امام مالک کے نزدیک بھی مختار یہی ہے کہ غنیمت میں سے خمس پانچ سہام پر تقسیم ہوگا۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تھا، خمس میں سے رسول

---

[1] ۲ ج ۲ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ ص ۴۱۶ ص ۴۱۷۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ سربراہ کو ملے گا۔ اور باقی چار حصے ذوی القربیٰ یتامیٰ، مساکین، اور ابناء سبیل میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے، جو معترض نے نقل کی۔ اس روایت کو ابو حنیفہ رح نے ترجیح دی، اور اختیار کیا، وہ فرماتے ہیں، للرسول میں لام تملیک کے لئے نہیں ہے، اور نہ آپ کے لئے حصہ نکالنا واجب ہو جاتا جس طرح کہ جمیع افراد فقراء کے لئے خمس اور زکوٰۃ تقسیم ہوتی ہے، جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اور نہ اس پر عمل ممکن ہے، بلکہ لام برائے عاقبۃ ہے، اور مصرف کا بیان، جس طرح الصدقات للفقراء میں لام برائے عاقبۃ اور بطور بیان مصرف ہے، فقراء، مساکین اور مسافروں کے مستحق ہونے کی علت ان کا حاجت مند ہونا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علت کفایۃ ضروریات ہے، اور ذوی القربیٰ کے لئے علت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناصرت ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ذوی القربیٰ کے حصہ سے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو ہی دیا، بنی نوفل اور بنی عبد الشمس کو نہ دیا۔ استفسار پر آپ نے وضاحت فرمائی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب اسلام اور جاہلیت میں باہم اکٹھے رہے ہیں۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو حصہ دینے کی علت ان کا تعاون کرنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چونکہ آپ کا حصہ ساقط ہو گیا، مددگاری کی وجہ سے جو حصہ تھا، وہ بھی ساقط ہو گیا، کیونکہ جس بنا پر وہ مستحق تھے، وہ بناء نہ رہی، اس لئے خمس غنیمت فقراء مساکین اور مسافروں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ البتہ فقراء ذوالقربیٰ، مساکین ذوالقربیٰ اور مسافر ذوالقربیٰ کو دوسرے فقراء، مساکین اور مسافروں پر فوقیت دی گئی، لہٰذا آیت پر عمل متروک نہ ہوا، کیونکہ آیت شریف کا مقتضا بھی یہی ہے، کہ مذکورہ مصارف پر خرچ کیا جائے، البتہ ان کے

[1] اس بارہ میں سنن ابی داؤد کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرما لیجئے: حضرت علیؓ فرماتے ہیں خمس الخمس کی تولیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سپرد کی تھی، آپ کے بعد ابوبکر اور عمرؓ کے دور میں بھی میں تقسیم کرتا رہا، ایک دفعہ مال آیا، حضرت عمرؓ نے مجھے بلایا اور کہا یہ مال لو، میں نے کہا میں اس کو نہیں لینا چاہتا، عمرؓ نے کہا تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ تو علیؓ نے کہا اب ہم اس سے بے نیاز ہو چکے ہیں، کثرت دولت کی وجہ سے، عمرؓ نے وہ مال بیت المال جمع کرا دیا۔ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۱۔

ایک ایک فرد تک پہنچانا ضروری نہ ہے۔ بلکہ محال ہے، حضرت عمرؓ نے ذوالقربیٰ کے جمیع افراد سے حصہ نہیں روکا تھا (بلکہ غیر مستحق افراد سے منع کیا تھا)

جبیر بن مطعم وغیرہ کی روایات کا محل بھی یہی ہے، تاکہ دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہو سکے، اس سے کسی طرح بھی حضرت عمرؓ پر طعن ثابت نہیں ہوتا ہے۔

امامیہ میں ایک جماعت کا مسلک بھی حضرت عمرؓ اور ابو حنیفہؒ کے مذہب و مسلک کے مطابق ہے، اس جماعت کا استدلال اپنے ائمہ سے مروی روایات سے ہے۔

نیز امیر المؤمنین ؓ نے بھی خمس غنیمت کی تقسیم میں حضرت عمرؓ کی مخالفت نہیں فرمائی، جب کہ کئی دیگر مسائل میں اپنی رائے پہ چلے اور حضرت عمر کی مخالفت کی۔

طحاوی اور دار قطنی محمد بن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں۔

انہ قال سألت ابا جعفر محمد بن علی بن الحسین ان علی بن ابی طالب لما ولی امر الناس کیف صنع فی سہم ذوی القربی قال سلك به واللہ مسلك ابی بکر وعمر۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن علی بن حسین سے دریافت کیا، کہ علیؓ جب لوگوں کے امور کے متولی ہوئے ذوی القربیٰ کے حصہ میں کیا کیا، فرمایا وہ بھی عمرؓ کے مسلک کے مطابق عمل کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا ساتواں طعن

مغیرہ پر حد زنا قائم نہ کی اور گواہ کو خود تلقین کی۔

جواب یہ جھوٹ اور افترا کا پلندہ ہے، صحیح بات وہ ہے، جو طبری۔ امام بخاری، ابن جوزی، شمس الدین سبط ابن جوزی نے اپنی اپنی کتب تواریخ میں درج کی ہے۔ کہ

مغیرہ بصرہ کے امیر تھے، وہاں کچھ لوگوں نے ام جمیل کے ساتھ اس پر زنا

لہ بلکہ خمس خود حضرت علیؓ نے کہہ کر رکوایا اور اسے بیت المال میں جمع کرا دیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

کا دعویٰ کر دیا، اور حضرت عمرؓ کے پاس لکھ بھیجا، عمرؓ نے مغیرہ اور گواہوں کو طلب فرمایا، گواہی میں ایک گواہ نے کہا میں نے مغیرہ کو عورت کی دورانوں کے درمیان دیکھا ہے، عمرؓ نے کہا یہ گواہی غیر معتبر ہے، کیا تو یہ گواہی دے گا، کہ اس نے عورت کے ساتھ دخول کیا جس طرح سرمادانی میں میل ہوتا ہے، گواہ نے کہا ہاں میں نے ایسے ہی دیکھا ہے، دوسرے گواہ نے کہا میں پہلے کی طرح گواہی دیتا ہوں، عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ یہ گواہی دے کہ اس نے دخول کیا، جس طرح مکحلہ میں میل ہو، گواہ نے کہا ہاں، تیسرے نے بھی پہلے دو گواہوں کی طرح گواہی دی، چوتھے گواہ کو طلب فرمایا، وہ موجود نہ تھا، جب آیا، اس نے جماع کے لئے بیٹھنے۔ اور دیگر دواعی جماع کی شہادت دی، عمرؓ نے پوچھا کیا تو نے ایسے دیکھا جیسے مکحلہ میں میل ہو، اس نے کہا نہیں۔

حضرت عمرؓ نے گواہوں کو اسی اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا، حدِ زنا لگانے سے حضرت عمرؓ کا رک جانا بالکل صحیح تھا کیونکہ نصاب شہادت پورا نہیں ہوا تھا، گواہوں کو تلقین کرنا۔ یہ حضرت عمرؓ پر بہتان محض ہے، محمد بن بابویہ قمی فقہ میں روایت کرتا ہے، کہ ایک شخص امیر المؤمنین علیؓ کے پیش ہوا، جس نے چوری کا اقرار کیا، جس سے اس پر ہاتھ کا قطع لازم آتا تھا، مگر امیر المؤمنین نے ہاتھ قطع نہ فرمایا۔

فقیر کے خیال میں امیر المؤمنین کو بھی کوئی شبہ پیدا ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے حد نہ لگائی، ان الحدود تندریٔ بالشبہات۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا آٹھواں طعن

عمرؓ نے دین میں اضافہ کیا، تراویح کو با جماعت قائم کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ خود اس کے بدعت ہونے کا معترف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ؔ۔

کل بدعۃ ضلالۃ — ہر بدعت گمراہی ہے

ؔ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ باب فی خطبۃ الجمعۃ۔

جواب نماز تراویح بدعت نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:۔

فرض[1] علیکم صیام رمضان وسن لکم قیامہ۔ — روزہ تم پر فرض کیا گیا، اور رات کا قیام تمہارے لئے مسنون ہوا۔

آپ نے تین رات تراویح (قیام رمضان) باجماعت ادا فرمائی۔ دیکھئے سنن[2] ابی داؤد۔ جامع ترمذی۔ مسند احمد۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ بروایت ابوذر۔ باجماعت قیام رمضان بعد ازاں آپ نے ترک کر دیا، اور اس کی معذرت بیان کی۔ صحیح[3] بخاری و مسلم میں ہے:۔

عن عائشۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد وصلی بصلوتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا فی الثالثۃ فلم یخرج الیہم فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان۔

عائشہؓ فرماتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، آپ کے ساتھ لوگوں نے نماز پڑھی، اگلی رات بھی نماز پڑھی، لوگ بہت جمع ہو گئے، پھر تیسری رات آپ ان کی طرف نہ نکلے، صبح کے وقت آپ نے فرمایا تم نے جو کیا میں نے دیکھا میں اس لئے نہیں نکلا کہ مجھے تمہارے اوپر اس کے فرض ہونے کا خطرہ تھا، اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک مواظبت باجماعت کی وجہ بیان کرنا

---

[1] شعب الایمان للبیہقی ولفظ جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلہ تطوعا۔ دمشکوٰۃ ص ۱۷۳ کتاب الصوم۔

[2] سنن ابوداؤد باب قیام شہر رمضان من کتاب التطوع جلد ۱ ص ۱۹۵ جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۳ باب قیام شہر رمضان من کتاب الصوم سنن نسائی جلد ۱ ص ۲۳۸ باب قیام شہر رمضان من کتاب قیام اللیل سنن ابن ماجہ ص ۹۵ باب ماجاء فی قیام شہر رمضان۔

[3] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۲ باب طول السجود فی قیام اللیل من کتاب التہجد۔ صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان جلد ۱ ص ۲۵۹۔

درحقیقت یہ اطلاع دیتا ہے، کہ اس علت کے زائل ہونے کے بعد پھر مواظبت مسنون ہوگی۔

حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعۃ ھذہ میں بدعت سے مراد لغوی ہے، شرعی بدعت نہیں، شرعی بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اصل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، سنت خلفاء راشدین اور اجماع امت میں نہ پائی جائے، سنت خلفاءؓ بھی سنت میں داخل ہے، نہ کہ بدعت میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ۔ اخرجہ[۲] الترمذی وابن ماجۃ عن العرباض بن ساریۃ۔	جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا، تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کرنا، اور اس کی پوری پابندی کرنا نئی باتوں سے خود کو بچاؤ، کہ بدعت گمراہی ہے، ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بروایت عرباض بن ساریہ۔

قابل افسوس وہ جماعت ہے، جو دین میں ایجادات کرکے ائمہ کرام کی طرف منسوب کرتی ہے، جیساکہ تحلیل فرج، نماز غدیر، حضرت عمرؓ کی وفات کے روز نماز گزارنا بعض اولاد کو بعض ترکہ نہ دینا۔ مثلاً کہتے ہیں کہ دختر کو زرعی زمین نہ دی جائے۔ جیساکہ کلینی نے لکھا ہے، یہ سب باتیں دین میں اختراعی ہیں، اور بے بنیاد۔

صحابہ کرامؓ پر جنہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجراء فرمایا طعن کرتے ہیں، اور ادھر ان کا دعویٰ ہے کہ شریعت سازی ائمہ کے سپرد تھی، درحقیقت

---

[۱] مسئلہ مذکورہ میں سنت خلفاء راشدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرز عمل بھی تو موجود ہے کہ آپ نے تین روز جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی، اور پھر جماعت سے منع نہیں کیا، مگر تم آئندہ جماعت نہ کرانا، بلکہ فرض ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا، جس سے ختم ہونے کے بعد پھر جماعت کا مسنون ہونا ثابت ہوا، جیساکہ صحابہ کرامؓ نے (جوکہ آپ کے حکم کے کما حقہ ...... سمجھتے) سمجھا۔

[۲] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۰۸ باب الاخذ بالسنۃ ابواب العلم۔ ابن ماجہ ص ۵ باب اتباع الخلفاء الراشدین۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ان کے اس قسم کے باطل نظریات سے ختم نبوت کا انکار لازم ہے۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا نانواں طعن | عمرؓ نے حد زنا میں سو شاخ مارنے کا حکم دیا حالانکہ حدیث میں سو درے مارنے کا حکم ہے۔

جواب | یہ جھوٹ اور افتراء ہے، حضرت عمرؓ سے کوئی ایسا واقعہ ثابت نہیں، بالفرض اگر صحیح ہو تو جسے حد ماری وہ صحت مند تھا اسے یہ صحیح اور مضبوط شاخ سے مارا یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

عن انس رضـ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر بالجرید والنعال وجلد ابوبکر اربعین رواہ البخاری[1] ومسلم۔

انس رضـ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا میں کھجور کی چھڑی سے اور جوتے مارے اور ابو بکر رضـ نے چالیس مارے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث کے مطابق صد شاخ درے کے بجائے ماریں، کیونکہ وہ محدود غیر محصن تھا۔ ہو سکتا ہے، وہ شخص ناقص الاعضاء اور بیمار ہو، اور صد شاخ سے مراد کھجور کے خوشے کے شمراخ ہوں، تو یہ بھی سنت رسول سے ماخوذ ہے۔

عن سعد بن سعد بن عبادۃ ان سعد بن عبادۃ اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم برجل کان فی الحی مخدج سقیم فوجد علی امۃ من اماءھم یخبث بھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذوا بہ عثکالا فیہ مائۃ شمراخ فاضربوہ

سعد بن عبادۃ رضـ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کمزور خلقت اور بیمار کو لائے کہ یہ ایک لونڈی کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پایا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک خوشہ لے لو جس میں ایک سو شمراخ ہوں، اور وہ اسے ایک مار دو۔

[1] صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ باب الضرب بالجرید والنعال من کتاب الحدود وصحیح مسلم ج ۲ ص ۷۱ باب حد الخمر کتاب الحدود۔

رواہ البغوی فی شرح السنۃ ؛

یہ بھی ہو سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے سو شاخ حد خمر میں ماری ہوں، جس وقت شراب کی حد متعین نہیں ہوئی تھی، (زنا میں سو شاخ مارنیوالی بات غلط محض ہے)

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا دسواں طعن | عمرؓ نے متعہ نکاح سے منع کیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متع نکاح کیا جاتا تھا حکم خداوندی کو کیوں منسوخ کیا، اور اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں قرار دیا۔

جواب | متعہ نکاح کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی منسوخ فرمایا دیا تھا، اور حرام قرار دے دیا تھا، چند ایک افراد کو حدیث نہ پہنچی، وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے رہے، تا آنکہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے اس سے سختی کے ساتھ روکا، اور در اصل حقیقت حرمت متعہ سب پہ آشکارا ہوگئی، اس پر اجماع ہوگیا، اور اختلاف ختم، اس مسئلہ اور ایسے ہی چند ایک دیگر متفق علیہ مسائل کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی خصوصی منقبت ثابت ہوتی ہے، اور امت پر یہ ایک طرح کا احسان ہے، یہ کوئی طعن کی بات نہیں۔ حرمت متعہ کی روایت حضرت علیؓ۔ عمرؓ ابو ہریرۃ، سبرۃ الجہنی اور سلمۃ بن الاکوع اور دیگر جماعت صحابہؓ سے مروی ہے۔

امام مالکؒ اور دوسرے محدثین اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ و عن الحسن	عبد اللہ سے اور حسن سے مروی
ابن محمد بن علی بن ابی طالب	ہے، جو کہ محمد بن علی کے فرزند تھے، وہ
عن ابیہما عن علی قال امرنی	اپنے والد سے بیان کرتے ہیں، وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیؓ سے کہا مجھے رسول اللہ صلی
ان انادی بالنہی عن المتعۃ	اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ متعہ کی ممانعت
وتحریمہا بعد ان کان امرھا	اور حرمت کا اعلان کر دوں، جب کہ

لـہ مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۲ کتاب الحدود و ابن ماجہ ص۱۸۵ باب الکبیر والمریض یجب علیہ الحد۔
کـہ موطا جلد ۲ ص ۱۲ طبع مصر۔

فمن بلغه النهي انتهى عنها ومن لم يبلغه النهي كان يقول باباحتها فعلم ذلك عمر ايام خلافته نهى عنها و بالغ في النهي۔

پہلے اس کا امر تھا جنہیں ممانعت کا پتہ چل گیا، وہ رک گئے، اور جنہیں پتہ نہ چلا، وہ اس کی اباحت کے قائل رہے، عمرؓ کو پتہ چلا تو اپنے دور خلافت میں شدت سے روکا اور نہی میں مبالغہ فرمایا

مسلم شریف[1] میں ہے:۔ عن سلمة بن الاكوع انه قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم المتعة يوم اوطاس ثلاثا ثم نهى عنها انتهى وانما[2] رخص المضطر من اهل العسكر لا المسلمين كافة كما رخص زبيرا لبس الحرير لدفع تولد القمل ثم نهاهم نهيا مؤبدا۔

سلمہ بن اکوعؓ فرماتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے دن تین روز کے لئے متعہ کی اجازت دی، پھر اس سے منع فرما دیا رخصت بھی مجبور اور مضطر لوگوں کو دی تھی، عام مسلمانوں کو نہیں، جس طرح کہ ایک ضرورت کے تحت زبیر کو ریشم پہننے کی رخصت دی، بعد میں ان کو ہمیشہ کے لئے متعہ سے منع فرما دیا۔

نیز مسلم[3] میں ہے:۔
انه صلى الله عليه وسلم قال قد كنت اذنت لكم في الاستمتاع من النساء و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے متعہ کی اجازت دی تھی، اب قیامت تک

[1] ج ۱ صفحہ ۴۵۱۔
[2] کما قال ابن ابی عمرۃ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۵۲۔
[3] ج ۱ ص ۴۵۱ بروایت سبرۃ الجہنی باب نکاح المتعۃ الخ۔

احرم ذلك الى يوم القيامة	کے لئے حرام قرار دیتا ہوں، جس کے
فمن کان عندہ منھن شیئ	پاس ایسی کوئی عورت ہو اس کو
فلیخل سبیلھا ولا تاخذوا	چھوڑ دے، اور جو دے چکے ہو اس
مما اتیتموھن شیئا۔	میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے بھی اضطراری اور مجبوری کی حالت میں جواز متعہ کا فتویٰ دیا تھا۔ جیساکہ امام حازمیؒ بہ طریق خطابی، سعید بن جبیر سے روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضؓ سے کہا لوگ آپ سے یہ فتویٰ نقل کر رہے ہیں کہ متعہ جائز ہے، تو انہوں نے فرمایا:۔

سبحان اللہ ما بھذا	خدا کی تنزیہ میں نے یہ فتویٰ
افتیت وانما ھی کالمیتۃ	نہیں دیا۔ یہ تو مردار اور خون اور
والدم ولحم الخنزیر لا یحل	خنزیر کے گوشت کی طرح ہے مضطر
الا للمضطر۔	کے لئے البتہ حلال ہے۔

مگر بعد ازاں حضرت ابن عباس رضؓ نے اس فتویٰ سے بھی رجوع فرمایا تھا، اور مطلقاً حرمت متعہ کا فتویٰ دیا۔ جیساکہ جمہور کا فتویٰ ہے۔

سوال حضرت علی رضؓ نے جنگ خیبر کے موقعہ پر جو کہ ۷ھ میں واقع ہوئی متعہ روایت کی ہے، جنگ اوطاس ۸ھ میں متعہ ہوا۔ لہٰذا متعہ ناسخ حرمت ہوا۔

جواب اس اشکال کے دو جواب ہیں، (۱) متعہ کی حرمت درحقیقت غزوہ اوطاس کے موقعہ پر صادر ہوئی رواۃ غزوہ خیبر کے واقعہ میں تحریم متعہ کا ذکر نہیں کرتے لیکن لوگوں کو بدگمانی اس وجہ سے ہوا کہ حضرت علی رضؓ نے تحریم متعہ اور تحریم حمر اہلی کا ذکر ایک ہی حدیث میں کیا ہے اور حمر اہلی کی تحریم کا موقعہ غزوہ خیبر بتلایا، اس سے لوگوں کو وہم لگ گیا۔ کہ دونوں تحریم ایک ہی موقعہ پر ہوئیں، یہ وہم بے دلیل ہے اصل میں ابن عباس رضؓ نے تحریم متعہ اور تحریم حمر اہلی میں اختلاف کیا، تو ان کو الزام

لہ کتاب الاعتبار للحازمیؒ المتوفی ۵۸۴ھ صفحہ ۱۹۰۔
لہ دیکھئے جامع ترمذی جلد اصفحہ ۱۲۷ باب نکاح المتعہ۔

دینے کے لئے حضرت علیؓ نے دونوں کا ذکر ایک حدیث میں کر دیا۔ (۲) دوسرا جواب یہ ہے متعہ دو بار حلال ہوا، اور دو بار حرام، غزوہ خیبر کے موقعہ پر حلال ہوا، اور پھر حرام، بعد ازاں غزوہ اوطاس میں پہلے حلال ہوا، اور پھر ہمیشہ کے لئے حرام۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے، اس پر اجماع امت منعقد ہوا۔ قرآن پاک سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:-

والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلك فاولئك هم العادون۔	اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں اور مملوک لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہ ہے، جو اس کے سوا راستہ تلاش کرے گا، وہ حد سے گزرنے والے ہیں، (المعارج ۲۹ تا ۳۱)۔

متعہ والی عورت زوجہ نہیں ہے، جیسا کہ ابو نصیر رافضی امام صادقؒ سے[1] روایت کرتا ہے:-

انه سئل عن المتعة اهی من الاربع قال لا ولا من السبعین۔	کہ ان سے متعہ والی عورت کے بارہ میں پوچھا گیا، کہ یہ چار میں داخل ہے، فرمایا نہ اور نہ ستر میں سے۔

اس پر[2] زوجہ کے احکام عدۃ، ایلاء، ظہار، احصان، لعان، وراثت کوئی بھی جاری نہیں ہوا، لہٰذا زوجہ نہیں، اور نہ ہی مملوکہ ہے۔

نیز اگر متعہ والی عورت بیوی ہوتی تو متعہ سے احصان ثابت ہو جاتا بتقاضا فرمانِ خدا:-

واحل لکم ما وراء ذالکم	مذکورۃ بالا رشتوں کے علاوہ

[1] فروع الکافی ج ۵ ص ۴۵۱ کتاب النکاح باب انہن بمنزلۃ الاماء ولیست من الاربع۔
[2] فروع کافی حوالہ بالا میں ہے ابو جعفر فرماتے ہیں یہ نہ طلاق دی جاتی ہے، نہ وارث ہوتی ہے بلکہ یہ کرایہ پر حاصل شدہ ہے۔

ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (النساء ۲۴)	تمہارے لئے حلال ہیں یہ کہ اپنے اموال کے ساتھ حاصل کرو، گھر بسانے کے لئے نہ کہ شہوت رانی کے لئے۔

حالانکہ فریقین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے،

حلت متعہ کیلئے شیعہ کی دلیل روافض متعہ کی حلت ثابت کرنے کے لئے یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں،۔

فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ۔ (النساء ۲۴)	ان میں سے جس سے فائدہ حاصل کرو، ان کو لازماً ان کی مزدوری دو۔

کہتے ہیں، اس آیت میں متعہ مراد ہے، نہ کہ نکاح۔

اولاً:۔ اس لئے کہ نکاح میں محض عقد سے نصف مہر لازم ہوجاتی ہے، اور دخول کے بعد پوری مہر دینا پڑتی ہے، اس آیت میں کوئی ایسا عقد مراد ہے، جس میں دخول کے بغیر کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور ایسا عقد متعہ ہی ہے)

ثانیاً۔ اس لئے کہ متعہ درحقیقت عقد مؤقت کا نام ہے، جس میں ولی اور گواہوں کا ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا آیت میں یہی معنیٰ مراد ہے، اگر کوئی اور معنیٰ مراد لیا جائے تو وہ مجازی معنیٰ ہوگا، حقیقی معنیٰ کے ہوتے مجاز نہیں ہوسکتا۔

ثالثاً۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں الفاظ یوں ہیں،۔

فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی۔	ان میں سے جس عورت سے مقررہ میعاد تک فائدہ حاصل کرو

ابن عباس اور ابی بن کعب بھی اسی طرح قرأت کرتے تھے۔ یہ قرینہ ہے کہ آیت میں متعہ ہی مراد ہے۔

جواب پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بات تو موجود ہے، کہ دخول سے مہر لازم ہوجاتی ہے، مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بے دخول واجب نہیں

ہونی، اس سے آیت میں سکوت ہے، ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے، دخول سے پہلے نصف مہر واجب ہے، ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

وان طلقتموھن من قبل	اور اگر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے
ان تمسوھن وقد فرضتم	طلاق دو، اور ان کے لئے مہر مقرر کر چکے
لھن فریضۃ فنصف ما	ہو، تو جو مقرر کر چکے ہو، اس کا نصف
فرضتم۔ الآیۃ	ان کو دے دو۔ (البقرۃ ۲۳۷)

نیز حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے، کہ بغیر دخول بھی نصف مہر دینا واجب ہے۔

دوسری وجہ کا جواب یہ ہے، کہ آیت میں مروجہ شیعہ متعہ مراد لینا اس کا حقیقی معنیٰ ہونا غیر مسلّم ہے، متعہ ہی اگر مراد ہو تو مہر محض عقد متعہ سے لازم ہو جانی چاہیئے تھی، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، تو آیت میں متعہ سے مراد معروف متعہ نہیں ہے، بلکہ اس سے عقد نکاح صحیح میں وطی کرنا مراد ہے، جس کا قرینہ لفظ منہن ہے، جو کہ شادی شدہ عورتوں کی طرف راجع ہے، (معنیٰ یوں ہوگا جب ان منکوحہ عورتوں سے تم فائدہ حاصل کر لو تو ان کی مہریں مکمل ادا کرو۔)

نیز آیت سابق میں لفظ محصنات بھی اس کا قرینہ ہے، کیونکہ متعہ موجب تحصین نہ ہے،

تیسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صحابہ کرامؓ سے یہ قرأت ثابت نہیں ہے۔ اگر بالفرض تسلیم کر لی جائے، تو یہ منسوخ ہے، جامعؒ ترمذی میں ہے:۔

عن ابن عباس قال انما	ابن عباسؓ فرماتے ہیں، ابتداء
المتعۃ فی اول الاسلام	اسلام میں متعہ تھا، ایک ناواقف
کان الرجل یقدم البلدۃ	مرد آتا کسی عورت سے وہ شادی
لیس لہ بھا معرفۃ فتزوج	کر لیتا، اتنا دن کے لئے جتنا وہاں

ط باب ما جاء فی المتعۃ ا صـ۱۳۳ ۔

المرأة بقدر ما يرى انه مقيم فتحفظ له متاعه و تصلح له شيئ حتے نزلت الأية الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم قال ابن عباس كل فرج سواهما فهو حرام۔

رہنا ہوتا، وہ اس کے سامان کی حفاظت کرتی، اور اس کے حال کی درستگی کرتی۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم (المعارج ۲۹) ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں، ان مستثنےٰ دو طرح کی عورتوں کے علاوہ سب عورتیں حرام ہیں۔

حضرت عمرؓ پر شیعہ کا گیارھواں طعن عمرؓ نے متعہ حج سے منع کیا، حالانکہ متعہ حج قرآن پاک سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے:۔

فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى الاية (البقره ۱۹۶)

جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ حاصل کرتا ہے، تو جو قربانی آسان لگے دے۔

جواب حضرت عمرؓ کے متعہ حج سے منع کرنے کا مطلب[۱] یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع کر دیا تھا، یہ تو قرآن پاک۔ حدیث، اور اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس بات سے منع کیا تھا کہ کوئی شخص جو حج کا احرام باندھ چکا ہے، وہ احرام توڑ کر عمرہ کرے، اور پھر حج کا احرام باندھے، ایسا کوئی نہ کرے، حضرت عمرؓ کا یہ حکم منشاء قرآن کے موافق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

واتموا الحج والعمرة لله (البقرہ ۱۹۶) اللہ کے لئے حج اور عمرہ کا

---

[۱] حضرت عمرؓ کے تمتع سے منع کی امام نوویؒ نے یہ توجیہ کی ہے کہ عمرؓ کے نزدیک افراد افضل تھا وہ چاہتے تھے، دوسرے لوگ بھی افضلیت پر عمل پیرا ہوں ان کا مقصد تنزیہا تھا نہ کہ تمتع کی تحریم مقصود تھی، دیکھئے شرح النووی علی مسلم ج ۱ ص ۴۰۲۔

اتمام کرو۔

اتمام حج کا تقاضا یہ ہے کہ حج مکمل کیا جائے، حجۃ الوداع کے موقعہ پر البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا تھا، یہ اسی سال کے لئے جائز قرار دیا تھا کیونکہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا گناہ سمجھتے تھے، صحابہ کرام مکہ میں آئے، وہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام حج فسخ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ صحیح مسلم[1] میں ہے :۔

عن ابی ذر انہ قال کانت المتعۃ بالحج لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ

ابوذر فرماتے ہیں متعہ حج صرف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

سنن نسائی[2] میں ہے :۔

عن حارث بن بلال قال قلت یا رسول اللہ فسخ الحج لنا خاصۃ ام للناس عامۃ فقال بل لنا خاصۃ

حارث بن بلال کہتا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج فسخ کرنا صرف ہمارے لئے ہی ہے، یا عام لوگوں کے لئے بھی فرمایا صرف ہمارے لئے ہی ہے۔

دلائل مذکورہ سے ثابت ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ نکاح اور متعہ حج سے منع کرنا شریعت کے عین مطابق ہے، اتباع ہوا کی بناء پر انہوں نے ایسا حکم نہیں دیا تھا، نعوذ باللہ۔

سوال | حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :۔

متعتان[3] کانتا علی عہد

دو طرح کے متعے رسول اللہ

---

[1] باب جواز التمتع ج ۱ ص ۴۰۲
[2] اباحۃ فسخ الحج بعمرۃ الخ ص ۲۲ ج ۲ ۔
[3] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۶ ولفظہ قال جابر متعتان فعلنا ہما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نہانا عنہ عمر رضی اللہ عنہ فلم نعدلہما ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانا انہی عنہما۔ | صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔

اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب یہاں عبارت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ مجاز ہے، ان کا مقصد ہے، انا اظہر التحریم میں ان کی تحریم واضح کر رہا ہوں، جیسا کہ عبارت ذیل میں کہا جاتا ہے۔

نہی الشافعی عن شرب کل مسکر قلیلا کان او کثیرا۔ | امام شافعیؒ نے ہر مسکر کے پینے سے منع کیا ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

حضرت عمرؓ کا ان دونوں متعہ کی حرمت ظاہر کرنا، اس قبیل سے نہیں، جیسا کہ امامیہ اپنے ائمہ پر تہمت لگا کر ان سے تحلیل کو مباح قرار دیتے ہیں، کیونکہ محللہ نہ زوجہ ہے اور نہ ملک یمین ایسی تحلیل ثابت کرتے سے حکم خداوندی کا نسخ لازم آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنانا (اعاذنا اللہ)

تیسری فصل حضرت عثمانؓ پر شیعہ مطاعن کی تردید میں

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث[لہ] ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر پندرہ طعن کرتے ہیں، جن کے جوابات پیش ہیں، وفقنا اللہ لما یحب ویرضاہ۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ کا پہلا طعن عثمانؓ نے ایسے اشخاص کو والی اور حاکم مقرر کیا جن سے خیانت سرزد ہوئی۔

جواب حضرت عثمانؓ علم غیب نہیں رکھتے تھے، جس شخص کو جس کام کے لائق سمجھا اس کے ذمہ حکومت کے کام سپرد کئے، اگر ان میں سے کسی فرد سے کوئی خیانت ظاہر ہو گئی، اسے معزول کر دیا۔ والمرأ انما یعرف عند المعاملہ۔

لہ حضرت عثمانؓ کے بارہ میں علیؓ فرماتے ہیں، کان عثمان اوصلنا بالرحم وکان من الذین امنوا ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین الاستیعاب ج ۳ ص ۴۲ یعنی عثمانؓ ہم سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، اور ایمانداروں میں اور تقوی والوں میں اور احسان والوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت کرتا ہے۔

حضرت علیؓ بھی اپنے حسن ظن سے لوگوں کو ولایت و حکومت پر فائز فرمایا کرتے تھے، اور چند ایک سے جن میں ان کے بعض چچیرے بھی تھے، خیانت ظاہر ہوئی، ان کو معزول کر دیا، جیسا کہ حضرت علیؓ کا ایک مکتوب گرامی اس پر دال ہے۔

اما بعد فانی اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری و بطانتی ولم یکن فی اہلی رجل اوثق منک فی نفسی لمواساتی وموازرتی واداء الامانۃ الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانۃ الناس قد خزیت وھذہ الامۃ قد فنکت وشغرت قلبت لابن عمک ظہر المجن ففارقتہ مع المفارقین وخاذلتہ مع الخاذلین و خنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک آسیت ولا الامانۃ ادیت۔[1]

اما بعد میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا، اور اپنا راز دان بنایا، میرے خاندان میں میرے نزدیک تجھ سے زیادہ با اعتماد آدمی نہ تھا، جو میری مواسات کرتا، اور ادائے امانت میں میرا ساتھ دے، مگر جب تو نے دیکھا کہ زمانہ تیرے ابن عم (علیؓ) کے خلاف ہے، اور دشمن آمادہ جنگ ہے، اور لوگوں کی امانت فساد میں ہے، اور یہ امت غیر محتاط ہو گئی ہے، جس کے محافظ نہ ہیں، تو بھی اپنے ابن عم کے لئے بدل گیا، اور جدا ہونیوالوں کے ساتھ جدا ہو گیا، اور بدعہدی کی، اور خیانت کرنے والوں کے ساتھ خیانت کی، نہ تو تو نے ابن عم کی مواسات اور ہمدردی کی، اور نہ ہی امانت کو ادا کیا۔

سلسلہ شکایات جاری رکھتے ہوئے آگے فرماتے ہیں:۔

کیف[2] تسیغ طعاما وشرابا — طعام و شراب سے تو کیسے

---

[1] نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۵۔ [2] ایضاً ص ۸۷۔

وانك تعلم انت تاكل حراما وتشرب حراما وتبتاع الاماء وتنكح النساء من اموال اليتامى والمسٰكين والمؤمنين والمجاهدين الذين أفاء الله عليهم هذه الاموال۔

اپنا پیٹ بھر رہا ہے، حالانکہ تو جانتا ہے کہ تو حرام کھا، اور پی رہا ہے، تو لونڈیاں بیچتا ہے، اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے یتیموں اور مساکین کے مال سے اور ایمان داروں، اور مجاہدین کے مال سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ اموال فئی ہیں عطا کیئے ہیں،

اس خط کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں :۔

لاضربتك بسيفي الذي ماضربت احدا الادخل النار۔

میں تجھے اپنی تلوار سے اُڑا دوں گا جس کو بھی وہ تلوار مارتا ہوں، وہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کے مقرر کردہ ایسے اشخاص میں منذر بن جارود عبدی بھی تھا اسے حضرت علی نے کسی جگہ عامل مقرر کیا۔ اس کی خیانت معلوم ہونے پر آپ نے لکھا :۔

اما بعد فصلاح ابيك غرني منك وظننت انك تتبع هديه وتسلك سبيله فاذا انت فيما رقي الى عنك لا تدع لهواك انقيادا ولا تبقي لآخرتك عتادا ..... تعمر دنياك بخراب اخرتك وتصل عشيرتك

تیرے باپ کی نیکی نے تیرے بارہ میں مجھے دھوکے میں رکھا میں نے سمجھا تو بھی اس کی سیرت پر چلے گا، اور اس کی راہ پر گامزن ہوگا، تیرے متعلق میرے پاس جو معلومات پہنچ رہی ہیں، تو اپنی خواہش کی انقیاد کر رہا ہے، اور آخرت کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں چھوڑیگا، آخرت برباد کر کے دنیا آباد

لہ نہج البلاغۃ جلد ۲ ص ۱۷۵ ۔ ۱۷۶ ۔

بقطیعة دینك فمن کان بصفتك فلیس باھل ان یسر به الثغر او ینفذ به امراء ویعلی له قدر او یشرك فی امانة او یؤمن علی خیانة فاقبل الی حین یصل الیك کتابی ھذا ان شاء اللہ۔	کر رہا ہے، دین ختم کرکے اپنی رشتہ داری بنا رہا ہے، جو شخص تیری سی صفات کا حامل ہو، وہ اس قابل نہیں کہ سرحدوں کی حفاظت کر سکے، اور کوئی حکم نافذ کر سکے، اور نہ اس قابل کہ اس کا قدر بلند کیا جائے، یا اسے کسی امانت میں شریک کیا جائے، یا اسے کسی امانت میں شریک کیا جائے، یا کسی خیانت پر امین سمجھا جائے، جب میرا خط تیرے پاس پہنچے، فوراً میرے پاس آؤ۔

مذکورہ بالا دونوں خطوط حضرت علیؓ کے مشہور مکتوبات سے ہیں، جنہیں رضی نے نہج البلاغۃ میں ذکر کیا ہے، امامیہ کا عقیدہ ہے حضرت علیؓ اور تمام ائمہ ما کان وما یکون کے علوم سب کچھ جانتے ہیں، محمد بن یعقوب کلینی نے اس معنیٰ میں کافی روایات اپنے ائمہ کی نقل کی ہیں، امامیہ کے اس فاسد عقیدہ کی رو سے حضرت علیؓ پر یہ وزنی اعتراض لازم آتا ہے کہ جان بوجھ کر آپ نے اس قسم کے لوگ کیوں مقرر فرمائے اہل سنت کے نقطہ نظر سے کوئی اعتراض نہیں آتا، کیونکہ اہل سنت کسی شخص کے لئے علم غیب کے قائل نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔	اگر میں غیب جانتا بہت اچھائی جمع کر لیتا، اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی،

نیز علیؓ نے فارسی کا امیر زیاد کو مقرر کیا تھا، جس کی والدہ کا نام سمیہ تھا، اس کا

۱؎ اصول کافی صد ۱۲۹ باب الائمۃ یعلمون علم ما کان وما یکون۔

۲؎ نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴

جاہلی دور میں ابوسفیان کے ساتھ ناجائز تعلق تھا، اس وقت یہ عبید بن حارث کی بیوی تھی، انہیں ایام میں زیاد پیدا ہوا۔ بڑا ہو کر اس نے فصاحت و بلاغت اور زیرکی میں نام حاصل کیا، ایک دن عمرو بن عاص نے کہا یہ نوجوان قریش سے ہوتا تو عرب کو لاٹھی سے چلاتا، ابوسفیان نے کہا میں اس کی وضع جو اس کی ماں کے شکم میں تھی کو جانتا ہوں، علی رضؓ نے پوچھا کیسے؟ ابوسفیان نے کہا یہ میرے نطفہ سے ہے زیاد اپنے زنازادہ ہونے پر فخر کرتا تھا، امیرالمؤمنین علی رضؓ نے کسی مصلحت کی بناء پر اس زیاد کو امیر فارس بنایا اور اس کے فسق و فجور پر نظر نہ کی، اس علاقہ میں اس کے ہاتھ سے نظم و نسق درست ہو گیا، حضرت معاویہ رضؓ نے زیاد کی طرف لکھا تاکہ اسے اپنی طرف کھینچے۔

علی رضؓ نے زیاد کو لکھا[۱] مجھے پتہ چلا ہے کہ معاویہ رضؓ تجھے اپنی طرف کھینچنے کیلئے خط لکھ رہا ہے، اس سے بچ کر رہ یہ ہر طرف سے حملہ آور ہوگا، تیری نسبت ابوسفیان سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی تو اس کی وراثت کا مستحق ہے، علی رضؓ کی وفات تک زیاد ان کے ساتھ رہا۔ علی رضؓ کی شہادت اور حسن رضؓ کی مصالحت کے بعد وہ معاویہ رضؓ کے پاس چلا گیا۔

۴۴ھ میں زیاد کی نسبت ابوسفیان کی طرف کر دی گئی۔ معاویہ رضؓ نے جب اسے عراق کا والی بنایا، وہ اولاد علی کا بدترین مخالف بن چکا تھا، سعید بن سرح ایک شخص کو زیاد نے دھمکایا، سعید مدینہ میں حسین رضؓ بن علی رضؓ کے پاس آیا، اور زیاد کی شکایت کی، زیاد نے اس کا گھر منہدم کر دیا، اس کا مال لوٹ لیا، اور اس کے اہل و عیال کو پکڑ لیا، حسین رضؓ نے لکھا زیاد تم مسلمانوں کے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو، اس کا گھر بنا دو اس کا مال واپس کرو، جواب میں زیاد نے حسین رضؓ کو سخت و سست کہا، اور بے ادبی کے کلمات لکھے۔

حسین رضؓ نے معاویہ رضؓ کو حالات کی اطلاع دی، معاویہ رضؓ نے زیاد کو تنبیہ کی کہ تو نے

---

[۱] دیکھئے نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۹۰ - ۹۱ -

سعید پر ظلم کیوں کیا، اور حسینؓ کے ساتھ بے ادبی سے کیوں پیش آیا۔ اسے حکم دیا کہ سعید کا گھر بنوادو۔ اور اس کا مال واپس کردو۔

زیاد نے عراق میں بہت خون ریزی کی، ایک رات میں پندرہ سو آدمی بے گناہ قتل کرا دیئے۔ امیر المومنین علیؓ اگر زیاد کی خباثت نفس اور اس کے کاموں کے انجام سے واقف ہوتے تو اسے کیوں امیر فارس مقرر کرتے۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ کا دوسرا طعن حکم بن ابو العاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ بدر کر دیا تھا، ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اسے مدینہ میں واپس نہ آنے دیا، عثمانؓ جب خلیفہ ہوا اسے مدینہ میں جگہ دے دی،

جواب اس بارہ میں خود حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے استفسار کیا تھا، آپ نے جواب میں فرمایا ر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں میں نے حکم کے داخلہ کی اجازت حاصل کرلی تھی۔ جبکہ حکم جس جرم کی بناء پر نکالا گیا تھا اس سے توبہ کرچکا تھا، چونکہ عثمانؓ اس اجازت حاصل کرنے میں تنہا تھے، کوئی دوسرا شاہد ان کے پاس نہ تھا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے ایک شخص کی گواہی پر حکم کو داخلہ کی اجازت نہ دی، اس لئے اسے مدینہ میں نہ آنے دیا۔ حضرت عثمانؓ چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے داخلہ کی اجازت سن چکے تھے، اس لئے اس پر عمل کیا، اور اسے مدینہ میں جگہ دی، اس لئے عثمانؓ پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ کا تیسرا طعن عثمانؓ نے اپنی رشتہ داروں کو مالہائے عظیم عطیہ کئے جس کا انہیں حق حاصل نہ تھا۔

جواب جود و سخا اور صلہ رحمی ایک ممدوح صفت ہے طعن اس صورت میں ہوتا

---

۵ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ا ص ۳۴۵ میں ہے۔ یقال ان عثمان رضا اعتذر لما ان اعادہ الی المدینۃ بانہ کان استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ وقال قد کنت شفعت فیہ فوعدنی بردہ یعنی حضرت عثمان نے معذرت یہ کی تھی کہ میں نے اس کے واپس لانے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سفارش کی تھی، آپ نے اس کے واپس بلانے کا وعدہ کر لیا تھا۔

کہ حضرت عثمانؓ یہ سخاوت اور صلہ رحمی بیت المال سے کرتے، حالانکہ صورت حال ایسے نہیں، بلکہ حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی دولت مند تھے جیش عسرۃ کو سامان جنگ مہیا کیا، اور نوسو پچاس اونٹ دیئے، دور خلافت میں بھی اپنے ذاتی مال وجائیداد سے صلہ رحمی فرماتے تھے، اور سخاوت کرتے تھے۔ ان کے عطایا جو بیت المال سے دیئے جاتے تھے، وہ رشتہ داروں کے ساتھ خاص نہ تھے، بلکہ جمیع اہل اسلام میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

عن الحسن البصری قال سمعت عثمان یخطب یقول یاایہا الناس ما تنقمون علی وما من یوم الا وانتم تقسمون تید خیرا۔	حسن بصریؒ فرماتا ہے، میں نے عثمانؓ سے سنا کہہ رہے تھے اے لوگو مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو، جب کہ تم سب روزانہ مال تقسیم کرتے ہو۔

امام ابوعمرو نے استیعاب[1] میں حضرت عثمانؓ کے عطایا کا تذکرہ کیا ہے، امام ذوالنورینؓ نے اس طعن کے جواب میں ارشاد فرمایا:۔

عن سالم بن ابی الجعد قال دعا عثمان ناسا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم عمار بن یاسر فقال انی سائلکم وانی احب ان تصدقونی انشدکم اللہ هل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤثر قریشا علی سائر الناس ویؤثر بنی هاشم	سالم بن جعد کہتا ہے، عثمانؓ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کچھ لوگوں کو بلایا ان میں عمار بن یاسر بھی تھے، فرمایا میں تم سے پوچھتا ہوں اور توقع ہے تم میری تصدیق کرو گے، میں تمہیں قسم دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو باقی لوگوں پر فوقیت دیتے تھے اور بنی ہاشم کو باقی قریش پر، لوگ خاموش ہو گئے، عثمانؓ نے فرمایا

[1] دیکھئے الاستیعاب مع الاصابہ ج ۳ ص ۷۰ تا ۷۵، حضرت علیؓ نے عثمانؓ کی صلہ رحمی کی تعریف فرمائی ہے دیکھئے کتاب مذکور ص ۴۷۔

علی سائر قریش فنکت القوم فقال عثمان لو ان بیدی مفاتیح الجنۃ لاعطیتہا بنی امیۃ حتے ید خلوا من آخرھم ۔	اگر میرے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں ہوں تو میں بنی امیہ کو دے دوں تاکہ وہ سب اس میں داخل ہو جائیں۔

البتہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تھا، میں خطرہ پاتا ہوں کہ عثمان بنوامیہ کو لوگوں کی گردنوں پرسوار کردے گا۔ یہ قول ارشاد ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی رائے اس بارہ میں زیادہ مفید نہ تھی، چونکہ وہ مجتہد تھے، اس لئے معذور ہیں۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

شیعہ کا حضرت عثمان رضؓ پر چوتھا طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چراگاہ متعین کرنے سے منع فرمایا تھا کہ پانی اور گھاس میں سب مسلمانوں کا حصہ ہے، مگر عثمان نے چراگاہ (حمی) مقرر کی۔

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی کا مطلب ہے کوئی شخص اپنی ذاتی چراگاہ (حمی) متعین نہیں کرسکتا۔ حضرت عثمان رضؓ نے بیت المال کے مویشی کے لئے حمی متعین کی تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ جس زمین کو حمی کے لئے مقرر کیا گیا، وہ حضرت عثمان کی اپنی ذاتی ملکیت تھی جو کہ بیت المال کے مویشی کے لئے چراگاہ کے طور پر وقف کی، یہ بھی مروی ہے، مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے ایام قحط میں باجماع صحابہ کرام رضؓ حمی کا تعین ہوا۔

شیعہ کا ذوالنورین رضؓ پر پانچواں طعن عثمان رضؓ نے عبداللہ بن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

جواب یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے، اگر کسی جرم میں تعزیر اور تادیب ثابت ہو بھی جائے تو حق حضرت عثمان کی جانب ہوگا۔ ہوسکتا ہے وجہ یہ ہو کہ حضرت عثمان رضؓ نے تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع کیا تھا، تاکہ امت میں اختلاف کا قلع قمع کیا جائے، مگر عبداللہ بن مسعود اپنی قرأت پر مصر رہے، اور اولوالامر کی اطاعت

۱؎ یہ محض مفروضہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس بناء پر مارا ہو۔ مارنا ثابت ہی نہیں تو محض مفروضات قائم کرنا بے فائدہ ہے، لہٰذا صحیح جواب پہلا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے۔

نہ کی، اور مسلمانوں کے ایک اجماعی فیصلہ کی خلاف ورزی ہوئی، اس لئے کسی تعزیر کے مستحق ہو گئے ہوں۔

حضرت عثمان پر چھٹا طعن | عمار بن یاسر کو اتنا مارا کہ انہیں فتق ہو گئی۔

جواب | حضرت عثمانؓ نے حضرت عمار بن یاسر کو نہ خود مارا نہ مارنے کا حکم دیا، بات اتنی ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت عمارؓ نے حضرت عثمان سے ذرا سخت انداز میں گفتگو کی، جو کہ سربراہ مملکت کے ساتھ ایسی گفتگو لائق نہ تھی، حضرت عثمان کے بعض نوکروں نے جنہیں حضرت عمارؓ کی جلالت شان اور بلند مرتبت کا پتہ نہ تھا، انہیں مارا حضرت عثمانؓ کو پتہ چلا تو بہت معذرت کی، اور قسم اٹھائی کہ میری اطلاع کے بغیر ایسا ہوا، ان کے منانے کے لئے حضرت نے سعی بسیار کی۔ وہ راضی ہو گئے فتق ہو جانے کی بات جھوٹ ہے۔

حضرت ذوالنورینؓ پر ساتواں طعن | حضرت ابو ذرؓ کو مدینہ سے دور ربذہ مقام پر جلاوطن کر دیا۔

جواب | یہ سب جھوٹ ہے، ابن جوازی اور ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد مدینہ سے شام کی طرف چلے گئے، اور حضرت عثمانؓ کی خلافت تک وہیں رہے، حضرت ابوذر اظہار حق میں سخت مزاج رکھتے تھے، دور خلافت عثمان میں معاویہؓ نے عثمانؓ کو اس بارہ میں لکھا۔

عثمانؓ نے ابوذر کو مدینہ میں طلب فرمایا، اور انہیں نصیحت کی، ابو ذرؓ نے حج یا عمرہ کے لئے مکہ جانے کی اجازت چاہی، اس عبادت سے فارغ ہو کر وہ از خود ربذہ چلے گئے، اور تا وقت وفات وہیں رہے، یہ بات نہ تھی کہ انہیں کسی نے مدینہ سے نکالا تھا، اگر فرضاً ضرب اور جلاوطن کرنا ثابت ہو جائے تو اس

لہ یہ جدلی انداز پر مفروضہ ہے، ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی فقاہتی دنیا میں مفروضات کے جواب دینے کی ضرورت ہے۔

کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کی رائے اجماع کے خلاف تھی، دیکھئے کعب احبار کو حضرت ابوذر رضؓ نے ایک بار ایک حق بات کہنے پر لاٹھی سے مارا، اور بعض کہتے ہیں، کعب رضؓ کو زخمی کردیا، ایسی صورت میں ابوذر کی تعزیہ یا جلاوطنی اگر ہوگئی ہو تو اس میں امام ہی حق پر ہے، روایت مذکورہ کا متن یہ ہے:۔

عن مالك بن عبد الله يحدث عن ابي ذر انه جاء يستاذن عثمان بن عفان فاذن له وبيده عصاه فقال عثمان يا كعب ان عبد الرحمان توفي وترك مالا فما ترى فيه فقال ان كان يصل فيه حق الله عزوجل فلا بأس به فرفع ابوذر عصاه فضرب كعبا وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما احب لو ان لي هذا الجبل ذهبا انفقه ويتقبل مني - اذر خلفي ست اواقي انشدك الله يا عثمان اسمعته ثلاث مرات اخرجه احمد[1]۔

مالک بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، ابوذر رضؓ عثمان کے پاس آئے۔ اجازت طلب کی، اجازت مل گئی ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، عثمان رضؓ نے فرمایا کعب عبدالرحمن فوت ہوگیا ہے، اور کثیر مال چھوڑ گیا، تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کعب رضؓ نے کہا، اگر وہ اللہ کا حق ادا کرتا تھا تو کوئی حرج نہیں، ابوذر رضؓ نے لاٹھی اٹھائی اور کعب رضؓ کو دے ماری، اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اگر میرے لئے یہ پہاڑ سونا بن جائے تو میں اسے خرچ کر ڈالوں اور میرے سے قبول ہو جائے، اپنے پیچھے چھ اوقیے بھی نہ چھوڑوں، اے عثمان رضؓ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، تو نے یہ حدیث سنی ہے، تین بار فرمایا۔

قرآن پاک میں ہے:۔

[1] مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۶۶ باب الانفاق وکراہیۃ الامساک۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ (التوبۃ ۳۴)

وہ لوگ جو سونا چاندی جمع رکھتے ہیں، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مال مطلقاً رکھنا ناجائز ہے، کل مال کا اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا لازم ہے، مگر حق مذہب یہ نہیں ہے،

ابوذرؓ کی پیش کردہ روایت جس پر حضرت عثمان کو گواہ بنایا، اس بارہ میں خاموش ہے کہ یہ امر استحباب ہے، یا فرض ہے، مفروض انفاق زکوٰۃ کے قدر ہے زائد نہ۔

ابوذرؓ اپنے قول سے باز نہ آئے، کعبؓ سے مذکورہ بالا حرکت کی، اور انہیں یہودی کہا، ہو سکتا ہے حضرت عثمان نے اس پر ان کو سزا دی ہو۔

حضرت عثمانؓ پر شیعہ کا آٹھواں طعن

صحابہؓ عثمان سے بری الذمہ ہو گئے تھے، یہی وجہ ہے محاصرہ دار کے وقت کوئی بھی ان کے ساتھ نہ ہوا، جب قتل ہو گئے، اس کی لاش کو مزبلہ پر ڈال دیا گیا تین روز تک کسی نے دفن نہ کیا۔

جواب حضرت حسینؓ کے واقعہ شہادت کی طرح یہ واقعہ بھی ایک عظیم اور ہولناک حادثہ تھا، بلکہ اس سے بھی اشد ہوتا وہی ہے، جو منظور خدا ہو۔

اہل سنت وجماعت دونوں حادثات پر منہ پیٹنے۔ گریبان پھاڑنے اور نوحہ ایسے جاہلی کبائر کے مرتکب نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے، ارشاد ہے۔

قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ (البقرۃ ۱۵۶-۱۵۷)

کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں، اور ہم نے اسی کی طرف رجوع کرنا ہے ایسا کہنے والوں پر اللہ کی رحمتیں ہیں، اور مہربانی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

صحابہؓ کا ان سے بری ہو جانا بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے، اس قسم کے بہتان روافض کے اختراعی ہیں، صحابہؓ دفع فتنہ، اور باغیوں کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے تھے، اکٹھے ہو کر حضرت عثمان غنی کے پاس آئے، ان میں عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ بھی تھے، زیدؓ نے کہا، انصار کہتے ہیں، حکم ہو تو ہم اب بھی انصار اللہ ہیں، عثمانؓ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کے گھر میں حسنؓ و حسینؓ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عامرؓ، اور ربیعہؓ مسلح ہو کر آئے، حضرت عثمان رضؓ نے ان سب کو ہتھیار اوتار کر اپنے اپنے گھر چلے جانے کا حکم ارشاد فرمایا، اور کہا میں قتل ہو جاؤں خون ریزی سے یہ بہتر ہے[۱]، جب یہ سب حضرات باہر آئے، تو حضرت علیؓ نے اپنے فرزندان اور حضرت جعفر رضؓ کے فرزندان اور قنبر کو دروازہ پر متعین کر دیا، اسی طرح اکثر صحابہؓ نے اپنے اپنے فرزندوں کو بھیج دیا کہ باغیوں کو اندر جانے سے روکیں، وہ باغیوں کو اندر جانے سے روکتے رہے، اس مہم میں حسنؓ بن علی اور محمد بن طلحہؓ زخموں سے خون آلود ہو گئے، قنبر کو بھی سر پہ چوٹیں آئیں جب باغی دروازہ سے اندر نہ جا سکے، اور انہوں نے محسوس کیا کہ حسنؓ بن علی کے زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے، بنو ہاشم غصہ میں آجائیں، اس لئے انہوں نے جلدی کی، اور مکان کے عقب سے اندر داخل ہو کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا، حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد فتنہ اتنا بڑھا کہ موجود صحابہؓ کو اس پہ کنٹرول نہ ہو سکا، نیز حضرت عثمان کے شہید ہو جانے کے بعد پھر قتال و جہاد میں کوئی فائدہ بھی نہ تھا چونکہ حضرت عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد ہنگامہ برپا تھا، اس لئے دن سے رات تک حضرت عثمان اسی طور پہ پڑے رہے، جب رات ہوئی، جبیر بن مطعم رضؓ اور کچھ دیگر

۱ے حضرت عثمان رضؓ سے پوچھا گیا، آپ لڑائی کا حکم کیوں نہیں دیتے، آپ نے فرمایا مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وصیت فرمائی ہے، میں اس پر قائم ہوں، الاستیعاب جلد ۳ صـ۷۵ـ

۲ے حضرت علی رضؓ حضرت عثمان کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص عثمان رضؓ کے دین سے بری ہے وہ ایمان سے خالی ہے، الاستیعاب جلد ۳ صـ۷۴ـ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کی خبر سن کر علی رضؓ کا پہلا رد عمل یہ تھا، کہ قاتلوں کے حق میں ابدی بربادی کی بددعا دی، الاستیعاب ج ۳ صـ۷۹ـ۔

اشخاص نے جنازہ پڑھا، اور جنت البقیع میں دفنا دیا، یہ بات جھوٹ ہے کہ تین دن تک کسی نے نہ دفنایا۔

شہادت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کا افسوس کرنا

حضرت عثمان کی شہادت فاجعہ پر حضرت علیؓ نے بہت افسوس کیا، اور اپنے فرزندان کو زجر و توبیخ کی، اور حسن کو منہ پر تھپیڑ رسید کیا، حسین کو سینہ پہ ہاتھ مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیں۔ کیونکہ یہ پارٹی حضرت عثمان کے دروازہ کی حفاظت پہ مامور تھی، نہج البلاغۃ[1] میں ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

واللہ قد دفعت عنہ۔ خدا کی قسم میں نے اسکی طرف سے دفاع کیا،

اکثر شراح نہج البلاغۃ لکھتے ہیں، کہ حضرت علیؓ نے باغیوں کو ہٹانے کی پوری کوشش کی، ان میں سے بعض کو دُرّے مارے، اور سخت وسست کہا، ان دلائل سے ثابت ہوا کہ روافض کا یہ ادعا کہ صحابہؓ حضرت عثمانؓ سے بری ہو گئے تھے، باطل ہے اور سفید جھوٹ۔

ابو نعیم، ابن عساکر، خطیب اور دیلمی نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے:۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم یموت عثمان تصلی علیہ ملائکۃ السماء قلت یا رسول اللہ لعثمان خاصۃ ام للناس عامۃ قال لعثمان خاصۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دن عثمانؓ وفات پائیں گے، آسمان کے فرشتے دعائیں کریں گے، میں نے کہا صرف عثمانؓ کے لئے یا سب انسانوں کے لئے فرمایا عثمان کے لئے۔

شہادت ذی النورین پر حضرت سعید بن المسیب کے تاثرات

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہؓ نے حضرت عثمان کی امداد میں مبالغہ نہیں فرمایا، انہیں شبہہ پیدا ہو گیا تھا۔

---

[1] حضرت علیؓ نے قتل عثمانؓ کے الزام سے خود کو بری الذمہ قرار دیا ہے دیکھئے نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۱۵۲

زہری رحؒ نے سعید بن المسیب سے حضرت عثمان کے قتل اور لوگوں کے کردار پر روشنی ڈالنے کو کہا تو سعید رحؒ نے فرمایا :-

قتل عثمان مظلوما ومن قتلہ کان ظالما ومن خذلہ کان معذورا۔	عثمان رضؓ مظلوم شہید ہوئے، قتل کرنے والے ظالم تھے، اور جوان کی مدد کو نہ پہنچے وہ معذور تھے

اس وقت موجود صحابہ رضؓ کے معذور ہونے پر سعید رحؒ نے ایک طویل بیان دیا جس کا خلاصہ یہ ہے، "اہل مصر نے عبداللہ بن سعد بن سرح (جوکہ والی مصر تھا) کی حضرت عثمان رضؓ کے پاس شکایت کی۔ حضرت عثمان نے صحابہ رضؓ کے مشورہ سے عبداللہ کو مصر کی ولایت سے معزول کر دیا، محمد بن ابی بکر کو ولایت پر متعین کیا، محمد بن ابی بکر نے تین منزل پر حضرت عثمان کے غلاموں میں سے ایک سیاہ غلام کو پکڑا[1] جوکہ حضرت عثمان کی اونٹنی پر سوار تھا، تفتیش کے بعد اس کے ہاں سے ایک خط بمہر حضرت عثمان برآمد ہوا۔ جس میں تحریر تھا، محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں تیرے پاس جب پہنچیں، انہیں قتل کر دینا اور اپنے منصب پر قائم رہنا۔ محمد وہ خط لے کر واپس مدینہ آگیا۔ علی۔ طلحہ اور زبیر کو خط دکھایا، علی رضؓ عثمان رضؓ کو ملے اور خط اور غلام پیش کئے، حضرت عثمان نے فرمایا غلام، اونٹ اور مہر واقعی میری ہیں، لیکن قسم بخدا مجھے اس خط کی کوئی خبر نہیں۔

رسم الخط مروان کے خط کی طرح تھا جس سے معلوم ہوتا تھا یہ سارا فتنہ اس کا کھڑا کیا ہوا ہے، اسی وجہ سے صحابہ رضؓ کو اجتہادی خطا ہوگئی، جس طرح کہ علی رضؓ و معاویہ رضؓ

---

[1] یہ ایک ایسا ادعا ہے جس کا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سارا فتنہ بلوائیوں کا کھڑا کیا ہوا تھا، جب حضرت عثمان رضؓ نے اس علاقہ کے لوگوں کا مطالبہ تسلیم کر لیا تو خلافت اسلامی کے خلاف زیر زمین تحریک کو محسوس ہوا کہ اب دال نہیں گلتی تو انہوں نے خود یہ ڈھونگ رچایا۔ حضرت عثمان کے غلام کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کرنا، اونٹ حاصل کر لینا، اور مہر چرا لینا ایسی مواقع میں مستبعد نہیں سمجھے جاتے۔ خط کے مشابہ خط بھی لکھا جا سکتا ہے اس فتنہ کا قتل عثمان رضؓ پر منتج ہونا اس بات کو ہی قرین قیاس بناتا ہے، یہ بھی کہ وہ غلام اسی راستہ کیوں جاتا ہے، جس راستہ پہ محمد بن ابی بکر اور اس کے ساتھی جا رہے ہیں۔

مناقشات میں اجتہادی غلطی سے کئی گروہ ہو گئے، جیساکہ آگے تفصیل بیان ہو گی، صحابہؓ اس میں معذور تھے، جبکہ حق خلفا کی جانب تھا، حضرت عثمان سے نہ تو علیؓ بری ہو گئے تھے اور نہ ہی دیگر صحابہؓ اگر وہ برأت کا اظہار کرتے تو متواتر روایات مہیا ہوتیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین اہل سنت وجماعت جب عثمان کو اسلام کا ایک جزو سمجھتے ہیں، حضرت عثمان کی مدح میں متواتر کے ساتھ احادیث صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔

حضرت عثمان پر شیعہ کا نانواں طعن ہرمزان جو کہ اہواز کا بادشاہ تھا اسلام قبول کر چکا تھا، عبیداللہ بن عمر نے اس کو قتل کر دیا، مگر عثمانؓ نے ہرمزان کا قصاص نہ لیا۔

ایک وضاحت ہرمزان کے قتل کا پس منظر مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ نے جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا، حضرت عبیداللہ بن عمر کو پتہ چلا کہ ابولؤلؤ کو اس کام پر ہرمزان نے لگایا تھا، جب عبیداللہ اپنے والد کے دفن سے فارغ ہوئے تو ہرمزان کو جا کر قتل کر دیا۔

جواب حضرت عثمانؓ نے ہرمزان کے وارثوں کو مال کثیر دے کر راضی کر لیا تھا جس کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گیا، نیز یہ ثابت نہ ہے کہ ہرمزان کے وارثوں نے حضرت عثمان کے پاس کبھی بھی قصاص کا مطالبہ کیا ہو۔

حضرت عثمان پر دسواں طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو رکعت فرض ادا کرتے تھے، مگر عثمانؓ نے رسول خدا کے تعامل کے خلاف چار رکعتیں ہی ادا کیں۔

جواب ایسا دو وجہ سے ہوا ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک سفر میں قصر اور اکمال دونوں جائز ہیں، جیساکہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ۔ (النساء ۱۰۱) — تم نماز میں قصر کرو، تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے
دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے مکہ میں اہل بنا لیا تھا، اس لئے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے:-

عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ذیاب عن ابیہ ان عثمان صلی بمنی اربع رکعات فانکر الناس علیہ فقال ایہا الناس انی تاھلت بمکۃ منذ قدمت وانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من تاھل فی بلدۃ فلیصل صلوٰۃ المقیم۔ ورری ابن ابی شیبہ والطحاوی وابو عمرو بن عبد البر نحوہ۔

عبد الرحمٰن بن ابی ذیاب روایت کرتا ہے، عثمان رضؓ نے منیٰ میں چار رکعت پڑھیں، لوگوں نے انکار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا لوگو! جب سے میں مکہ میں آیا ہوں، مکہ والا ہو گیا ہوں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا جو کسی شہر میں متاہل ہو جائے وہ مقیم کی طرح نماز پڑھے۔ (ابن ابی شیبہ۔ طحاوی)

شیعہ کا خلیفہ ثالث رضؓ پر گیارہواں طعن ولید بن عقبہ پر حد قائم کرنے میں توقف کیا۔

جواب حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے توقف فرمایا تھا، اصل حقیقت واضح ہو جانے کے بعد توقف نہیں کیا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضؓ پر حد زنا قائم کرنے میں پہلے توقف فرمایا، بعد کو حد قائم کر دی،

عن حصین بن المنذر انہ رکب الی عثمان فاخبرہ بقصۃ الولید وقد م علی عثمان رجلان فشھدا علیہ بشرب خمر وانہ صلی

حصین بن منذر سے روایت ہے وہ عثمان رضؓ کے پاس گیا، اور ولید کا حال سنایا، عثمان رضؓ کے پاس دو مرد آئے، جنہوں نے اس پر

لہ دیکھیے صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ -

الحد اة بالكوفة اربعا ثم قال ازيدكم قال احدهما رأيته يشربها وقال الآخر رأيته يتقيئها فقال عثمان انه لم يتقيئها حتى شربها فقال لعلي اقم عليه الحد فقال علي لابن اخيه عبد الله بن جعفر اقم عليه الحد فاخذ السوط فجلده وعثمان يعد حتى بلغ اربعين فقال علي امسك جلد رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر اربعين وجلد ابوبكر اربعين وجلد عمر ثمانين و الكل سنة وروى ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابي جعفر محمد بن علي قال جلد علي الوليد بن عقبة في الخمر جلده بسوط له طرفان - اخرجه ابو عمر[۲] -

شراب پینے کی گواہی دی، اور یہ کہ کوفہ میں صبح کی چار رکعت[۱] نماز پڑھی ہے، پھر کہا میں مزید بتاتا ہوں، ایک نے کہا تھا میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے اسے قیٔ کرتے دیکھا ہے، عثمانؓ نے فرمایا قیٔ تب ہی کرے گا، جب کر پی ہے، علیؓ کو کہا اس پہ حد قائم کرو۔ علی نے اپنے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کو کہا تم اس پہ حد قائم کرو، اس نے چابک لی، اور مارنے لگا، جب کہ عثمانؓ گن رہا تھا، جب چالیس لگ گئے، علیؓ نے کہا رک جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب میں چالیس ماری ہیں، ابوبکر نے چالیس اور عمر نے اسّی، اور کل سنت ہیں، اسی طرح ابن عینیہ عمرو بن دینار وہ ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کرتا ہے، کہ علی نے ولید کو شراب میں حد ماری (استیعاب)

حضرت عثمان پر شیعہ کا بارھواں طعن

محمد بن ابی بکر کی عثمانؓ نے فریاد رسی نہ کی۔

---

[۱] نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے صبح کی چار رکعت پڑھی تھی، نیز حضرت عثمان نے ولید کو اس کی یہ کوتاہیاں ثابت ہو جانے کے بعد معزول کر دیا تھا۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۶۰۱ [۲] الاستیعاب مع الاصابہ ج ۳ ص ۵۹۸ -

جواب حضرت عثمان ذوالنورین کے نزدیک محمد بن ابی بکر کی خطا اور غلطی ظاہر ہو چکی تھی، جس کی بنا پر اسے زجر و تہدید کا مستحق سمجھا۔

حضرت عثمان رض پر شیعہ کا تیرہواں چودھواں پندرہواں طعن

۱۳ عثمان رض جنگ بدر میں شریک نہ ہوا ۱۴ بیعۃ الرضوان میں بھی شریک نہ تھے۔ اور ۱۵ احد کے دن بھی بھاگ گئے۔

جواب ان تینوں شبہات کا جواب حضرت عبداللہ بن عمر رض نے ارشاد فرمایا ہے۔

صحیح بخاری[1] میں ہے:۔

حضرت عثمان بن موہب روایت کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج کے ارادہ سے مکہ آیا اس نے وہاں ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا، پوچھا یہ کون لوگ ہیں، جواب ملا۔ یہ قریشی ہیں، اس نے کہا یہ بزرگ کون ہے، جواب ملا، عبداللہ بن عمر رض ہے اس نے عبداللہ بن عمر رض سے پوچھا میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں، بتائیے عثمان احد کے دن بھاگ گیا تھا؟ ابن عمر رض نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا غزوہ بدر سے بھی عثمان غائب تھے؟ ابن عمر رض نے فرمایا یہ بھی صحیح ہے، اس نے کہا بیعۃ الرضوان میں بھی حاضر نہ تھا! ابن عمر رض نے فرمایا ہاں، اس شخص نے کہا اللہ اکبر۔ ابن عمر رض نے فرمایا ادھر آؤ میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاؤں، احد کے دن عثمان رض کا ایک طرف ہٹنا اس کو اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے[2]، غزوہ بدر سے ان کا غائب ہونا اس لئے تھا کہ رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں چھوڑا تھا، اور فرمایا تھا تجھے بھی جنگ میں شریک مجاہد اتنا ثواب ملے گا، بیعت الرضوان میں ان کا حاضر نہ ہونا اس لئے تھا کہ بیعت رضوان اس وقت ہوئی، جبکہ حضرت عثمان رض مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر گئے ہوئے تھے۔ اگر کوئی اور شخص عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا اسے بھیجتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پہ مارا، اور فرمایا یہ عثمان رض

---

[1] جلد ۱ ص ۵۲۳۔
[2] قرآن پاک میں ہے ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور رحیم الایۃ۔
[3] جس طرح حضرت علی رض کو جنگ تبوک کے موقعہ پہ مدینہ میں چھوڑا تھا۔

کا ہاتھ ہے، اور یہ اس کی طرف سے بیعت ہے، ابن عمرؓ نے اس شخص کو فرمایا یہ سے یہ جواب بھی پلے باندھ لے" حضرت عثمانؓ کا غزوہ بدر سے غائب رہنا اور بیعۃ الرضوان میں موجود نہ ہونا، الٹا ان کے لئے مزید منقبت کا باعث بنا اس لئے کہ مجاہد کے ثواب کے ساتھ ساتھ، خدمت مریض اور جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا ثواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی اور امتثال حکم کا اجر مزید حاصل کیا، بیعۃ الرضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار پایا، دوسروں نے اپنے ہاتھوں سے بیعت کی، اور عثمانؓ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشد خدائے بخشندہ

اور یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمانؓ پر مکمل وثوق اور اعتماد حاصل تھا، تب ہی تو ان کی عدم موجودگی میں ان کی طرف سے بیعۃ ہوئی ہے۔

چوتھی فصل

حضرت طیبہ طاہرہ ام المومنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ الصدیقۃ رضی الکبریٰ بنت ابوبکر الصدیقؓ ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم پر عائد کردہ شیعی الزامات کے جواب میں حضرت طیبہ طاہرہؓ پر دشمن طعن کرتے ہیں:۔

حضرت عائشہؓ پر پہلا شیعی اعتراض عائشہؓ نے بصرہ کا سفر کیا حجاب کے حکم کی خلاف ورزی کر کے خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی، سولہ ہزار افراد کی جماعت کی معیت میں سفر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ۔ (الاحزاب ۳۳)

تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح تزیین نہ کرو،

جواب اس آیت سے سفر کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ قرن یا تو وقر یقر وقارا سے مشتق ہے، اور یا قار یقار سے جس کا معنیٰ اجتماع کا ہوتا

ہے، ہو سکتا ہے، قر بفتح قرارًا سے ہو، احتمال کی وجہ سے استدلال تام نہیں۔ اگر استقرار کے معنیٰ میں بھی ہو تو بھی ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد تستر اور پردہ کرنا ہے، جس کی تاکید تبرج کی نہی سے کی جا رہی ہے، تو اس میں سفر کرنے کی نہی نہیں ہے، اس لئے کہ پردہ رکھتے ہوئے بھی سفر ہو سکتا ہے، دیکھئے ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی معیت میں حج کے موقعہ پر اور غزوات کے متعدد مواقع پر آپ کے ساتھ جاتی تھیں، اگر آیت میں مطلق خروج سے منع ہوتی تو آپ نہ لے جاتے۔

حضرت عائشہ رض کا بصرہ جانا کسی فساد کے لئے نہ تھا، بلکہ آپس کی اصلاح کے طور پر تھا، جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت[1] جو کہ طلحہ اور زبیر رض کے بارہ میں ہے اس پر دال ہے، اس لئے کہ یہ دونوں بزرگ اس جنگ میں قتل ہوئے، اگر باغی ہوتے تو حدیث بالا میں ان پر شہید کا اطلاق نہ ہوتا۔

حضرت عائشہ رض پر شیعہ کا دوسرا طعن عائشہ رض حضرت عثمان رض کے قتل کرانے میں کوشاں رہی، وہ کہتی تھی کہ عثمان فاجر ہے، جب عثمان رض قتل ہو گئے، تو اتنا ہی عداوت کی وجہ سے علی رض کے ساتھ لڑائی اختیار کر لی۔

جواب یہ سب جھوٹ اور افترا ہے، نہ وہ قتل عثمان رض پر حریص تھیں، اور نہ علی رض سے کوئی دشمنی رکھتی تھیں، اس کے برعکس عثمان رض کو امام حق سمجھتی رہیں، محبت علی کو عبادت جانتی تھیں، جامع ترمذی[2] اور سنن ابن ماجہ میں ہے:۔

عن عائشة رض انها قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم لعثمان يا عثمان لعل الله

عائشہ رض فرماتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو فرمایا اے عثمان امید ہے تجھے اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا

---

[1] صحیح مسلم ج ٢ ص ٢٨٢ میں ہے عن ابی ہریرة رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ہو و ابو بکر و عمر و علی و عثمان و طلحة والزبیر فتحرکت الصخرة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهدأ فما علیک الا نبی او صدیق او شہید انتہیٰ۔
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پر تھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، ایک چٹان متحرک ہوئی، آپ نے فرمایا سکون کر تجھ پہ نبی ہے یا صدیق یا شہید۔

[2] جامع ترمذی ج ٢ ص ٢٣٤۔ سنن ابن ماجہ ص ١١۔

يقمصك قميصا فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم و في رواية لا تخلعه ثلاثا۔	لوگ اگر اسے اتروانا چاہیں، تو ان کے لئے اتارنا نہیں۔ ایک روایت یعنی تین بار فرمایا۔

دیلمی میں ہے۔

عن عائشة رض قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حب علی عبادة۔	عائشہ رض کہتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کی محبت عبادت ہے۔

حضرت عائشہؓ پر تیسرا شیعی طعن انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، ابونعیم کتاب الفتن اور ابن مسکویہ کتاب تجارب الامم میں اور ابن قتیبہ کتاب السیاستہ میں لکھتا ہے، کہ جب حضرت عائشہ رض کا لشکر آب حوئب پر پہنچا تو محمد بن طلحہ سے پوچھا یہ کون سا تالاب ہے، جواب دیا آب حوئب عائشہؓ نے کہا میں خیال کرتی ہوں، یہاں سے واپس چلی جاؤں، ابن طلحہ نے کہا کیوں؟ جواب دیا، اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تالاب کے عبور سے منع فرمایا تھا۔

جواب یہ روایت صحیح نہیں ہے بر تقدیر تسلیم صحت جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض کا واپس جانے کا ارادہ تھا، مگر دوسرے لشکریوں نے ان کا ساتھ نہ دیا، اور انہیں مجبوراً لے گئے، یہ بھی مروی ہے کہ مروان بن الحکم نے ستر گواہ پیش کر دیئے تھے، کہ یہ مکان حوئب نہیں ہے، وہ کوئی دوسرا مکان ہے؛ اس سے معلوم ہوا ان سے اہل عسکر نے دھوکہ کیا۔

حضرت عائشہؓ پر شیعہ کا چوتھا اعتراض جب عائشہ رض کا لشکر مکہ سے نکلا تو مسلمانوں کے بیت المال کو تباہ کر دیا، علی رض کے عاملوں کو قتل کیا، عثمان بن حنیف انصاری

---

[۱] یہ لفظ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہیں، طبرانی کبیر میں ضعیف سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی ہیں النظر الی علی عبادة۔ دیکھئے جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۶۷۔

[۲] ابونعیم، ابن مسکویہ اور ابن قتیبہ بلا تحقیق موضوع روایات اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں، اس لئے قابل استفادہ نہیں، جمع الفوائد ج ۲ ص ۵۰۳ میں ہے یہ روایت احمد، ابو یعلی الموصلی، اور بزار نے روایت کی ہے، مگر اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ عائشہ رض نے کہا میں واپس جاتی ہوں، زبیر رض نے کہا نہ جائیں امید ہے اللہ تعالی آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح کرا دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ صلح کا تھا۔

کو جو کہ حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے عامل تھے نکال دیا۔

جواب یہ روایات صحیح نہیں ہیں، محدثین کا فیصلہ ہے کہ واقعہ جمل کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے، وہ ابن سبا یہودی منافق کی افترا پردازیاں ہیں، یہ شخص یہودی تھا، روافض کی شکل میں نمودار ہوا، علیؓ کو خدا کہتا۔ اس[1] نے رفض کی بنیاد رکھی، مؤرخین نے اس کی بیان کردہ باتوں سے جو کہ تحقیق سے کوسوں دور تھیں، یہ واقعہ اخذ کیا ہے، ابن قیبتہ۔ ابن اعثم کوفی اور سماطی نے جو کچھ اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے، سب اسی قبیل سے ہے، یہ واقعات درجہ صحت کو نہیں پہنچتے۔ اس قسم کی خرافات اور یادہ گوئیوں کو حضرت عائشہؓ پر طعن قائم کرنے کے لئے بنیاد بنانا اس انسان کا کام ہے، جو اللہ کے کلام قرآن پاک پر ایمان والیقان نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور آپ صدیقہؓ کی شان میں نازل فرمائی، اور آخر میں فرمایا۔

الطیبت للطیبین و الطیبون للطیبات اولئک مبرءون مما یقولون لهم مغفرة ورزق کریم۔ (النور ۲۶)	پاک عورتیں، پاک مردوں کے لئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ بری ہیں اس سے جو لوگ باتیں بناتے ہیں، ان کے لئے مغفرۃ اور باعزت روزی ہے۔

حضرت عائشہؓ پر شیعہ کا پانچواں طعن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہؓ نے راز ظاہر کر دیا، قرآن پاک میں ہے۔

فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض۔ (التحریم ۳)	جب اس نے اس کی خبر دی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا، بعض بات بتادی، اور کچھ سے اعراض کیا،

[1] دیکھئے رجال کشی ص ۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-امامت علی کو فرض کہنے والا سب سے پہلے یہی شخص ہے، حوالہ مذکور ص ۱۰۱۔

جواب عائشہ رض نے راز فاش نہیں کیا، مفسرین کا متفقہ[۱۵] بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رض کے فراش پر ماریہ رض سے صحبت فرمائی، حفصہ اس وقت حاضر نہ تھی، حفصہ رض آئی، تو یہ بات ان پر شاق گزری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ رض کو خود پر حرام کر دیا، اور فرمایا یہ بات کسی کو نہ کہنا، حفصہ رض نے سمجھا قصہ صحبت کے اظہار سے منع فرما رہے ہیں، نہ کہ اظہار تحریم سے اس اجتہادی غلطی کی وجہ سے تحریم والی بات عائشہ رض پر ظاہر کر دی، تو یہ آیات نازل ہوئیں، اس سے معلوم ہوا یہ اعتراض عائشہ رض پر کسی طرح وارد نہیں ہوتا، حفصہ رض بھی اجتہادی خطا کی وجہ سے معذور ہے، یہ بات بھی ہے کہ اہل سنت وجماعت عائشہ رض اور حفصہ کو معصوم نہیں کہتے ہیں، کہ اہل سنت کے مذہب پر کوئی قدح لازم آئے۔

حضرت عائشہ رض پر شیعہ کا چھٹا طعن عائشہ رض نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنا غیرت نہیں آئی، جتنا کہ خدیجہ رض پر آتی ہے، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں ہے، بات اتنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔

جواب یہ بات محل اعتراض نہیں ہے، غیرت عورتوں کی فطرت میں داخل ہے۔

اس روایت سے حضرت عائشہ رض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ طعن نہیں، بلکہ عائشہ رض کی منقبت ہے۔

شیعہ کا ام المومنین رض پر ساتواں اعتراض عائشہ رض نے کہا:۔

---

۱۵ مفسرین نے بعض روایات اس مفہوم کی اپنی کتب میں درج کی ہیں مگر ترجیح ایک دوسری روایت کو دی ہے، ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶ فرماتے ہیں والصحیح ان ذلک کان فی تحریمہ العسل کما قال البخاری عند ھذہ الآیۃ یعنی صحیح یہ ہے کہ اس آیت کا نزول آپ کے شہد کو حرام کرنے پر ہوا جس طرح کہ امام بخاری نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے، چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹ میں حضرت عائشہ رض کی حدیث ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا کرتے تھے، میں نے اور حفصہ نے اتفاق کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس بھی تشریف لائیں وہی کہے کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، آپ نے فرمایا میں نے شہد پیا ہے آئندہ نہیں پیوں گا تم یہ بات کسی کو نہ بتانا انتہی، ماریہ کا واقعہ دوسرے حضرات سے مروی ہے، اس بارہ میں عائشہ رض کا اپنا بیان ہی زیادہ قابل وثوق ہے کہ یہ براہ راست واقعہ سے متعلق ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

قاتلت علیا ولوددت انی	میں نے علی رض سے جنگ کی ہے،
کنت نسیا منسیا۔	کاش کہ میں نہ ہوتی۔

جواب اس سے بھی حضرت عائشہ پر کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا۔ منصف مزاج انسانوں کی عادت ہے کہ اجتہادی کوتاہی کی وجہ سے کوئی غلطی صادر ہو جائے تو کوتاہی معلوم ہو جانے پر ندامت کرتے ہیں، اور اس سے استغفار کرتے ہیں۔

شیعہ کا آٹھواں طعن اپنے گھر کو ابوبکر رض اور عمر رض کے لئے مقبرہ بنا دیا، حالانکہ یہ مکان ان کی ملکیت نہ تھا۔

جواب یہ باطل ہے، قرآن پاک کی آیت وقرن فی بیوتکن میں بیوت کی ازواج کی طرف اضافت ان کی ملکیت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھروں کا مالک بنا دیا تھا۔ ان کی ملکیت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے، کہ حضرت عمر رض نے اپنی وفات سے پہلے عائشہ رض سے اجازت طلب فرمائی اس وقت تمام صحابہ حاضر و موجود تھے، کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

حضرت[1] حسن رض نے بھی حجرہ میں دفن ہونے کی حضرت عائشہ رض سے اجازت چاہی تھی، مگر مروان نے جو کہ اس وقت والی مدینہ تھا، دفن نہ ہونے دیا، جیسا کہ فصول المہمہ فی معرفۃ الائمۃ وغیرہ کتب امامیہ میں مذکور ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو پیشگی اطلاع دی تھی، جبکہ حضرت عائشہ رض نے حجرہ میں، دفن ہونے کی اجازت چاہی تھی، آپ نے فرمایا،

انی لک ما فیہ الاموضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وقبر عیسیٰ بن مریم۔	تیرے لئے اس میں کہاں جگہ ہے، اس میں میری، ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں کی ہی جگہ ہے۔

[1] یہ بات بھی کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے

شیعہ کا عائشہ صدیقہؓ پر نانواں طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور عائشہ کا حجرہ جو کہ منبر سے مشرق کی جانب تھا اشارہ کرکے کہا، اس جگہ فتنہ ہے، جہاں سورج طلوع ہوتا ہے، شیعہ کہتے ہیں، فتنہ سے مراد عائشہ ہے، جو کہ امیر المؤمنین کے ساتھ لڑنے کے لئے بصرہ گئیں، اور ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا باعث ہوئیں۔

جواب یہ سب باطل اور زعم فاسد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مشرقی جانب تھی، جیسا کہ الفاظ حدیث:

من حیث تطلع قرن الشمس۔ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے،

اس پر دلالت کرتے ہیں، روافض کوفہ سے برآمد ہوئے معتزلہ بصرہ سے قرامطہ سواد کوفہ سے اور خوارج نہروان سے ظاہر ہوئے، یہ سب مقامات مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں، دجال بھی مشرق کی طرف سے ظاہر ہوگا، اور ایران جو کہ روافض کا گڑھ ہے بھی مشرق کی طرف واقع ہے، اگر عائشہ مراد ہوتی تو ان کے بارہ میں قرآنی آیات کیوں اتریں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدلہ میں دوسری عورتیں لانے سے کیوں ممنوع ہوئے، اس سلسلہ میں اصل عائشہؓ تھیں جن کی وجہ سے یہ منع آئی دوسری ان کے تابع ہیں۔

چونکہ روافض کا قرآن پر ایمان نہ ہے، اس لئے یہ خرافات بکتے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر دسواں طعن ایک لڑکی عائشہؓ نے تیار کی اور کہا:

لعلنا نصید بھا بعض شبان قریش۔ ہم اس کے ذریعہ کسی نوجوان قریشی کا شکار کریں گے۔

جواب اس اثر کے اول سے آخر تک سب رواۃ مجہول ہیں، ایک مجہول راوی بھی روایت کو ناقابل اعتبار بنا دیتا ہے، چہ جائیکہ سارا سلسلہ ہی مجہول ہو۔

لہٰذا یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے، برتقدیر صحت روایت جواب یہ ہے کہ یہ کوئی طعن کی بات نہیں کیونکہ ایک شریف لڑکی کے لئے مناسب کفو تلاش

کرنا کوئی عیب کی بات نہیں لڑکے والوں کی عورتوں کے سامنے لڑکی کے حسن وجمال اور اس کی خوبیوں کا تذکرہ مندوب ہے، کسی بھی مہذب معاشرہ میں یہ بات قابل طعن وعیب نہ ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے، اشکار کرنے سے عائشہ رضی کی مراد اپنے لئے ہے، نص قطعی سے ایسا شخص خبیث ہے مؤمن نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سبحانك هذا بهتان عظيم يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين۔ (النور ۱۶-۱۷)	ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی بات نہ کہنا، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات۔ (النور ۲۶)	خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے، اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نازل ہوجانے کے بعد جو شخص بھی عائشہ رضی پر اس قسم کی بہتان تراشی کرے گا، وہ مؤمن نہیں ہے، منطقی قضایا کی رو سے یہ نتیجہ واضح ہے:۔

ان كنتم مؤمنين لا تعودوا لكنهم عادوا لمثله فما هم بمؤمنين۔	اگر تم ایمان دار ہو ایسی بات پھر نہ کہنا۔ لیکن انہوں نے ایسی بات کہی۔ نتیجہ پس یہ مؤمن نہ ہیں۔

ایسا شخص خبیث ہے کہ ایسا کلمہ خبیثہ اس کے ساتھ مختص ہے۔

پانچویں فصل صحابہ کرام رضی پر عائد کردہ مطاعن کے جواب میں

اس فصل میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، جو کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے حق میں شیعہ نے عائد کئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگاروں پر طعن کرنا درحقیقت خدا اور رسول پر طعن کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ ہستیوں کی قرآن پاک میں مدح و تعریف فرمائی ہے، یہ عظیم ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں آپ کے ساتھ رہے، اگر شیعہ موقف درست قرار دیا جائے، تو آپکی صحبت کا فائدہ اتنا ہی ہوا کہ مطعون بمطاعن شیعہ اشخاص آپ کی صحبت سے نکلے؟ نعوذ باللہ۔

حالانکہ شیعہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فما اری احدا یشبھم شعثا غبرا۔ الحدیث بطولہ	میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پایا، کہ کوئی بھی ان کی طرح کا نہیں غبار آلود اور پراگندہ رہنے۔

جیسا کہ مقالہ اولیٰ میں نہج البلاغۃ کے حوالہ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے۔[1]

صحابہ کرامؓ پر بھی شیعہ دس طعن ذکر کیا کرتے ہیں:۔

صحابہؓ پر پہلا شیعی طعن جنگ سے فرار کبیرہ گناہ ہے صحابہؓ دو بار فرار کے مرتکب ہوئے، ایک احد کے دن دوسرا حنین میں۔

جواب احد کے دن جنگ سے فرار اس بناء پر ہوا کہ اس وقت فرار کی نہی نازل نہ ہوئی تھی، نیز حق تعالیٰ اسے معاف بھی فرما چکے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا و لقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔ (آل عمران ۱۵۵)	جو لوگ دو جماعتوں کی دو بھیڑ کے دن پیچھے پھر گئے تھے، ان کو شیطان نے پھسلایا ان کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر چکا۔ بے شک اللہ معاف

[1] جلد ۱ ص ۲۲۹۔

کرنے والا حوصلہ والا ہے۔

حنین میں قبائل عرب پیادہ اور سوار آئے تھے، ان کے ساتھ ان کی اولاد، عورتیں اور غلام سب ہی موجود تھے، مسلمانوں نے دور سے سب کو لڑنے والی فوج سمجھا، اور تصور کیا کہ یہ لوگ ہم سے دس گنا زیادہ ہیں، اس لئے پیچھے ہٹنے کو اس حکم ربانی کی بنا پر جائز سمجھا۔

الآن خفف الله عنكم	اب اللہ نے تم پر تخفیف کر دی
وعلم ان فيكم ضعفاء (الانفال ٦٦)	وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر کمزوری ہے

نیز کفار کے مقدمۃ الجیش میں تیر انداز تھے، جنہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی، مسلمانوں نے ہلاکت کا یقین کر لیا، اور واپس ہٹے، درحقیقت مسلمانوں میں خود پسندی کے جذبات ابھرنے لگے تھے کہ اب ہم بہت زیادہ ہیں، ہمیں کوئی طاقت شکست نہ دے سکے گی، حق تعالیٰ نے تادیب کے طور پر اسباب فرار قائم فرما دیئے، تاکہ معلوم ہو کہ فتح کثرتِ لشکر سے نہیں بلکہ تائید خداوندی سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لقد نصركم الله في مواطن	اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت
كثيرة ويوم حنين اذ	جگہوں میں مدد فرمائی، اور حنین کے دن
اعجبتكم كثرتكم (التوبة ۲۵)	جب تمہیں اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا۔

امامیہ بھی موت کے اندیشہ سے فرار کو جائز قرار دیتے ہیں، ابوالقاسم بن سعید نے الشرائع میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آواز دی، اور نصرت خداوندی نے ساتھ دیا، تو پھر مسلمان واپس آ گئے، اور شدید لڑائی ہوئی، فرار کے بعد رجوع کرنا اور لڑائی میں بھرپور حصہ لینا جرم کی تلافی اور توبہ ہے،

کتنا افسوس ہے یہ لوگ ایک ایسی جماعت کے حق میں طعن کرنا روا سمجھتے ہیں، جنہوں نے تمام زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اپنے خون سے دین کے پودے

کو سینچا، اور کمال تک پہنچایا، قرآن پاک انہیں ورع، شجاعت، شدت بر کفار، آپس میں ان کا مہربان ہونا، اور ان کے زہد وغیرہ صفات سے متصف کرتا ہے، اس جماعت پر کمزور اور لایعنی شبہات کی آڑ لے کر طعن کرتے ہیں، اور تمام زندگی میں ایک بار یا دو بار کی کسی معمولی کوتاہی کا تذکرہ زبان پر جاری رکھتے ہیں، اور آیات مغفرت اور رضا الٰہی کی بشارتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں، کیا ان لوگوں پر قرآن پاک کا یہ حکم صادر نہ ہوگا؟

لیغیظ بھم الکفار الایۃ (الفتح ۲۹) — صحابہ کرام رض کے ذریعہ کفار کو غصہ دلاتا ہے۔

صحابہؓ پر شیعہ کا دوسرا طعن ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ترک کی، اور تجارت کے لئے چلے گئے، جیسا کہ سورہ جمعہ میں وارد ہے۔

جواب ایسا کرنا تمام عمر ایک بار ہوا، اور پہلے جمعہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ادا فرمایا، مہاجرین جو کہ تجارت سے ناآشنا تھے، وہ گئے ہی نہیں، البتہ اہل مدینہ جو اس وقت تفصیلی احکام سے واقف نہ تھے، اپنی عادت کے مطابق چلے گئے، جب ان کے ایسا کرنے پر عتاب الٰہی نازل ہوا، پھر انہوں نے یہ حرکت نہ کی، ان کی بھی توبہ متحقق ہو گئی، نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امر فرمایا کہ ان کے لئے استغفار فرمائیں، اس لئے مغفرت الٰہی ان کے شامل حال ہوئی۔

صحابہؓ پر شیعہ کا تیسرا طعن ابن عباس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کے کچھ افراد کو بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دے کر دوزخ کی طرف روانہ کیا جائے گا، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح عرض کروں گا۔

کنت علیھم شھیدا ما — میں ان پر گواہ تھا جب تک
دمت فیھم فلما توفیتنی — ان میں رہا جب تو نے مجھے لے لیا،
کنت انت الرقیب علیھم (المائدہ ۱۱۷) — تو تو ہی ان پر نگران تھا،

حق تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

جواب جو شخص بھی عقل و دین سے معمولی تعلق رکھتا ہے، اس پر یہ بات مخفی نہ

ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند افراد مرتد ہوئے تھے، جو کہ کفر پر مرے، یا قتل کر دیئے گئے، وہ بنو حنیفہ، بنو تمیم وغیرہ قبائل میں سے تھے، تمام صحابہؓ نہیں جن کے بارہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اوصاف صحابہؓ قرآن میں

۱۔ للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون ○ والذين تبوؤا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة (الحشر ۸-۹)

واسطے مہاجرین فقراء کے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں، اور جو لوگ مہاجرین سے پہلے یہاں گھر بنا چکے ہیں، اور ایمان لا چکے ہیں وہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کو جو دیا جائے اس پر حسد نہیں کرتے، ان کو چاہے میوک ہو، مگر دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔

نیز فرمایا:۔

۲۔ الذين هم من خشية ربهم مشفقون والذين هم بآيات ربهم يؤمنون والذين هم بربهم لا يشركون والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الى ربهم راجعون اولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون

وہ جو اپنے رب کی خشیت رکھتے ہیں، اور اپنے رب کے احکام تسلیم کرتے ہیں، اور اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے، اور جو دیتے ہیں، دل میں ڈر رہے ہوتے ہیں انہوں نے رب کی طرف لوٹنا ہے یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور نیکی

(المؤمنون ۵۷ تا ۶۱) کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔

نیز فرمایا:۔

۳۔ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ط ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ و اجرا عظیما۔
(الفتح ۲۹)

اور جو لوگ آپ کے ساتھ ایمان لائے، کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحیم تم انہیں رکوع اور سجدے میں پاؤ گے، اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور اس کی رضامندی ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے سجود کے اثرات سے تورات اور انجیل میں ان کی یہی صفت مذکور ہے، جیسے کھیتی نکالے اپنی سوئی پھر اس کو موٹی کرے، وہ اپنی جڑ پر کھڑی ہو جائے، کھیتی کرنے والے کو خوش لگتی ہے تاکہ ان کے سبب کافروں میں غصہ میں لائے، اللہ تعالیٰ کا ایمانوالوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ مغفرت اور بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

نیز فرمایا:۔

۴۔ وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (البقرۃ ۱۴۳)

اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ ہو۔

نیز فرمایا:۔

۵۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف

تم افضل ہو جو لوگوں کیلئے لائے گئے، اچھائی کا حکم کرتے ہو، اور برائی

وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ۔ (آل عمران۔۱۱)

سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

نیز فرمایا:۔

۶:۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔ (الصف۴)

اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صفیں بنا کر، گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیواریں ہیں۔

نیز فرمایا:۔

۷:۔ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانہار خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم۔ (التوبۃ۔۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے اور جو اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرتے ہیں خدا ان پر راضی ہوا، اور وہ اس پر راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہا کریں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

نیز فرمایا:۔

۸:۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی۔ (الحدید۔۱)

فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور لڑنے والے تم میں برابر نہ ہیں، بلکہ یہ ان لوگوں سے درجہ میں فائق ہیں، جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا، اور لڑائی کی، اور ہر ایک سے اللہ اچھائی کا وعدہ کرتا ہے۔

نیز فرمایا:۔

۹:۔ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر و المجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنی وفضل اللہ المجاھدین علی القعدین اجرا عظیما درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفورا رحیما۔ (النساء ۹۵-۹۶)

معذوروں کو مستثنیٰ کرکے دوسرے بیٹھ رہنے والے ایمان دار اور وہ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، برابر نہ ہیں، اللہ نے اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے، بڑے اجر کی۔ اس کی طرف سے درجے ہیں، اور مغفرت و رحمت، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

نیز فرمایا:۔

۱۰:۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۔ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا (النساء ۹۸-۹۹)

مگر وہ مرد اور عورتیں اور بچے جو کمزور ہیں کوئی حیلہ نہیں کر سکتے، نہ راستہ کی سوجھ رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو امید ہے اللہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نیز فرمایا:۔

۱۱:۔ واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیھم

(التوبۃ ۱۰۲)

اور دوسرے جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، اور عمل صالح اور عمل برے دونوں کر چکے ہیں، امید ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے گا۔

نیز فرمایا:۔

۱۲۔ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون۔ فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم۔

(الحجرات ۷)

مگر اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو تمہارا محبوب بنایا، اور تمہارے دلوں میں اسے مزین کیا، اس نے کفر، حدود شرعیہ سے نکلنا اور نافرمانی کی تمہارے اندر نفرت پیدا کی، یہی سعادت مند ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

نیز فرمایا:۔

۱۳۔ والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔

(الانفال ۷۴)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور جنہوں نے جگہ دی، اور مدد کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں، ان کے لئے مغفرت ہے اور باعزت روزی۔

نیز فرمایا:۔

۱۴۔ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم اوابناءھم اواخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم

جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، چاہے ان کے باپ، یا بیٹے یا بھائی یا قبیلے والے

جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون۔

(المجادلۃ ۲۲)

ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دل میں اللہ نے ایمان ثبت فرمایا ہے، اور اپنی روح کی تائید دی ہے۔ ان کو باغات میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہا کریں، اللہ ان پر راضی ہوا، اور یہ اللہ پر راضی اور یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، اور یہی کامیاب ہیں۔

نیز فرمایا:۔

۱۵:۔ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین من قبل لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھُوَ مولاکم فنعم المولی ونعم النصیر۔

(الحج ۷۸)

اسی نے تمہیں چن لیا ہے، اور تم پر دین میں کوئی حرج نہیں بنایا، یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہی ہے، اسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا ہے، رسول تم پر گواہ ہوگا، اور تم لوگوں پر گواہ ہوگے، پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامو، وہی تمہارا مددگار ہے، وہ اچھا معاون اور بہتر مددگار ہے۔

نیز فرمایا:۔

۱۶:۔ لکن الرسول والذین اٰمنوا جاھدوا باموالھم وانفسھم واولٰئک لھم الخیرات

لیکن رسول اور ایمان قبول کرنے والے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، انہیں لوگوں کے

واولئك هم المفلحون۔ اعد الله لہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم۔	لئے اچھائیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں، ان کے نیچے ندیاں بہتی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔
(پ۱۰ رکوع ۱۷)	

نیز فرمایا:۔

۱۷:۔ یوم لا یخزی الله النبی والذین امنوا معه نورهم یسعی بین ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیئ قدیر۔	جس دن نہ رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ان کا نور ان کے آگے دائیں دوڑ رہا ہوگا، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا نور مکمل کر، اور ہمیں بخش بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔
(التحریم ر ۸)	

نیز ارشاد ہے:۔

۱۸:۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداة والعشی یریدون وجهه ما علیک من حسابہم من شیئ وما من حسابک علیہم من شیئ فتطردهم فتکون من الظالمین۔	ان لوگوں کو نہ بھگائیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی ذات ان کا مطلوب ہے، آپ پر ان کا حساب بالکل نہیں ہے، اور نہ آپ کے حساب سے کچھ ان پر ہے کہ تو ان کو بھگا دے، اور ظالموں سے ہو جائیے۔
(الانعام ۵۲)	

نیز فرمایا:۔

۱۹:۔ قل سلام علیکم کتب	فرمائیں تم پر سلام ہو، تمہارے

ربکم علی نفسه الرحمة انه من عمل منکم سوءا بجہالة ثم تاب من بعدہ واصلح فانه غفور رحیم۔

(الانعام ۵۴)

رب نے اپنے پر رحمت لکھی ہے، جو تم میں سے از رو ئے جہالت برائی کرے گا، پھر اس کے بعد توبہ کر لے، اور نیکی کرے، تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز فرمایا۔

۲۰۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراة و الانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلك الفوز العظیم۔

(التوبة ۱۱۱)

یقیناً اللہ نے ایمان داروں سے ان کی جان اور ان کے مال خرید لئے ہیں، اس میں کہ ان کے لئے بہشت ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں، اور قتل کئے جاتے ہیں، تورات، انجیل اور قرآن میں یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے، اور اس سے بڑھ کر کون وعدہ پورا کر سکتا ہے، تم اس بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کی، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

۲۱۔ وبشر المؤمنین بان لہم من اللہ فضلا کبیرا۔

(پ ۲۲ رکوع ۳)

ایمان داروں کو خوش خبری دیں کہ ان کے لئے اللہ کی طرف بڑا فضل ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

۲۲۔ والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، قتل کئے گئے یا

لیرزقنهم اللہ رزقاً حسناً و
ان اللہ لهو خیر الرازقین
لیدخلنهم مدخلاً یرضونه
وان اللہ لعلیم حلیم۔
(پ ۱۷ ع ۱۵)

ان کو اللہ تعالیٰ بہترین رزق دے گا، اور بے شک وہی اچھا رزق دینے والا ہے، ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جسے یہ پسند کریں گے، اور اللہ جانتے والا علم والا ہے۔

نیز ارشادِ عالی ہے:۔

۲۳۔ وان یریدوا ان یخدعوك
فان حسبك اللہ هو الذی
ایدك بنصره وبالمؤمنین
والف بین قلوبهم لو انفقت
ما فی الارض جمیعا ما الفت
بین قلوبهم ولکن اللہ الف
بینهم انه عزیز حکیم۔
(پ ۱۰ ع ۴)

اگر یہ لوگ آپ سے دھوکہ کرنا چاہیں، تو آپ کے لئے اللہ کافی ہے، اس نے اپنی مدد سے آپ کی تائید کی، اور ایمان داروں کے ذریعہ اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اگر آپ تمام زمین کی چیزیں خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دل نہ جوڑ سکتے، مگر اللہ نے ان کے مابین تالیفِ قلب کی بے شک وہی غالب حکمت والا ہے۔

نیز فرمایا:۔

۲۴۔ لقد رضی اللہ عن
المؤمنین اذ یبایعونك تحت
الشجرة فعلم ما فی قلوبهم و
انزل السکینة علیهم واثابهم
فتحا قریبا ومغانم کثیرة
یاخذونها وکان اللہ عزیزا
حکیما۔ (پ ۲۶ ع ۱۰)

یقیناً اللہ ایمان داروں سے راضی ہو چکا ہے، اس لئے کہ انہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی، اللہ ان کے دل کی بات جانتا ہے اور ان پر سکینت اتاری، اور ان کو قریبی فتح کا بدلہ دیا، اور بہت غنیمتیں دیں، جو لیں گے، اور اللہ تعالیٰ غالب

حکمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارہ میں جن کے حق میں قرآن پاک کی مذکورہ شہادتیں آپ نے ملاحظہ کیں، امامیہ کہتے ہیں یہ لوگ مرتد ہو گئے یا منافق تھے۔ (نعوذ باللہ)[1]

یہ صرف قرآن پاک کا ہی انکار نہیں بلکہ تورات انجیل اور زبور کا بھی انکار ہے اس عقیدہ کا حامل انسان خدا تعالیٰ کے علم عواقب امور کا گویا انکاری ہے، ایسی بات کوئی صاحب عقل و فراست اور کوئی صاحب دین و علم نہیں کہہ سکتا۔

صحابہؓ پر شیعہ کا چوتھا طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں صحابہؓ نے مخالفت کی کہ آپ کو باوجود طلب فرمانے کے قلم و دوات نہ لاکر دی، اور کہا، اھجر استفہموہ۔

جواب یہ اعتراض تمام صحابہ کے حق میں نہیں ہو سکتا، انہیں لوگوں کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے، جو حجرہ میں موجود تھے حجرہ میں اکثریت اہل بیت کی تھی، وہ بھی دو فریق ہو گئے تھے، کچھ کہہ رہے تھے قلم و دوات لا کر دیں، ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، بعض اس بارہ میں توقف کر رہے تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی حالت میں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے، جبکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا، کہ یہ امر جازم نہیں ہے، یا وہ یہی پوچھ رہے تھے کہ یہ امر پختہ ہے؟ اسی لئے انہوں نے کہا استفہموہ یعنی اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، اس کا مکمل جواب پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

صحابہؓ پر شیعہ کا پانچواں طعن قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتثال اوامر کی بار بار تاکید مذکور ہے، مگر صحابہؓ نے اس بات کو بھلا دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے امتثال میں سستی کا مظاہرہ کیا، جیسا کہ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] الروضۃ من الکافی صـ۲۹۶ میں ہے۔ ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول اللہ اھل جاھلیۃ الخ اصول کافی صـ۲۲۷ میں ہے ثم کفروا حین مضی رسول اللہ فلم یقروا بالبیعۃ ثم ازدادوا کفرا باخذھم من بایعہ بالبیعۃ لھم فھولاء لم یبق فیھم من الایمان شیء انتھی۔

جنگ خندق کے موقعہ پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا، مگر سردی کی شدت کی وجہ سے کسی نے جواب نہ دیا آخر نام لے کر مجھے فرمایا اٹھو۔ مجبور ہو کر میں نے جواب دیا آپ نے فرمایا کفار کا پتہ لگاؤ، وہ کیا کر رہے ہیں، میں جب باہر نکلا سردی کا مجھ پر مطلق اثر نہ ہوا، ان کے حالات کا جائزہ لیا، اور واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیں تے اطلاع دی۔

جواب یہ ایک جزوی واقعہ ہے اس سے مطلقاً استدلال لینا کہ صحابہ کرام رضؓ آپ کے فرامین مقدسہ کے امتثال میں سستی کرتے تھے، بالکل غلط استدلال ہے۔ اس موقعہ پر چونکہ صریح امر کسی کو نہ تھا آپ نے اشارۃً ایک حکم دیا، بشری کمزوری سے جواب میں توقف ہو گیا، صحابہ کرام رضؓ کے پیروی احکام کو قرآن پاک ان الفاظ سے بیان فرماتا ہے:-

اولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون (المؤمنون ۶۱) — یہ حضرات نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض تمام صحابہ کرام رضؓ پر وارد ہو سکتا ہے، تو حضرت علی رضؓ پر بھی وارد ہو گا، کیونکہ وہ بھی صحابہ کرام رضؓ میں داخل ہیں، آپ کے اوامر پر عمل کرنا ان پر بھی ضروری تھا انہوں نے جواب کیوں نہ دیا۔

صحابہ کرام رضؓ پر شیعہ کا چھٹا طعن صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

انا آخذ بحجزكم هلموا عن النار فتغلبونني فتقحمون فيها۔ — میں تمہاری کمریں پکڑ رہا ہوں تاکہ جہنم سے بچ جاؤ، مگر تم مجھ سے غالب ہوئے جا رہے ہو، اور اس میں داخل ہوتے ہو۔

جواب یہ خطاب صحابہ کرام رضؓ سے نہیں ہے، اس کی مخاطب کوئی ایسی قوم ہے، جنسے

۱؎ اس روایت میں یہ وضاحت نہیں کہ کل صحابہ کرام رضؓ اس موقعہ پر جمع تھے ہو سکتا ہے چند افراد ہوں ان سے یہ کوتاہی ہوئی ہو اس سے کل صحابہ رضؓ کے متعلق عدم اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرنا منکر طریق استدلال ہے۔

۲؎ باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ ومبالغتہ فی تحذیرہم مما یضرہم ص ۲۴۸ ج ۲ کتاب المناقب۔

دعوت اسلام دی جارہی ہے، یا وہ لوگ ایمان قبول کر کے مرتد ہو گئے تھے، یا مؤلفۃ القلوب میں سے کوئی گروہ ہے ہوسکتا ہے، منافقین میں سے کچھ افراد سے یہ تخاطب ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ خطاب قطعاً نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح قرآن پاک میں وارد ہے، نیز علی رضی اللہ عنہ بھی اسی جماعت صحابہ میں داخل ہیں۔

شیعہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ساتواں طعن | صحیح مسلم[1] میں ہے:-

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے اوپر فارس اور روم کے خزانے فتح ہو جائیں گے تم حریص بن جاؤ گے، اور حسد کرو گے، پھر ایک دوسرے کی مخالفت کرو گے اور بغض رکھو گے۔

جواب | اس حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتوحات کے مواقع پر تنافس تحاسد اور تباغض ترک کرنے کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں، انشاء کی جگہ عربی میں جملہ خبریہ بھی اکثر آجاتا ہے ہمزہ محذوف مانا جائے، اور استفہام کا معنیٰ پیدا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے۔

نیز یہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب بھی نہیں ہے، اس لئے کہ ایک دوسری روایت[2] میں الفاظ ذیل کا اضافہ ہے:-

ثم تنطلقون الی مساکن المہاجرین فتجعلون بعضہم علی رقاب بعض۔

پھر تم مہاجرین کے گھروں کی طرف لوٹو گے، پھر بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کرو گے۔

لہٰذا مذکورہ روایت کی بناء پر جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنا درست نہ ہے۔

---

[1] کتاب الزہد ص ۴۰۷ ج ۲۔ [2] ایضاً۔

صحابہؓ پر شیعہ کا آٹھواں طعن | حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی علیا فقد اذانی ۔ | جس نے علیؓ کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی ۔

تمام صحابہؓ نے علیؓ کو ایذا دی، اس سے دشمنی اور جنگ کی، ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے فرزند کو بھیجا کہ علیؓ سے بیعت کے لئے کہے، علیؓ نہ آئے، عمرؓ غضبناک ہو گیا، لوگوں کو کہا لکڑیاں اٹھاؤ، وہ علیؓ کے دروازہ پر آئے آواز دی، دروازہ کھولو، دروازہ توڑ دیا اور جلایا، فاطمہؓ باہر آئیں، اپنے ابا کا نام یاد کیا، عمرؓ نے تلوار اٹھائی، اور فاطمہؓ کے پہلو کی طرف چلائی، علیؓ کو کہا بیعت کرو، اگر تم بیعت نہیں کرو گے، میں قتل کر دوں گا ۔ صحابہؓ نے بھی اس پہ اتفاق کیا، اور علی اور دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف کیا، اور آپ کی وصیت، پس پشت ڈال دی،

جواب | یہ قصہ از اول تا آخر سب جھوٹ اور افترا روافض ہے، صحابہؓ علیؓ کی تعظیم کرتے تھے، ان سے اور ان کی اولاد سے محبت رکھتے تھے ۔ مشکل اوقات میں علیؓ کے ساتھ معاون اور مددگار رہتے ۔

قال عبد الرحمن بن شھدنا صفین مع علی ثمان مائۃ ممن بایع بیعۃ الرضوان قتل منھم ثلث وستون ۔ | عبدالرحمن کہتا ہے، بیعت رضوان میں شامل ہونے والوں میں سے آٹھ سو جنگ صفین میں علیؓ کے ساتھ تھے، اور اس موقعہ پر ان میں سے تریسٹھ شہید ہو گئے ۔

ان بزرگوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے، مہاجرین اور انصار میں سے ایک جم غفیر ان کے ساتھ تھی، حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں اور اپنے خطوں میں اس کی خود گواہی دی ہے ابوبکرؓ بھی علیؓ سے محبت رکھتے تھے، ان کے فضائل و معارف کے قائل تھے دار قطنیؒ روایت[1] فرماتے ہیں

---

[1] دار قطنیؒ کے مرد سیر آثار دار السنن" میں نہیں ان کی کسی دوسری کتاب میں ہیں واللہ اعلم ۱۲-

عن الشعبی انہ قال بینا ابوبکرؓ جالس اذ طلع علیؓ فلما رأٰہ قال من سرہ ان ینظر الی اعظم الناس منزلۃ واقربہ وافضلہ حالۃ واکثرہ عنایۃ عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلینظر الی ھذا الطالع۔

شعبیؒ فرماتے ہیں ابوبکرؓ بیٹھے تھے کہ علیؓ آئے، ابوبکرؓ نے دیکھا تو فرمایا جو لوگوں عظیم المرتبہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرابت دار اور جس کا آپ خصوصی خیال رکھتے تھے، دیکھنا چاہتا ہے، اس آنے والے کو دیکھ لے

حضرت عمرؓ بھی ان کی تعظیم و توقیر فرماتے تھے، امام دارقطنیؒ روایت کرتے ہیں :۔

عن سعید بن المسیب قال قال عمر لا یتم شرف الّا بولایۃ علیؓ۔

سعید بن المسیب فرماتے ہیں، عمرؓ نے کہا علی کی دوستی کے بغیر شرف تمام نہیں ہے۔

عبداللہ بن عمر[۱] علیؓ کی جنگوں سے پیچھے رہنے پر افسوس کیا کرتے تھے۔

طبرانیؒ معجم اوسط میں اور بزارؒ باسناد حسن روایت کرتے ہیں، جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پتہ چلا کہ حسینؓ عراق جا رہے ہیں، مدینہ سے روانہ ہو کر تیسری منزل پر حسینؓ کو ملے اور فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ حسینؓ نے فرمایا عراق جا رہا ہوں عراقیوں کے خطوط دکھائے اور ان کے بیعت کرنے کا حال سنایا، ابن عمرؓ نے فرمایا وہاں نہ جاؤ، ان کے خطوط کا اعتبار نہ کریں، میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دیا، آپ نے آخرت کو اختیار کیا، آپ بھی جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے آخرت کے لئے باز رکھا، ابن عمرؓ کے کہنے سے حضرت حسینؓ واپس نہ ہوئے، ابن عمرؓ نے انہیں رو کر اپنے بازوؤں میں لیا، اور رخصت کیا۔

---

[۱] دیکھئے الاستیعاب ج ۳ ص ۳۵۳ ماآسی علی شئی الا انی لم اقاتل مع علی الفئۃ الباغیۃ انتہیٰ۔ یعنی مجھے اتنا غم کسی بات پر نہیں ہوا کہ علی کے ساتھ ہو کر باغی گروہ سے نہ لڑا۔

دور خلافت خلفاء ثلاثہ میں حضرت علی رضؓ کا طرز عمل | صحابہؓ کا علیؓ کے ساتھ مخاصمت ثابت کرنا روافض کا افترا ہے، اور جھوٹ۔

خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں کوئی اختلاف ہوا ہی نہیں ہے، علیؓ سے ابوبکرؓ کی بیعت میں معمولی توقف ہوا، وہ اس وجہ سے تھا کہ علیؓ کہتے تھے، ہمیں مشورہ میں شریک کیوں نہ کیا گیا۔ ورنہ ہم بھی ابوبکرؓ کی فضیلت جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہمارے دین کے لئے انتخاب فرمایا ہم انہیں دنیا کیلئے کیوں نہ انتخاب کرتے، حضرت علیؓ ساری زندگی خلفاء ثلاثہ کی خیر خواہی کرتے رہے، لڑائیوں میں ان سے تعاون کیا، دینی اور دنیاوی مشوروں میں ان کے شریک اور مشیر رہے، آخیر زندگی تک ابوبکرؓ و عمرؓ کو جمیع مسلمانوں پر اور اپنے آپ فضیلت دیتے رہے اس کا اظہار نجی مجلسوں میں اور برسر منبر فرمایا۔ اگر کسی نے ان کے سامنے علیؓ کو شیخین پر فضیلت دی، اسے فوراً ڈانٹ دیا۔ اور فرمایا اگر کسی نے ایسا کہا میں اس پر حد افترا لگاؤں گا، حضرت عثمان کی شہادت کے وقت تک علیؓ کی صحابہ کرامؓ کے ساتھ کوئی مخالفت اور نزاع پیدا نہ ہوئی، اگر ایسا ہوتا تاریخ اسلامی اس سے بھرپور ہوتی جیسا کہ علیؓ اور معاویہؓ کے مابین منازعات بتواتر مذکور ہیں۔

اسلامی حکومت میں پہلا رخنہ | اسلامی حکومت میں پہلا رخنہ جو واقع ہوا یہ تھا کہ چند اوباش اور آوارہ جمع ہوئے، اور حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا حضرت عثمانؓ نے لڑائی کی اجازت نہ دی، اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ یہ آگ بڑھتی رہی، اس وقت جتنا لوگ مدینہ میں موجود تھے، اس آگ کو بجھانا چاہتے تھے۔ ان کے بس میں نہ رہا، حضرت عثمانؓ کے قاتل خود کو حق پر کہتے تھے۔ اور خلیفہ شہید کو باطل پر وہ اس قتل پر فخر کرتے تھے، اکابر صحابہؓ طلحہؓ، زبیرؓ۔ کعبؓ بن بشیر، محمدؓ بن مسلمہ وغیرہ وغیرہ اس قتل پر متأسف تھے، اور قتل عثمانؓ کو ظلم قرار دیتے، اور باغیوں کو ظالم کہتے، یہ بات جب باغیوں تک پہنچی، انہوں نے ان بزرگوں کو سزا دینا چاہی، تو ان کے شر کے خوف سے مختلف اطراف میں چلے گئے۔

جنگ جمل کا پس منظر | طلحہؓ اور زبیرؓ مکہ چلے گئے، ام المومنین عائشہؓ بھی حج کے لئے مکہ گئی ہوئی تھی، وہ دونوں مکہ میں آپ سے ملے، اور کہا ہم اعراب کے شر سے ڈر کر یہاں آئے ہیں، اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جائیں، تو ہو سکتا ہے، وہ لوگ آپ کے ام المومنین ہونے کی وجہ سے آپ کا احترام کریں، انہوں نے مشورہ قبول نہ کیا، طلحہؓ اور زبیرؓ نے اس آیت سے استدلال کیا۔

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس (النساء ۱۱۴)	ان کے اکثر سرگوشیوں میں خیر نہ ہے، الا یہ کہ صدقہ کا حکم دے یا نیکی کا یا لوگوں میں اصلاح کا۔

اس کے بعد عائشہؓ نے مشورہ قبول کیا، اور کسی ایسی جگہ جانا چاہا، جہاں ان باغیوں کا اثر و رسوخ نہ ہو، اس مقصد کیلئے بصرہ کا انتخاب ہوا۔

حضرت عثمان کے قتل کر دینے کے بعد باغیوں کو مسلمانوں کے انتقام کا اندیشہ تھا، انہوں نے خیریت یہ دیکھی کہ حضرت علیؓ کے دامن میں پناہ لیں، چنانچہ علیؓ سے انہوں نے بیعت کی، اس وقت علیؓ کے مثل دوسرا کوئی موجود نہ تھا، قبول خلافت فرض کفایہ اور دین کی مہمات سے ہے، اس لئے علیؓ نے ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے خلافت قبول کرلی، ان لوگوں نے بھی بیعت کی، مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت نے بھی جو مدینہ میں موجود تھی، بیعت کی، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی اس وقت مدینہ میں موجود تھے، اور علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، علیؓ مذکورہ اوباشوں سے انتقام اور بدلہ لینے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔

عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ بصرہ کو روانہ ہو گئیں، علیؓ کو اطلاع ملی کہ عائشہ صدیقہؓ اور مسلمانوں کی ایک جماعت بصرہ کی طرف جا رہے ہیں، علیؓ نے حضرت قعقاعؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا، قعقاعؓ پہلے حضرت عائشہؓ کو ملے اور سلام کے بعد کہا، اے ماں آپ کس وجہ سے ادھر تشریف لائیں، صدیقہؓ نے جواب فرمایا بیٹے لوگوں میں اصلاح کے ارادہ سے۔ عائشہؓ نے قعقاع کو طلحہؓ

اور زبیرؓ کے پاس بھیجا قعقاعؓ نے ان سے پوچھا صلح کی کیا صورت ہو سکتی ہے، دونوں نے کہا عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا چاہیئے قعقاعؓ نے جواب دیا مسلمانوں کے باہمی اتفاق اور صلح کے بعد ہی یہ ممکن ہے، دونوں نے جواب دیا ہمیں یہ بات منظور ہے حضرت قعقاعؓ نے تمام واقعات علیؓ کو پہنچا دیئے، علیؓ بہت خوش ہوئے، اور دونوں فریق صلح پر خوش اور راضی تھے، علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو سلام بھیجے، اور اسی طرح جواب میں انہوں نے پیغام سلام بھیجا، قاصد درمیان آجا رہے تھے اس اثناء عبداللہ بن سبا منافق یہودی نے باغیوں سے ایک رات باہمی مشورہ کیا اور کہا تمہاری خیریت اس میں ہے کہ ان کے درمیان صلح نہ ہونے دو، کل صبح صلح ہونے سے پہلے ہی تم جنگ وقتال شروع کر دو، چنانچہ انہوں نے رات کے پچھلے حصہ سے لڑائی شروع کر دی، دوسرے فریق کی طرف سے بھی جوابی اقدام کیا گیا، یہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوئی، فریقین میں سے کوئی بھی قتال کرنا نہ چاہتا تھا، یہ محض ابن سبا کی شرارت اور خباثت کا نتیجہ تھا۔ (قرطبی اور جمہور علماء نے اسی طرح کہا ہے)

جنگ جمل بغاوت کا نتیجہ نہ تھی | اس جنگ میں تیرہ ہزار مسلمان مارے گئے تھے طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شہید ہو گئے، ہمارے اس ادعاء پر کہ حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ باغی نہ تھے، بلکہ اصلاح کیلئے ادھر تشریف لائے تھے یہ دلیل ہے:۔

قال ابو هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان على حراء هو وابوبكر وعمر وعثمان وعلى وطلحة والزبير فتحركت الصخرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اهدأ فما عليك الا نبى او صديق او شهيد۔ (مسلم)	ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پر تھے، آپ اور ابوبکرؓ، عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ۔ چٹان نے حرکت کی، آپ نے فرمایا آرام کر تجھ پر ، نبی ہے یا صدیقؓ یا شہید ہیں۔ (مسلم)

ہ جلد ۲ ص ۲۸۲

نیز سنن ابن[1] ماجہ میں ہے:۔

عن سعید بن زید قال اشهد علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انی سمعته یقول اثبت حراء فما علیك الا نبی او صدیق او شهید وعدهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحة والزبیر وسعد وابن عوف وسعید بن زید۔

سعید بن زید فرماتے ہیں: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا، اے حراء ٹھہر، تجھ پر نبی یا صدیق، یا شہید ہی ہیں، شمار کیا کہ اس وقت حراء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، ابن عوف، اور سعید بن زید تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو شہید فرمایا، معلوم ہوا وہ باغی نہ تھے، بلکہ ابن سبا یہودی کے گروہ کے ہاتھوں مظلوم شہید ہوئے۔

حضرت معاویہؓ کا علیؓ سے نزاع اس وقت معاویہؓ شام میں تھے، وہ بھی حضرت علیؓ سے لڑنا نہ چاہتے تھے، ان کا مطالبہ تھا، کہ حضرت عثمان[2]ؓ کے قاتلین کو سپرد کریں، یا ان کو اپنے پاس سے بھگا دیں۔ علیؓ جب کامیاب ہو کر جنگِ جمل سے فارغ ہوئے، اس کی اطلاع معاویہؓ کو بھی ہو گئی، وہ مجبوراً شام سے نکلے ادھر سے امیر المؤمنین علیؓ نے بھی کوچ کیا، دریائے فرات پر آمنا سامنا ہوا، علیؓ نے بشر بن عمرو بن محصن انصاری کو بمعیت دیگر افراد حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں اطاعت امام کی دعوت دیں۔ بشر نے کہا میں، تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں، مسلمانوں میں افتراق نہ پیدا کریں اور خون

---

[1] باب فضائل العشرہ ص۱۳۔

[2] الاصابہ ج ۲ ص۴۱۵ میں ہے، یہ شام میں معاویہؓ کے لشکر جو کہ عثمانؓ کے عامل تھے، انہوں نے عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا، اور صفین کی لڑائی ہوئی، علیؓ کی رائے تھی، کہ تم میری اطاعت میں آجاؤ، پھر عثمانؓ کا ولی میرے پاس دعویٰ کرے اس کے بعد شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا، ان کے مدمقابل والوں کا خیال تھا کہ قاتلوں کو تلاش کر اور قتل کر اگر علیؓ کی رائے تھی کہ بغیر دعویٰ اور بینہ کے قصاص لینا غیر مستحب ہے، دونوں فریق مجتہد تھے، حضرت عمارؓ کے قتل سے معلوم ہوا کہ اس اجتہاد میں حضرت علیؓ کی رائے صحیح تھی، اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے انتہیٰ۔

ریزی نہ ہونے دیں، معاویہ رضؓ نے کہا میرا علی رضؓ سے صرف ایک مطالبہ ہے، یہ کہ قاتلین عثمان رضؓ کو ہمارے سپرد کر دے البشر وغیرہ واپس ہوئے اور علی رضؓ کو مطالبہ پہنچا دیا، حضرت علی رضؓ نے قاتلین عثمان نہ دیئے جس کا سبب یہ تھا ان کے خیال میں ایسا کرنا خلافت میں اضطراب کا باعث ہو گا۔ انہوں نے بہتر یہ سمجھا کہ تمام مسلمان خلافت پر متفق ہو جائیں، استحکام کے بعد باغیوں کی قوت کمزور پڑ جائیگی، اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان ہو گا۔

چنانچہ نہج البلاغۃ میں ہے:۔

"حضرت علی رضؓ کے بعض معاونوں نے مشورہ دیا آپ قاتلوں سے انتقام لے لیں تو بہتر ہو گا۔ علی رضؓ نے کہا اے بھائی میں اس پر قوت نہیں رکھتا، یہ لوگ قوت میں ہیں اور مجھ پر غالب ہیں"

غرضیکہ حضرت علی رضؓ نے اس مطالبہ کے تسلیم سے توقف کیا، معاویہ رضؓ نے سمجھا کہ علی رضؓ باغیوں کی حمایت کر رہے ہیں، اس لئے ان سے لڑنا واجب ہے کیونکہ حضرت عثمان کے قاتل ظالم ہیں، اور جو ان کی مدد کرتا ہے، وہ بھی انہیں کی طرح ہے، اس سے معلوم ہوا، معاویہ رضؓ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں کی، وہ بھی علی رضؓ کی خلافت کے معتقد تھے۔

بعض کہتے ہیں، ابتداء میں حضرت معاویہ رضؓ نے قاتلوں کا مطالبہ کیا تھا بعد میں خلافت کا دعویٰ بھی کر دیا تھا، ان کے خیال میں حضرت علی رضؓ کی خلافت صحیح نہ تھی کیونکہ باغیوں کی بیعت علی رضؓ کے ساتھ غیر معتبر ہے، اہل حل وعقد میں سے جن بزرگوں نے بیعت کی طلحہ رضؓ وغیرہ وہ ان سے جبراً لی گئی تھی، اور اسی لئے انہوں نے بیعت توڑ دی، معاویہ رضؓ نے یہ حدیث بھی سن رکھی تھی:۔

اذا ملکت الناس فارفق بہم۔	جب تو لوگوں کا بادشاہ بنے تو ان سے نرمی کرنا۔

اس حدیث سے انہیں خلافت کی طمع پیدا ہوئی، اور اہل شام سے بیعت لی۔

حضرت معاویہ رضؓ کی اجتہادی خطاء | بہرحال اس معاملہ میں حضرت معاویہ رضؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ باغیوں کی حضرت عثمان رضؓ پر زیادتی مسلم ہے، جب حضرت عثمان شہید ہو گئے، اور حضرت علی خلیفہ مقرر ہوئے، اور انہوں نے بیعت کر لی، تو بغاوت خلیفہ

ختم ہو گئی، ہاں حضرت عثمان کا قصاص لینا باقی رہ جاتا ہے، تو اس کا مطالبہ ورثا کر سکتے ہیں۔ اور یہ امام کی ذمہ داری ہے، کہ وہ مطالبہ کے بعد قصاص لے، بشرطیکہ کسی متعین شخص یا اشخاص پر قتل کرنا ثابت ہو جائے، اور امام بھی بدلہ لینے پر قدرت رکھتا ہو۔ بالفرض اگر امام قصاص لینے میں سستی بھی کرے، تو بھی اس وجہ سے اس کے ساتھ قتال جائز نہیں ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اہل حل و عقد سے زبردستی بیعت لی گئی، یہ باطل ہے، حقیقت یہ ہے تمام مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے، یہی وجہ ہے کہ علیؓ نے معاویہؓ کے دعویٰ کے خلاف یہ دلیل دی کہ میری بیعت تم پر لازم ہے، چاہے تم شام میں ہو، اس لئے کہ میرے ساتھ بھی مہاجرین و انصار کی اس جماعت نے بیعت کر لی ہے، جنہوں نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ بیعت کی تھی، اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت برحق تھی، اور حضرت معاویہ باطل پر تھے اور بغاوت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا تھا۔[1]

تقتلك الفئة الباغية — تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس نزاع نے ایمان معاویہ پر کوئی اثر نہ ڈالا! چونکہ حضرت معاویہؓ کا ارادہ بغاوت کا نہ تھا، بلکہ طلب قصاص کی بنا پر ایک اجتہادی غلطی کے مرتکب ہوئے، اس میں ان کو ایک ثواب ملے گا، اس بنا پر معاویہؓ اور ان کے ساتھی گنہگار نہیں قرار دیئے جا سکتے۔

اگر بالفرض حضرت معاویہؓ نے عمداً اور دیدہ دانستہ بغاوت کی تھی، تو بھی ان پر اس وجہ سے کفر کا فتویٰ عاید نہیں کیا جا سکتا، کہ پھر قرآن پاک کی اس آیت سے انکار لازم آتا ہے۔

آمن الرسول بما انزل	جو کچھ اللہ کی طرف سے اترا، رسول
اليه من ربه والمؤمنون	اس پر ایمان لایا، اور ایمان والے
كل آمن بالله وملئكته و	ہر ایک اللہ پر، ملائکہ، کتابوں اور

[1] صحیح بخاری جلد اص ۶۴، باب التعاون فی بناء المساجد۔

کتبہ ورسلہ الایۃ (البقرۃ ۲۸۵) رسولوں پر ایمان لائے۔

اس آیت مبارکہ اور دیگر آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ، ملائکہ، کتب اور رسولوں کا عقیدہ رکھے اور ایمان لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو تسلیم کرے، وہ مومن ہے، کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہو جاتا۔

اگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمراہیوں پر کوئی معصیت ثابت ہو جائے تو آیت ذیل کے مصداق قرار پائیں گے۔

وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بہا وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم واللہ سمیع علیم۔ (التوبۃ ۱۰۲)	وہ لوگ جو صالح اور برے اعمال ملا چکے ہیں، امید ہے اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، ان کے مالوں کا صدقہ لیں۔ ان کو پاک کریں، اور تزکیہ فرمائیں، ان کے حق میں دعا کریں، آپ کی دعا ان کے لئے سکون کا باعث ہوگی، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المؤمنین سے یہ روایت منسوب ہے۔

انما اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج و الشبہۃ والتاویل۔	ہم اپنے اسلام کے بھائیوں سے لڑ پڑے ہیں، اس زیغ و ٹیڑھ اور شبہ و تاویل پر جو اس میں موجود ہے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ۔

ل ج ۱ص ۲۹

حضرت معاویہ اسلام میں داخل تھے اور یہ جنگ شبہہ و خطا کی بنا پر تھی، نہ کہ تعنت اور عناد کی بنیاد پر۔

نزاع معاویہؓ و علیؓ میں دیگر صحابہ کرام کا طرز عمل

صحابہؓ میں سے حضرت معاویہ رضؓ کے ساتھ چند گنتی کے افراد تھے، اکثر حضرت علیؓ کا ساتھ دے رہے تھے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا فقہا صحابہؓ میں سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، ابو موسیٰ اشعری اور ابو مسعود غیر جانبدار ہو گئے تھے، اکثر علماء کا خیال ہے کہ ان بزرگوں نے قتال بین المسلمین کی ممانعت کے عموم سے استدلال کیا، مگر محققین کے نزدیک ان کے الگ ہونے کی وجہ یہ نہیں، کیونکہ امام حق کے ساتھ ہو کر اس کے مخالف سے لڑنا شرع میں جائز ہے، اور قتال بین المسلمین کی نہی عام سے یہ مستثنیٰ ہے، علیؓ کا امام حق ہونا مذکورہ بزرگوں پر مخفی نہ تھا، اصل وجہ وہ احادیث ہیں جنہیں یہ لوگ اپنے کانوں سے سن چکے تھے، اور ہم تک بھی، وہ احادیث باسانید متواترہ پہنچی ہیں، کتب متداولہ میں ان احادیث کے متون دو سو[1] سے زیادہ مذکور ہیں، اور اسانید کے طرق احاطہ شمار سے باہر ہیں۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستکون فتنۃ القاعد فیہ خیر من القائم۔	ایک فتنہ ہونے والا ہے، اس میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہے۔

کیا علیؓ کے ہمراہی بے جا قتال کر رہے تھے؟

اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ علیؓ کے ساتھی بے جا لڑائی کر رہے تھے، حاشا وکلا ایسا گمان کیسے کیا جا سکتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا عمار[2] تقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار۔	اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، تو ان کو جنت کی دعوت دے گا اور وہ تجھے جہنم کی دعوت دیں گے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۴۸ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الفتن۔

[2] صحیح بخاری باب التعاون فی بناء المساجد ص ۶۴۔

حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور شہید ہوئے۔

حدیث عمارؓ کفر معاویہؓ پر دلیل نہیں بن سکتی ہے | اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کے ہمراہیوں کا کفر بھی ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فئتہ باغیہ کا فتنہ قرار دیا ہے، (نہ کہ فئتہ کافرۃ کا) نار کی دعوت کا مقصد ہے کہ وہ امام حق کی بغاوت کی دعوت دیں گے، جو کہ معصیت اور گناہ ہے، مگر اجتہادی غلطی کی بنا پر یہ دعوت تھی، اس لئے وہ لوگ معذور ہیں چونکہ بغاوت بذات خود معصیت اور گناہ ہے، اور معصیت کی سزا نار ہو سکتی ہے، (اس لئے یدعونك الی النار فرمایا)

ایک سوال | امام حق کے ساتھ ہو کر لڑنا عبادت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شمولیت سے قعود کا حکم کیوں دیا!

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نور فراست سے جان لیا تھا، کہ یہ فساد ختم نہ ہوگا، جیسا کہ امام حسنؓ نے تفسیر سورۃ قدر ذکر تریں فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اری بنی امیۃ علی منبرہ فساءہ ذلك فنزلت انا اعطیناك الکوثر یا محمد یعنی نہرا فی الجنۃ ونزلت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰك ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر یملکھا بعدك بنوا میۃ یا محمد قال القاسم بن الفضل فعددناھا فاذا ھی الف شہر لا یزید	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو امیہ آپ کے منبر پر دکھائے گئے، آپ کو یہ بات بری لگی، اس وقت انا اعطیناك الکوثر سورۃ اتری، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو بہشت میں ایک نہر دی ہے، اور سورۃ قدر اتری، یعنی ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا لیلۃ القدر کیا ہے، ہزار ماہ سے بہتر۔ اے محمد آپ کے بعد اس کے بنوامیہ مالک بنیں گے، قاسم بن فضل کہتا ہے ہم نے اسے شمار کیا

ولا ببغضہ الا المنافق۔ توہزار ماہ بنا منزاں دنکم۔ (ترمذی)

چونکہ ان لڑائیوں میں شرکت کا کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے آپ نے قعود کا حکم فرمایا اور اسی وجہ سے حضرت حسنؓ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی تھی۔

غرض یہ کہ صحابہ کرام اس لڑائی میں تین فریق تھے، اکثر علیؓ کے ساتھ تھے ایک جماعت دونوں طرف سے الگ ہو گئے نص مذکورہ کی وجہ سے مگر یہ بھی علیؓ کے مناقب بیان کرتے رہتے تھے، اور انہیں ہی خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، البتہ چند ایک کے کلام سے خلافت کے بارہ میں شبہ کا پتہ چلتا ہے، یہ لوگ بھی محل طعن نہیں ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے ساتھ صحابہؓ میں سے چند آدمی تھے، مگر ان میں بھی اکثر وجوب قتال سے رجوع کر گئے تھے، اور لڑائی کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ البتہ وہ حضرت معاویہؓ کی معیت میں رہے کیونکہ انہیں قاتلین عثمانؓ سے خوف لاحق تھا، اس کے باوجود وہ لڑائی میں حصہ نہ لیتے تھے۔

نزاع معاویہؓ و علیؓ سے مخالفت و عداوت باہمی صحابہؓ پر استدلال باطل ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ان محاربات سے یہ ثابت کرنا صحیح نہیں کہ صحابہؓ میں باہمی عداوت و بغض تھا، ان کے متعلق ایسا تصور کرنا قرآن پاک کی آیات مبارکہ کے انکار کے مترادف ہے:۔

۱۔ اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔
(آل عمران ۳: ۱۰۳)

جب تم دشمن تھے خدا تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں اتفاق پیدا کیا، اور اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

نیز فرمایا ہے:۔

---

[1] جامع ترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ لیلۃ القدر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس میں یوسف بن سعد ایک راوی مجہول ہے اور یہ حدیث اس سند کے علاوہ ہم نہیں جانتے انتہی۔ حافظ مزی رح نے اس حدیث کو منکر کہا۔ حافظ ابن کثیر رح نے اس حدیث کا اضطراب ثابت کیا دیکھئے تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ج ۴ ص ۲۱۷ - ۲۱۶۔

۱۲۔ والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔
(الانفال ۶۳)

اور ان کے دلوں کو متفق کیا آپ تمام زمین کی چیزیں خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں میں اتفاق نہ پیدا کر سکتے، مگر اللہ نے ان کے مابین تالیف کر دی ہے۔

۱۳۔ نیز فرمایا:۔
رحماء بینھم (الفتح ۲۹)

آپس میں رحمدل ہیں۔

۱۴۔ نیز فرمایا:۔
الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (الحج ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیں، تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، اچھائی کا حکم کریں گے، اور برائی سے روکیں گے،

یہ آیات واضح دلیل ہیں اس پر کہ روافض کے بیان کردہ مطاعن صحابہ کرام رض پر جھوٹے ہیں، اس لئے کہ صحابہ رض کی تمکین فی الارض ابتداء خلافت ابوبکر سے تا خلافت علی رض وحسن رض بلکہ تا خلافت معاویہ رض ثابت ہے، اگر منطقی قیاس کی رو سے اس کا تالی یعنی اقامت صلوٰۃ ایتاء زکوٰۃ، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر ان سے ثابت نہ مانا جائے، جیسا کہ روافض کا خیال ہے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے، (نعوذ باللہ)

صحابہ کرام رض پر طعن کرنا اپنے دین سے دشمنی ہے

صحابہ رض سے دشمنی رکھنا، اور ان کے بے شمار مناقب کو فراموش کر کے چند واقعات کو بنیاد بنا کر ان پر طعن کرنا، اپنے دین سے دشمنی رکھنا ہے، ہونا تو ایسے چاہیئے، اگر ان سے کوئی بات یا فعل ثابت ہو جائے جو کہ بظاہر شرع کے خلاف ہے، تو اس کی تاویل کر دینی چاہیئے، اور ان کے متعلق حسن ظن سے کام لینا چاہیئے اس لئے کہ اس جماعت کے لئے نیکی اور

خیر کی شہادت شرع میں ثابت ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

۱۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا۔ (النور ۱۲)

ایسے کیوں نہ ہوا کہ جب ایماندار مرد اور عورتوں نے یہ بات سنی تو اپنے بارہ میں اچھا گمان کرتے۔

۲۔ نیز فرمایا:۔

والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ (الحشر ۱۰)

وہ لوگ جو بعد میں آئیں گے کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں بخش، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو پہلے ایمان والے گزر گئے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے بارہ میں کدورت نہ بنا۔ یقیناً آپ ہی رؤف اور رحیم ہیں۔

صحابہ رضؓ پر شیعہ کا نانواں طعن صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک میری امت احوال و اوصاف میں کفار فارس و روم کے برابر نہ ہو جائے"۔

جواب اس حدیث سے صحابہ رضؓ پر طعن کرنا غلط ہے کیونکہ حدیث میں آخر امت کے فساد کا بیان ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جو کہ ظہور پذیر ہو چکا ہے، روافض کفار فارس کی طرح مجوسی بن چکے ہیں جو کہ تعدد خالق کے قائل اور تقدیر کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ غیر خدا کا ارادہ واقع ہوتا ہے، مگر ارادہ خدا واقع نہیں ہوتا۔ اور بے غیرتی سے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ام ولد دوسرے کے لئے حلال کر دے جائز ہے، بعض اپنا کپڑا نماز میں پاک نہیں کرتے، اور یہ لوگ کفار روم یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح ہوئے، اہل حق کی تکفیر کرتے ہیں۔ رافضیوں میں بعض غالی متعدد خداؤں کے قائل ہیں، جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ و مریم کو خدا مانتے ہیں۔

اس قسم کی بیسیوں چیزوں میں یہ لوگ اہل کتاب سے موافقت رکھتے ہیں۔

صحابہ پر شیعہ کا دسواں طعن صحیح بخاری[1] میں عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تیری قوم کفر کے ساتھ قریب العہد نہ ہوتی، اور میں انکے دلی انکار کا خطرہ نہ جانتا تو حکم کرتا کہ کعبہ کی عمارت گرا کر حطیم کا حصہ اس میں داخل کر دیا جائے، اور دروازہ زمین کے ساتھ پیوستہ کیا جائے، اور دو دروازے بنائے جائیں ایک مشرقی طرف اور دوسرا مغربی سمت، کیونکہ یہی ابراہیمی اساس ہے، عائشہ رض کی قوم قریش تھی، اس حدیث سے ان کی بد اعتقادی کا پتہ چلتا ہے۔

جواب اس حدیث میں قوم عائشہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے مہاجرین اور ان کی اتباع کرنے والے مراد نہیں ہیں، کیونکہ وہ جاہلیت اور کفر سے بعید العہد ہو چکے ہیں۔ فتح مکہ کے روز مسلمان ہونے والے والوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ کام نہیں فرمایا۔

اس حدیث کو بنیاد بنا کر جمیع صحابہ رض پر جن میں السابقون الاولون مہاجرین وانصار بھی شامل ہیں، طعن کرنا معترض کے سوء اعتقاد کی علامت ہے۔

چھٹی فصل

تابعین، تبع تابعین، فقہاء محدثین اور جمیع اہل اسلام اہل سنت پر شیعہ کے وارد کردہ مطاعن کا بیان اور ان کا جواب ہے، اس بارہ میں اٹھارہ اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔

اہلسنت پر شیعہ کا پہلا طعن قرآن پاک سے وضو میں پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے، مگر مذکورہ بالا اکابرین اہل سنت پاؤں دھوتے ہیں۔

جواب قرآن میں ارجلکم پر نصب اور جر دونوں قراءتیں آئی ہیں، اس کا عطف وایدیکم پر ہے، درمیان میں جملہ وامسحوا برؤسکم (المائدہ ۶) آ گیا کہ ترتیب وضو

---

[1] باب فضل مکہ و بنیانہا جلد ۱ ص ۲۱۵۔

کے استحباب پر دلالت ہو، ارجلکم کی جر بڑوسکم کے جوار کی وجہ سے ہے، (جس سے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں پڑتا) ہمارے اس بیان کی تائید متواترہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتی ہیں، (جن سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے) مزید تحقیق ہماری کتاب منارالاحکام میں مذکور ہے، اس جگہ امامیہ کے ذکر کردہ کچھ آثار کے نقل پر اکتفا کریں گے۔

۱۱۔ عیاشی نے علی بن حسن سے روایت کی ہے، کہ ابوابراہیم سے میں نے پاؤں کے بارہ میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا، پاؤں دھونے چاہیں۔

۱۲۔ محمد بن نعمان بروایت ابی نصیر امام ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے، کہ انہوں نے فرمایا، اگر تو سر کا مسح کرنا بھول گیا، اور پہلے پاؤں دھولئے، تو سر کا مسح کر، اور پھر پاؤں دوبارہ دھو" اس اثر سے معلوم ہوا امام کے نزدیک ترتیب وضو فرض ہے۔[۱]

کلینیؒ اور، ابوجعفر طوسی وغیرہ نے اس اثر کو صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱۳۔ محمد بن حسن صفار، زید بن علی سے وہ اپنے آباء سے وہ علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں، کہ علیؓ نے کہا میں وضو کرتے بیٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں پاؤں دھو رہا ہوں، تو آپ نے فرمایا انگلیوں کے درمیان خلال بھی کر۔[۲]

بعض روافض جو یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت نے بھی مسح قدمیں روایت کیا ہے، جھوٹ محض ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا دوسرا طعن کہ یہ دشمن اہلبیت ہیں

اہل سنت صحابہؓ کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور صحابہؓ اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں

جواب یہ بیان بالکل جھوٹ ہے، اس کی کچھ تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے، کتب اہلسنت صحاح و مسانید خصائل و مناقب اہل بیت سے بھرپور ہیں، اور وہ احادیث مناقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے نقل فرمائی ہیں۔

---

[۱] ۵۱ ملکہ اکثر علما ترتیب وضو کے وجوب کے قائل ہیں۔

[۲] ۵۲ فروع کافی ج ۳ صفحہ ۳۵

نیز اہل سنت صحابہؓ کی وساطت سے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں:-

من مات وهو يبغض لآل محمد دخل النار وان صلى وصام۔

جو مر گیا، اور وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا تھا جہنم رسید ہو گا چاہے نماز روزہ کی پابندی کی ہو (طبرانی، حاکم)۔

طبرانی اور حاکمؒ نے اسے روایت کیا ہے۔[1]

نیز ایک اور حدیث ہے:-

من ابغض اهل البيت فهو منافق اخرجه الطبرانی۔

جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے۔ (طبرانی)

اس معنی کی دیگر روایات بھی کتب اہل سنت میں مذکور و مسطور ہیں، اگر انہیں اہل بیت سے بغض ہوتا تو یہ احادیث کیوں بیان کرتے۔

درحقیقت روافض ہی دشمن اہل بیت ہیں، جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، کہ بعض امامیہ اولاد فاطمہ میں سے بعض کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور دوسرے دوسری اولاد سے۔

اہل سنت پر شیعہ کا تیسرا طعن | اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ذیل پڑھی۔

افرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى (النجم ۱۹-۲۰)

تم بتاؤ لات، عزی اور ایک تیسرے منات کے بارہ میں۔

اور اس کے بعد شیطانی القاء سے آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے، تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی۔ جب آپ نے قرأت سورۃ ختم کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے سجدہ کیا، اور کافروں نے بھی سجدہ کیا، یہ خیال کر کے کہ شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے بتوں

---

[1] المستدرک ج ۳ ص ۱۴۹ باب بغض اہل البیت یدخل النار الخ۔

کی تعریف کردی ہے۔"

اس حدیث سے یہ جواز نکلتا ہے کہ پیغمبر معصوم کی زبان پہ کلمہ کفر جاری ہو سکتا ہے۔

جواب یہ روایت موضوع ہے، بعض مفسرین نے بلا تحقیق اسے درج کر دیا ہے، صحیح یہ ہے کہ شیطان نے کافروں کے کانوں میں یہ آواز پہنچائی تھی، مسلمانوں میں سے کسی نے یہ کلمہ نہیں سنا، اور نہ وہ اس پر مطلع ہوئے، جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ مغموم ہوئے، اور یہ آیت آپ کی تسکین کیلئے نازل ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان فى امنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله آياته والله عليم حكيم (الحج ۵۲)	ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے، مگر شیطان نے ان کی باتوں میں اپنی بات ڈالی، اللہ تعالیٰ شیطان کی پھیلائی ہوئی بات مٹا دیتا ہے، اور پھر اپنی آیات محکم کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا چوتھا طعن اہل سنت قیاس پہ عمل کرتے ہیں، حالانکہ قیاس کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے۔

جواب حق تعالیٰ نے قیاس کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار (الحشر ۲ پ ۲۸)	اے عقل مندو ایک چیز کا دوسری پر اعتبار کرو۔

قیاس کا حجت شرعی ہونا کتاب، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جس کی تفصیل کتب اصول میں مذکور ہے، اس جگہ امامیہ کے ذکر کردہ آثار نقل کئے جاتے ہیں جو وہ اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔

۱:۔ ابو جعفر طوسی تہذیب میں امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا، اور پوچھا تم اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہیں، جو اپنی عورت کے ساتھ جماع کرے، مگر انزال نہ ہو، انصار نے جواب

دیا، الماء من الماء یعنی انزال کے بعد غسل کرنا واجب ہوگا، مہاجرین نے کہا۔

اذا التقی الختانان وجب الغسل ۔ جب مرد و عورت کی شرمگاہیں مل جائیں غسل واجب ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے علیؓ سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے، تو انہوں نے کہا التقاء ختانین سے حد قائم کرنا تو واجب کہتے ہیں، اور ایک صاع پانی بہانا واجب نہیں کرتے۔

اس اثر سے معلوم ہوا علیؓ نے غسل کو حد پہ قیاس پہ فرمایا۔

امام باقرؒ، صادقؒ اور زید بن علیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو قیاس کرنے کی اجازت دی تھی۔

اہلسنت پر شیعہ کا پانچواں طعن امامیہ تھوڑے ہیں، اور اہل سنت بہت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وقلیل من عبادی الشکور (السباء ۱۳ پ ۲۲) اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔

جواب (بیاض اصل میں ایک سطر متروک ہے)

کثرت حقانیت مذہب کی دلیل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ید اللہ مع الجماعۃ[1] جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔

نیز فرمایا۔

علیکم بالسواد الاعظم[2] تم عظیم جماعت کے ساتھ رہو۔

یہ آثار امامیہ بھی اپنے ائمہ سے روایت کرتے ہیں۔

---

[1] جامع ترمذی باب فی لزوم الجماعۃ کتاب الفتن من حدیث ابن عمر ج ۲ صفحہ ۳۹ ۔

[2] ابن ماجہ بروایت انس۔ یاد رہے آیت شریفہ وقلیل من عبادی الشکور میں کفار کے مقابلہ میں قلت مراد ہے اگر شیعہ کا موقف درست قرار دیا جائے تو شیعہ کے مقابلہ میں مرزائیہ قلیل ہیں، پھر وہ حق پر ہونے کا دعوی کریں گے، کسی نظریہ کے حق ہونے کی یہ کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ اظہار فرما رہے ہیں کہ میرے بندوں میں یعنی انسانوں میں میرا شکر کرنے والے تھوڑے ہیں، اکثریت کافروں اور ناشکروں کی ہے، حقانیت مذہب کیلئے معیار اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہے، جس قوم کے عقائد و اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہوں گے، وہ حق پر ہیں، اور جو ایسے نہیں ہیں وہ باطل پر، کیونکہ کتاب و سنت ہی معیار حق و باطل ہیں، ارشاد نبوی ہے ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی (موطا امام مالک) ہماری اس مختصر تقریر سے چھٹے طعن کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے اہلسنت ائمہ اربعہ کو اللہ کی طرف سے نصب شدہ امام کی حیثیت نہیں دیتے، بلکہ کتاب و سنت کی خدمات کی وجہ سے انہیں استاد و معلم کا درجہ دیتے ہیں جو مسائل کتاب و سنت میں منصوص نہ ہیں، اور صحابہ کرام سے بھی کوئی عمل موجود نہ ہے، ان مسائل میں ائمہ اربعہ کی ہدایات سے استفادہ کرتے ہیں۔ ۱۲-

اہل سنت پر شیعہ کا چھٹا طعن | اہل سنت نے اپنا مذہب ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل سے اخذ کیا ہے، اور امامیہ نے ائمہ معصومین سے۔ لہٰذا مذہب امامیہ اتباع کے زیادہ مناسب ہے،

جواب | مذکورہ ائمہ اربعہ نے اپنا مذہب ائمہ اہل بیت، صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ لہٰذا اہل سنت کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوا۔ اس کے برعکس امامیہ کا مذہب ہشام بن حکم، ہشام بن سالم، شیطان الطاق، عبداللہ بن سبا ایسے منافقین، وضاعین اور کذابین سے ماخوذ ہے، ان لوگوں نے حضرت باقرؒ اور حضرت صادقؒ پر جھوٹی باتیں منسوب کیں ہیں اور شرکیہ وغیرہ کلمات روایت کئے ہیں۔

لہٰذا مذہب امامیہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے، اور نہ اہل بیتؓ سے۔

اہل سنت پر شیعہ کا ساتواں طعن | مرتضیٰ، ابن مطہر حلی اور ابن طاؤس نے کہا مالکیہ کے مذہب میں اپنے مملوک کے ساتھ لواطت جائز ہے اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک لف خرقہ۔

جواب | یہ سب جھوٹ اور افترا ہے "لعنۃ اللہ علی الکاذبین"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ان لوگوں نے اسی طرح کے کئی جھوٹ منسوب کئے ہیں۔

اہل سنت پر شیعہ کا آٹھواں طعن | حضرت علیؓ کے فضائل ومناقب وارده پر اہل سنت اور روافض دونوں متفق ہیں، مگر خلفاء ثلاثہ کے فضائل میں وارد شدہ مختلف فیہ ہے، اختلافی بات، اتفاقی کے لئے متروک ہوجائیگی۔

جواب | ترجیح کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب تعارض ہو، صحابہؓ کے فضائل میں کوئی تعارض نہیں سب کے فضائل ومناقب مسلم ہیں۔ اگر یہ انداز فکر درست قرار دیا جائے تو نصاریٰ کہہ سکتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل عیسائیوں اور مسلمانوں میں متفق علیہ ہیں اور فضائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مختلف فیہ۔ حالانکہ یہ قول ظاہر البطلان ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا نواں طعن | شیعہ اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں، اہل سنت کو اپنی نجات کا یقین نہیں ہے، یقین حاصل کر لینے والا، شک کرنے والے سے اتباع کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔

جواب ایمان پر موت آنے کی صورت میں اہل سنت یقین رکھتے ہیں، کہ معاصی کی سزا کے بعد یا معافی کے بعد ضرور بہشت میں جائیں گے، اہل سنت کو اس پر بھی یقین ہے کہ عقائد اہل سنت نجات دہندہ ہیں، ہاں یہ نہیں جانتے کہ موت ایمان پر بھی آئے یا نہ۔

روافض اگر یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی موت عقائد حقہ پر آئے گی، تو یہ دعوی علم غیب ہے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ بعض امامیہ موت سے پہلے کافر ہو جاتے ہیں، یا سنی، اور بعض سنی رافضی ہو کر مرتے ہیں، یا اسی طرح کے کسی اور فرقہ میں جاکر۔

امامیہ کا اگر موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا سوال نہ کریں گے، تو یہ مرجیہ کا عقیدہ ہے اور اس سے آیات قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔

اہلسنت پر شیعہ کا دسواں طعن اہل سنت ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کی اقتدا کرتے ہیں، اور ان کے حسن خاتمہ کا انہیں یقین حاصل نہیں ہے، امامیہ اپنے ائمہ کی اقتدا کرتے ہیں، اور انہیں معصوم سمجھتے ہیں۔

جواب اہل سنت امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کو احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقل اور راوی سمجھتے ہیں، اقتدا در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، نہ کسی غیر کی، اس کے برعکس امامیہ کے مقتدا وضاع اور مفتری ہیں، جنہوں نے ان کے ائمہ رحمہم اللہ پر جھوٹ باندھا، ان کے مقتدا ائمہ اہل بیت نہیں ہیں۔

نصاریٰ وغیرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالے جب حکم فرمائیں گے، غیر خدا کی عبادت کرنے والے اور ان کے معبودوں کو جہنم میں ڈال دو، اس وقت حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ شیطان کو ان کا معبود اور پیشوا بنا کر دونوں کو جہنم میں ڈالیں گے، بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون۔ السبا ۴۱ پ ۲۲۔

اہلسنت پر شیعہ کا گیارہواں طعن اہل سنت ابوبکرؓ کو اپنا امام قرار دیتے ہیں، مگر ابوبکر کو اپنی امامت کا شک تھا کہ وفات کے وقت انہوں نے کہا:۔

سلہ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا، بلکہ شیطان نے نصاریٰ کو یہ حکم دیا تو در حقیقت نصاریٰ کا معبود عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے بلکہ شیطان ہے کہ اسی کے حکم سے یہ عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

لیتنی کنت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل للانصار فی ھذا الامر حق ۔	کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ انصار کے لئے اس امر میں کوئی حق ہے ۔

جواب | یہ روایت موضوع اور جھوٹ ہے ، ابن مطہر حلی روایت کرتا ہے کہ ابوبکر نے کہا :۔

انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الائمۃ من قریش ۔	کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا امراء قریش میں سے ہیں ۔

ابوبکرؓ نے یہ حدیث حضرت سعد بن معاذ کے سامنے بیان کی ، اور انہوں نے اسے تسلیم کر لیا ۔

اہلسنت پر شیعہ کا بارہواں طعن | اہل سنت نامرد کو بہادر پر ترجیح دیتے ہیں ، نامرد سے مراد ابوبکر صدیقؓ لیتے ہیں اور بہادر سے مراد علیؓ ، استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں ،۔

لاتحزن ان اللہ معنا (التوبۃ ۴۰)	غم نہ کر ، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔

جواب | صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف نامردی کی نسبت کرنا باطل ہے ، آیت بالا حضرت صدیقؓ کے بارہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ارشاد باری ہوا ۔

لا تخف انی لایخاف لدی المرسلون (النمل ۱۰)	خوف نہ کر میری جناب میں مرسلون ڈرا نہیں کرتے ۔

نیز ارشاد ہے ،۔

فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لاتخف انک انت الاعلیٰ (طٰہٰ ۶۷ - ۶۸ پ ۱۶)	اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام نے خوف پایا ۔ ہم نے کہا خوف نہ کر تم ہی بلند ہو ۔

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے حق میں وارد ہے ،۔

---

[۱] منہاج الکرامۃ صلا

فاوجس منهم خیفة قالوا لا تخف وبشروه بغلام علیم (الذاریات ۲۸)	ان سے دل میں خوف پایا فرشتوں نے کہا خوف نہ کر اور انہوں نے حلیم لڑکے کی خوش خبری سنائی۔

داؤد علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا۔

ففزع منهم قالوا لا تخف خصمان بغی بعضنا علی بعض۔ (ص ۲۲)	ان سے داؤد علیہ السلام گھبرا گیا انہوں نے کہا خوف نہ کر ہم دو متخاصم ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

نیز حضرت موسیٰ کے شان میں ارشاد ہے۔

فخرج منها خائفا یترقب (القصص ۲۱)	وہاں سے ڈر کر نکلا درآں حالیکہ وہ انتظار کر رہا تھا۔

آیات مذکورہ بالا میں خوف و فزع کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف کی گئی ہے کبھی ایسا ہو جانا بشری مقتضیات سے ہے، بزدلی کی دلیل نہیں کہ اللہ کے رسول رذیل صفات سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں۔

ابوبکرؓ کا حزن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے لئے تھا، نہ کہ اپنی زندگی کیلئے۔ دیکھئے ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں جانے سے روکتے ہیں، اور خود اندر جاکر صفائی کرتے ہیں، سوراخ بند کرتے ہیں، جو سوراخ بچ جاتے ہیں، ان میں اپنے پاؤں کی انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، اور پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لاتے ہیں، ابوبکر صدیق کی انگلی کو سانپ ڈس جاتا ہے، آخر وقت میں اسی کے زہر سے جام شہادت نوش فرماتے ہیں، بخاریؒ و مسلمؒ نے براء بن عازب سے بروایت صدیقؓ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال بکیت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تبکی قلت	میں رو پڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہو؟

لہ امام رزینؒ نے اس واقعہ کو تخریج کیا ہے دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۶ مناقب ابی بکرؓ۔

اما واللہ ما علی نفسی ابکی ولکنی ابکی علیک الحدیث ۔ | میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے لئے نہیں رو رہا، آپ کے لئے رونا آ گیا ۔

شجاعت ابوبکرؓ علیؓ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے، کیونکہ انھوں نے اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا لہٰذا انہیں لڑائیوں میں جرأت و بہادری کا مظاہرہ بے دریغ ہونا چاہیئے، کہ انہیں اپنی جان کا کوئی خطرہ نہ تھا، کیونکہ احتمال ہی نہ تھا کہ وہ معلوم قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ قتل ہو سکتے ہیں۔ ابوبکر صدیق باوجودیکہ انہیں اس قسم کا علم نہ تھا، پھر بھی جنگوں میں جرأت کا مظاہرہ فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد مرتد قبائل کے ساتھ لڑائی کا ارادہ تنہا ابوبکرؓ نے کیا تھا ۔

محمد بن عقیل بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ایک دن علیؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اور کہا اے لوگو سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ میں نے کہا امیر المؤمنین آپ ہیں، علیؓ نے کہا

اشجع الناس ابوبکرؓ | سب لوگوں میں بہادر ابوبکرؓ ہیں ۔

اس لئے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عریش بنادی تھی، ہم نے کہا کوئی ہے، جو عریش کے قریب کھڑا ہو اور کسی دشمن کو ادھر نہ آنے دے ابوبکرؓ کے سوا کوئی بھی اس جگہ کھڑا نہ ہوا، ابوبکرؓ نے تلوار ننگی کی، اور آپ کے سرہانے کی طرف کھڑا ہو گیا، جب بھی کوئی دشمن ادھر کا رخ کرتا، ابوبکرؓ اس پر حملہ کر دیتے ۔

شیعہ کا اہلسنت پر تیرہواں طعن اہل سنت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کیں ہیں جو کہ شان نبوۃ سے بعید ہیں ۔

ا۔ عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کپڑے کی گڑیاں بنا کر کھیلتی تھی[1]، حالانکہ اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جہاں تصویر موجود ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کی تصویریں کعبہ سے محو کرادی تھیں ۔

*

[1] الفاظ حدیث یہ ہیں عن عائشہؓ قالت کنت العب بالبنات عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لی صواحب یلعبن بی الحدیث۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۵ باب مناقب عائشہؓ ۔ مسند بزار ص ۲۲۷

جواب مذکورہ بالا روایت کے بارہ میں کئی احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں، حضرت عائشہؓ ابتداء میں صغیرہ تھی، ان پر شرعی تکلیفات ساقط تھیں، ہو سکتا ہے، وہ گڑیاں کپڑے کی تھیں، اور انسانی تصویریں نہ تھیں، ہو سکتا ہے تحریم صورت سازی سے پہلے کا یہ واقعہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی تصویر فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محو کرائی تھی، جو کہ ۸ھ کا واقعہ ہے، حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ انصاری لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس آتی تھیں، ان کے ساتھ عائشہؓ کھیلا کرتی تھی، نبات سے مراد وہی انصاری لڑکیاں ہیں۔

۲:۔ اہلسنت بروایت[1] عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چادر پہنائی ہیں حبشیوں کی طرف دیکھتی تھی، جو کہ مسجد میں کھیل رہے ہوتے۔ اس روایت میں کئی قباحتیں موجود ہیں (۱) حبشیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعب کیلئے مقرر کیا۔ (۲) خود لعب دیکھا گویا آپ بھی ان میں شامل ہو گئے، (۳) اپنی بیوی کو نامحرم مردوں کو دیکھنے کی اجازت دی جو کہ غیرت کے منافی ہے۔

جواب حبشیوں کے کھیل سے مراد آلات حرب کی تربیت ہے، نہ کہ بے ہودہ اور بے فائدہ مشغلہ جیسا کہ ایک حدیث[2] میں آتا ہے۔

لعب المسلم باطل الا ثلثة تعلیمہ بقوسہ و تادیبہ بفرسہ وملاعبتہ مع نساءہ۔

مسلمان کا کھیلنا باطل ہے سوا تین کھیل کے۔ ا۔ کمان کے ساتھ کھیلنا گھوڑے کو تربیت دینا، اور اپنی عورتوں کے ساتھ خوش گپیاں۔

لہٰذا یہ لعب حرام نہ تھا، بلکہ جہاد کی غرض سے عین عبادت میں داخل ہے، قرآن پاک میں ہے:۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة۔

اور ان کیلئے جو قوت تمہاری استطاعت میں ہو تیار رکھو۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص۷۸۱ باب نظر المراۃ الی الحبش وکتاب العیدین ج ۱ ص۱۳۰۔
[2] جامع ترمذی باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ ج ۱ ص۲۳۳ ابن ماجہ ص۲۰۷ باب الرمی فی سبیل اللہ۔

صغیرہ لڑکی کا پس پردہ دیکھنا غیرت کے منافی نہ ہے، واضح رہے کہ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے اور حضرت زینب کے نکاح کے بعد کا ہے (دیکھئے۔ سنن ابی داؤد، دارمی وغیرہ۔

حضرت عمرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حبشیوں کو روکا تھا، اس وقت ان کے خیال میں یہ لعب ناجائز تھا، جب انہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تربیت ہے، تو وہ خاموش ہو گئے، مگر روافض کا طرز عمل سادات اہل بیت کے ساتھ کتنا قابل نفرین ہے، جس کی ایک مثال یہ کہ امام صادق کی طرف یہ جھوٹی نسبت کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا۔

خدمة جواریناً لنا و فروجهن لكم۔ ہماری لونڈیوں کی خدمت ہمارے لئے ہے، اور ان کی شرمگاہیں تمہارے لئے

۲۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں[۵۲] کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ رسید کیا، وہ کانے ہو گئے[۵۳] اس سے معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام فیصلہ خدا پر راضی نہ تھے، اور اللہ کی ملاقات کو ناپسند کیا۔ حالانکہ اہل سنت ہی یہ روایت[۵۳] بھی لاتے ہیں۔

من كره لقاء الله كره الله لقاءه۔ جو اللہ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے خدا بھی اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہے۔

جواب یہ تھپڑ اس لئے نہیں مارا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی موت پر راضی نہ تھے، اگر ایسا ہوتا تو بعد میں کیوں اپنی جان قبض کرنے کی اجازت دیتے، یہ اس لئے ہوا کہ حضرت موسیٰ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں موت و حیات میں اختیار دیں گے حضرت موسیٰ کے اختیار کے بعد ان کی جان قبض ہو گی، مگر فرشتہ بلا اذن[۵۴] جان قبض کرنا چاہتا ہے،

---

[۵۱] کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا جا رہا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مجاہدین کی مجموعی پریکٹس کو ملاحظہ کیا جا رہا ہے، اس میں بے غیرتی کی کون سی بات ہے۔ [۵۲] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۷۔ [۵۳] ایضاً۔

[۵۴] فرشتہ انسانی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا، ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ نے سمجھا ہو کہ یہ کوئی اجنبی ہے، جو مجھے دھمکا رہا ہے، اس لئے اس کو تھپڑ رسید کر دیا۔ امام ابن خزیمہ، مازری، اور قاضی عیاض وغیرہ نے یہی توجیہ بیان کی ہے دیکھئے شرح مسلم للنووی ص ۲۶۷ ج ۲۔

جو کہ انبیاء کے حق میں سوء ادب ہے، آخر موت پر راضی ہو گئے، اور زمین مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے قدر قرب کا مطالبہ کیا۔

۴۔ اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نحن احق بالشك من ابراهيم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی۔ (البقرہ ۲۶۰)

ہم ابراہیم سے زیادہ شک کرنے کا حق رکھتے ہیں، جبکہ انہوں نے کہا اے رب مجھے دکھا، آپ کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

شک ایمان کے منافی ہے، ابراہیم علیہ السلام اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شک کی نسبت کرنا محال ہے۔

جواب شک سے مراد اس جگہ زیادتی یقین اور قوت اطمینان میں قلب کا تردد ہے اسے صوفیا ہی جان سکتے، عوام نہیں، نص قرآن اس پر دال ہے ارشاد ہے:

اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ (البقرۃ ۲۶۰)

کیا آپ نہیں مانتے، فرمایا کیوں نہیں (سوال اس لئے ہے) تاکہ میرا دل اطمینان کرے۔

لہٰذا یہ تو ایمان کامل پر دال ہوا، حدیث کا مفہوم یہ بنا۔ ابراہیم علیہ السلام زیادۃ ویقین کے طالب تھے۔ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں رکیوں کہ ہمیں طلب زیادۃ کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وقل رب زدنی علما (طٰہٰ ۱۱۴)

اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مفہوم یوں ہے:
ابراہیم علیہ السلام کا سوال شک کی بنا پر نہ تھا، اگر شک کی وجہ سے ہوتا تو یہ شک ہمیں بھی ہوتا، حالانکہ ہمیں کوئی شک نہیں ہے، لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہ تھا۔

ما۵ صحیح مسلم ج ۲ ص۲۶۵ باب فضائل ابراہیم۔

۵:۔ اہل سنت[1] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام صرف تین کذاب بولے ہیں، اس میں کذب کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ انبیاء کذب سے معصوم ہیں۔

جواب اس حدیث میں لفظ کذب کا معنٰی مجازی تعریض ہے، الفاظ کے مجازی معانی اللہ کے کلام اور رسول کے فرامین میں عام ہیں، مگر شیعہ اس جگہ کذب کے حقیقی معنٰی لیتے ہیں، اور تقیہ کا جواز ڈھونڈتے ہیں جس سے پھر انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

۶:۔ اہل سنت[2] صحاح میں روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رض کے سایہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے، اس حدیث سے عمر رض کی انبیاء پر تفضیل لازم آتی ہے، دیکھئے شیطان نے آدم علیہ السلام کو وسوسہ میں ڈالا، قرآن میں ہے:۔

فوسوس لهما الشیطان (الاعراف ۲۰)	شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ ڈالا۔

نیز فرمایا:۔

قال یاآدم هل ادلك علی شجرة الخلد وملك لا یبلی (طٰهٰ ۲۰)	کہا اے آدم میں تجھے ہمیشگی کا درخت بتادوں؟ اور ملک جو ختم نہ ہو گا۔

موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ہے:۔

هذا من عمل الشیطان (القصص ۱۵)	یہ شیطان کا کام ہے۔

ایوب علیہ السلام کو مس کیا۔ فرمایا:۔

مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص ۴۱)	مجھے شیطان نے تکلیف وعذاب کے ساتھ مس کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں القا کیا، اور یہ آیت اتری:۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۲۔
[2] جامع ترمذی میں لفظ یہ ہیں۔ ان الشیطان لیخاف منك یا عمر الحدیث ج ۲ صـ۲۱۳ مناقب عمر: نیز جامع ترمذی میں ہے انی لانظر الی شیاطین الجن والانس یفرون من عمر رض (قصہ لعب الحبشیۃ)۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ (الحج ۵۲)	ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجے، مگر شیطان نے ان کی باتوں میں اپنی باتیں ڈال دیں۔

جواب حدیث عمرؓ میں شیطان کا فرار اس کے خوف اور عدم تسلط سے کنایہ ہے، اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کی حفاظت وحمایت فرماتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ (الحجر ۴۲)	میرے بندوں پر اے شیطان تیرا تسلط نہ ہے۔

فرار خوف کے معنیٰ میں مستعمل ہے، قرآن پاک میں ہے:۔

ان الموت الذی تفرون منہ۔ (الجمعۃ ۸)	بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو۔

مقصد یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ سے شیطان سخت خوف میں ہے۔ اور یہ شدت خوف انبیاء سے بھی ہے اس کے باوجود کبھی کبھی وسوسہ بھی ڈال دیتا ہے، جس طرح کہ رجوم آسمانی سے شدید ترین خوف کے باوجود شیاطین سرقت سمع کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وحفظا من کل شیطان مارد (الصافات ۷)	یہ ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے لئے ہے۔
الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین (الحجر ۱۸)	الا یہ کہ کوئی چوری سمع کرے اس اس کو چمکتا شعلہ لگتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات جن میں انبیاء علیہم السّلام کا اعتراف معصیت سمجھا جاتا ہے ظاہر پر نہیں ہیں بلکہ ان کا فرمانا کسر نفسی کے طور پر ہے، کتب تفسیر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔
۱۷۔ اہل سنتؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بہشت

ؔلہ صحیح بخاری ج ا ص ۵۲۰ مناقب الجلیل۔

یں داخل ہوا تو بلال کے جوتوں کی آواز آگے سنی، اس حدیث سے ابوبکر صدیق کے غلام بلال کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری ثابت ہو رہی ہے۔ (نعوذ باللہ)

جواب یہ اعتراض بالکل باطل اور حدیث کے مفہوم نہ سمجھنے کی بنا پر ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی مثالی صورت دیکھی تھی۔ دوسرے ایمان داروں کی مثالی صورتیں بھی آپ نے اس طرح دیکھی تھیں۔ طبرانی میں ہے، ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بہشت میں داخل ہوا، اور آپ نے آگے بلال کی حرکت کی آواز سنی اور میں نے اپنی امت کے فقراء کو بہشت کے بالاتر مقام میں دیکھا اور اغنیاء کو پائین تر۔ ان کے مثالی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ فقراء و اغنیاء امت قیامت کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۸۔ اہل سنّت روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کی طرف نظر کی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مباہات فرماتے ہیں، بالخصوص عمرؓ پر، اس حدیث سے عمرؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری لازم آتی ہے، کیونکہ خود کو آپ نے خواص میں شمار نہ کیا۔

جواب اس حدیث سے یہ نتیجہ بالکل باطل ہے، اس لئے کہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی اور پر خصوصی مباہات نہیں کرتے۔ لہٰذا اس حدیث سے تو حضرت عمرؓ کی ابوبکرؓ پر افضلیت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت اونچی ہے۔

شیعہ کا اہلسنت پر چودھواں طعن اہل سنت خشک پلیدی پر نماز ادا کرنا جائز گردانتے ہیں۔

جواب یہ بہتان محض ہے، اہلسنت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک بدن، کپڑے اور جگہ کا نماز کے لئے پاک ہونا لازمی شرط ہے، پلیدی پر نماز پڑھنا البتہ امامیہ کا مذہب ہے، ابن مطہر حلی "ارشاد" میں، ابوالقاسم "شرائع" میں اور طوسی وغیرہ لکھنے

ط۱ طبرانی اوسط اس کی سند ضعیف ہے جمع الفوائد جلد ۲ ص ۳۶۷ مناقب عمرؓ۔

ہیں، اگر نجاست متعدی نہیں تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، امامیہ کے نزدیک صرف سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

اہل سنت پر شیعہ کا پندرہواں طعن | اہل سنت کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے۔

جواب | یہ بھی جھوٹ اور افترا ہے، شطرنج کھیلنا امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے، امام شافعی کے ایک قول میں مکروہ ہے بشرطیکہ نماز وغیرہ فرائض میں مخل نہ ہو، اور جھگڑے اور جھوٹ کا سبب بھی نہ بنے، اور ان پر حیوانات کی تصویریں (گھوڑا، ہاتھی وغیرہ کی تصاویر) نہ ہوں، اور کھیلنے والا اس پر مصر بھی نہ ہو، کیونکہ اصرار سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا اور بعد میں شطرنج کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔

اہلسنت پر شیعہ کا سولہواں طعن | اہل سنت سرود کو جائز کہتے ہیں۔

جواب | یہ بھی افترا ہے، مذاہب اربعہ کے علما اس کی حرمت کے قائل ہیں، جمہور مشائخ بھی اس سے احتراز فرماتے ہیں، بعض بزرگ غنا سنتے ہیں، مگر وہ اس میں کچھ شرائط عائد کرتے ہیں، ان شرائط کی پابندی کی صورت میں غنا کی حرمت عقلاً اور شرعاً ثابت نہیں ہوتی، اور نہ ہی یہ شغل لہو میں داخل رہتا ہے۔

اہلسنت پر شیعہ کا سترہواں طعن | اہل سنت کھجور کے نبیذ کے ساتھ وضو کرنا جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا (المائدہ ۶)

اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

جواب | نبیذ تمر کے ساتھ وضو کرنا مالک، شافعی، احمد، ابویوسف، محمد اور جمہور اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے، ابوحنیفہؒ سے بھی ایک مفتی بہ روایت یہی ہے کہ جائز نہیں، ابوحنیفہ سے ایک روایت البتہ جواز کی بھی ملتی ہے، اس باب میں وہ لیلۃ الجن[1]

---

[1] یہ حدیث جامع ترمذی ص۱۳ج ا میں موجود ہے کہ جنوں کو تبلیغ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود (باقی ص۳۹۹ پر)

کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

اہلسنت پر شیعہ کا اٹھارہواں طعن اہل سنت فعل لواطت پر حد کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ لواطت زنا سے بھی بدترین جرم ہے۔

جواب:۔ لواطت کے حکم میں اختلاف ہے، شافعیؒ کے نزدیک حد واجب ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد واجب نہیں، اسلئے کہ لغت میں لواطت کو زنا نہیں کہتے۔ اور قیاس سے حدود ثابت نہیں ہوتیں۔

نفس حد زنا سے اس کا حکم معلوم کرنا دلالۃ النص نہیں ہے کیونکہ دلالۃ النص اس دلالت کو کہتے ہیں جسے ہر صاحب لغت سمجھتا ہو۔ جس طرح حرمت تافیف سے حرمت ضرب سمجھ آتا ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف بنتا ہے کہ لواطت کا حکم اس نص سے سمجھ نہیں آتا۔ نیز دلالت النص میں منطوق سے اولی یا مساوی مفہوم ہونا چاہئے۔ اور لواطت زنا کے مساوی نہ ہے کہ زنا میں قتل کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ مولود بچے کا نسب منتفی ہو جاتا ہے لواطت میں یہ بات مفقود ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ سے لواطت کی سزا میں مختلف اقوال وارد ہیں۔ واللہ اعلم۔
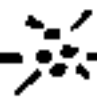
(بقیہ ص ۳۹۸) سے پوچھا تیرے برتن میں کیا ہے؟ عبداللہ نے کہا نبیذ ہے فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی بھی پاک پھر آپ نے اس میں سے وضو کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں ابو زید راوی مجہول ہے انتہی۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ میں لیلۃ الجن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ص ۹۱ ج ۱۔

پانچواں مقالہ

اس مقالہ میں خلفاء اربعہ کی افضلیت دیگر صحابہ رض پر اور صحابہ کرام رض کی برتری تمام امت پر کا بیان ہے اور یہ کہ مشاجرات صحابہ رض کے بارہ میں زبان بند رکھنی چاہئے اور اچھی تاویل سے کام لینا بہتر ہے۔

جاننا چاہئے اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق رض ہیں اور پھر حضرت عمر فاروق رض۔ یہ افضلیت شیخین کتاب سنت، اجماع امت، عقلی دلائل، آثار صحابہ وتابعین وائمہ سے ثابت ہے۔

اثبات افضلیت شیخین از قرآن پاک واحادیث رسول ص

۱۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔
(الحدید ۱۰ پ۲۷)

فتح سے پہلے جنہوں نے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ برابر نہیں۔ یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنہوں نے بعد کو خرچ کیا، اور لڑائی کی۔

امام محی السنۃ بغوی رح معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔
محمد بن فضیل نے کلبی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رض کے حق میں اتری ہے۔

یہ آیت بعبارۃ النص ان صحابہ کرام رض کی افضلیت بتاتی ہے جو فتح مکہ سے قبل اسلام لائے، اللہ کی راہ میں جنہوں نے خرچ کیا اور لڑائیاں لڑیں، ان مسلمانوں پر جو فتح مکہ سے بعد مسلمان ہوئے۔ اور یہ آیت بدلالۃ النص دال

ہے کہ شیخین ان میں افضل ترین ہیں۔
کیونکہ افضلیت کی بنار آیت میں انفاق وتائید اسلام کو قرار دیا ہے اور ان دونوں صفات میں شیخین سب پر فائق ہیں۔ حضرت علی رضؓ سے کبھی کہ وہ اس وقت چھوٹے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں تھےمال ان کے پاس موجود نہ تھا۔ دیکھئے سیر ابن اسحاق۔

انفاق اور تائید اسلام میں شیخین کا سابق ہونا احادیث کی روشنی میں

۱۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناه ماخلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ الله یوم القیامة وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر اخرجه الترمذی [۱]۔

ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اوپر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوا ابوبکر رضؓ کے کہ اس کے احسانوں کا اللہ تعالیٰ ہی انھیں قیامت کے دن بدلہ دیں گے مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر رضؓ کے مال نے دیا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ عن هشام بن عروة عن ابیہ قال اسلم ابوبکر ولہ اربعون الفا انفقها کلها علی رسول الله صلے الله علیہ وسلم وفی سبیل الله

عروہؓ بیان کرتے ہیں ابوبکرؓ مسلمان ہوئے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو کہ تمام کے تمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی راہ میں

---

[۱] جامع ترمذی باب مناقب ابوبکر ص ۲۲۹ ج ۲۔ ایک روایت میں ہے ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر رضؓ حوالہ ایضاً۔

اخرجہ ابوعمرو۔

۳:۔ اخرجہ البخاری فی حدیث طویل

فابتنی مسجدا بفناء دارہ وکان یصلی فیہ ویقرأ القرآن۔

۴:۔ اعتق ابوبکر سبعۃ کانوا یعذبون فی اللہ منہم بلال وعامر بن فہیرۃ رواہ ابوعمرو فی الاستیعاب۔

۵:۔ قال ابو اسحق انہ لما اسلم ابوبکر اظہر اسلامہ ودعا الی اللہ عزوجل والی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکر رجلا مؤلفا لقومہ محببا سہلا فجعل یدعوا الی الاسلام من وثق بہ من قومہ ممن یغشاہ ویجلس الیہ فاسلم بدعاءہ فیما بلغنی عثمان بن عفان وزبیر بن العوام وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحۃ بن عبداللہ فجاء بہم اسلے

خرچ کر دیتے۔

امام بخاری ایک طویل حدیث میں لاتے ہیں۔

پھر ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی وہ اس میں نماز پڑھتے اور تلاوت قرآن کرتے تھے۔

ابوبکرؓ نے سات غلام آزاد کئے جنہیں محض اللہ کے دین قبول کرنے کی وجہ سے سزا دی جاتی تھی، بلال، عامر، بھی ان میں تھے

ابواسحاق امام المغازی فرماتے ہیں جب ابوبکر مسلمان ہوئے اسلام ظاہر کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ ابوبکر اپنی قوم میں پسندیدہ اور نرم خو مشہور تھا۔ جو ان کے قابل اعتماد دوست آتے ان کو تبلیغ اسلام کرتے، ان کی دعوت سے عثمان بن عفان اور زبیر بن عوام اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبداللہ مسلمان ہوئے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جبکہ یہ گروہ

سلہ فی الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۷ مع الاصابہ سلہ ج ۲ ص ۲۲۷

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین استجابوا للہ واسلموا وصلوا۔	دعوت اسلام قبول کر چکے تھے اور مسلمان ہو کر نمازیں ادا کرتے تھے۔

یاد رہے عثمان رضؓ بنی عبدالشمس کے سربراہ تھے، زبیرؓ بنی اسد کے، سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ بنی زہرہ کے قائد تھے، اور طلحہ رضؓ رئیس بنی تیم تھے۔ ان بزرگوں کے قبول اسلام نے قبائل قریش میں تہلکہ مچا دیا۔

۶:۔ آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں واحدی لکھتا ہے:۔

جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ابو بکر صدیق رضؓ کو دیکھا کہ ان کا قمیص سینہ پر سے پھٹا ہوا ہے، جبریل نے پوچھا یہ کیا حال ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال تھا وہ انہوں نے راہ خدا میں صرف کر دیا ہے۔ جبریل نے فرمایا ابو بکر رضؓ کو کہہ دیں کہ خدا تعالےٰ نے سلام دیتا ہے۔ اور کہتا ہے، ابو بکر رضؓ سے پوچھنا کہ اس فقر میں مجھ پہ راضی ہے یا نہ! ابو بکرؓ نے جواب دیا۔

انا عن ربی راض۔ انا عن ربی راض۔ انا عن ربی راض۔	میں اپنے رب پر راضی ہوں، میں اپنے رب پر راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں

یہ روایت محی السنۃ بغوی رحؒ نے معالم التنزیل میں بسند متصل بروایت ابن عمر رضؓ درج کی ہے۔

۷:۔ عن ابی اروی الدوسی قال کنت جالسًا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاطلع ابوبکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی ایدنی بھما۔ اخرجہ الحاکم[۲]	ابو اروی دوسی فرماتے ہیں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی تعریف ہے جس نے ان دونوں کے ذریعہ میری تقویت فرمائی۔ (حاکم)

---

[۱] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض ص ۱۶۰ ج ۱ [۲] فی المستدرک ج ۳ ص ۴۳

۸۔ عن ابن عباسؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اللهم اعز الاسلام بابی جهل بن هشام او بعمر بن الخطاب قال فاصبح فغدا عمر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاسلم اخرجه الترمذی[۱]۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، یا عمرؓ بن الخطاب میں سے کسی ایک کے ذریعہ اسلام کی عزت بڑھا، اسی صبح عمرؓ بن الخطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور اسلام قبول کیا۔

۹۔ عن ابن مسعود وغیره قال تجعل الله دعوة رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمر فبنی علیه ملك الاسلام وهدم الاوثان۔ اخرجه الحاکم[۲]۔

ابن مسعودؓ وغیرہ روایت کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمرؓ کے لئے دعا کو ایسا بنایا کہ اس پر ملک اسلام کی بنیاد رکھی اور بتوں کا توڑنا۔

۱۰۔ عن عائشةؓ ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال اللهم اعز الاسلام لعمر بن الخطاب خاصة اخرجه الحاکم[۳]۔

عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کی عزت فرما۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال لما اسلم عمر قال المشرکون الیوم انتصف القوم منا اخرجه الحاکم[۴]۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو مشرکوں نے کہا آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔

۱۲۔ عن ابن عباس قال لما

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب عمرؓ نے

لہ ج۲ ص۲۱۱ مناقب عمر بن الخطابؓ ۲ہ فی المستدرک ج۳ ص۸۳ ۳ہ فی المستدرک ج۳ ص۸۳
۴ہ فی المستدرک ج۳ ص۸۵۔

اسلم عمر نزل جبریل فقال یا محمد استبشر اهل السماء باسلام عمر رواہ ابن[1] ماجۃ۔

اسلام قبول کیا تو جبریل اترے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمرؓ کے اسلام پر آسمان والے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

۱۳۔ عن ابن[2] مسعود قال مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر رضی اللہ وفی روایۃ واللہ ما استطعنا ان نصلی عند الکعبۃ ظاہرین حتے اسلم عمر اخرجہ الحاکم[3]۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب سے عمرؓ اسلام لائے ہم عزت میں رہے قسم بخدا جب تک عمرؓ اسلام نہ لائے ہم کعبہ میں کھلم کھلا نماز نہ پڑھ سکے۔

آیت مندرجہ بالا" لایستوی الایۃ" اور مذکورہ احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو شیخین کی برتری اور افضلیت بہ دیگران نہایت روشن اور واضح ہے۔

افضلیت شیخین از احادیث

۱۔ وہ روایات جو پہلے مذکور ہوئیں جن میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو نماز کا امام بنایا اور دوسروں کی امامت کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور فرمایا جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہو اس کے سوا کوئی بھی ان کی امامت کرے ناجائز ہے۔ (جامع ترمذی[4] بروایت عائشہؓ) صحیح بخاری و مسلم میں اس کے شواہد کثیرہ موجود ہیں۔

۲۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا لہ وزیران من اہل السماء ووزیران من

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں آسمان والوں سے اور دو زمین میں،

---

[1] ص۱۱ باب فضل عمر و مستدرک حاکم ج۳ ص۸۲ وقال صحیح [2] المستدرک للحاکم ج۳ ص۸۲ و صحیح بخاری ج۱ ص۵۴۵ باب اسلام عمرؓ [3] باب مناقب ابی بکرؓ ج۲ ص۲۱۳ ۔

اهل الارض اما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر۔ اخرجه الترمذی[1]

میرے آسمان والوں میں سے دو وزیر ایک جبریل ہے دوسرا میکائیل اور زمین والوں سے ابوبکرؓ وعمرؓ۔

(ترمذی)

۳۔ عن سعید[2] بن المسیب مرسلا قال کان ابوبکر الصدیق من النبی صلی الله علیه وسلم مکان الوزیر فکان یشاوره فی جمیع اموره وکان ثانیه فی الاسلام وکان ثانیه فی الغار وکان ثانیه فی العریش یوم بدر وکان ثانیه فی القبر ولم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم یقدم علیه احدا۔

سعید بن مسیب مرسلا فرماتے ہیں، ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر کی جگہ تھے، جملہ معاملات میں اس سے مشورہ کرتے، اسلام میں آپ کا دوسرا ساتھی، اور غار میں دوسرا ساتھی اور بدر کے دن عریش کے پاس دوسرا ساتھی اور قبر میں دوسرا ساتھی ابوبکرؓ ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ پر کسی کو فوقیت نہ دیتے تھے۔

۴۔ روی الترمذی[3] عن انس و علی بن ابی طالب وحارث وروی ابن ماجة من حدیث ابی جحیفه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر وعمر هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الا النبیین وفی بعض[4] الروایات، سیدا کهول الجنة وشبابها۔

ترمذی انس، علی بن ابی طالب، حارث سے اور ابن ماجہ ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ وعمرؓ کو فرمایا یہ دونوں انبیاء کے علاوہ اولین و آخرین اہل بہشت کہول کے سردار ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے ادھیڑ عمر اور نوجوانوں کے سردار ہیں۔

---

[1] ج ۲ ص ۲۳۱ ابواب مناقب ابی بکرؓ [2] مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۳ [3] ج ۲ ص ۲۲۹ ابواب مناقب ابی بکرؓ۔ یاد رہے اس حدیث میں شبابہا کا اضافہ جامع ترمذی اور ابن ماجہ میں نہیں [4] مسند احمد ج ۲ ص ۶۰۲ سند صحیح

اس حدیث کی اسانید حد تواتر کو پہنچی ہیں۔

۵۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لقد هممت ان ابعث الی الآفاق رجالاً یعلمون الناس السنن والفرائض کما بعث عیسٰی حواریین قیل فاین انت من ابی بکر وعمر قال انہ لا غنی لی عنهما انهما من الدین کالسمع والبصر وفی روایۃ کالرأس من الجسد اخرجه[1] الحاکم عن حذیفۃ وابن عمر والطبرانی عن ابی عمرو وعمرو بن العاص وانس وابو نعیم عن انس وابن عدی عن حذیفۃ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ علاقوں میں کچھ لوگ روانہ کروں جو لوگوں کو سنن اور فرائض کی تعلیم دیں جس طرح عیسٰی علیہ السلام نے حواری بھیجے تھے، آپ سے پوچھا گیا ابوبکر رض وعمر رض کا آپ سے کیا مرتبہ ہے فرمایا میں ان سے بے نیازی نہیں کرسکتا۔ یہ دونوں دین میں سمع وبصر کی حیثیت میں ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے جسم کے سر کی حیثیت میں۔ حاکم نے اسے حذیفہ رض اور ابن عمر رض سے روایت کیا، طبرانی نے ابوعمر اور عمرو بن العاص اور انس سے اور ابونعیم نے انس سے اور ابن عدی نے حذیفہ سے۔

۶۔ ماطلعت الشمس علی احد کم افضل من ابی بکر رواہ الطبرانی عن جابر والطبرانی وابونعیم وابن النجار عن ابی الدرداء[2] والحاکم عن انس۔

تم میں ابوبکر سے زیادہ فضیلت والے کسی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ طبرانی جابر سے، حاکم، طبرانی، ابونعیم ابن النجار ابوالدردار سے اور حاکم انس سے۔

---

[1] فی المستدرک ج ۳ ص ۷۴ ۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۰ میں عبداللہ بن حنطب سے مرسلاً مروی ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رأی ابوبکر وعمر فقال هذان السمع والبصر وفی الباب عن عبداللہ بن عمر انتہی ۱۲ [2] حدیث ابی الدردار امام عشاری رح نے بھی فضائل ابی بکر رض میں روایت کی ہے دیکھئے ص ۴ ۔ طبع مصر۔

۷۔ عن اسعد بن زرارة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم ان روح القدس جبریل اخبرنی ان خیر امتک ابوبکر رواه الطبرانی۔

اسعد بن زرارہ رض فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے روح قدس جبریل نے خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں افضل ابوبکر ہے۔
(طبرانی)

۸۔ قال صلی الله علیه وسلم لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجحهم رواه ابن عدی عن ابن عمر و ابن راهویه عن عمر موقوفا بسند صحیح۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جملہ اہل زمین کا ایمان ابوبکر کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر رض کے ایمان کا وزن بڑھ جائے (ابن عدی نے ابن عمر سے اور ابن راہویہ نے عمر رض سے موقوفاً بسند صحیح روایت کیا ہے

۹۔ قال صلے الله علیه وسلم اتانی جبرئیل فقلت من یهاجر معی قال ابوبکر وهو یلی امر امتک من بعدک وهو افضل امتک رواه صاحب مسند الفردوس عن علی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا میں نے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کریگا کہا ابوبکر رض اور یہی آپ کے بعد امت کا متولی ہوگا اور یہ آپ کی امت میں افضل ہے۔
(مؤلف مسند الفردوس عن علی)

۱۰۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اما انک یا ابی بکر اول من یدخل الجنة من امتی اخرجه ابوداؤد[1] والحاکم۔

ابوہریرہ رض فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رض میری امت میں تم سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوگے۔
(ابوداؤد، حاکم)

[1] فی السنن ج ۲ ص ۲۳۳ باب الخلفاء کتاب السنة۔ والحاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۷۳۔

١١- عن ابی بن کعب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول من یصافحہ الحق عمر واول من یسلم علیه واول من یاخذ بیده فیدخله الجنة اخرجه ابن ماجة والحاکم نحوه۔

ابی بن کعب رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص جس سے حق نے مصافحہ کیا عمر رضؓ ہے اور ان ہیں اول جیسے حق سلام کہتا ہے اور بہشت میں داخل کرے گا یہی ہے ۔ (ابن ماجہ، حاکم)

١٢-١٣- عن جابر بن عبد الله قال قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول الله صلے الله علیه وسلم فقال ابوبکر اما اذا قلت ذالک فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر اخرجه الترمذی۔

جابر بن عبداللہ فرماتا ہے عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا اے وہ انسان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہے ابوبکرؓ نے کہا تم ایسا کہتے ہو تو میں نے بھی رسول اللہ سے سنا ہے عمرؓ سے بہتر کسی آدمی پہ سورج طلوع نہیں ہوا۔

(ترمذی)

وروی الجزء الثانی ابن عدی من حدیث ابی بکر الصدیق وروی ابوسعید بن الہیثم فی مسندہ من قوله صلے الله علیه وسلم ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء بعد النبیین خیرا منك یا عمر۔

دوسرا حصہ ابن عدی ابوبکر صدیق کی روایت سے لاتا ہے، ابوسعید بن الہیثم اپنے مسند میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لاتا ہے، نبیوں کے بعد آسمان نے تجھ سے بہتر پہ سایہ نہیں کیا، اور زمین نے تجھ سے بہتر کوئی نہیں اٹھایا اے عمرؓ۔

لہ فی السنن ملا باب فضل عمرؓ۔ والحاکم فی المستدرک ج۳ ص۸۴ ۲؎ ج۲ ص۲۳۱ باب مناقب عمرؓ

۱۴۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلے الله علیہ وسلم ذلك الرجل ارفع امتی درجۃ فی الجنۃ قال ابو سعید والله ما کنا نری الا عمر بن الخطاب۔

ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ یہ شخص میری امت میں سب سے اونچے درجہ پر ہے بہشت میں۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں اس شخص سے مراد عمر بن خطاب ہی کو لیتے تھے۔

تفاضل بین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

مذکورۃ الصدر جن احادیث میں حضرت عمرؓ کی مطلق افضلیت آئی ہے ان سے مراد یہ ہے کہ وہ ابوبکرؓ کے بعد سب پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں اس لئے کہ اجماع امت ہے کہ ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سمیت تمام امت سے افضل ہیں۔ (۱) مذکورہ حدیث میزان بھی اس پر دال ہے اور درج ذیل احادیث کا اقتضاء بھی یہی ہے۔

۲۔ عن عائشۃ رضؓ قالت قلت یا رسول الله هل یکون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء قال عمر قلت فاین حسنات ابی بکر قال انما جمیع حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ من حسنات ابی بکر رواہ رزین۔[۲]

عائشہ رضؓ کہتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے ستاروں جتنی نیکیاں بھی کسی کی ہوں گی۔ فرمایا عمرؓ کی۔ میں نے کہا ابوبکرؓ کی نیکیاں؟ فرمایا عمرؓ کی کُل نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کی طرح ہیں۔

(رزین)

حدیث سید اہل الجنۃ میں ایک تعارض کا حل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

۱؎ سنن ابن ماجہ ص۱۱ ۲؎ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۶۰ باب مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمھدی رواہ الترمذی[1] والحاکم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہوں گے، میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین، مہدی۔ (ترمذی، حاکم)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ۔

حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

نیز فرمایا:۔

انا سید ولد آدم وعلی سید العرب رواہ الحاکم[2] عن ابن عباس وعائشۃ۔

میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور علی سردار عرب ہے، (حاکم عن ابن عباس وعائشہ)

امام حاکم نے اس روایت[3] کی تصحیح کی ہے، مگر اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں، چند ایک روایات جو کہ اس کی شاہد ہیں، وہ بھی ضعیف ہیں، (یہ روایات حضرت ابوبکر و عمرؓ کے حق میں وارد متواتر حدیث سید اکھول اہل الجنۃ کے معارض نہیں ہیں، اس لئے کہ) ان روایات میں بہشت کے تمام ساکنین پر فضیلت مراد نہیں، ورنہ حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی کی انبیاء اور مرسلین پر بھی برتری لازم آئے گی۔

لہٰذا یہ روایات مخصوص ہیں، بخلاف اس حدیث[4] کے جس کے الفاظ یوں وارد ہیں:۔

ابوبکر وعمر سید اکھول اھل

ابوبکر و عمرؓ اہل جنت کے ادھیڑ عمروں

---

[1] جامع ترمذی باب مناقب الحسن والحسین ص ۲۴۱ ج ۲۔ [2] المستدرک ج ۳ ص ۱۲۴

[3] امام ذہبیؒ تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں، روایت عائشہ میں عمر بن حسن راسبی ہے، اس نے یہ روایت بنائی ہے، ایک دوسری سند میں حسین بن علوان کذاب وضاع ہے، اور ایک شاہد یعنی روایت جابر میں عمر بن موسیٰ وجیہی وضاع اور جھوٹا راوی موجود ہے، انتہی۔

[4] مسند احمد جلد ۱ ص ۸۰۔

الجنة وشبابها الا النبیین والمرسلین۔ — کے سردار ہیں، اور ان کے نوجوانوں کے بھی سوا انبیاء اور رسولوں کے۔

یہ حدیث امت کے سب افراد کو عام ہے اس لئے کہ الا النبیین والمرسلین سے صرف انبیاء اور رسل کو ہی مخصوص کیا گیا ہے اس لئے مذکورہ روایات جو کہ ظنی ہیں[۱] اس قطعی الدلالۃ اور قطعی السند حدیث سے مخصوص ہیں، جن کا مقصد یہ ہوگا کہ یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بعد دوسروں کے سردار ہیں۔

حدیث علی جس میں انہیں سید العرب کہا گیا اس سے نسبی سیادت مراد ہے، ورنہ سید عرب کہنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ عرب دوسروں پر نسبی تفاخر کیا کرتے تھے، اس اعتبار سے فرمایا کہ عربوں کے سردار علی ہیں، ایک حدیث میں علیؓ اور عباسؓ کے حق میں وارد ہے۔

انتما سید العرب رواہ ابن عدی۔ — تم دونوں عرب کے سردار ہو (ابن عدی)

یہ روایت بھی سنداً ضعیف ہے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی افضلیت پر امت کا اجماع بھی مقتضی ہے کہ مذکورۃ الصدر روایات مخصوص ہیں عام نہیں۔

کیا احادیث منقبت علیؓ منافی افضلیت شیخین ہیں؟ حضرت علیؓ کی منقبت میں وارد احادیث شیخین کی افضلیت کے معارض نہیں ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی وانا منک رواہ البخاری[۲] ومسلم من حدیث البراء۔ — اے علی تو میرے میں سے ہے اور میں تیرے سے (بخاری و مسلم براءؓ سے۔

---

[۱] کذاب اور وضاع رواۃ کی روایات سے ظن کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا اس لئے اس روایت کو شیخین کی فضیلت کے مقابلہ میں درخور اعتناء ہی نہیں ہونا چاہیے ۱۲۔

[۲] البخاری فی باب مناقب علیؓ ج ۱ ص ۵۲۵۔

اس طرح آیت شریفہ:۔

فقل تعالوا ندع أبناءنا وابناء کم ونساءنا ونساء کم وانفسنا وانفسکم۔ (آل عمران)

فرما آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں تم اپنے بیٹے بلاؤ، ہم اپنی بیٹیاں بلائیں تم اپنی بیٹیاں بلاؤ اور ہم خود آئیں، اور تم بھی آؤ۔

نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فاطمہؓ، علیؓ، حسنؓ، حسینؓ کو بلانا، اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا۔

من سب علیا فقد سبنی[1] ومن أذی علیا فقد أذانی۔

جو علیؓ کو سب کرتا ہے اس نے مجھے سب کیا، اور جو علی کو ایذا دیتا ہے، اس نے مجھے ایذا دی،

یہ بھی شیخینؓ کی برتری برامت کے معارض نہیں ہے، اس لئے کہ ان احادیث میں حضرت علیؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یگانگت نسبی مراد ہے، اس قسم کے کلمات آپ نے دوسرے رشتہ داروں کے بارے میں بھی فرماتے ہیں، جامع ترمذی[2] میں حضرت عباسؓ کے حق میں ہے:۔

من أذی عمی فقد أذانی فان عم الرجل صنو ابیہ۔

جو میرے چچا کو ایذا دیتا ہے، اس نے مجھے ایذا دی، کیونکہ مرد کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔

اسی طرح عباسؓ اور درۃ بنت ابی لہب وغیرہ کے بارہ میں[3] وارد ہے:۔

انت منی وانا منک

تم میرے سے ہو اور میں تم سے۔

عربوں کا دستور تھا کہ وہ مباہلہ میں اپنے قرابت داروں کو حاضر کرتے تھے، اسی طرح عہد

---

[1] المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۱۔
[2] جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ فضائل عباسؓ۔
[3] اسی طرح اشعریین کے بارہ میں ہے ہم منی وانا منہم صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۳ جلیبیب صحابی شہید کے بارہ میں فرمایا ہذا منی وانا منہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۵ امام نووی فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے طاعت اور ذوی اور اتباع احکام میں دونوں کا متفق ہونا، دیکھئے شرح النووی علی مسلم ج ۲ ص ۲۹۵۔

لہٰذا اس حدیث میں حضرت علیؓ کی حضرات شیخین پر افضلیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ روافض وغیرہ بدعی فرقوں نے روایات کثیرہ وضع کی ہوئی ہیں، محدثین ان کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ ان کا جھوٹ اور افترا ہونا ثابت کرتے ہیں ایسی روایات کے ذکر کی ہم ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

افضلیت شیخین پر اجماع امت اور آثار صحابہؓ و تابعین وائمہ اہل بیت اوّل ارشاد عبداللہ بن عمر رضؓ۔

(۱) ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

کنا نخیر بین الناس فے زمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان۔ (اخرجہ البخاری[۱])

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تخییر کرتے تھے ہم سب افضل ابوبکر کو گردانتے، پھر عمر کو پھر عثمان کو۔ (بخاری)

وفی روایۃ[۲] کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل ابا بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینھم۔

ایک روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہ قرار دیتے، پھر عمر کو پھر عثمان ان کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم تفاضل نہ کرتے۔

ابوبکر کی شان عمرؓ کی زبانی

(۲) حضرت عمرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا:۔

یا معشر الانصار یا معشر المسلمین ان اولی الناس بامر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من بعدہ ثانی الاثنین فی الغار

اے گروہ انصار اے گروہ اہل اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے امر کا سب سے زیادہ مستحق ابوبکر ہے، جو کہ غار میں آپ کا ساتھی

---

[۱] ج ۱ ص ۵۱۶ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
[۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۳ باب مناقب عثمان رضؓ۔

ابوبکر السابق المبین۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابن عباس عنہ۔	تھا، اور سب سے آگے بڑھنے والا۔ (ابن ابی شیبہ بروایت ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز عمرؓ نے فرمایا:۔

فان یک محمد قد مات فان اللہ عزوجل قد جعل بین اظہرکم نورا تھتدون بہ بما ھدی اللہ محمدا وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ اول الناس باموركم فقوموا فبایعوہ اخرجہ[1] البخاری عن انس عنہ	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر نور بنا دیا ہے، جس سے تم راہ نمائی حاصل کروگے، جیسی ہدایت اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہے تمہارے امور کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہے، اٹھو ان کی بیعت کرو، (بخاری بروایت انس عن عمر)

نیز سقیفہ[2] بنی ساعدہ میں فرمایا:۔

فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر قالوا یعنی الانصار نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر۔	تم میں کون ہے، جس کا دل ابو بکرؓ سے آگے بڑھنے کو پسند کرے، انصار نے جواب دیا پناہ خدا ہم ابو بکر کے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں۔

نیز فرمایا:۔

کان واللہ لان اقدم فتضرب[3] عنقی لا یقربنی ذلک	خدا کی قسم جس قوم میں ابو بکرؓ ہو اور میں امیر بنوں اس سے بہتر یہ ہے

---

[1] ج ۲ صـ ۱۰۷۲ باب الاستخلاف من کتاب الاحکام۔
[2] الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ صـ ۲۴۲ مع الاصابہ۔
[3] صحیح بخاری باب رجم الحبلی من الزنا کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ ج ۲ صـ ۱۰۱۰۔

من اثم احب الی من ان اتامر علی قوم فیھم ابوبکر اللھم الا ان تسول لی نفسی عند الموت شیئا لا اجدہ الآن اخرجہ البخاری عن ابن عباس۔

گردن اڑا دی جائے، یہ اس میں اپنے لئے کوئی گناہ نہیں سمجھتا، ہاں الا یہ کہ موت کے وقت دوسرے خیالات پیدا ہو جائیں، جو اب میرے نہیں ہیں

نیز فرمایا۔

لیس فیکم من یقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر اخرجہ البخاری[2] عن ابن عباس۔

ابوبکرؓ کی مثل تم میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے، جس کی طرف سفر کیا جائے۔

نیز فرمایا۔

ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الترمذی[3] عن عائشۃ عنہ

ابوبکر ہمارا سردار ہے، اور ہم میں سب سے افضل۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب۔

نیز منبر پر بیٹھے اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی صیرنی لیس فوقی احد ثم نزل فقیل لہ فی ذلک فقال انما فعلت ذلک للشکر۔

سب تعریف اللہ کی کہ اس نے مجھے بنایا کہ میرے اوپر کوئی نہیں پھر نیچے اترے۔ اس بارہ میں کہا گیا تو فرمایا میں نے یہ بات اللہ کے شکر ادا کرنے کے طور پر کہی ہے۔

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۰۰۹۔
[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۵۔
[3] فی الجامع ج ۲ ص ۲۲۸ باب مناقب ابی بکرؓ۔

حضرت عمرؓ نے یہ باتیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کے سامنے فرمائیں۔ انصار نے جواب میں کہا ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر کے آگے بڑھیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز صحابہ کرام کے سامنے ابوبکر کی افضلیت بیان فرماتے رہے کسی نے انکار نہ کیا، یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع تھا۔

فضائل ابوبکر بزبان ابوعبیدہ (۳) ابوعبیدۃ بن جراح کے پاس کچھ لوگ بیعت لینے کے لئے آئے تو انہوں نے فرمایا:۔

تاتونی وفیکم ثالث ثلثۃ یعنی ابابکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن محمد بن سیرین۔	تم میرے پاس آتے ہو، حالانکہ تمہارے اندر تین میں سے تیسرا موجود ہے، یعنی ابوبکر صدیق۔ (ابن ابی شیبہ بروایت محمد بن سیرین)
واخرج احمد معناہ غیرانہ ذکر استدلال ابی عبیدۃ لاستخلافہ فی الصلوۃ۔	امام احمد نے بھی اس کا معنی روایت کیا ہے، اس میں حضرت ابوعبیدۃ کا استدلال یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں اپنا نائب بنایا۔

شان ابوبکرؓ بروایت عبدالرحمٰن بن عوف (۴) عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ایک عظیم مجمع میں فرمایا کہ شیخین کی سیرت پر عمل کریں، حاضرین نے تسلیم کیا، عثمانؓ بن عفان نے یہ شرط تسلیم کر لینے کے بعد فرمایا:۔

ھل استطیع ان اکون مثل لقمان الحکیم۔ اخرجہ ابو عمرو فی الاستیعاب۔	کیا میں لقمان حکیم کی طرح بن سکتا ہوں؟ (الاستیعاب لابن عبدالبر)

حضرت علیؓ نے خود پر عثمانؓ کی افضلیت پر مناقشہ کیا، مگر شیخین کی سیرت پر عمل

کرنے پر کوئی اعتراض نہ کیا، اسی طرح مہاجرین و انصار اور افواج اسلام کے امراء میں سے
کسی نے بھی مناقشہ و انکار نہ کیا، بلکہ اتباع سیرۃ شیخین کے التزام کا عہد کیا، یہ افضلیت
شیخین کی ایک قطعی دلیل ہے۔

افضلیت شیخین پر حضرت علیؓ کے اقوال مقدسہ

اپنی خلافت کے زمانہ میں متعدد مجالس میں حضرت علیؓ نے افضلیت شیخین بیان فرمائی، اس مسئلہ میں جو لوگ
فاسد ظن رکھتے تھے انہیں تنبیہہ کی، یہ آثار حد تواتر تک پہنچے ہیں اذہبی فرماتے ہیں اسی[۱]
سے زائد اشخاص حضرت علیؓ سے شیخین کی افضلیت بترتیب روایت کرتے ہیں انتہیٰ۔
حقیقت یہ ہے یہ مسئلہ جتنا حضرت علیؓ نے واضح فرمایا ہے، اتنا کسی نے بھی واضح نہیں
کیا، اہل سنت کا کلی اعتماد آپ کے ہی فرامین مقدسہ پر ہے، فرماتے ہیں۔

۵۔ خیر[۱] هذہ الامۃ ابوبکر ثم عمر ولہ طرق۔	اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں، اور پھر عمرؓ اس حدیث کی سندیں بہت ہیں

نیز مروی ہے:۔

قال محمد بن الحنفیہ قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان۔ قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔ (رواہ البخاری[۲])	محمد بن حنفیہ کہتا ہے، میں نے اپنے ابا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا، ابوبکرؓ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا، عمر، میں نے سوچا آگے کہیں عثمان نہ کہہ دیں اس لئے میں نے سوال کیا، اور پھر آپ؟ فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (صحیح بخاری)

---

[۱] فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری مشہیر الاستیعاب ص ۲۴۳ ج ۲۔
[۲] جلد ا ص ۵۱۸ باب فضل ابی بکرؓ۔

نیز مروی ہے:-

حدیث[1] ابی جحیفۃ ولہ طرق[2] احدھا۔

ابو جحیفہ کی حدیث سند کے بہت طرق ہیں،

۱۔ عن زر بن حبیش عنہ قال سمعت علیا یقول الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم قال الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد ابی بکر عمر اخرجہ احمد۔

زر[1] بن حبیش اس سے راوی ہے کہا میں نے علی رضؓ سے سنا کہتے تھے کیا تمہیں اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کا پتہ نہ دوں وہ ابوبکر ہے، اور ابوبکر رضؓ کے بعد عمر رضؓ۔ (احمد)

۲۔ عن الشعبی قال حدثنی ابو جحیفۃ الذی کان یسمیہ علی وھب الخیر قال قال لی علی یا ابا جحیفۃ الا اخبرک بافضل ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر وبعدھما ثالث آخر ولم یسمہ اخرجہ احمد۔

شعبی[2] کہتا ہے، مجھے ابو جحیفہ رضؓ "جسے حضرت علی نے وہب الخیر کا لقب دیا تھا" نے حدیث کی ہے کہ علی رضؓ نے فرمایا اے ابو جحیفہ میں تجھے اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کی خبر دوں؟ وہ ہے ابوبکر اور پھر عمر رضؓ۔ اور ان کے بعد تیسرا ہے، اور اس کا نام نہ لیا۔ (احمد)

۳۔ عن ابی اسحاق السبیعی عنہ قال قال علی خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر وبعد ابی بکر عمر ولو شئت

ابو اسحٰق[3] سبیعی اس سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کہا اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہے اور ابوبکر رضؓ کے بعد عمر میں چاہوں

---

[1] الاستیعاب مع الاصابہ ج ۲ صفحہ ۲۴۳ میں ہے، عن عبدالملک بن میسرۃ عن النزال بن سبرۃ عن علی علیہ السلام قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر والذی محمد بن الحنفیۃ وعبد خیر وابو جحیفۃ مثلہ انتہی [2] [3] سند احمد جزء ۲ صفحہ ۸۳۳، ۸۲۷ و صفحہ ۸۷، ۸۸

اخبرکم بالثالث لفعلت اخرجه احمد۔

تو تیسرے کی بھی تمہیں اطلاع دے دوں تو دے سکتا ہوں۔ (احمد)

۴:۔ عن عون بن ابی جحیفة قال کان ابی من شرط علی و کان تحت المنبر فحدثنی ابی انه صعد المنبر یعنی علیا فحمد الله واثنی علیه وصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر والثانی عمر وقال یجعل الله الخیر حیث شاء واحب اخرجه احمد۔

عونؒ بن ابی جحیفہ کہتا ہے میرا باپ علیؓ کا سپاہی تھا اور منبر کے نیچے بیٹھتا تھا، مجھے میرے باپ نے حدیث کی کہ علیؓ منبر پر چڑھے، اور اللہ کی تعریف کی، اور ثنا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، پھر کہا اس امت کے نبی کے بعد اس امت میں افضل ابوبکرؓ ہے، اور دوسرا عمرؓ۔ نیز کہا اللہ تعالیٰ جہاں، چاہے، اور پسند کرے بھلائی بنا دیتا ہے۔ (احمد)

۵:۔ اخرج الدارقطنی و الحافظ ابوذر عبد بن حمید بن محمد الانصاری الهروی من طرق متنوعة عن ابی جحیفة قال دخلت علی علی فی بیته فقلت یا خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال مهلا یا ابا جحیفة الا اخبرک بخیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر وعمر

دارقطنی اور حافظ ابوذر عبد بن حمید بن محمد انصاری ہروی ابوجحیفہ سے مختلف اسانید سے روایت کرتے ہیں کہ میں علیؓ کے گھر گیا میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اے سب سے افضل انسان تو علیؓ نے فرمایا رک جا اے ابوجحیفہ میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کون ہے ابوبکر اور عمرؓ۔ اے ابوجحیفہ میرا بغض اور ابوبکر و عمر کی محبت کسی مومن کے

ویحك یا ابا جحیفة لایجتمع بغضی وحب ابی بکر دل میں جمع نہیں ہو سکتے ۔

واخرجه الدارقطنی عن ابی جحیفة انه کان یری ان علیا افضل الامة فسمع اقواما یخالفونه فحزن حزنا شدیدا فقال له علی بعد ان اخذ بیده وادخله بیته ما اخبرتك یا ابا جحیفة فذکرله الخبر فقال له الا اخبرك بخیر هذه الامة خیرها ابوبکر ثم عمر قال ابوجحیفة فاعطیت الله عهدا ان لااکتم هذا الحدیث بعد ان شافهنی به علی ما بقیت ۔

دار قطنی ابو جحیفہ سے راوی ہے کہ اس کا خیال تھا کہ اس امت میں علیؓ افضل ہے، کئی قوموں کو اس کے خلاف پایا تو بہت غمگین ہوا، علیؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اپنے گھر لے گئے اور فرمایا۔ اے ابو جحیفہ کیا میں تجھے اطلاع نہیں دے چکا کہ اس امت میں افضل ترین ابو بکر ہے، پھر عمر۔ ابو جحیفہ فرماتے ہیں، میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ علیؓ نے جب بالمشافہہ یہ حدیث مجھے سنائی ہے میں اسے چھپاؤں گا نہیں جب تک زندہ ہوں ۔

۶:۔ ما اخرجه الحافظ محمد بن حسین الآجری البغدادی عن ابی جحیفةؓ قال سمعت علیا علی منبر الکوفة یقول خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر ثم عمر انتهی۔

حافظ محمد بن حسین الآجری البغدادی ابو جحیفہ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے علیؓ سے کوفہ کے منبر پر سنا انہوں نے فرمایا اس امت کے نبی کے بعد اس امت میں افضل ترین ابو بکرؓ ہے، پھر عمرؓ

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے یہ ارشاد کوفہ کے منبر پر بھی فرمایا اور اپنے گھر میں بھی اس کا اظہار کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی سے ایک اور روایت مروی ہے انہوں نے فرمایا:۔

ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر فقال رجل فقال و انت یا امیر المؤمنین فقال نحن اهل بیت لا یوازینا احد ۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں افضل ترین ابو بکر و عمر ہیں، ایک مرد نے کہا اور آپ اے امیر المومنین تو انہوں نے کہا ہم تو اہل بیت ہیں ہمارے برابر تو کوئی بھی نہیں۔

اس روایت میں اضافی الفاظ یعنی نحن اھل بیت لا یوازینا احد موضوع اور باطل ہیں کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں اور صحیح روایات کے مناقض ہیں۔

نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے :۔

قال ابراهیم النخعی ضرب علقمة بن قیس هذا المنبر وقال خطبنا علی علی هذا المنبر فحمد الله واثنی علیه وذکر ما شاء الله ان یذکر فقال ان خیر الناس کان بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابو بکر ثم عمر ثم احدثنا بعدهما احداثا یقضی الله فیها ۔ اخرجه احمد	ابراہیم نخعی فرماتے ہیں علقمہ نے اس منبر پر ہاتھ مارا، اور کہا علیؓ نے خطبہ دیا، اللہ کی تعریف و ثنا کہی، اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکرؓ ہے، اور پھر عمرؓ۔ اس کے بعد ہم نے نئی نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اللہ ان میں فیصلہ فرمائے گا۔ (احمد)

ایک اور روایت میں ہے :۔

نزال بن میسرة فرماتے ہیں، علیؓ نے کہا :۔

خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر اخرجه ابو عمروؒ فی الاستیعاب ۔	اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں، (الاستیعاب لابن عبد البر)

عبد الخیر کی روایات از علیؓ ولہ طرق کثیرہ

لہ ج ۲ ص ۲۴۳ و فی مسند البزار (المصور) ص ۱۴۲ اعن عمرو بن سنہرث عن علی بخطبہ

احدها عن حبیب بن ثابت عنه عن علی انه قال الا انبئکم بخیر هذہ الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر اخرجہ[1] احمد۔

۱۔ حبیب بن ثابت اسی یعنی عبد الخیر سے وہ علی رض سے کہا میں تمہیں اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کا پتہ دوں؟ ابوبکر ہے، اور پھر عمر رض (احمد)

۲:۔ عن المسیب بن عبد الخیر عن ابیہ قال سمعت علیا یقول ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم عمر۔

اخرجہ احمد

۲۔ مسیب بن عبد الخیر اپنے باپ سے راوی ہے، اس نے علی رض سے سنا انہوں نے فرمایا اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابوبکر ہے، اور ان کے بعد عمر رض (احمد)

۳:۔ عن ابی اسحاق عنہ قال سمعت علیا یقول علی المنبر خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر وعمر ولو شئت ان اسمی الثالث لسمیتہ۔

اخرجہ احمد۔

۳۔ ابو اسحٰق وہ اس سے کہا میں نے علی رض سے سنا منبر پر فرما رہے تھے، اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ابوبکر ہے، اور پھر عمر رض اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں، تو لے سکتا ہوں۔ (احمد)

۴:۔ عن عبد الملک بن سلع عنہ قال سمعت علیا یقول قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خیر ما قبض نبی من الانبیاء واثنی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم استخلف ابوبکر فعمل

۴۔ عبد الملک بن سلع وہ اسی سے کہتا ہے، میں نے علی رض سے سنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، اس سے بہترین حالت پر جس پر انبیاء نے وفات پائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی، اور پھر کہا، پھر ابوبکر خلیفہ ہوا، اور رسول اللہ

[1] مسند ج ۲ ص ۹۰۶ ۹۰۹ و ص ۹۲۳ و ۹۲۶

بعمل رسول الله صلی الله علیہ وسلم وبسنتہ ثم قبض ابو بکر علی خیر ما قبض علیہ احد وکان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف عمر تعمل بعملہما وسنتہما ثم قبض علی خیر ما قبض علیہ احد وکان خیر ھذہ الامۃ بعد ابی بکر۔[1]	صلی اللہ علیہ وسلم کا سا عمل کیا، اور آپ کی سیرت کے مطابق پھر ابو بکر فوت ہوا، بہترین اس حالت پر جس پر کوئی فوت ہو سکتا ہے۔ اس امت کے نبی کے بعد یہ افضل ترین تھا، پھر عمرؓ خلیفہ ہوا اور دونوں مذکورین کی سیرت وسنت کے مطابق عمل کیا اور عمدہ حالت پر وفات پائی ابو بکرؓ کے بعد اس امت میں یہ افضل ترین تھا۔
عن عبد الله بن سلمۃ قال سمعت علیا یقول خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم ابو بکر وخیر الناس بعد ابی بکر عمر اخرجہ ابن ماجۃ	عبد اللہ بن سلمۃ کہتا ہے میں نے علیؓ سے سنا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں افضل ابو بکر ہے، اور ابو بکر کے بعد عمرؓ۔ (ابن ماجۃ)

امام جعفر صادقؒ اپنے پدر بزرگوار محمد الصادق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کہا میں آپ کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں۔

اللھم اصلحنا بما اصلحت بہ الخلفاء الراشدین المھدیین۔	اے اللہ ہماری اصلاح فرما جس کے ساتھ آپ نے خلفاء راشدین مہدیین کی اصلاح فرمائی ہے۔

یہ خلفاء راشدین کون ہیں، حضرت علیؓ کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے، اور فرمایا۔

ھم حبیبای ابو بکر وعمر اماما الھدی وشیخا الاسلام	وہ میرے پیارے ابو بکر وعمر ہیں ہدایت کے امام، اسلام کے شیخ

[1] ص ملا باب فضل عمر [2] مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ و صفحہ ۱۰۶

الاسلام درجلا قریش والمقتدی بہما بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اقتدی بہما عصم ومن اتبع آثارھا ھدی الی الصراط المستقیم ومن تمسك بہما فہو من حزب اللہ اخرجہ الحافظ ابوطاہر احمد بن السلفی الاصبہانی بسندہ۔

قریشی نوجوان، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا جوان کی اقتدا کرے، وہ بچ گیا، جوان کے آثار کی اتباع کرے، صراط مستقیم پر گامزن ہوا، جوان کی سیرت کو مضبوط پکڑے وہ اللہ کے گروہ میں شامل ہے۔ (حافظ ابوطاہر احمد بن السلفی)

ایک شخص افضلیت شیخین کا معتقد نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے تنبیہ فرمائی۔

عن الحکم بن حجل قال قال علی لا یفضلنی احد علی ابی بکر وعمر الاجلدتہ جلد المفتری اخرجہ ابوعمرو فی الاستیعاب[1]۔

حکم بن حجل سے کہ علیؓ نے کہا جو شخص ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دے گا، میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔ (الاستیعاب)

نیز علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا:۔

سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلی ابوبکر وثلث عمر ثم خطبتنا فتنۃ ویعفو اللہ من یشاء اخرجہ الحاکم[2] من حدیث قیس المنازق عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چلے گئے، آپ کے بعد ابوبکرؓ رخصت ہوئے، اور پھر عمرؓ تشریف لے گئے اس کے بعد فتنے پیچھے پیدا ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا معاف کرے گا۔ (حاکم)

فضیلت عمرؓ میں اقوال علی بن ابی طالبؓ

ما من الناس احد احب الی

لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں

---

[1] ج ۲ صفحہ ۲۴۴۔ نیز کتاب فضائل ابی بکر للعشاری ص ۵ من روایۃ علقمۃ عن علی ۱۲۔

[2] فی المستدرک ج ص۔ نیز الاستیعاب مع الاصابۃ ج ۲ ص ۲۴۳۔ مسند احمد جز ۲ ص ۱۰۱۹

ان القی اللہ بما فی صحیفتہ من هذا المسجی یعنی عمر ولہ طرق۔

ہے کہ میں اس کے نامۂ اعمال میں اللہ تعالیٰ سے ملوں، سوائے اس کپڑوں میں ڈھانپے شخص یعنی عمرؓ کے۔

منہا حدیث ابن عباس قال وضع عمر علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون ویصلون قبل ان یرفع وانا فیہم فلم یرعنی الارجل اخذ منکبی فاذا علی فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن ان یجعلک اللہ مع صاحبیک وحسبت انی کنت کثیرا اسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذہبت انا وابوبکر وعمر دخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر۔ اخرجہ البخاری[1]۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں، عمرؓ کھاٹ پر رکھے گئے، لوگ ارد گرد جمع ہو گئے دعا کر رہے تھے، میں بھی ان میں تھا اچانک ایک شخص نے میرا کاندھا پکڑا۔ وہ علیؓ تھا، اس نے عمرؓ کے حق میں دعا کی، اور کہا تو اپنے پیچھے کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑے جا رہا کہ میں پسند کروں اس کے سے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملوں، خدا کی قسم میں یقین میں تھا، کہ اللہ تعالیٰ ضرور تجھے تیرے ساتھیوں کے ساتھ اکٹھا کرے گا، کیونکہ میں عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا، فرماتے میں گیا، اور ابوبکر و عمر، میں اندر آیا، اور ابوبکر و عمر، میں نکلا اور ابوبکر و عمر۔ (صحیح بخاری)

ومنہا حدیث سفیان بن عیینۃ عن جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن جابر بن عبداللہ ان علیا دخل علی عمر وھو مسجی فقال

امام جعفر صادق اپنے باپ محمد باقر سے وہ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کفنائے ہوئے تھے، علیؓ آئے کہا خدا تیرے پر رحم کرے

[1] فی الصحیح ج ا ص۵۲۰ باب مناقب عمرؓ۔

صلے اللہ علیك ثم قال ما من الناس احد احب الی ان القی اللہ بما فی صحیفتہ من ھذا المسجی اخرجہ الحاکم۔

لوگوں میں کوئی ایسا انسان نہیں جس کے صحیفہ اعمال کے ساتھ میں خدا سے ملنا چاہوں سوائے تیرے۔ (حاکم)

واخرجہ محمد بن الحسن فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن ابی جعفر الباقر مرسلاً۔

محمد بن حسن نے بھی الآثار میں بروایت ابوحنیفہ یہ حدیث ابوجعفر الباقر سے مرسلاً روایت کی ہے۔

ومنہا حدیث ابن عمر قال وضع عمر بن الخطاب بین المنبر والقبر فجاء علی حتی قام بین یدی الصفوف فقال ھو ھذا ثلث مرات ثم قال رحمك اللہ علیك ما خلق اللہ احدا احب الی ان القاہ اللہ بصحیفتہ بعد صحیفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا المسجی ثوبہ اخرجہ احمد[1]۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں عمر بن خطابؓ کا جنازہ منبر اور قبر کے مابین رکھا گیا، علیؓ آیا، اور صفوں کے آگے کھڑا ہوا، اور تین بار کہا وہ یہی ہے، پھر کہا اللہ تعالیٰ تجھ پہ رحم کرے، اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے کو پیدا نہیں جس کے نامۂ اعمال کے صحیفہ کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کروں، اس کفنائے ہوئے شخص کے سوا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (احمد)

ومنہا حدیث ابی جحیفۃ قال کنت عند عمر و ھو مسجی ثوبہ وقد قضی نحبہ فکشف علی الثوب عن وجھہ ثم قال رحمۃ اللہ علیك اباحفص نواللہ ما بقی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احب الی

ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں میں عمرؓ کے پاس تھا، وہ فوت ہو چکے تھے، اور کفن میں مستور تھے، علیؓ نے چہرے پر سے کپڑا ہٹایا، اور کہا اے ابوحفص اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا، جس کے صحیفہ اعمال کے

[1] مسند جزء ۲ صفحہ ۸۸۹

ان القی اللہ بصحیفتہ منک۔ اخرجہ احمد۔

ساتھ میں خدا تعالیٰ سے ملاقات پسند کروں تیرے سوا۔ (احمد)

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت پر علیؓ کا ایک اور فرمان بوقت وفات

نیز امام حاکمؒ نے صعصعۃ بن صوحان کی روایت نقل کی ہے کہ جب ابن ملجم نے علیؓ کو مارا اور ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا۔

یا امیر المومنین استخلف علینا فقال ان یعلم اللہ فیکم خیرا یول علیکم خیارکم قال علی نعلم اللہ فینا خیرا فولی ابابکر۔ اخرجہ الحاکم

اے امیر المؤمنین آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں، فرمایا، اگر خدا تعالیٰ تم میں اچھائی پائے گا، تو تم میں سے افضل کو متولی بنائے گا، ہمارے اندر اچھائی پائی تو ابوبکرؓ کو اس نے متولی کیا تھا۔ (حاکم)

غرض یہ ہے کہ افضلیت شیخین پر حضرت علیؓ کے اقوال با سانید متواترہ ثابت ہیں۔ کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے، روافض ان اقوال کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں تقیہ کی تردید ہم پہلے کر آئے ہیں، مذکورہ مواقع پر تقیہ کا احتمال ہی نہیں پیدا ہو سکتا، اس لئے کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند کے استفسار پر فضیلت بیان کی، اس کے سامنے تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے، ابو جحیفہ کی حدیث میں وارد ہے کہ حضرت علیؓ نے افضلیت شیخین منبر کوفہ پہ بیان کی، علیؓ کوفہ میں مکل فتح کے بعد اور جنگ اہل بصرہ کے بعد گئے تھے، اس وقت کوفہ میں ان کا ہی غلبہ تھا، اور وہ وہاں نہایت طاقتور تھے، ابوبکر و عمرؓ کو فوت ہوئے امدت مدید گذر چکی تھی، تقیہ کس لئے کرتے، ابو جحیفہ ہی کی ایک دوسری روایت میں مذکور ہوا کہ حضرت علیؓ نے اپنے گھر میں یہ ارشاد فرمایا تھا، حیکہ ابو جحیفہ ان کا عقیدت مند تھا، اور علیؓ کے خلاف کسی طرح کی گفتگو سے وہ غمگین ہو جاتا تھا، اس کے سامنے تقیۃً ایسا فرمانے میں کیا تک ہے، اگر تقیہ کرتے یا کسر نفسی فرماتے تو معاویہؓ کے ساتھ مناقشہ کیوں کیا، اور کسر نفسی نہ کی، بلکہ اس

؎ رشد فی حسنۃ ابن ادرمی ۱۸۲۔ ۱۸۳، اعن شقیق عن علی رض

کے مقابلہ میں فرماتے ہیں:۔

انی عبد الله واخو رسول[1]	میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ کے رسول
الله وانا الصدیق الاکبر	کا بھائی۔ میں صدیق اکبر ہوں، میرے
لا یقولہا بعدی الاکاذب۔	بعد جو شخص یہ کہے گا، وہ جھوٹا ہوگا۔
صلیت قبل الناس	میں نے لوگوں سے سات سال
بسبع سنین۔	پہلے نماز پڑھی ہے۔

افضلیت شیخین بزبان عبداللہ بن مسعود رض | اس بارہ میں عبداللہ بن مسعود سے کافی اقوال منقول ہیں، فرماتے ہیں:۔

۶:۔ قال ابن[2] مسعود اجعلوا اماکم	ابن مسعود رض نے فرمایا تم اپنے میں
خیرکم فان رسول الله صلی	سے افضل کو امام بناؤ، رسول اللہ صلی
الله علیہ وسلم جعل امامنا	اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امام اپنے بعد افضل
خیرنا بعدہ وقال[3] لو وضع علم	کو ہی بنایا۔ اور فرمایا قبائل عرب کا علم
احیاء العرب فی کفۃ میزان	اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور
ووضع علم عمر فی کفۃ لرجح	عمر کا علم دوسرے پلڑے میں تو عمر رض کا
علم عمر ولقد کانوا انہ ذھب	علم بڑھ جائے۔ کہتے تھے کہ علم کے دس
بتسعۃ اعشار العلم ولمجلس	حصوں میں نو عمر رض لے گئے ۹/۱۰۔ وہ مجلس
کنت اجلسہ من عمر اوثق	جس میں عمر کے ساتھ بیٹھتا، میرے
عندی من عمل سنۃ۔	نزدیک عمل بالسنۃ سے زیادہ
	بہ وثوق ہوتی تھی۔

یہ اقوال امام ابو عمر ورر نے الاستیعاب میں درج فرماتے ہیں:۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۱۲ اس کی سند منکر ہے تفصیل پہلے مذکور ہوئی۔
[2] الاستیعاب ج ۲ ص ۲۴۲۔
[3] الاستیعاب ج ۲ ص ۴۵۶۔

۷ شانِ عمرؓ بزبان حذیفہؓ | حضرت حذیفہ صحابی فرماتے ہیں۔

كان علم الناس قد دس فی حجر عمر مع علم عمر (الاستیعاب لابن عمر) — سب لوگوں کا علم عمر کے علم میں سما چکا ہے۔

۸ شانِ عمر بزبان سعد بن ابی وقاص | سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:-

كان عمر ازهدنا فی الدنیا۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ۔ — عمرؓ ہم میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبت تھے۔

۹ اشعار حسانؓ بشانِ ابوبکرؓ | امام حاکمؒ حبیب بن ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کو فرمایا تم نے ابوبکر کے بارہ میں کوئی شعر کہے ہیں، سناؤ، حضرت حسان نے فرمایا ؎

۱- وثانی اثنین فی الغار وقد — غار میں وہ دوسرا تھا یقیناً

طاف العدو بہ اذ صاعد الجبلا — دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر اس کا احاطہ کیا

(۲) وکان حب رسول اللہ وقد علموا

من الخلائق لم یعدل بہ بدلا

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ سب جانتے ہیں کہ آپ نے مخلوق میں اس کا بدل کسی کو نہیں بنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مسکرا دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا رضامندی کی دلیل ہے، لہٰذا یہ روایت حکماً مرفوع ہے۔

نیز مجالد بن سعید کہتا ہے، شعبی سے پوچھا گیا سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا، شعبی نے جواب دیا کیا تم نے حضرت حسان کے شعر نہیں سنے، وہ فرماتے ہیں ؎

(۳) خیر البریۃ اتقاها واعدلها

بعد النبی واوفاها بما حملا

وہ مخلوق میں افضل سب سے زیادہ متقی اور انصاف والا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہ جلد ۲ ص ۲۵۶۔

کے بعد اور ذمہ داری کو سب سے زیادہ نباہنے والا۔"

(۴) الثانی التالی المحمود مشہدہ

واول الناس منہم صدق الرسلا

"دوسرا آپ سے متصل ان کا حضور قابل تعریف اور لوگوں میں سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والا۔"

ابو محجن ثقفی کا ابوبکرؓ کے حق میں ایک شعر ابو محجن ثقفی نے حضرت ابوبکر کی فضیلت میں اشعار کہے ہیں جو کہ الاستیعاب میں مذکور ہیں ایک شعر یہ ہے ؎

وسمیت صدیقا وکل مہاجر

سواک یسمی باسمہ غیر منکر

"آپ کا نام صدیق رکھا گیا جب کہ آپ کے سوا دوسرے مہاجرین اپنے ہی ناموں سے موسوم ہیں۔"

حضرت ابن عمرؓ اور سعید بن المسیب کے اقوال اوپر بیان ہو چکے ہیں۔

امام مسروقؒ فرماتے ہیں:۔

حب ابی بکر وعمر معرفۃ فضلہما من السنۃ اخرجہ ابو عمر و۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت اور ان کے فضل کا پہچاننا سنت ہے (الاستیعاب)

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:۔

من زعم ان علیا کان احق بالولایۃ منہما فقد خطأ ابابکر و عمر والمہاجرین والانصار رضی اللہ عنہم وما اراہ یرتفع مع ھذا عملہ الی السماء رواہ ابو داؤد۔[1]

جو شخص کہتا ہے کہ علیؓ ولایت میں ان دونوں سے زیادہ استحقاق رکھتے تھے، وہ ابوبکر و عمر اور مہاجرین وانصار کو خطا پر کہتا ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب پر راضی ہوا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایسے شخص کے عمل آسمان کی طرف پرواز نہ کریں گے

[1] السنن جلد ۲ ص ۶۳۶ باب فی التفضیل۔

ایک سوال ابو عمرو الاستیعابؒ میں فرماتے ہیں:۔

ذکر عبد الرزاق عن معمر قال لوان رجلا قال عمر افضل من ابی بکر ما عنفتہ وکذلک لو قال علی عندی افضل من ابی بکر لم اعنفہ اذا ذکر فضل الشیخین واحبہما واثنی علیہما بما ھما اھلہ فذکرت ذلک لوکیع فاعجبہ واشتہاہ وقال ابو عمرو اختلف السلف فی تفضیل ابی بکر و علی۔

عبد الرزاق معمر سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا اگر ایک شخص عمرؓ کو ابو بکر سے افضل کہتا ہے، میں اس کو نہ روکوں اسی طرح اگر وہ کہے علی ابو بکر سے افضل ہے، تو اسے کچھ نہ کہوں ہاں جبکہ وہ شیخینؓ کے فضل کا قائل ہو، ان سے محبت کرے، اور ان کی ان کے استحقاق کے قدر تعریف کرے، میں نے معمر کی یہ بات وکیع کو سنائی، تو انہوں نے اس پر تعجب کیا، اور اس کو پسند کیا، ابو عمرو فرماتے ہیں سلف میں ابو بکر و علی کی تفضیل میں اختلاف ملتا ہے۔

جواب اولاً یہ ہے کہ امام ابو عمروؒ نے معمرؒ کے مذکور قول کو ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے جبکہ آثار و احادیث مرفوعہ (جو کہ شیخینؓ کی علیؓ پر افضلیت پر دلالت کرتی ہے) ذکر کیں لہٰذا معمر کا قول ختم ہو گیا، نیز معمر کے اس قول سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ان کے مابین عدم تفضیل کا قائل ہے، ہو سکتا ہے اس کے ہاں تفضیل شیخین دلیل ظنی سے ثابت ہو، جیسا کہ امام باقلانی اور امام الحرمین کا نظریہ ہے معمرؒ نے دلیل قطعی پر عدم اطلاع کی وجہ سے لم اعنفہ کہا۔ یعنی اسے تعنیف نہ کروں۔

باقی رہا ابو عمرو کا یہ کہنا کہ "تفضیل ابی بکر و عمر اور علی میں سلف کا اختلاف ہے" امام ابو عمرو کے سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلفاء ثلاثہ کے بعد سب لوگوں پر افضلیت علیؓ ثابت کرنا چاہتے ہیں[1] اور یہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے۔

---

[1] جلد ۲ ص ۴۵۶ ۔ ۴۵۷ -

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ بعض سلف سے ایسے اقوال منقول ہیں، جو کہ صدیق رضؓ پر علی رضؓ کی تفضیل کے موہم ہیں، ہم ان اقوال کے ظاہر سے صرف نظر کریں گے، کیونکہ قوی ادلہ کا تقاضا ہے کہ شیخین افضل ہیں، ہاں ان مبہم اقوال سے یہ ضرور ثابت ہو جانے گا، کہ غیر خلفاء ثلاثہ پر علی رضؓ کو افضلیت حاصل ہے۔

ثانیا:۔ اس لیے کہ اجماع میں فقہا کا قول معتبر ہے، عوام کی باتیں نہیں، فقہاء صحابہؓ مثلاً ابو بکر و عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو عبیدۃ بن الجراح، طلحۃ، انس، ابوہریرۃ، جابر، حذیفہ، عائشہ، حسان بن ثابت، ابو جحیفہ، وغیرہ وغیرہ اور سعید بن المسیب، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبی، حسن بصری، ابراہیم النخعی، علی بن حسین، محمد باقر، جعفر صادق، عبدالخیر، ابو حنیفہ شافعی، مالک، احمد بن حنبل ایسے فقہاء امت کے مقابلہ میں کوئی غیر مجتہد ان کے خلاف بات کہے، اس سے اجماع نہیں ٹوٹے گا، اکثر اجماعی مسائل میں اختلاف اگر کبھی ہوا، جیسا کہ حد شرب خمر، جمع قرآن در مصاحف وغیرہ میں اختلافی اقوال پائے جاتے ہیں، حق ظاہر ہو جانے کے بعد ایسے اقوال مرجوح قرار پائے، اور اجماع منعقد ہو گیا۔

ثالثا:۔ جمہور کے نظریہ کے برعکس سلف میں سے افضلیت کے بارہ میں کسی کا قول ثابت ہو بھی جائے، اسے جزئی فضیلت پر محمول کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام مالکؒ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے حق میں فرمایا:۔

لانعدل ببضعۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احدا۔	ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ کے برابر کسی کو نہیں کرتے۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ فاطمہ رضؓ علی رضؓ سے بھی افضل ہیں، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اس قول کا محل بھی یہی جزئی فضیلت ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں عمر رضؓ کے قول کا یہ مطلب بنتا ہے، جس میں کوئی نزاع نہیں۔

لو ان رجلا قال عمر افضل من ابی بکر یعنی من وجہ لا اعنفہ	اگر کوئی شخص کسی خاص بات میں عمر کو ابو بکر سے افضل کہے، میں اس کو نہ روکوں گا

ولو ان رجلا قال علی افضل من ابی بکر من وجہ لا اعنفہ۔

اور اگر کسی خاص بات میں علی کو ابوبکر سے فضیلت ہے تو بھی تعنیف نہ کروں

افضلیت شیخین پر ایک عقلی دلیل

بنا فضیلت فضیلت ایک چیز کی دوسری پر کسی قدر مشترک صفت میں زیادتی کا نام ہے، اگر وصف مشترک کا اعتبار نہ کیا جائے، یا وہ صفت ایک میں زیادہ نہ ہو، فضیلت ثابت نہ ہو گی، کلی فضل کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اس صفت میں جس کا متکلم اکثر اوقات واحوال میں اعتنا کرتا ہے، دوسری چیز پر فائق ہو، لہٰذا عرف عام میں فضل کلی کا یہ مفہوم ہو گا کہ اکثر عقل مند اور اشرف انسان جس صفت کا اعتنا کرتے ہیں، وہ کس میں زیادہ ہے جسطرح الماس بلور پر کلی فضل رکھتا ہے کیونکہ عام عقل مند ان کی قیمت کے اعتبار سے ان کی فضیلت کا فیصلہ کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کسی جزوی بات میں بلور کو الماس پر زیادتی حاصل ہو۔ اسی طرح گھوڑا گائے سے بہتر ہے، اگرچہ کھیتی باڑی کے اعتبار سے گائے بہتر ہے، اشیاء میں فضیلت کا معیار پھر ہر طائفہ کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے، بادشاہوں کے نزدیک کلی فضل اسے حاصل ہے، جو بادشاہ کی ضروریات کے لئے رجال جمع کر سکے جنگی تدابیر سوچ سکے، اموال خراج کی وصولی کر سکے، سیاست مدن میں ماہر ہو، اور وہ امور جن کا تعلق ریاست کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً سخاوت، شجاعت حسن تدبیر، اصلاح امور عوام وفاء عہد۔ دانائی۔ مہارت وغیرہ وغیرہ زیادہ ہو۔

علماء کے ہاں فضل کا معیار کچھ اس طرح ہو گا۔ کہ ایک فرد عقل وفہم وحفظ ووسعت علم میں فائق ہو، تحریر وتقریر پہ قدرت کاملہ رکھے، لوہاروں کے اعتبار سے فضل یوں ہے کہ آلات حرب اور لوگوں کی ضروریات کی چیزیں عمدہ بنا سکے، اب کسی دوسری بات میں مفضول کو افضل سے برتری حاصل ہو بھی جائے مثلاً اسے علو نسب حاصل ہے، یا فصاحت زبان یا جسمانی جمال سے متصف ہے، تو اسے جزئی فضیلت کہا جائے گا، اس کے لئے فضل کلی کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔

اس تمہیدی بیان سے آپ جان چکے ہیں کہ ہر قوم کے اعتبار سے فضل کلی

مختلف ہے، ایک ملت جس کی طرف اللہ کا رسول علم وکتاب کے ساتھ مبعوث ہو چکا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس پیغمبر کی اتباع میں ہی سعادت حاصل ہوسکتی ہے، اور یہ رسول فضل وکمال کا میزان ہے اور تمام انسانوں اور فرشتوں سے اللہ کے قرب میں برتر ہے، اور قیامت کے دن اجر و ثواب میں سب پر فائق ہے اس ملت میں فضل کلی اس انسان کو حاصل ہوگا جو کہ صفات رسالت میں رسول کے ساتھ سب سے زیادہ تشابہ رکھتا ہے، اور اس کی سب سے زیادہ مدد کی، اس کے دین پھیلانے میں سب سے زیادہ تکالیف برداشت کیں، رسول اور اس کی امت کے درمیان ترویج علوم اور تربیت امت میں واسطہ بنا رہا جس کے اندر یہ صفات بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں، وہ افضل ہے، اور اگر کوئی دوسرا شخص کمال کی کسی ایک صفت میں مثلاً شرافت نسب میں یا حسن وجمال میں یا لحسن دلو‌‌دی میں یا بے رغبتی دنیا میں دوسروں سے زیادہ ہے اسے جزئی بات میں افضل کہا جائے گا، وہ فضل کلی کا مستحق نہیں ہے۔

لہٰذا پہلے رسالت کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات متعین کیجئے، اور وہ صفات بھی جو کہ اللہ کے نزدیک اقربیت کا سبب ہیں، اور کثرت ثواب کا باعث۔ تاکہ اس میزان پر افضل کا پتہ چل سکے۔

صفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم | جاننا چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ انسان راہ ہدایت معلوم کریں، معرفت حق انہیں حاصل ہو، دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے کاموں سے مکمل آگاہی پائیں، اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت وارادہ محتاج اسباب نہ ہے۔ اگر وہ چاہتا بلا واسطہ سب کو ہدایت دے دیتا ارشاد ہے:۔

ولو شئنا لآتینا کل نفس ھداھا۔ (الم السجدہ ۱۳)	اگر ہم چاہتے ہر نفس کو ہدایت دے دیتے۔

چونکہ عادۃ الٰہی یہ ہے کہ امور دنیا اس نے اسباب سے معلق فرما دیئے ہیں، لہٰذا ہدایت کے لئے اپنے رسل اور انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، اور انسانوں کی اپنی برادری اور انہیں کی جنس سے تاکہ تاثیر مکمل ترین ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ نے واسطہ رحمت اور جارحہ ید قدرت قرار دیا، ارشاد عالی ہے:۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ (الانبیاء ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہاں والوں پر رحم کرنے کے لئے۔

نیز ارشاد ہے:۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (الانفال ۱۷)

اور جب آپ نے تیر پھینکا آپ نے نہیں پھینکا، مگر ہم نے اسے پھینکا ہے۔

نیز فرمایا ہے:۔

ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم (الفتح ۱۰)

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور محبت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ ارشاد ہے:۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء ۸۰)

اور جو رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

نیز ارشاد ہے:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (آل عمران ۳۱)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا تمہیں محبوب بنا لے گا۔

آپ کے باطن کو طبع مستقیم پر پیدا فرمایا تاکہ فیوض الٰہی کے اخذ سے انحراف نہ کرے، اور مبداء فیاض سے علوم لدنی وتشریعی کماحقہٗ حاصل کرے، ارشاد ہے:۔

ما زاغ البصر وما طغی (النجم ۱۷)

نگاہ نہ ہٹی اور نہ آگے بڑھی۔

آپ کو عقل کامل اور قلب سلیم عطا فرمائی، تاکہ علوم و معارف میں خطا نہ کرے، ارشاد ہے:۔

ماکذب الفواد مارأی (النجم ۱۱) جو دیکھا دل نے غلط نہیں سمجھا۔

آپ کی عقل کو مطاوع علوم ربانی اور آپ کے نفس کو تابع عقل اور آپ کے جوارح کو تابع نفس بنایا۔ ارشاد ہے:۔

وانك لعلی خلق عظیم (القلم) یقیناً آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔

اللہ کی مہربانی و لطف آپ کے شامل حال ہوئی کہ فرشتہ کی وساطت سے اور براہ راست علوم حقہ آپ کی طرف نازل ہوئے، ارشاد ہے:۔

ووجدك ضالا فهدی (الضحی ۷) اور آپ کو ناواقف پایا پس ہدایت کی۔

مذکورۃ الصدر تمام صفات کا تعلق اعتدال و کمال سے ہے، اس طرح آپ کو قوت باطنی مؤثرہ سے سرفراز فرمایا۔ کہ آپ اس باطنی قوت کی بدولت اپنے مصاحبین کو اپنے رنگ میں لاتے ہیں، اور کج طبع لوگوں کو راہ راست پہ تاکہ وہ آپ سے کسب فیوض کریں زیغ و انحراف نہ کریں۔

آپ کے قلب میں قوت جذب پیدا فرمائی، تاکہ آپ انسانوں کو اپنی محبت سے سرشار فرمائیں، اور ان میں بہشت کی آرزو پیدا ہو جائے، تاکہ آپ کے اوامر و نواہی سے سرتابی نہ کریں، اسی تاثیر کا نتیجہ ہے کہ:۔

من راٰہ من بعید هابه و جو آپ کو دور سے دیکھتا رعب میں
من راٰہ من قریب احبه۔ آتا، اور قریب سے دیکھتا محبت کرتا ہے

آپ کی ہمت ادھر موڑ دی کہ احکام الہی اور علوم ربانی کو قوت قلب اور فصاحت زبان کے ساتھ براہ راست یا اپنے ساتھیوں کی معرفت خلق خدا تک پہنچائے اس راہ میں جہاد کی صعوبتیں اور دیگر تبلیغی تکالیف برداشت کیں۔

آپ کو مہاجرین وانصار میں سے ایسے ساتھی عطا فرمائے، جو کہ آپ کے جوارح کی مانند ثابت ہوئے، انہوں نے آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین کی آبیاری کی، اور کمال تک پہنچایا۔ ارشاد ہے :۔

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع۔ (الفتح ۲۹)	ایک کھیتی کی طرح وہ اپنا تنا نکالتی ہے، اسے طاقت دیتا ہے، اور وہ مضبوط ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے ساق پر کھڑا ہوتا ہے، اور کاشتکاروں کو پسند آتا ہے۔

اس نعمت واحسان کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔ (الانفال ۶۲)	اپنی امداد اور ایمان داروں کے ساتھ آپ کی تقویت کی ہے، ان کے دلوں کو باہم جوڑ دیا، اگر آپ زمین کی کل چیزیں خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں کو نہ جوڑ سکتے، مگر اللہ نے ان کو جوڑ دیا ہے۔

صفات ہدایت وتکمیل ہدایت کی طرف یہ صفات راجع ہیں۔

یہ صفات کمال وتکمیل تین وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت برامت کو ثابت کرتی ہیں۔

۱:۔ آپ کی طینت وسرشت ہی پاک پیدا فرمائی، اس میں صلاحیت عصیان مفقود تھی، بالفرض ہدایت ربانی ساتھ نہ بھی دیتی تو بھی حق سے اتنا زیادہ دور نہ ہوتے ارشاد ہے :۔

یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور (النور ۳۵)	قریب ہے کہ اس کا تیل چمک اٹھے چاہے آگ اس تک نہ پہنچے یہ تو روشنی پر روشنی ہے

اس معنیٰ کی طرف اس آیت میں ارشاد ہے۔

ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا۔ (بنی اسرائیل ۷۴)	اگر ہم آپ کو کلمۂ حق پر ثابت نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ کر دیتے، یعنی ہدایت ربانی کے بغیر بھی آپ بہت میلان نہ کرتے۔

۲۔ آپ کے ہاں فیوض الٰہی بلا واسطہ پہنچتے ہیں، اور دوسروں کو بالواسطہ لہٰذا آپ میں فیوض ربانی بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں، جس طرح کہ ایک زمین جو سورج کے سامنے ہے، زیادہ روشن اور منور ہوتی ہے، اس زمین سے جو دوسری زمین سے انعکاس لے رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا۔

ان[1] اعلمكم واتقكم بالله انا۔	تم میں زیادہ جاننے والا اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا میں ہی ہوں۔

۳۔ امت چونکہ آپ کی تربیت سے فیض یاب ہوئی، ان کے ہر طرح کے اعمال ایمان ہو، یا اخلاق یا افعال جوارح درحقیقت آپ کا عمل ہیں، لہٰذا جمیع امت کا ثواب آپ کے نامۂ اعمال میں داخل ہے۔

اور یہ اعمال آپ کے ذاتی اعمال سے بھی زیادہ بنتے ہیں، امت کو بھی پورا پورا بدلہ ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من[2] سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئا۔	جو ایک نیکی کو رواج دیتا ہے، اس کا ثواب اسے ملے گا، اور اتنا ثواب جتنا اس پر عمل کرنے والوں نے حاصل کیا، مگر ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ باب علمہ وشدۃ خشیتہ۔
[2] سنن ابن ماجہ ص ۱۸ باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ۔

آپ نے اوصاف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر لیئے اور میزان افضلیت سمجھ لیا، اس میزان پر افضلیت صحابہ دوسروں پر اور بعض اصحاب کی افضلیت بعض پر۔ اور شیخین کی افضلیت باقی صحابہ کرام رض پر دریافت کی جاسکتی ہے۔

صحابہ کرام رض باقی امت سے افضل ہیں صحابہ رض رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سب سے افضل ہیں، بچند وجوہ۔

۱:۔ فطری طور پر ان کی تخلیق نیکی پر ہے، اسی لئے خیر القرون قرار پائے، اس پاکی طینت کی طرف اس حدیث میں ارشاد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللہ اختار لی اصحابا واختار لی منہم اصہارا وانصارا۔ — اللہ تعالیٰ نے مجھے ساتھی انتخاب کر کے دیئے ہیں، اور ان میں میرے لئے سسر اور مددگار پسند فرمائے ہیں۔

۲:۔ دین کی ترویج اور خلق خدا کی ہدایت وراہ نمائی میں یہ ہستیاں اعضاء وآلات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئے گویا دولت رسالت میں شریک کار ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین، الآیۃ (الانفال ۶۲) — اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنی مدد اور ایمان داروں کے ساتھ آپ کی تقویت کی۔

نیز فرمایا:۔

حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (الانفال ۶۴) — آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کے متبع ایمان دار کافی ہیں۔

۳:۔ بلاواسطہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض حاصل ہے، اور آپ کی صحبت کی برکت سے تزکیہ قلب اور تصفیہ نفس وعناصر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہیں، لہٰذا یہ لوگ مطاع اور امام خلائق ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اصحابی[1] کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔ — میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔

اسی سبب سے کہ باطنی صلاح کے اعتبار سے آپ کے رنگ میں ہیں ایک صحیح حدیث میں آتا ہے ا۔

لو[2] ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔ — اگر تم میں سے کوئی احد اتنا سونا خرچ تو بھی صحابہ کے ایک مد[3] اور نصف کو نہ پہنچے۔

۴۔ صحابہ کرام امت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں لہٰذا امت کے جمیع اعمال صحابہ رض کے نامۂ اعمال میں داخل ہیں، امت کے ثواب میں کسی طرح کی کمی کے بغیر۔

اور ان کے اپنے ذاتی اعمال کا ثواب اتنا ہے کہ وہ ایک مد[3] جو خرچ کریں، تو احد پہاڑ کے مثل سونا کا ثواب پائیں۔

صحابہ کرام میں ایک دوسرے پر تفاضل | مذکورہ حقائق سے آپ نے جان لیا کہ دوسروں پر صحابہ کرام رض کو افضلیت مراتب حاصل ہے، اسی طرح جاننا چاہیئے کہ صحابہ رض میں بعض کو بعض پر برتری حاصل ہے، یہ بھی بچند وجہ ہے۔

۱۔ یہ تفاضل خلقۃً ان میں موجود ہے، اس حدیث میں شاید یہی ارشاد ہے۔

الناس[4] معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا۔ — لوگ کانوں کی مانند ہیں جس طرح سونا چاندی کی کانیں۔ جاہل دور میں جو اچھے تھے، اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ فقہ و دانش کے مالک ہوں۔

---

[1] رواہ رزین مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۴ باب مناقب الصحابۃ۔

[2] صحیح بخاری ج۱ ص۵۱۸ باب فضل ابی بکر رض صحیح مسلم ج۲ ص۳۱۰ باب تحریم سب الصحابۃ۔

[3] مد۔ صاع کا چوتھا حصہ ایک صاع دو سیر گیارہ چھٹانک کا ہوتا ہے۔

[4] صحیح مسلم جلد ۲ ص۳۰۷۔ باب خیار الناس۔

یہ تفاوت پندرہ مرتبہ تاثیر میں ظاہر ہوتا ہے، بشرط اجتماع اسباب وشرائط وکمال عقل وفراست جو کہ عام طور پر وحی کے مطابق ہو جائے، جیسا کہ حضرت عمرؓ میں ہے، اور بشرطیکہ بلا تردد وتوقف اور بلا طلب معجزہ حق قبول کرنے میں طبیعت کی سلامتی حاصل ہو، جس طرح کہ صدیق رضؓ میں ہے، یہ امور موجب افضلیت ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثرت صحبت (جس کی وجہ سے باطنی رنگینی حاصل ہوئی) جسے حاصل ہو اس کی برتری مسلم ہے۔

۳۔ دین کی امداد اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنی ہمت صرف کرنا جسے حاصل ہو۔

۴۔ اسباب وشرائط مجتمع ہو جائیں، اور حق تعالیٰ کی نصرت سے دین کی ترویج، اس کے ذریعہ وقوع پذیر ہو جائے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ قلعہ خیبر کی فتح کے لئے صحابہ کرامؓ نے پوری جدوجہد کی، مگر مقدر یہ تھا کہ یہ فتح حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ہو، اس صورت میں ہر ایک کو اپنی اپنی جدوجہد اور ہمت کے مطابق ثواب ملے گا، مگر فتح حضرت علیؓ کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوئی۔ واللہ یجعل فضلہ حیث شاء۔

صحابہ کرام کے تین طبقات باعتبار مناصرۃ اسلام یہ بھی جاننا چاہیئے کہ دین کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں صحابہ کرام کی خدمات مختلف ہیں بعض کو یہ دولت میسر ہوئی کہ اول بعثت سے انہوں نے ایمان قبول کر لیا، اور اپنے حوصلہ کے مطابق دین اسلام کی مدد کرتے رہے، ہجرت سے پہلے یا بعد غزوہ بدر یا احد وغیرہ میں وفات پائی، یا شہید ہوئے، اپنے عمل کے بقدر ان ہستیوں نے ثواب پایا۔

بعض کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی، بلکہ ایام رسالت کے آخر میں فتح مکہ سے کچھ پہلے یا بعد ازاں مشرف باسلام ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا آپ کے بعد جو مقدر تھا ان کے ذریعہ کاربائے خیر سرزد ہوئے، انہیں بھی اپنے عمل کے مطابق ثواب حاصل ہوا، مگر پہلا فریق سے ثواب میں افضل ہے کہ فریق اول نے اسلام کی خدمت کمزوری کے دنوں میں کی، بلکہ بعد والوں کے اعمال بھی پہلوں کے نامۂ اعمال

میں داخل ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک أعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ (الحدید۔۱۰)	تم میں یہ دو فریق برابر نہیں ہیں جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی کی، یہ فریق ان سے درجہ میں بڑا ہے جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا، اور لڑائی کی۔

پھر تفاضل صحابہ میں ادھر بھی نظر ڈالنی چاہیے کہ مشاہد ومغازی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوئے، ان میں کون کون لوگ شریک وحاضر تھے، مثلاً غزوہ بدر، احد، خندق، بیعۃ الرضوان اور جیش العسرۃ وغیرہ وغیرہ کہ ان میں حصہ لینے والوں کے فضائل ومناقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مصرح اور منصوص ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ابھی جزیرۃ العرب بھی کفار سے کلی طور پہ صاف وپاک نہ ہوا تھا، اور اسلام کا نیر پھیلاؤ بادشاہانِ فارس وروم وشام کو غضب ناک کر رہا تھا۔ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، اور بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے، اگر اس وقت حق تعالیٰ کی تائید ونصرت صحابہ کرام رض کی دست گیری نہ کرتی، نظام دین تباہ ہو جاتا، کیونکہ اس وقت مسلمان ہرقل وکسریٰ اور قیصر کے مقابلہ میں کوئی خاص حیثیت نہ رکھتے تھے۔

اس وقت حق تعالیٰ نے اپنے دین کے تحفظ کے لئے جس شخص کے نصیب میں یہ دولت بنائی وہ تائید دین کے لئے اٹھا۔ اور اس کے ہاتھ پر وہ کارہائے مقدرہ برآمد ہوئے، جس کے نتیجہ میں عرب وعجم میں اسلام پھیل گیا، اور حمایت بادشاہ کا محتاج نہ رہا بعض اصحاب رض کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تینوں اقسام کی مناصرۃ اور تائید سے مشرف فرمایا، جیسا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، کیونکہ انہوں نے ابتدا اسلام میں بھی خدمت سرانجام دی، وسط میں بھی تمام معرکوں میں حاضر رہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی وہ خدمات سرانجام دیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

صحابہ کرامؓ میں تفاضل ایک اور حیثیت سے

بعض اصحابؓ تنگ دست تھے، انہیں مالی عبادت میسر نہ ہوئی اور بعض کو مالی عبادات کا موقعہ ملا مگر بدنی عبادت میں کمی تھی، بعض نے بدنی عبادت کی بعض زاہد، عابد، ساجد اور متضعف فی الارض تھے، بعض نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تلواریں نکالیں بعض مشورہ دینے میں عمدہ رائے رکھتے تھے، کچھ اور صحابی محدث تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے حافظ اور راوی جیساکہ ابوہریرۃ بعض صحابہ کرام قراۃ قرآن میں ماہر تھے، جیساکہ ابی بن کعب بعض فقاہت میں مشہور تھے، جیساکہ ابن مسعود، عائشہ۔ مجاہدین فی سبیل اللہ قاعدین سے افضل ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ (النساء ۹۵)	ایمان داروں میں بیٹھ رہنے والے تکلیف والوں کی استثناء کرکے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔

علماء کے تینوں گروہ یعنی قراء، محدثین اور فقہاء زاہدوں سے بہتر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فضل[1] العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔	عالم کی عابد پر برتری ایسے ہے جیساکہ میری برتری تمہارے ادنیٰ پر۔

نیز فرمایا:۔

العلماء ورثۃ[2] الانبیاء فان الانبیاء مالم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم۔	علماء نبیوں کے وارث ہیں کہ انبیاء دینار درہم میراث میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔

نیز فرمایا:۔

انما[3] بعثت معلما۔	میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۸ باب فضل الفقہ علی العبادۃ۔
[2] ایضاً۔ [3] الدارمی مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۔

میں بعض اصحاب مذکورہ تمام اصناف عبادات میں آسمان کے ستارے ہیں، جیسا کہ خلفاء راشدین کہ عبادت مالی کرتے تھے، زہد و عبادت بدن میں بھی فائق ہیں، اور رائے و مشورہ کے مالک اور جہاد فی سبیل اللہ میں تلوار چلانے کے دھنی اور روایت قرآن و حدیث و فقہ کے حامل جیسا کہ آگے وضاحت سے بیان ہوگا۔

صحابہ کرام رض میں خلفاء راشدین افضل ہیں مذکورہ تمام حیثیتوں سے خلفاء راشدین کو جمیع صحابہ کرام رض پر افضلیت اور برتری حاصل ہے، اور اس حیثیت سے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں خلفاء اربعہ اور بالخصوص شیخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر تھے، کیونکہ قوۃ رائے، سابقیت فی الاسلام لوگوں میں وجاہت اور علو مرتبت انہیں حاصل تھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہی اصحاب آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

خلیفہ اپنے دور خلافت میں عام مسلمانوں کا مطاع ہوتا ہے، تمام اہل اسلام اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں، اس کے اشاروں پر چلتے ہیں اسی وجہ سے تابعین کے اعمال حسنہ خلیفہ کے نامۂ اعمال میں بھی داخل و شامل ہیں، اور اس کے اپنی ذاتی اعمال مزید برآں۔ اس جہت سے بھی خلفاء اربعہ تمام صحابہ رض پر افضل قرار پاتے ہیں۔

خلفاء اربعہ میں شیخین افضل و برتر ہیں۔ مذکورہ بیان سے شیخین رض کی جملہ صحابہ رض سے برتری ثابت ہو چکی ہے، یہ دونوں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں داماد عثمان و علی سے بھی افضل ہیں، اگرچہ اسبقیت اسلام میں ختنین رض کے شریک ہیں، مگر اس وقت علی رض چھوٹے تھے، اور واضح ہے کہ ایک بچہ اسلامی خدمات میں مرد سے کم ہی ہو سکتا ہے، ان کے پاس مال بھی نہ تھا۔ کہ راہِ خدا میں خرچ فرماتے، ابوبکر رض کے پاس مال کثیر تھا، اور تمام کا تمام راہِ خدا خرچ فرما دیا، غرضیکہ انہوں نے جان و مال پیش کر دیئے، جس دن حضرت عمر رض نے اسلام قبول فرمایا، اسی روز سے قوت دین کا مظاہرہ ہوا،

---

[1] حضرت عثمان رض بھی داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ حضرت رقیہ رض اور حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، نہج البلاغہ ص ۳۴۲ ج ۱ میں ہے حضرت علی رض نے فرمایا فلت من صہرہ مالم ینالا۔ اے عثمان تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے، جو ابوبکر رض و عمر رض کو حاصل نہیں ہے۔

اور مسلمان کھلم کھلا اسلامی احکام پر عمل کرنے لگے۔

حضرت عثمان رضؓ کے اسلام کے باعث بھی حضرت ابوبکر رضؓ صدیق تھے، گویا حضرت عثمان کا اسلام بھی صدیق اکبر کی ایک نیکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عثمانؓ و علیؓ سے عمدہ کارنامے وقوع پذیر ہوئے علیؓ نے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے، تو عثمان رضؓ سے اسلامی جیش کے خرچہ جات اور اسی طرح کی مالی عبادات میں کارہائے نمایاں سرزد ہوئے شیخینؓ کے کارناموں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان خوب روشنی ڈالتا ہے۔

انہ[1] لاغنیٰ لی عنہما انہما من الدین	میں ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا
بمنزلۃ الرأس من الجسد۔	یہ دونوں دین میں جسم کے سر کی مانند ہیں۔

چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام بھی ان سے مشورہ کئے بغیر نہ کرتے تھے، اس لئے تمام کاموں میں یہ دونوں شریک ثواب تھے۔ وزارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں منحصر تھی، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

وزیرای[2] من اهل الارض	زمین والوں میں میرے وزیر ابوبکرؓ
ابوبکرؓ و عمرؓ۔	و عمرؓ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی اولین نگہبانی اور مرتدین و کفار سے قتال ایسے اہم فرائض حضرت صدیقؓ نے ہی سرانجام دیئے، اور انہوں نے ہی عمر رضؓ کو خلیفہ منتخب فرمایا، ان کی نیکیاں بھی حضرت صدیق کے کھاتہ میں بھی داخل ہیں۔ حضرت عمر رضؓ کے ایام خلافت میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت، ترویج دین اور فتوحات اسلامیہ کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے، ان شاء اللہ حدیث شریف[3] میں آتا ہے۔

انما حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ	عمرؓ کی جمیع نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک
من حسنات ابی بکر۔	نیکی کی مانند ہیں۔

---

[1] المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۴ و جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۰۳ معناہ۔

[2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۷۱ ابواب مناقب ابی بکرؓ

[3] رزین دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۰ باب مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ

حضرت عمرؓ کے بعد چھ سال تک عثمانی خلافت صحیح طریق پر چلتی رہی، اور فتوحات جاری رہیں، اس کی وجہ بھی فاروق اعظم کی مستحکم پالیسیاں تھیں، اس دور کی جملہ خدمات اسلامی حضرت عمرؓ کے اعمال میں بھی داخل ہیں، ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی حد سے زیادہ بڑھے ہوئے حلم وحیا اور صلہ رحمی کی وجہ سے مروان اور دیگر بنی امیہ کو معاملات خلافت میں زیادہ عمل دخل ہو گیا جنہوں نے شیخین کی پالیسیاں ترک کردیں، جبکہ حضرت عثمان اس اجتہاد میں معذور رہتے، نتیجہ ان کی شہادت کی صورت میں نکلا۔

جب حضرت علیؓ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آئی اس وقت مسلمانوں کی باہمی منافقت کی وجہ سے حالات اتنا خراب ہو گئے تھے کہ جہاد و ترویج دین اور نشر علوم کلی طور پر موقوف ہو گئے، اس میں حضرت علیؓ معذور تھے، اگر انہیں فرصت ملتی تقویت دین کے لئے وہ کوئی کمی نہ کرتے، بہرحال فیصلہ حق تعالیٰ ایسے ہی تھا۔

یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں ان کے ذریعہ جو خدمات سرانجام پائیں، حضرت عثمان و علیؓ کے زمانہ میں ان کے ہاتھ سے ایسا نہ ہوا، لہٰذا شیخین ابتداء و وسط اور اپنے آخری دور میں مذکورہ دونوں بزرگوں پر فائق و سابق رہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم (الحدید ۲)	یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے، وہ عظیم فضل کا مالک ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں :-

يجعل الله الخير في من احب۔	اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں اچھائی بناتا ہے۔

صحابہؓ اور خلفاءؓ کی خدمات جلیلہ جن کا ہم نے ذکر کیا، روز روشن کی طرح عیاں ہیں، کسی صاحب حدیث پر مخفی نہیں۔

مآثر جمیلہ خلفاء اربعہؓ

مآثر جمیلہ ابوبکر صدیقؓ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ نے اسلام قبول فرمایا

اکثر علماء کا قول یہی ہے، بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؓ نے اسلام قبول کیا، مگر علیؓ نے اپنے والد ابو طالب کے خوف سے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا، ابو بکرؓ نے مسلمان ہوتے ہی اعلان کر دیا، اور اپنے گھر کے قریب مسجد بنالی، پہلا قول جمہور کا ہے اور دوسرا محمد بن کعب قرظی کا۔

محمد بن ابی بکر کے علاوہ ابو بکر صدیقؓ کے والد، والدہ، لڑکے، دختران، پوتا ابو عتیق اور نواسہ عبداللہ بن زبیر سب کو شرف صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے، جاہلی دور میں ابو بکرؓ قریش کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، لوگ ان کا خیال رکھتے، فطری پاکیزگی اور کمال عقل کے اقتضار سے بت کو کبھی سجدہ نہ کیا، جاہلیت میں انہوں نے اور عثمانؓ نے کبھی شراب نہ پی۔ یہ ان کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد لوگوں کو دین الٰہی کی دعوت شروع کر دی، آپ کی دعوت سے حضرت عثمانؓ، زبیر بن العوامؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور طلحہؓ مسلمان ہوئے، یہ سب اپنے اپنے قبائل کے سردار اور رئیس تھے۔

اس گروہ کے مسلمان ہونے سے قریش کی شوکت کو دھچکا لگا، یہ ابو بکرؓ کے ہاتھ اسلام کی بہت بڑی خدمت تھی۔

ابو بکرؓ جب مسلمان ہوئے، مال دار تھے، چالیس ہزار درہم ان کے گھر میں موجود تھا، تمام کا تمام راہ خدا و رسول صرف فرما دیا، قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر آمادہ ہوئے، تو خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کر دیا، چنانچہ صحیح بخاری[1] میں ہے عقبہ بن ابی معیط نے آپ کو نماز میں دیکھا، آپ کے گلے مبارک میں چادر ڈال دی، اور گلا گھونٹ دیا، ابو بکرؓ نے اسے جھٹکا دیا اور فرمایا۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینٰت۔ (المؤمن ۲۸)	کیا تم ایک انسان کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح نشانیاں لایا۔

[1] صلاک ج ۲ کتاب التفسیر سورۃ المؤمن نیز باب فضل ابی بکر جلد ۱ صد ۵۱۹۔

امام ابوعمرو[1] الاستیعاب میں لکھتے ہیں۔
مشرکین مسجد حرام میں بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذکرہ ہو رہا تھا کہ آپ ایک خدا کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اتفاقاً آپ بھی اُدھر آ گئے، مشرکین نے آپ کو گھیر لیا، اور کہا تم ہمارے خداؤں کو بُرا کہتے ہو، آپ نے فرمایا واقعی میں تمہارے بتوں کی تردید کرتا ہوں۔ کفار نے آپ کو پکڑ لیا، ابوبکرؓ کو پتہ ہوا مسجد میں آئے، اور فرمایا۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ (المومن ۲۸)	کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح نشانیاں لایا ہے۔

مشرکین نے آپ کو چھوڑ دیا، اور ابوبکرؓ کو پکڑ لیا، اور بہت مارا جب ابوبکرؓ ان سے رہائی پا کر گھر آئے، تو حالت یہ تھی سر کے جس حصہ پر ہاتھ رکھتے بال ہاتھ کے ساتھ گر جاتے، صدیق اعظم نے فرمایا:

تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔	اے جلال واکرام کے صاحب آپ برکت والے ہیں۔

غرض اینکہ صدیق اکبرؓ نے غربت اسلام کے وقت میں اپنے جان و مال کو اتنا بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نثار کیا کہ آپ نے فرمایا:

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر رواہ ابو عمرو[2]۔	مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکرؓ کے مال نے

نیز فرمایا[3]

مالاحد عندنا ید الا قد	ہمارے پر کسی کا احسان نہیں ہے،

---

[1] ص ۲۳۹ تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابی بکر الصدیق۔
[2] الاستیعاب مع الاصابہ ج ۲ ص ۲۳۵۔
[3] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹ باب مناقب ابی بکرؓ۔

کافیناہ ما خلا ابا بکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ۔

مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے ابوبکرؓ کے سوا اس کے احسانوں کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے عطا کریں گے۔

نیز فرمایا:۔

ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکرؓ اخرجہ البخاری[2]

اپنی دوستی اور مال میں ہم پر ابوبکرؓ کے سب سے زیادہ احسان ہیں۔

نیز فرمایا:۔

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابوبکر اخرجہ[3] الترمذی،

مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکرؓ کے مال نے۔

ابتداء اسلام سے لے کر تا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ آپ سے جدا نہ ہوئے، سفر میں حضر میں ہمیشہ ساتھ رہا کئے۔

الا یہ کہ آپ نے صدیق اکبر کو حج کے لئے یا کسی غزوہ میں بھیجا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے، روزانہ صبح وشام ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے جملہ مغازی اور لڑائیوں میں آپ کا معاون اور ساتھی رہا احد کے دن اور حنین کے روز جبکہ عام لشکری بھاگ گئے تھے، صدیق اکبرؓ نہ بھاگے اور ثابت قدم رہے، جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلا توقف صدیقؓ نے قبول کیا، اور امنا وصدقنا کہا، چنانچہ آپ کے دعویٰ نبوت پر کسی معجزہ کے طلب کئے بغیر ایمان لائے تھے، واقعہ معراج سن کر کسی قسم کا استبعاد نہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

دعوا لی صاحبی فانکم قلتم کذبت وقال صدقت

میری وجہ سے میرے ساتھی کو چھوڑ دو تم نے جب کہا تھا تو غلط کہتا ہے تو اس نے کہا تھا

---

[1] ج ۱ صفحہ ۵۱۶ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر من کتاب المناقب۔

[2] جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ باب مناقب ابی بکرؓ۔

[3] الاستیعاب صفحہ ۳۳۴ نیز اس کا مفہوم صحیح بخاری میں ہے جلد ۱ صفحہ ۵۱۶ باب لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر من کتاب المناقب۔

اے رسول آپ سچ کہتے ہیں۔

آپ کا لقب صدیق مشہور ہوا، مذکورہ حقائق ابو بکرؓ کی پاکی طینت اور بلندی فطرت کی دلیل ہیں، گویا کہ وہ باطنی طور پر۔

ماکذب الفؤاد مارأی (النجم ۱۱) — دل نے جو دیکھا غلط نہیں سمجھا۔

کے نمونہ تھے، صدیق اکبرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی بیوی بچے مکہ میں چھوڑے، اور یہ مقام حاصل کیا۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار (التوبہ ۴۰) — غار میں تھے تو وہ دوسرا تھا۔

غزوۂ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عریش کے قریب نگہبانی کی، جنگ بدر میں ابو بکر و میکائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھے، اور علیؓ و اسرافیل بائیں طرف۔[1]

ابو بکرؓ کو سارا قرآن حفظ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو بکر کی وفات تک سارا قرآن ایک جگہ جمع نہ تھا، یہ بات غلط ہے، یا اس کی تاویل کر دینی چاہیئے، کہ ایک مصحف میں ان کے پاس جمع نہ تھا۔

علم و فقاہت میں یہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ احد کے دن ابو سفیان[2] نے مسلمانوں کی فوج کا پتہ لگانے کی کوشش کی، اس موقعہ پر تین اشخاص کے نام صراحت سے زبان پر لایا، گویا اسے ان تینوں سے ہی اندیشہ تھا، ابن اسحاق وغیرہ فرماتے ہیں۔

لم یسال عن ھذہ الثلثۃ الا لعلمہ وعلم قومہ ان قیام الاسلام بھم۔ — اس نے تین اشخاص کا اسلئے پوچھا کہ یہ اور اس قوم کو معلوم تھا کہ اسلام کا قیام انہیں تینوں کی بدولت ہے۔

<u>ایک سوال</u> ابو سفیان نے جب پوچھا کیا تم میں محمد ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیکھئے المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۳ اس کے برعکس ابن خلدون میں ہے وعدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصفوف ورجع الی العریش ومعہ ابوبکر وحدہ یعنی عریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکیلے ابو بکرؓ تھے، انتہیٰ مسند بزار ص ۲۱۲ میں ہے حضرت علی نے اعتراف کیا کہ ابو بکرؓ تھے۔

[2] صخر بن حرب الاموی والد معاویہ فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا۔

نے فرمایا تم اسے جواب نہ دو، جیساکہ بخاری میں ہے، اس کے باوجود عمر نے کیوں کہا، کذبت یاعدو اللہ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے۔

جواب حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کا جواب دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جواب دینے سے منع فرمایا تھا، تیسری بار جواب دینے کی اجازت دی گئی، حاکم اور طبرانی روایت کرتے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا۔

یارسول اللہ الا اجیبہ — یارسول اللہ میں اسے جواب نہ
قال بلی۔ — دوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔

صحیح بخاری[1] میں ہے ابوسفیان نے تین بار کہا۔

افی القوم ابن ابی قحافۃ — کیا مسلمان قوم میں ابوبکر ابن ابی قحافہ
افی القوم ابن الخطاب۔ — موجود ہے، کیا خطاب کا بیٹا موجود ہے،

کسی نے جواب نہ دیا تو ابوسفیان نے کہا یہ سب لوگ قتل ہو گئے، حضرت عمرؓ ضبط نہ کر سکے، اور فرمایا:۔

کذبت یاعدو اللہ ابقی — اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے
اللہ لک ما یخزیک۔ — تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ باقی رکھا ہے۔

غزوہ خندق میں ایک جانب کی حفاظت کی ذمہ داری ابوبکرؓ کے ہاتھ تھی، اس جگہ مسجد صدیق آج تک موجود ہے۔

صلح حدیبیہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخول مکہ اور طواف بیت اللہ کا وعدہ فرما چکے تھے، صلح کی وجہ سے ایک سال کی تاخیر ہو گئی، لوگ اس بارے میں مشکل میں پڑ گئے، اور صلح سے تنگ دل ہوئے، مگر ابوبکرؓ کسی اشکال میں نہ پڑے، اور کہا:۔

انہ[2] رسول اللہ ولیس یعصی ربہ — آپ اللہ کے رسول ہیں، خداوند کی

---

[1] باب غزوہ احد ج ۲ صفحہ ۵۷۹ نیز ج ۱ صفحہ ۴۲۶ باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب من کتاب الجہاد۔
[2] صحیح البخاری ج ۱ صفحہ ۳۸۰ باب الشروط فی الجہاد من کتاب الشروط۔

وهو ناصره وانه ما وعدك ان تاتيه العام فانك اتيه ومطوف به۔ | نافرمانی نہیں کرتے، اللہ آپ کا ناصر و مددگار ہے، اللہ نے یہ وعدہ نہیں کہا کہ اسی سال مکہ جائیں گے، واقعی آپ ضرور جائیں گے اور طواف بھی کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا ہے، حضرت کی مراد و منشا ابوبکر کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا، انہوں نے سمجھ لیا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد ہے، اور رونے لگے۔

سریہ بنی فزارہ میں آپ کو امیر فوج بنایا گیا، ۹ھ میں آپ کو امیر الحج مقرر کیا گیا، اور مرض الموت میں امامت نماز آپ کے سپرد کر دی گئی، کسی اور کی امامت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ابوبکرؓ کو اتنا غم و اندوہ لاحق ہوا کہ دو سال چند ماہ زندہ رہ سکے، زندگی بے لذت بن گئی، اور روز بروز نحیف و لاغر ہوتے گئے۔ آخر اسی غم میں وفات پائی۔ رواہ الحاکم عن ابی عمر۔

اس غم و اندوہ کے باوجود خطبہ ارشاد فرمایا، اور لوگوں کو تسلی دی،

جمیع صحابہؓ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل سمجھتے تھے، اسی لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ابوبکرؓ نے اسی حالت میں حضرت اسامہ کا لشکر روانہ فرمایا مرتدین کے ساتھ لڑائی کے لئے اٹھے، اور مسیلمہ کذاب اور مرتدین ختم کر دیئے گئے، اور بعض پھر مسلمان ہو گئے، حالانکہ صحابہ اس وقت توقف قتال کو قرین مصلحت سمجھتے تھے، ابوبکرؓ نے اس رائے کو رد کیا، بالآخر جمیع صحابہؓ نے صدیق اکبرؓ کی رائے کو صائب اور درست قرار دیا۔

جنگ یمامہ میں بیشتر قراء قرآن شہید ہو گئے تھے، ابوبکر نے مناسب سمجھا کہ قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کر لیا جائے۔ پہلے اس رائے کو ایک نیا خیال قرار دیا گیا۔ آخر

لہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر من کتاب المناقب۔

ابوبکرؓ کی رائے کو درست اور صحیح قرار دیا گیا، اور قرآن پاک ایک مصحف میں جمع[1] کیا، اور قرأت کے بعض اختلافات ختم ہو گئے، اور تحریف کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

جہاد کے لئے آپ نے عراق و شام کی طرف لشکر روانہ کئے، یہ علاقے خلافت صدیق میں ہی فتح ہو گئے تھے۔

ان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ ان کی خلافت کے بارہ میں کوئی بھی اختلاف رونما نہ ہوا، اور کبار صحابہ کرام کا آپ کے نظم و نسق میں مددگار ہونا تائید ایزدی ہی ہے۔

چنانچہ ابو عبیدہ بن جراح آپ کے صاحب شرطہ تھے، پھر انہیں لشکر شام کا امیر بنا دیا گیا، عثمان بن عفان اور زید بن ثابت آپ کے کاتب[2] تھے، عمر بن الخطابؓ نائب اور قاضی تھے، خالد بن الولید لشکر عراق کے امیر۔

ان کے مناقب میں آخری فضیلت یہ تھی کہ اپنی وفات کے وقت کسی رشتہ دار کو خلافت سپرد نہ کی (بلکہ مسلمانوں میں سے اس کے اہل) عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنایا۔

وراثت میں کوئی جائیداد نہ چھوڑی، ان کی وفات[3] پر مدینہ سوگوار ہو گیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سوگوار ہوا تھا، علیؓ روتے ہوئے اور انا للہ پڑھتے ہوئے آئے، اور کہا آج خلافت نبوۃ منقطع ہو گئی۔ آپ کی بہت مدح و ستائش کی اور کہا:-

احسنت الخلافة حین	جب لوگ پھر گئے، آپ نے
ارتد الناس وقمت بالامر مالم	خلافت کو درست کیا، دین کی اقامت
یقم به خلیفة نبی نهضت	اتنا فرمائی کہ کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں
حین وهن اصحابك وبرزت	کی۔ آپ کے ساتھی سست ہو گئے، مگر آپ میدان
حین استکانوا وقویت حین	میں ڈٹ گئے، کمزوری دکھانے لگے تو
ضعفوا ولزمت منهاج رسول	آپ نے قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا

[1] حضرت علیؓ فرماتے ہیں رحم اللہ ابا بکر اول من جمع ما بین اللوحین اللہ ابوبکر علیہ رحمت کرے، اس نے قرآن کو سب سے پہلے جمع کیا۔
[2] آج کی اصطلاح سیکرٹری۔ [3] حضرت علیؓ کا وفات ابی بکرؓ پر یہ ارشاد مسند بزار ۱۸۴/۱ ص ۸۳ پر منقول مذکور ہے

الله صلى الله عليه وسلم اذ كنت خليفته حقا كذا فى نهج البلاغة۔	اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کو قابو پکڑا، اس لئے کہ آپ ان کے سچے خلیفہ تھے۔

حضرت علیؓ کے اس قول سے جو کہ نہج البلاغۃ میں موجود ہے، امامیہ انکار نہیں کر سکتے کہ یہ ان کے نزدیک اصح ترین کتاب ہے، اور یہ قول مذکورہ مآثر و فضائل کا مصدق ہے۔

خلاصۃ المرام ذکر کردہ فضائل و مناقب سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ افضلیت کی جمیع حیثیتوں کے اعتبار سے ابوبکرؓ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے ہیں، اس بارہ میں کوئی آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔

پاکیزگی طینت، کمال صفا باطن۔ قوۃ عقل و فراست، کثرت صحبت بلکہ از اول تا آخر دوام صحبت، اپنی تمام قوت نصرت دین میں صرف کرنا۔ تائید الٰہی سے اسباب و شرائط کا مجتمع ہوتے رہنا دین کے اہم کام آپ کے ذریعہ ہونا آپ کے ہاتھ پر ابتداء اسلام سے تا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدنی اور مالی عبادات کی توفیق پانا۔ علم قراۃ و فقاہت میں کمال یہ ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوئیں، اسی وجہ سے امام شافعی نے فرمایا ہے، کہ اس وقت لوگ ان کے ہاتھ پہ بیعت کرنے پر مجبور تھے کیونکہ آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی انسان نہ پاتے تھے۔

ابوبکرؓ کے ارشادات طیبہ سے ہے:۔

العجز عن درك الادراك ادراك۔	ادراک تک پہنچنے سے قاصر رہنا بھی ادراک ہے۔

نیز فرمایا:۔

من ذاق خالص حب الله شغله ذلك عن طلب الدنيا۔	جس نے حب الٰہ کا مزہ چکھا وہ طلب دنیا سے بے نیاز ہو گیا۔

مآثر جمیلہ حضرت عمرؓ بن الخطاب

عمرؓ بن الخطاب سے پہلے انتالیس یا چوالیس یا پنتالیس مرد اسلام قبول کر چکے تھے

بعثت کے ۶ تک آپ سے پہلے مسلمان اپنے گھروں میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے، ان کے اسلام کے بعد یہ صورت حال نہ رہی گویا اسی سال سے ابتداء اسلام ہوئی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں :-

صلیتُ قبل الناس بسبع سنین۔ — میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے بعد کافی لوگ اسلام قبول کرنے لگے، اور ایک سال کے اندر اندر مکمل طور پر شیوع ہو چکا۔ حضرت علیؓ نے یہی سات سال مراد لیے ہیں۔

عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان علانیہ نماز پڑھنے لگے۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایہاالنبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین (التوبۃ ۶۴) — اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اللہ اور آپ کے متبع ایمان دار کافی ہیں،

اسی وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہے، امام طبرانی حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں :-

کان اسلام عمر فتحا وکانت هجرته نصرا وامامته رحمة ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی الی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتلهم حتی ترکونا فصلینا۔ — عمرؓ کا اسلام قبول کرنا فتح تھا ان کی ہجرت نصرت اور ان کی امامت رحمت ہم نے ایسا وقت بھی دیکھا کہ بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے کفار سے لڑ پڑے، اور پھر وہ ایک طرف ہو گئے، اور ہم نے نماز پڑھی۔

امام بخاریؒ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں :-

ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر۔ — جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا ہم بڑھتے ہی رہے۔

ابن عساکر علی مرتضیٰ سے روایت کرتا ہے :-

وہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن الخطاب کے سوا کسی کو نہ دیکھا کہ علانیہ ہجرت کی ہو،

له صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ مناقب عمرؓ، الاستیعاب ج ۲ ص ۴۵۶ ۔

عمرؓ بن الخطاب نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تلوار گردن میں ڈالی تیر کمان ہاتھ میں لئے، اور کعبہ میں آئے اشراف قریش وہاں موجود تھے، سات بار طواف بیت اللہ کیا، مقام ابراہیم کے پاس دوگانہ ادا کیا، اور حلقہ کفار کے پاس آکر کہا، اور ایک ایک کا نام لیکر کہا جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے روئے اس کے بچے یتیم ہو جائیں اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، اسے چاہیئے کہ میرے سامنے ہو، میدان میں کوئی شخص نہ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے بیشتر ہی مدینہ پہنچ گئے ان کے ساتھ بیس اشخاص از صحابہ کرام بھی تھے۔

عمر بن الخطاب جمیع مشاہد و غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، احد اور حنین کے دن صحیح قول یہی ہے کہ ثابت قدم رہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں صفا باطن اور عقل سلیم اس قدر عطا کی تھی کہ بیس مواقع سے زیادہ ان کی رائے کے مطابق آیات قرآن نازل ہوئیں۔

ابن مردویہ مجاہد سے نقل کرتا ہے کہ جو بات عمرؓ عقل سے کہتے تھے، اس کے موافق قرآن نازل ہوتا، طبرانی اور حاکم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں، اگر عمر کا علم ایک ترازو میں ہو اور جملہ اہل عرب کا علم دوسرے میں تو عمرؓ کا پلڑا ہی بھاری رہے گا۔

بدر کے قیدیوں کے بارہ میں عمرؓ کی رائے ان کے قتل کرنے کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے کے مطابق فدیہ قبول فرمالیا، حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔

لولا کتاب من اللہ سبق	اگر اللہ کا پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا
لمسکم فیما اخذتم عذاب	ہوتا تو تمہارے اس کئے پہ عذاب
عظیم۔ (التوبۃ ۶۸)	عظیم تمہیں پہنچ جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب آتا تو عمرؓ کے سوا کوئی نہ بچتا، کمال ذکا۔ بلندی فطرت اور پاکیزگی طینت اتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:-

لقد[1] کان فیما قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر۔

تم سے پہلے لوگوں میں مسلم تھے اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمرؓ بن الخطاب ہے۔

علیؓ نے فرمایا:-

ماکنا[2] نبعد ان السکینۃ ینطلق علی لسان عمر۔

ہم بعید نہ سمجھتے تھے کہ عمر کی زبان پر سکینت جاری ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان[3] اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق بنایا ہے۔

تحفظ خداوندی ایسا حاصل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ما[4] لقیك الشیطان سالکا فجا قط الا سلك فجا غیر فجك۔

شیطان جس گلی میں چلتا تیرے سامنے ہو جائے، وہ دوسری گلی میں مڑ جاتا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ کمال عشق ومحبت سے حواس باختہ ہو گئے ابو بکرؓ نے تسلی دی ہوش میں آئے اور خلافت صدیق میں سعی بلیغ فرمائی۔

صدیق رضؓ کے ایام خلافت میں آپ کے نائب تھے، اور مشیر اور قاضی۔

جمع مصحف میں صدیقؓ کے ساتھ تھے، البتہ[5] اس عظیم کام کی تکمیل حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی جب خلافت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ آئی تو خلافت کا عظیم الشان کام ایسے طور پر سرانجام دیا کہ زمانہ اس کی مثل پیش کرنے سے قاصر ہے اگر انبیاء علیہم السلام اور صدیق اکبرؓ کے دور کو اس تقابل سے مستثنیٰ تصور کیا جائے، ان کے اہم کارنامے دو شعبوں میں منقسم ہو سکتے ہیں، ترویج علوم شریعت اور فتح بلاد و نصرت ملت۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۱ -
[2] الاستیعاب مع الاصابۃ ج ۲ ص ۴۵۶ . البیہقی فی دلائل النبوۃ بحوالہ مشکوٰۃ ۵۵۷ ۔
[3] الاستیعاب ج ۲ ص ۴۵۴ من حدیث ابن عمرؓ جامع ترمذی جلد ۲ فضائل عمرؓ -
[4] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۲۰ باب مناقب عمرؓ -
[5] حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے قرآن پاک جمع فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے نسخے تحریر فرما کر شائع کئے۔

حضرت عمرؓ کی علمی خدمات دین و شریعت کو معاشرہ میں رواج دینے کے سلسلہ میں کتاب و سنت و اجماع اور قیاس سے ادلہ کو ترتیب دی، آپ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے، ابن مسعود فرماتے ہیں، اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص عمر ہیں۔ اس کے باوجود جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا، صحابہ کرامؓ کو جمع کرتے، اور باہمی مشورے اور بحث و مباحثہ کے بعد کسی ایک فیصلہ پر اتفاق اور اجماع ہو جاتا، اکثر اجماعی مسائل حضرت فاروقؓ کی سعی سے مجمع علیہ ہوئے، جس مسئلہ میں اس وقت اختلاف رفع نہ ہو سکا اس میں آج تک اختلاف باقی ہے، الا ماشاء اللہ۔

ہر شہر میں قرآن پاک اور حدیث پڑھانے والے معلم مقرر کئے، تاکہ لوگ علم کتاب و سنت حاصل کریں۔

الاستیعاب میں حسن بصری سے مروی ہے، عبداللہ بن معقل ان دس معلموں میں سے ایک تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے ہماری طرف بھیجا تھا۔ امام دارمیؒ ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو موسیٰ بصرہ میں آئے تو کہا مجھے حضرت عمرؓ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکھاؤں۔

حضرت عمرؓ اپنے خطبہ میں مسائل دین بیان کیا کرتے تھے، حدیث انما الاعمال بالنیات جو کہ تمام دین کی بنیاد و اساس ہے، حضرت عمرؓ سے یہ حدیث دو سو سے زائد اشخاص روایت کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے یہ حدیث دوران خطبہ ارشاد فرمائی تھی، خطبہ میں لوگوں کو علماء کی نشان دہی کرتے، چنانچہ ایک دفعہ فرمایا[1] جو شخص قرآن کے معانی پوچھنا چاہتا ہے، وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، جو شخص حلال و حرام کے مسائل دریافت کرنا چاہتا ہے، وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے، اور جو شخص علم فرائض کی تحقیق چاہتا ہے، وہ زید بن ثابت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرے، اور جو شخص مال لینا چاہے، وہ میرے پاس آجائے کہ مسلمانوں کے

---

[1] المستدرک ج ۳ ص ۲۷۱ مناقب معاذ بن جبل۔

خزائن میرے سپرد ہیں۔ رواہ الحاکم۔
امام دارمیؒ روایت کرتے ہیں:۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا: "علم کتابوں میں محفوظ کرلو" گویا حضرت عمرؓ نے کتب دین کی تالیف و تصنیف کا حکم صادر فرمایا۔[1]
فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف متوجہ رہے، امام دارمیؒ تمیم داری سے روایت کرتے ہیں، عمرؓ کے زمانہ میں لوگ عمارات میں تطاول کرنے لگے تو فرمایا۔[2]

یا معشر العرب الارض انہ لا اسلام الا بجماعۃ۔ ولا جماعۃ الا بامارۃ ولا امارۃ الا بطاعۃ فمن سودہ قومہ علی الفقہ کان حیوۃ لہ ولھم ومن سودہ قومہ علی غیر فقہ کان ھلاکا لہ ولھم۔	اے عرب قوم زمین ہے، جماعت کے بغیر اسلام نہیں، اور امارت کے بغیر جماعت نہیں، اور اطاعت کے بنا امیر نہیں سوچ سمجھ کر جس کو اس کی قوم نے اپنا قائد چنا، وہ اپنے اور اپنی قوم کی حیات کا باعث بنا، اور بغیر سوچے سمجھے جس کو سردار بنایا گیا، وہ اپنے لئے، اور قوم کے لئے تباہی کا موجب ہوگا۔

شیخین کے اکثر خطوط جو امراء اور عمال کی طرف لکھتے ان میں اکثر امر بالمعروف نہی عن المنکر کی تلقین ہوتی۔ حفظ حدود و نماز کا حکم دیا جاتا، اور زکوٰۃ کی تفاصیل کا بیان ہوتا۔ اگر اس کی پوری تفصیل احاطہ تحریر میں لائی جائے، تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔
شیخ ولی اللہ قدس سرہٗ نے عبادات و معاملات پر مشتمل حضرت عمرؓ کے فتاوی لکھے ہیں، وہ بجائے خود ایک مستقل کتاب بن گئے۔
فتح بلاد میں حضرت عمرؓ کی خدمات جلیلہ: عمرؓ کی خدمات جلیلہ جن کا تعلق فتوحات بلاد سے ہے اظہر من الشمس ہیں، اور احاطہ حصر سے باہر۔
عربوں میں بادشاہی اور فوج کشی نہ تھی، سپاہیانہ رسوم سے بھی ناواقف تھے،

---
[1] سنن ج ۱ ص ۱۲۷ [2] سنن ج ۱ ص ۶۹

ان کے خیال میں بھی نہ آسکتا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے ساتھ مقابلہ آرائی کریں گے، فاروق اعظم نے فوجی ڈسپلن قائم کی لشکر بنائے قیصر و کسریٰ کی ہیبت اور رعب جو لوگوں کے سینے میں تھی اس کو دور کیا، آپ کے بعد خلفاء نے جہاد کیا یا علاقے فتح کئے، وہ فاروقی قائم کردہ بنیادوں پر ہی ہو سکے۔ اس کا ثواب بھی عمر کے نامہ اعمال میں داخل ہے۔

امام سیوطی فرماتا ہے، "عمر نے ہجری سن لکھنے کا رواج ڈالا۔ بیت المال مقرر کیا، دفتر لکھے، لشکریوں کے وظائف مقرر کئے، مصر سے مدینہ میں غلہ کی درآمد کی، حدود و تعزیرات قائم کرنے کے لئے درہ استعمال کیا، ہجوگوئی کو قابل سزا جرم قرار دیا، وغیرہ وغیرہ"

سختی و نرمی کا استعمال ایسے عمدہ طریق سے کیا شاید ہی لقمان کر سکا ہو۔ عثمان بن عفان رض فرماتے ہیں:۔

هل استطيع ان اكون مثل لقمان الحكيم۔	کیا میں لقمان حکیم کی مانند ہو سکتا ہوں؟

علی رض فرماتے ہیں:۔

لدرة عمر اهيب من سيفكم۔	عمر رض کے دُرّہ کی ہیبت تمہاری تلوار سے زیادہ تھی۔

اس نفسیاتی قوت کا یہ اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی طرح ان کی خلافت میں کوئی شخص ان کے احکام سے انکار نہ کر سکا اور کسی نے بھی ان کی خلافت میں اختلاف نہ کیا۔

کسریٰ و قیصر کو تہس نہس کر دیا گویا تمام علاقے انہیں کے ہاتھ پر فتح ہوئے ہرمز بادشاہ رہوانہ حضرت عمر رض کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، آپ نے کفار کے ساتھ جہاد کے بارہ میں اس کا مشورہ طلب کیا کہ کیسے کیا جائے، ہرمز نے کہا۔ تمام عالم ایک

لہ الاستیعاب ج ۲ صفحہ ۴۵۲ میں بھی اس کے قریب قریب معلومات موجود ہیں۔

پرندہ کی مانند ہے، اس کا سر عراق ملک کسریٰ ہے اور دو بازو فارس اور روم ہیں، ایک پاؤں ترکستان اور دوسرا مغرب و فرنگستان اگر تو سر کو توڑ دے گا، پرندہ مرجائیگا ایک بازو یا دونوں ایک پاؤں یا دونوں پاؤں توڑنے سے کام نہ بنے گا۔ اسی لئے سب سے پہلے عمرؓ نے کسریٰ کے ساتھ جہاد کیا، اور بالآخر عراق و شام عمرؓ کے معاونین کے ہاتھوں فتح ہو گئے، حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر توابع ولواحق سمیت فتح ہوئے، دمشق، بعلبک۔ حمص۔ انطاکیہ، اہواز، موصل، طوس، تستر، مصر، آذربیجان، نہاوند، دینور، ہمدان، طرابلس، جرجان، حلب، اصفہان، کوفہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

چار ہزار مساجد تعمیر کرائیں، اور چار ہزار کنیسے ویران ہو گئے، ایک ہزار نو صد منبر خطبہ کے لئے رکھے، سواد عراق پر جزیہ اور خراج ڈالا۔ مسلمانوں میں مراتب کے اندازے سے عطایا تقسیم کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں پر خصوصی نظر شفقت کی، اپنے قرابت داروں پر اتنا نہ تھی خود کو بیت المال میں ایک فرد کی حیثیت میں رکھا۔ حق تعالیٰ نے ان کی تائید و تقویت فرمائی، اور بہترین انسان ان کے کاموں میں تعاون کے لئے مہیا فرمائے، عبدالرحمٰن بن خلف خزاعی اور زید بن ثابت ان کے کاتب تھے، اور زید بن ارقم داروغہ بیت المال تھے۔

آخر عمر میں حج سے فارغ ہو کر آرہے تھے، میدان مکہ میں اپنی چادر زمین پر ڈالی پیٹھ زمین پر رکھی، اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، اور فرمایا:۔

اللھم کبرت سنی و ضعفت قوتی و انتشر رعیتی فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط۔	اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری طاقت کمزور ہو گئی، شوق میں انتشار ہو چکا۔ مجھے بحفاظت اپنے پاس بلا لے۔

؎ المستدرک جلد ۳ ص۹۱ واقعہ شہادۃ عمرؓ۔

ماہِ ذوالحجہ کے آخر میں مدینہ پہنچے اور خطبہ ارشاد[1] فرمایا :۔

ایہا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض وترکتکم علی الواضحۃ الاان تضلوا بالناس یمینا وشمالا وضرب باحدی یدیہ علی الاخری۔

اے لوگو! میں نے تمہارے نیکی کی راہیں متعین کیں، کچھ امور لازمی قرار دیئے، اور میں تمہیں واضح اور روشن حالت پہ چھوڑ رہا ہوں الایہ کہ تم خود دائیں بائیں مڑ جاؤ۔

ماہِ ذوالحجہ ختم ہونے سے پہلے شہید ہو گئے، رواہ مالک عن سعید بن المسیب امام احمد نے معدان بن ابی طلحہ سے روایت کیا، حضرت عمرؓ نے آخری عمر میں خطبہ جمعہ پڑھا۔ اس خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کا ذکر کیا، اور اپنی موت کا بھی ذکر کیا۔ اور خلافت چھ اشخاص کے شوریٰ پر متعین کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان افراد سے تا وفات مبارک راضی رہے تھے، پھر فرمایا :۔

انی قد علمت ان قوما سیطعنون فی ھذا الامر انا ضربتہم بیدی علی الاسلام فان فعلوا فاولئک اعداء اللہ الکفرۃ الضلال۔

میں جانتا ہوں کچھ لوگ اس معاملہ میں طعن کریں گے۔ جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے مارا ہے۔ اگر وہ ایسا کریں تو سمجھنا یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں، اور گم کردہ راہ کافر۔

کلالہ[2] کا ذکر بھی کیا، اور پھر فرمایا :۔

اللھم انی اشھدک علی امراء الامصار فانما بعثتہم لیعلمون الناس دینہم وسنۃ نبیہم صلی اللہ علیہ وسلم و یقسموا

اے اللہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے شہروں کے امراء کو اس لئے مقرر کیا کہ وہ اپنے دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پرچار

---

[1] المستدرک ج ۳ ص ۹۲۔
[2] کلالہ جس کے وارثوں میں نہ اولاد ہو نہ باپ۔

فیہم فیئہم ویعدلوا علیہم ویرفعوا الی ما اشکل علیہم من امرہم۔

کریں، اور مسلمانوں میں مالِ فیٔ تقسیم کریں، اور ان میں انصاف قائم کریں، اور جو بات ان پر مشکل ہو تو میری طرف مراجعت کریں۔

بدھ کے روز ۲۶ ذوالحجہ کو ابولؤلؤ جو کہ مغیرۃ بن شعبہ کا ایک غلام تھا کے ہاتھ زخمی ہوئے، اور تین دن بعد وفات پائی، اور یکم محرم ۲۴ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں مدفون ہوئے، رحمہ اللہ ورحمۃ واسعۃ۔ آپ کے زرین اقوال میں سے ہے۔

ایاکم ومؤاخاۃ الاحمق فانہ ربما اراد ان ینفعک فیضرک۔

بے وقوف کی دوستی سے بچو وہ تجھے نفع پہنچانا چاہیگا، مگر نقصان کر بیٹھے گا۔

ان کے زخمی ہونے کے بعد وفات سے قبل ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:۔

ابشر بالجنۃ یا امیر المؤمنین اسلمت حین کفر الناس وجاھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خذلہ الناس وقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنک راض ولم یختلف فی خلافتک اثنان وقتلت شہیدا۔

اے امیر المؤمنین آپ بہشت کی خوشخبری حاصل کریں۔ جب لوگوں نے کفر کیا، آپ مسلمان ہوئے، جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ گئے، آپ نے مدد کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ پر راضی تھے، اور آپ کی خلافت میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا، اور آپ شہید مقتول ہیں۔

ان کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے غبطہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

---

[1] المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۹۲۔

[2] المستدرک للحاکم ج ۳ صفحہ ۹۲ اس کا مفہوم دیکھئے صحیح البخاری ج ۱ صفحہ ۵۲۰ مناقب عمر رضی اللہ عنہ۔

ما من الناس احد احب الی ان القی اللہ بما فی صحیفتہ من ھذا المسجی	لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کے اعمال کو لے کر میں اللہ سے ملنا چاہوں سوا اس ڈھانپے ہوئے شخص کے۔

مذکورۃ الصدر مآثر و مناقب سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ بعد ابوبکر کے مناصرت دین میں اور پاکیزگی طینت، کمال عقل و علم میں اور اس کے ہاتھوں دین کے عظیم الشان کاموں کے صدور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغ رسالت میں اٰلہ کار ہونے میں عمرؓ کی مثل کوئی اور شخص نہیں ہے۔

شیخین کے بعد افضل عثمانؓ ہیں شیخین کے بعد سب سے افضل عثمانؓ بن عفان ہیں، اور ان کے بعد علی بن ابی طالب۔

سفیان ثوری کہتا ہے، عثمانؓ سے علیؓ افضل ہیں، وہ کہتا ہے اس لئے کہ مناقب علیؓ میں جتنا احادیث جید السند وارد ہوئیں کسی دوسرے صحابی کے مناقب میں اتنا احادیث مروی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رح عسقلانی فرماتے ہیں، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بہت اختلافات برپا ہو گئے، ایک جماعت نے ان کے خلاف خروج کیا، اور بغاوت کی اور لڑائیاں لڑیں۔ اور برسر منبر ان کی بدگوئی کی۔

انہی کے زمانہ میں فرقہ خوارج نے ظہور کیا جو کہ علیؓ کے ساتھ انتہائی بغض رکھتے تھے، اور تکفیر کرتے تھے اہل سنت نے خارجیوں کے مذہب و نظریہ کے باطل ثابت کرنے، اور بنی امیہ کو الزام دینے کے لئے علیؓ کے مناقب پھیلانے میں سعی بلیغ کی۔ ورنہ تمام خلفاء راشدین کے حق میں احادیث مناقب برابر مروی ہیں۔ پھر اعتبار کثرت احادیث مناقب کا نہیں کیا جاتا، افضلیت کے لئے تو بنا افضلیت کو دیکھا جاتا ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ کے ہاں کثرت ثواب کا استحقاق کسے حاصل ہے۔ یہ بات عقل سے نہیں جانی جا سکتی ہے۔

صفات کمال میں سے بعض صفات کے اختصاص سے (مثلاً حلم وحیا کا اختصاص عثمان کے ساتھ اور ذکاوذہن وعلم وشجاعت کا علی کے ساتھ) علی الاطلاق فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ ابو حنیفہ رہ افضلیت ختنین کے بارہ میں توقف کرتے ہیں، اور مالک رح کا پہلا قول یہی ہے، مگر امام شافعی رح، احمد بن حنبل رح، مالک رح (آخری قول)، ابو الحسن رح اشعری اور جمہور اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ علی رض سے عثمان رض افضل ہیں۔ ان کا استدلال سنت اور اجماع سے ہے۔

اثبات افضلیت عثمان رض بر علی رض حدیث و اجماع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رأیت قبیل الفجر کانی اعطیت المقالید والموازین اما المقالید فھذہ المفاتیح واما الموازین فھذہ التی تزنون بھا دوضعت فی کفۃ ووضعت امتی فی کفۃ فرجحت بھم ثم جیٔ بابی بکر فوضع فی کفۃ ووضعت امتی فی کفۃ فرجح بھم ثم جیٔ بعثمان فوضع فی کفۃ ووضعت امتی فی کفۃ فرجح بھم ثم رفعت الموازین۔

میں نے صبح سے پہلے دیکھا گویا مجھے مقالید اور موازین دی گئی، مقالید یہ کنجیاں ہیں، اور موازین ترازو جس سے تم تولتے ہو، میں ایک پلڑے میں رکھا گیا، اور میری امت دوسرے پلڑے میں، میں بھاری ہوگیا، پھر ابو بکر لایا گیا، ایک پلڑے میں وہ اور دوسرے میں میری امت۔ ابو بکر رض بھاری ہوگیا پھر[1] عثمان لائے گئے۔ وہ ایک ترازو میں اور میری امت دوسری میں، عثمان سب پر بھاری ہوگئے، اور ترازو اٹھالی گئی

رواہ احمد والطبرانی عن ابن عمر وابن قانع وابن مندۃ عن اعرابی یقال لہ الجسر محاربی ورواہ ابن عدی عن ابن عباس وعن ابن عمر وابی امامۃ الباھلی نحوہ

احمد اور طبرانی نے یہ حدیث ابن عمر سے، ابن قانع اور ابن مندۃ نے ایک اعرابی معروف بہ الجسر محاربی سے روایت کی، ابن عدی ابن عباس، ابن عمر اور ابو امامہ سے روایت کرتا ہے۔

[1] حضرت عمر رض کا ذکر اصل نسخہ سے کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے۔

والطبرانی عن معاذ بن جبل نحوه وعن اسامة بن شریك مثله۔

طبرانی نے معاذ بن جبل سے اور اسامہ بن شریک سے اسی طرح روایت کیا ہے[1]

اس حدیث کے بعض طریق حسن ہیں، اور بعض ضعیف، مگر کثرت طرق سے حدیث درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے، نیز جن احادیث میں عثمانؓ و علیؓ کا ایک جگہ ذکر ہوا ہے، عثمانؓ کا تذکرہ علیؓ سے مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدھم فی امر اللہ عمر و اصدقھم حیاء عثمان واقضاھم علی رواہ ابو یعلیٰ عن انس۔

میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابو بکرؓ ہے، اللہ کے دین میں سخت عمرؓ ہے اور حیا میں پختہ عثمانؓ ہے، اور قضا کا ماہر علیؓ ہے، (ابو یعلیٰ بروایت انس)

اس قسم کی کافی روایات موجود ہیں :۔

اجماع سے بدو وجہ استدلال کیا گیا ہے۔

اولاً:۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان اخرجہ البخاری[2]۔ وفی روایۃ کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانفاضل

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تفضیل دیتے تو پہلا درجہ ابو بکر کا ہوتا، پھر عمرؓ کا پھر عثمانؓ کا (صحیح بخاری) ایک روایت میں ہے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابو بکرؓ کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے، پھر عمر پھر عثمان اور بقیہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفاضل

---

[1] جمع الفوائد ج ۲ صفحہ ۲۳۵۔ ص ۲۵۱ باب فضائل الصحابہ۔
[2] فی صحیح ج ۱ ص ۵۱۶ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کتاب المناقب۔

بیناہد۔ نہ کرتے۔

ثانیا، حضرت عمرؓ نے خلافت کو چھ اشخاص میں شوریٰ بنایا، مگر دو اشخاص کے لئے یہ تخصیص وصیت فرمائی، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعد بن ابی وقاص مشورہ کے لئے جمع ہوئے، زبیرؓ نے کہا میں اپنا استحقاق علیؓ کے سپرد کرتا ہوں سعد نے کہا میں عبدالرحمٰنؓ کے سپرد کرتا ہوں، طلحہؓ نے کہا میں عثمانؓ کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں، عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا میں خلافت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم دونوں میں سے جو چاہے اسے مقرر کردوں۔ میں خدا و اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ افضل کو خلافت کے لئے اختیار کرو، عثمانؓ و علیؓ دونوں خاموش رہے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا یہ کام تم میرے سپرد کردو، خدا گواہ میں افضل کے انتخاب میں کمی نہ کروں گا، دونوں نے بات قبول کرلی، گویا پانچوں اشخاص نے اپنے اپنے اختیارات عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سپرد کردیئے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ تین دن رات صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہے، چوتھے دن مذکورۃ الصدر چھ بزرگ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے، مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے جو افراد اس وقت مدینہ میں موجود تھے، انہیں جمع کیا، تمام امرائے لشکر کو جو موجود تھے جمع کیا، تمام لوگوں کے جمع ہونے کے بعد تمام خدا اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فرمایا:۔

امابعد:۔ اے علیؓ میں نے جمیع صحابہ سے مشورہ کیا ہے ان میں کوئی بھی عثمان کے ہم پلہ کسی کو نہیں جانتا، یعنی عثمانؓ کو سب سے افضل جانتے ہیں، للہذا آپ اس بارہ میں ناخوش نہ ہوں، اور عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی، اور کہا میں تجھ سے احکام خدا و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر دو خلیفہ کے طریق کار پہ کاربند رہنے پر بیعت کرتا ہوں۔"

لہ حضرت عمرؓ کا امر خلافت کو چھ اشخاص کو سپرد کرنا، اور پھر حضرت عثمانؓ کے لئے متفقہ فیصلہ کیلئے دیکھئے صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۴ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان من کتاب المناقب۔

عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد علیؓ نے بیعت کی، علیؓ کے بعد مہاجرینؓ انصارؓ امراء اجناد اور تمام مسلمانوں نے بیعت کرلی، امام سیوطی فرماتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے سب سے پہلے علیحدگی میں حضرت عثمانؓ سے مشورہ کیا اور کہا، اگر تیرے ساتھ بیعت نہ کروں یا کروں، مجھے مشورہ دو، عثمانؓ نے علیؓ کے ساتھ پھر علی کے ساتھ، پھر علیؓ سے پوچھا، اگر تیرے ساتھ بیعت نہ کروں یا کروں، مشورہ دو، علیؓ نے کہا عثمانؓ کے ساتھ، پھر سعدؓ سے مشورہ پوچھا سعدؓ نے بھی عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے کہا، بعدازاں اعیان صحابہؓ سے مشورہ کیا اکثر کی رائے حضرت عثمانؓ کے لئے تھی، اس کے بعد تین رات دن، مشورہ کرتے رہے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جمیع مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا میں انہیں پاتا ہوں کہ وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں قرار دیتے، اس پر کسی نے رد و قدح نہ کی، لہٰذا افضلیت عثمان پر اجماع منعقد ہوگیا[1]۔

ایک سوال:۔ اگر کوئی کہے علیؓ نے عثمانؓ کی افضلیت پر مناقشہ فرمایا ہے، کہا:۔

انشدکم باللہ ھل احد	میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں
فیکم آخی رسول اللہ صلی اللہ	کہ کیا تم میں میرے سوا ایسا موجود ہے
علیہ وسلم بینہ وبینہ ادا آخی	کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں

[1] عبدالرحمٰن بن عوف کا بیعت عثمان کے لئے فیصلہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۵ میں بھی مذکور ہے۔

[2] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، واما حدیث المؤاخاۃ فباطل موضوع فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یؤاخ احدا ولا آخی بین المہاجرین بعضہم من بعض ولا بین الانصار بعضہم من بعض ولکن آخی بین المہاجرین والانصار کما آخی بین سعد بن الربیع وعبدالرحمٰن بن عوف وآخی بین سلمان وابی الدردا کما ثبت ذلک فی الصحیح مؤاخاۃ کی روایت (جو رافضی نے بیان کی ہے) باطل اور موضوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ساتھ مؤاخاۃ نہیں کی، اور نہ ہی یہ مؤاخاۃ مہاجرین کی آپس میں تھی، اور نہ انصار میں۔ بلکہ مہاجرین کے افراد کو انصاری افراد کا اخ بنایا تھا، جیسا کہ سعد بن الربیع اور عبدالرحمٰن بن عوف کے مابین اور سلمان وابو الدرداء کے مابین جیسا کہ الصحیح میں ثابت ہے، (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۱۹۔) البتہ جامع ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مؤاخات کسی کے ساتھ نہیں ہوئی، آپ نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے، دیکھئے جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔

بین المسلمین عیری قالواالا	میں مواخات فرمائی، تو اس کے اور اپنے مابین آپ نے مواخات فرمائی ہو لوگوں کے تھیں

لہٰذا علیؓ کی افضلیت پر اجماع منعقد ہوا۔

جواب علیؓ نے اس بارہ میں مناقشہ کیا، اور عثمانؓ پر اپنی افضلیت پر دلیل میں مواخاۃ کو پیش کیا، مگر یہ استدلال ضعیف ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام میں مواخاۃ باہمی نرم روی ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت پر مبنی تھی نہ کہ فضائل و علم میں مماثلت پر اس کی بنا تھی، کئی ایک انصاریوں کی قریشیوں کے ساتھ مواخاۃ ہوئی بعض موالی خالص عربی النسل کے اخ قرار دیئے گئے، اور فاضل کو مفضول کا اخ بنایا، جیسا کہ دفتر مواخاۃ از سیرۃ ابن اسحٰق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ایک غیر عربی اور ایک عربی کا مزاج ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہو جبکہ دو عربیوں کا ایسے نہ ہو، اسی طرح دو ہمسایوں کے درمیان مواخاۃ بہتر تھی، جبکہ دونوں فضیلت میں متفاوت تھے، ان دو میں مواخاۃ نہ بنائی، جو کہ فضیلت میں تو برابر تھے، مگر ان کا گھر دور دور تھا لہٰذا مواخاۃ دلیل فضیلت نہیں ہے۔

صحابہ کرام مواخاۃ کی تفصیلات جاننے کے باوجود حضرت عثمانؓ کو علیؓ پر فضیلت دیتے ہیں، علیؓ نے بھی اپنی رائے سے رجوع کر لیا، اور دوسرے صحابہ کرام کی رائے کو، درست قرار دے کر عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، لہٰذا عثمانؓ کی افضلیت پر اجماع منعقد ہوا۔

نیز ترتیب خلافت سے بھی ہم ترتیب افضلیت ثابت کرتے ہیں، اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من استعمل رجلا من عصابۃ وفی تلک العصابۃ من ھو ارضی للہ منہ فقد	جو شخص کسی کو ایک جماعت پر عامل مقرر کرتا ہے، اور اس جماعت میں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ

خان الله وخان رسوله وخان المؤمنین اخرجه[1] الحاکم من حدیث ابن عباس۔

پسند یدہ موجود ہے، اس نے اللہ اور رسول اور ایمان داروں کی خیانت کی۔ (حاکم بروایت ابن عباس)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من ولی من امر المسلمین شیئا فامرہ علیہم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ الله لایقبل الله منہ صرفا ولاعدلا حتی یدخلہ جہنم۔
اخرجه[2] الحاکم من حدیث ابی بکر الصدیق۔

جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا متولی ہوا، اور ان پر کسی کو داستحقاق کے بغیر بطور عطیہ کے امیر بنادیا اس پر اللہ کی لعنت اس کی فرضی اور نفلی عبادات قبول نہ ہوں گی، اللہ تعا اسے جہنم رسید کرے گا۔ (حاکم بروایت ابی بکر صدیق)

ان احادیث سے معلوم ہوا اگر افضل کے ہوتے مفضول کو خلیفہ بنادیا گیا، گو اس کی خلافت صحیح ہے، جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے، مگر خلیفہ بنانے والا گنہگار اور خائن ہوگا۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔

لایجتمع[3] امتی علی الضلالۃ

میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی

اہل اجماع کا معصیت کے کام پر اجماع کرنا محال ہے، لہٰذا ترتیب خلافت سے جو کہ باجماع ثابت ہوئی، افضلیت کی دلیل لینا متحقق ہوا، کما لایخفی۔

خلافت وافضلیت خلفاء ثلاثہ بہ قبول علی رض از کتب امامیہ

امامیہ کو خاموش کرانے کے لئے ایک الزامی استدلال پیش کرتے ہیں، امامیہ

---

[1] المستدرک ج ۴ ص ۹۲۔
[2] المستدرک ج ۴ ص ۹۳۔
[3] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۹ باب فی لزوم الجماعۃ۔

اپنی کتب میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہؓ کو ایک مکتوب لکھا، جس میں تحریر تھا۔

اما بعد:۔ فان بیعتی یا معاویۃ لزمتك وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ علیٰ ما بایعوھم فلم یکن للشاھد ان یختار الحدیث وتد مرمن قبل۔ (نہج البلاغۃ[1])۔

اما بعد۔ اے معاویہ تجھے میری بیعت لازم ہوگئی، اور تو شام میں ہے، اس لئے کہ میرے ساتھ ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر وعمر وعثمان سے بیعت کی تھی، اور انہیں شرطوں پر جوان سے لیں تھیں۔ (نہج البلاغۃ)

خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت علیؓ سے پہلے ہو چکی تھی، امامیہ کے مسلمہ قول کی بنا پر (کہ فاضل کے ہوتے مفضول کی امامت صحیح نہیں ہے اور نہ مساوی کی امامت بلکہ افضل کی امامت واجب ہے) خلفاء ثلاثہ کی افضلیت علیؓ پر ثابت ہو جاتی ہے، وہو المقصود۔

ایک سوال اگر خلافت افضلیت کی دلیل ہے تو معاویہؓ کو حسنؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ وغیرہ سے افضل ماننا پڑے گا حالانکہ ایسے نہ ہے۔

جواب حدیث[2] مرفوع میں ہے:۔

الخلافۃ ثلاثون سنۃ ثم یکون ملك عضوض۔

خلافت تیس سال تک ہے اس کے بعد جابرانہ ملوکیت ہوگی۔

اس حدیث کی رو سے خلافت نبوۃ حسنؓ پر اختتام پذیر ہوئی، اس سے حسنؓ کی افضلیت اپنے اہل زمان سے ثابت ہو جاتی ہے، نہ کہ ان اشخاص

---

[1] نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸۔
[2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۵-۵۶ باب ما جاء فی الخلافۃ ابواب الفتن۔

کی افضلیت جو کہ حسنؓ کے بعد امیر ہوئے۔

فرق یہ ہوگا کہ اہل اجماع افضل کے ہوتے ہوئے اپنے اختیار سے مفضول کو خلیفہ بنائیں تو گنہگار ہوں گے مگر فتنہ کے اندیشہ کی صورت میں اولوالامر کی اطاعت لازم ہے، اس میں کوئی گناہ نہ ہے (ان الضرورات تبیح المحذورات۔ خلافت معاویہ پر اجماع دفع فتنہ کے طور پر ہوا نہ کہ علما اہل حل وعقد کے اجتہاد سے جبکہ علما اہل حل وعقد کے اجتہاد سے پانچ اشخاص کی خلافت منعقد ہوئی۔ خلفا اربعہ اور حسنؓ۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لینے کے بعد فرمایا:۔

ان معاویۃ نازعنی حقا ھو لی دونہ فنظرت اصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ وقد کنتم بایعتم لی علی انکم تسالمون من سالمت وتحاربون من حاربت فرأیت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وقد بایعتہ ورأیت ان حقن الدماء خیر من سفکہا ولم ارد بذلک الا اصلاحکم وبقاءکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ واللہ اعلم

معاویہؓ نے میرے ایک حق کے لئے جھگڑا کیا ہے، میں نے امت کی اصلاح اور فتنہ ختم کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے، تم میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے کہ جس سے صلح کروں تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے لڑوں تم بھی لڑو گے، میں نے معاویہؓ سے صلح اور جنگ ختم کرنے کو مناسب جانا ہے، میں بیعت کر چکا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت بہانے سے بہتر ہے، اس سے میرا ارادہ تمہاری اصلاح اور تمہاری زندگی ہے۔

ل‍ے یہ خطبہ شریف مرتضیٰ اور صاحب فصول دونوں نے روایت کیا دتحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث۔ مترجم ص۳۱۱ اس خطبہ کا مفہوم المستدرک الحاکم ج ۳ ص ۱۷۳، ۵۰۱، مندرجہ خطبات حسنؓ میں بھی آگیا ہے۔ الروضۃ من الکافی ص۳۳۰ میں ہے ابو جعفرؒ کا قول ہے جو حسنؓ نے کیا امت مسلمہ کیلئے بہتر تھا۔ انتہی اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۶ میں ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میرا بیٹا حسن اسکے ذریعہ

یہ تمہاری آزمائش ہے، اور ایک وقت
تک زندگی بسر کرنا۔

خلفاء ثلاثہ کے بعد جمیع صحابہؓ سے علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں، مناقب علی پر وال احادیث پہلے مذکور ہو چکی ہیں، حضرت عمرؓ نے جمیع صحابہ میں سے چھ اشخاص کو انتخاب کیا، اور چھ میں سے دو شخص منتخب کئے گئے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی عثمانؓ و علیؓ کے سوا کسی اور کو اس کام کے اہل نہ سمجھا۔ اب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں داماد عثمان و علی کے فضائل بیان کرتے ہیں۔

مآثر جمیلہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے، ابوبکر، علی اور زید بن حارثہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے آپ نے اسلام قبول کیا، انتہی۔ اسلام لانے پر ان کے چچا حکم بن عاص نے انہیں باندھ دیا، کہ نیا دین ترک کر دے، عثمانؓ نے کہا:

واللہ لا ادعہ ابدا ولا افارقہ۔ — خدا کی قسم میں اسے نہیں چھوڑوں گا، اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔

حکم نے دیکھا کہ یہ اپنے عقیدہ میں پختہ ہے، تو چھوڑ دیا، اپنی اہلیہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پہلے حبشہ کو ہجرت کی، اور پھر مدینہ کی طرف۔ جمیع مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ غزوہ بدر میں رقیہ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، اجر و غنیمت میں اہل بدر کی طرح انہیں بھی حصہ ملا۔ اسی وجہ سے آپ بدری صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ۲ھ ایام بدر میں رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئیں، تو

[۱۵] انظر صحیح البخاری ج ۱، ص ۵۲۳ مناقب عثمان۔

رسالتمآب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ام کلثوم اپنی دوسری لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا ۔ ۹ھ میں ام کلثوم بھی فوت ہو گئیں ۔

بیعت رضوان کے وقت عثمانؓ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام رسانی کے لئے گئے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے عثمان کے لئے بیعت کی، جنگ احد میں پیچھے ہٹنے کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

ولقد عفا عنکم (آل عمران ۱۵۲) اللہ تمہیں معاف کر چکا ۔

آپ کے مناقب علیہ میں بیر رومہ[۱] خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا، جیش وغیرہ کے لئے مکمل سامان جنگ کی تیاری، مسجد میں مزید زمین داخل کرنا، اور قرآن پاک[۲] جمع کر کے اسے پھیلانا اور شہادت کے موقعہ پر صبر عظیم کا مظاہرہ شمار ہوتا ہے ۔

جذبۂ اشاعت اسلام، مسلمانوں میں خوشحالی پیدا کرنا، روایت قرآن وحدیث صفات حیا و حلم وجود وسخا سے آپ کو حصہ وافر قدرت نے عطا کیا تھا ۔

آپ کے ایام[۳] خلافت میں سواحل روم، بلاد آرمینیہ جمیع افریقی علاقے، جمیع خراسان، مشرق میں کابل، روم کی طرف قسطنطنیہ تک مفتوح ہوئے ۔

خشیت[۴] الٰہی اتنا کہ قبر کو دیکھ لیتے تو اتنا قدر روتے کہ لحیہ مبارک تر ہو جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے فضائل میں فرمایا :۔

ہر فرد[۵] اپنے کفو کی طرف اٹھ کھڑا ہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کی طرف اٹھے اور انہیں بغل میں لیا اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے ۔

نیز فرمایا :۔

۱ھ جامع ترمذی ج ۲ صـ۲۱۳-۲۱۴ مناقب عثمان ۔ ۲ھ صحیح بخاری صـ۷۴۶ ج۲ باب جمع القرآن کتاب فضائل القرآن

۳ھ فتح الباری باب جمع القرآن پارہ ۲۱ کے ذیل میں کچھ تذکرہ ۔ ۴ھ جامع ترمذی سنن ابن ماجہ صـ۳۱۵ باب فی ذکر القبر

۵ھ المستدرک ج ۳ صـ۹۷ ۔

اے طلحہ ہر نبی کا جنت میں اس کی امت سے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق بہشت میں عثمانؓ ہے۔[1]

آخری ایام خلافت میں مروان کی دخل اندازی سے فتنہ پیدا ہوا، اور ایام تشریق میں شہید ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لئے لفظ شہید وارد ہوا ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

مآثر جمیلہ علی رضی اللہ عنہ

آپ نے سب سے پہلے[2] اسلام قبول کیا، اور ہجرت کے موقعہ پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تاکہ لوگ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نہیں گئے، مواخاۃ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی مواخاۃ میں لیا،[3] جنگ بدر میں علیؓ، حمزہؓ اور عبیدہؓ نے کفار قریش کے نامی پہلوانوں کا مبارزۃ قبول کیا، اور غالب آئے، آیت

هٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (الحج ۱۹) — یہ دو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور اپنے رب کے بارہ میں جھگڑتے ہیں۔

انہی کے حق میں نازل ہوئی، جنگ احد میں ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے، غزوۂ خندق کے موقعہ پر عمرو بن عبدود پہلوان کو قتل کیا، اور قلعہ خیبر انہی کے ہاتھوں فتح ہوا، ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاعطین غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ — میں کل ایک شخص کو روانہ کروں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳ مناقب عثمانؓ المستدرک ج ۳ ص ۹۸۔

[2] بچوں میں حضرت علیؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئے، مردوں میں حضرت ابو بکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ

[3] مواخاۃ ثابت نہ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر انت اخی فی الدنیا والآخرۃ فرمایا تھا جامع ترمذی ج ۲ ص

[4] صحیح البخاری ج ... مناقب علیؓ ... ابن ماجہ ...

کئی مواطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء کے حامل تھے۔ غزوہ تبوک میں مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کی حیثیت سے رہے، اس موقعہ پر فرمایا:۔

انت[1] منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ — تو میرے سے اس طرح ہے جس طرح موسیٰ سے ہارون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال میں یمن کی حکومت پر قائم رہے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا، خمس[2] کی ایک جاریہ کو سریہ بنایا، لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے ایسی باتیں برداشت نہ کیں، اور لوگوں کو ان کی ایذا رسانی سے منع فرمایا۔ نیز ارشاد ہے۔

من کنت[3] مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ — پس جس کا دوست ہوں علی اس کا دوست ہے اے اللہ جو اس سے دوستی رکھے اس کو دوست بنا، اور جو اس سے دشمنی کرے اسے دشمن بنا۔

واقعہ مباہلہ کے وقت اہل بیت کے زمرہ میں حاضر تھے، اور اس دعا میں بھی ان کو شریک کیا گیا۔

اللہم[4] ھؤلاء اھل بیتی فطہرہم تطہیرا (جامع ترمذی) — اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان کو پاک فرما۔

ان کے حق میں وارد ہے۔

لا یحب[5] علیا منافق ولا یبغضہ مومن۔ — علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن بغض نہیں رکھتا۔

قرآن پاک کی روایت ان کے نام سے ہے، روایت حدیث میں مکثرین سے ہیں۔

---

1. صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۶ مناقب علی بن ابی طالب، سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۲۔
2. المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۱۰، جامع ترمذی صفحہ ۲۳۵ مناقب علی۔
3. مسند احمد بن حنبل از براء بن عازب و زید بن ارقم، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۔
4. جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ باب مناقب اہل البیت۔
5. جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ باب مناقب علی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علم کی گواہی دی، اور فرمایا[1]۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ — میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

نیز فرمایا[2]۔

اقضاکم علی: — تم میں ماہر قضا علی ہے۔

علی رضؓ کثرت علم کی بنا پر فرماتے ہیں:۔

سلونی عن[2] کتاب اللہ فواللہ ما من اٰیۃ الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل او فی جبل۔ — تم اللہ کی کتاب کے بارہ میں پوچھو اللہ کی قسم میں جانتا ہوں، کہ یہ آیت رات کے وقت اتری یا دن میں میدانی علاقہ میں یا پہاڑی میں۔

حساب کی باریکیوں میں ذہن رسا پایا تھا کتاب وسنت سے اخذ مسائل میں مہارت تامہ تھی اور فقہ سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔

زاہد تھے، اور بیت المال کے بارہ میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کھانے پینے اور لباس میں اور بیت المال کو قرابت داروں میں تقسیم کرنے کے میلانات بالکل مفقود تھے۔

تمام صحابہ پر خلفاء ثلاثہ کے بعد ان کے افضل ہونے پر ان کا اپنا مقولہ دلالت کرتا ہے

---

[1] المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۶ عن ابن عباس امام ذہبی فرماتے ہیں، یہ روایت موضوع ہے، اس میں ابو الصلت عبدالسلام بن صالح غیر ثقہ ہے، نیز یہ روایت مستدرک میں بروایت جابر بن عبداللہ بھی مروی ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں، اس کی سند میں احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی جو کہ دجال کذاب ہے۔ یہ روایت جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں بایں الفاظ مذکور ہے، انا دار الحکمۃ وعلی بابھا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث منکر ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں، الموضوعات ص ۲۴ سخاوی نے کہا، اس کی سند کوئی بھی صحیح نہیں۔ ابن معین کہتا ہے یہ جھوٹ ہے، اور بے اصل ابو حاتم، یحییٰ بن سعید نے بھی یہی کہا، ابن الجوزی رحؒ نے اسے موضوعات میں درج کیا۔ ذہبی وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن دقیق العید فرماتا ہے یہ حدیث ثابت نہیں کرتے کہا گیا ہے کہ یہ باطل ہے، امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ غیر ثابت ہے، ابن حجر عسقلانی اور حافظ ابو سعید نے حسن کہا ہے انتہی میں کہتا ہوں مذکورہ بالا محققین کے مقابلہ میں حافظ ابن حجر رحؒ کی رائے غیر درست ہے۔ کما لا یخفی اگر یہ روایت ثابت ہو بھی جائے تو اس سے شیعہ موقف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف علی رضؓ کے ذریعہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اس سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اس شہر علم کا ایک ہی دروازہ تو نہیں ہے، اتنا البتہ ضرور ثابت ہوا کہ علیؓ بھی ایک دروازہ ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲۔

[2] المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۳۵ جمع الفوائد ج ۲ باب فضائل الصحابہ ص ۳۵۱۔

انی عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب صلیت قبل الناس بسبع سنین۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد جھوٹا ہی یہ لفظ کہے گا۔ میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔

ان کے حق میں حضرت حذیفہ فرماتے ہیں:۔

لا یبایع بعدہ الا اصغر او ابتر۔

اس کے بعد کسی اصغر یا ناقص سے ہی بیعت کی جائے گی۔

ان کے مناقب میں سے ہے کہ انہوں نے خوارج حروریہ کو قتل کیا، ایک حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لاقطعن العمالقۃ فقال لہ جبریل او علی۔

میں عمالقہ کو قتل کروں گا، جبریل نے کہا یا علی قتل کریں گے۔

ابن ملجم خارجی نے انہیں شہید کیا، آپ کے قاتل اور قاتل ناقہ حضرت صالح علیہ السلام پر اشقی الناس کا اطلاق حدیث میں آیا ہے، ان کے مناقب میں دیگر بے شمار احادیث موجود ہیں، جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، واللہ اعلم۔

افضلیت صحابہ کرام رضؓ بعد خلفا اربعہ رضؓ بر جمیع امت

خلفا اربعہ کے علاوہ صحابہ کرام رضؓ سب پر فضیلت رکھتے ہیں، اور یہ بات کتاب و سنت اجماع اور عقلی دلائل اور آثار مرویہ از ائمہ سے ثابت ہے۔

افضلیت صحابہ از کتاب اللہ و احادیث حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[1] السنن ابن ماجہ ج۱ص۱۲، امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف و منکر ہے، متہم بہ عباد بن عبداللہ ہے امام علی بن المدینی فرماتے ہیں، یہ ضعیف الحدیث ہے، ازدی کہتے ہیں یہ احادیث روایت کرتا ہے، مگر اس کی متابعت کوئی نہیں کرتا اس کی سند میں منہال راوی بھی ہے اس کو شعبہ نے ترک کر دیا تھا کہتے ہیں۔ امام احمد نے اس کی حدیث کاٹ دی اور فرمایا یہ منکر حدیث ہے انتہی۔ الموضوعات لابن الجوزی جلد ۱ ص ۳۴۱۔

كنتم خير امة اخرجت للناس الآية (آل عمران ۱۱۰)

تم بہترین گروہ ہو جو انسانوں کے لئے لائے گئے۔

نیز فرمایا:۔

وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس

اسی طرح ہم نے تم کو افضل قوم بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

صحابہ کرام رض کی تعریف میں آیات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

خير القرون قرني الحديث[1]

سب سے بہترین دور میرا دور ہے

نیز فرمایا[2]:۔

اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم

میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جس کی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امامیہ اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں مگر کمزور تاویلیں کرتے ہیں۔

نیز فرمایا[3]:۔

لو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه

اگر تم احد نا سونا خرچ کرو تو صحابہ کے ایک مد یا نصف مد کو نہ پا سکو گے

دیگر احادیث در مناقب صحابہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

صحابہ کرام محدثین کی نظر میں فقہاء و محدثین اگرچہ بعض صحابہ کو بعض پر ضبط یا فقاہت میں ترجیح دیتے ہیں۔ مگر روایت حدیث میں سب کو عادل قرار دیتے ہیں، اور روایت حدیث میں سب کو برابر جانتے ہیں، اہل سنت کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ترین کتابیں ہیں، یہ دونوں امام جس طرح ابوبکر رض و علی رض

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۵ باب فضائل اصحاب النبی، صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۰۹ باب فضل الصحابہ

[2] رزین مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابہ

[3] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۱۸ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۱۰ باب تحریم سب الصحابہ

سے روایت کرتے ہیں اسی طرح معاویہؓ اور عمروؓ بن العاص سے بھی روایت کرتے ہیں قبول حدیث کے بارہ میں کسی کو رد نہیں کرتے ۔

منقبت صحابہ پر ایک عقلی دلیل صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارح اور اعضاء کی مانند ہیں، اور بلا واسطہ آپ سے فیض یافتہ اور امت اور رسول کے مابین واسطہ اور وسیلہ۔ یہ تینوں حیثیتیں صحابہ کرام رض کی فضیلت اور برتری پر دال ہیں

صحابہؓ کے شان میں کتب امامیہ میں مروی آثار مقالہ اولی میں بیان ہو چکے ہیں۔ امام ابو محمد حسن العسکری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

ان اللہ قال لموسی یا موسی	اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام
اما علمت ان فضل اصحاب	کو فرمایا اے موسیٰ کیا آپ نہیں جانتے
محمد علی اصحاب جمیع المرسلین۔	اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام رسولوں
کفضل آل محمد علی آل	کے اصحاب پر فضیلت اس طرح ہے
جمیع المرسلین وان آدم	جس طرح آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع
قال بحق محمد وآلہ الطیبین	مرسلین کی آل پر فضیلت حاصل ہے
وخیار اصحابہ المنتخبین	آدم علیہ السلام نے کہا تھا، بحق محمد و
	آلہ الطیبین وخیار اصحابہ الخ

تفضیل صحابہ میں مختلف حیثیتوں کا اعتبار مختلف صفات کے اعتبار سے بعض صحابہ دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا چونکہ خلفاء راشدین کی ترتیب پر امت کا اجماع ہے، لہٰذا دوسروں میں سے کسی ایک کو متعین کر کے افضلیت کا حکم نہیں لگاتے، ہاں کلی اوصاف سے حکم لگایا جاتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں، سابقین اولین لاحقین سے بہتر ہیں، اصحاب بدر واحد وحدیبیہ دوسروں سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ

امت محمدی میں صحابہ کرام کی برتری کے دو اسباب ہیں، علم و عمل پھر علم دو قسم ہے۔ ایک علم باطن یعنی علم باللہ جسے یوں ادا کیا جاتا ہے، دوام حضور تعلق غیر حق

سے دل کی پاکیزگی اور نفس کا رذیل اخلاق سے تنزہ یہ علم صحبت پیغمبر کی تاثیر سے حاصل ہوتا ہے، اور پھر صحابہ کی صحبت سے تابعین میں اور اسی طرح بعد والوں کو اس علم میں تعلیم و تعلم کو دخل نہ رہے، اور اسی لئے اس کو علم باطن کہا جاتا ہے۔

دوسرا علم ظاہر جس کا تعلق تعلیم و تعلم سے ہے۔ یعنی عقائد، فقہ، تفسیر، حدیث، اور وجوہ قرأت و تجوید اسی طرح عمل بھی دو قسم ہے، (۱) ریاضات و عبادات بدنی عاملین کو عابد اور زاہد کہا جاتا ہے، (۲) جہاد فی سبیل اللہ جس کے عاملین کو غازی کا نام دیتے ہیں۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں انواع علم و عمل مجتمع تھے، البتہ بعض کسی ایک صفت میں اتم و اکمل ہیں، اور دوسرے بعض دوسری صفات میں جامع و کامل، اور بعض جملہ صفات میں اتم و اکمل تھے۔

صحابہ کرام کے بعد علم و عمل کے اقسام میں امت کے افراد جدا جدا ہو گئے، اور الگ الگ نام پایا، صوفیا، علما، زہاد، غازیان وغیرہ وغیرہ۔

ان میں سب سے افضل صوفیا کا گروہ ہے کہ دل کی صفائی کی وجہ سے اخلاص تک پہنچ گئے، جو کہ جمیع اعمال کے لئے بمنزلہ روح کے ہے، اور تزکیہ نفس کی وجہ سے رذیل اخلاق سے پاک و صاف ہو گئے، ان کے بعد علما ظاہر کا مقام ہے پھر زہاد کا اور پھر غازیوں کا۔ ہر ایک کی تفصیل بہت بسط چاہتی ہے۔

مشاجرات صحابہ مبنی بر خطا اجتہادی تھے مقالہ رد مطاعن صحابہؓ میں واضح ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی جھگڑے، اور لڑائیاں اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہوئیں جس سے کسی فریق کا کفر نہیں ثابت ہوتا چنانچہ امیر المؤمنین علیؓ فرماتے ہیں:۔

انما اصبحنا نقاتل اخواننا	ہم اپنے مسلمان بھائیوں
فی الاسلام علی ما دخل فیہم	کے ساتھ لڑ پڑے ہیں، کیونکہ
من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ	ان میں کجی اور ٹیڑھا اور شبہ و تاویل
والتاویل۔ (نہج البلاغۃ[1])	داخل ہو گیا ہے۔

[1] جلد ۱ صفحہ ۲۹۰۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں فرمایا۵۱۔

ابنی هذا سید لعل الله یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔	میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

لہٰذا یہ مشاجرات معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے منافی نہیں۔ یہ بزرگ صحابی رسول ہیں تو غیر صحابی سے ان کی فضیلت اور برتری عمومات کتاب وسنت کے ضمن میں لازم آتی ہے، اگرچہ افضلیت افضلیت میں از عرش تا فرش سے بھی زیادہ تفاوت ہو۔ وہو المقصود۔

لہٰذا جملہ صحابہ کرامؓ کو نیکی اور دعا سے یاد کرنا چاہیئے۔ ان کے حق میں کینہ اور عداوت نہیں رکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

والذین جاءوا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا۔ (الحشر ۱۰)	اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان میں گزر گئے، اور ایمان والوں کے خلاف ہمارے دل میں کدورت نہ بنا۔

صحیفہ کاملہ میں حضرت حسینؓ سے مروی ہے کہ وہ صحابہ کے لئے دعا کرتے تھے، ان پر درود بھیجتے اور ان کی مدح وستائش فرماتے تھے، جیسا کہ مقالہ اولیٰ میں بیان ہو چکا ہے۔

مشاجرات صحابہ میں خاموشی اختیار کرنا چاہیئے مشاجرات صحابہؓ کے بارہ میں زبان بند رکھنی چاہیئے اور اچھی تاویل کرنی مناسب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا ایها الذین آمنوا علیکم	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو راہ

۵۱ صحیح بخاری جلد اول ص۳۷۳ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابنی ہذا سید الخ من کتاب الصلح۔

انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (المائدہ ۱۰۵)
راست پر رکھو، تم جب ہدایت یافتہ ہو، کسی کی گمراہی تمہیں نقصان نہ دے گی۔

نیز فرمایا:
لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا۔ (النور ۱۲)
ایسا کیوں نہیں کہ جب ایماندار مردوں اور عورتوں نے ایسے سنا تو اپنے لئے اچھا گمان کرتے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[۱]
اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی
میرے دوستوں کے بارہ میں خدا کا خوف کرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنا لینا۔

نیز فرمایا:[۲]
اذا ذکر اصحابی فامسکوا
جب میرے صحابہ رض کا ذکر ہو تم رک جاؤ۔

نیز فرمایا:
اکرموا اصحابی فانہم خیارکم
میرے اصحاب کی عزت کرو، وہ تم میں افضل ترین ہیں۔

نیز فرمایا:[۳]
لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ
میرے اصحاب کو گالی نہ دو، اگر تم میں سے کوئی احد اتنا سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور نصف کو نہ پا سکے۔

یہ تمام احادیث صحیح ہیں، اور اس باب میں بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اتنا قدر ہی کافی ہے

[۱] جامع ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۵ باب فیمن سب اصحاب النبی ؐ من کتاب المناقب۔
[۲] الفتح الکبیر حاشیہ المشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴
[۳] جامع ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۹ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۱۸ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۱۰ باب تحریم سب الصحابۃ۔

کہ نہیں حب خدا کے لئے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اقتضا ہے کہ صحابہ کرام سے محبت کی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]

فمن احبهم فبحبي احبهم [illegible] جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے

حضرت معاویہؓ اور ان کے اتباع سے اگرچہ اہل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نظر نہیں آتی، بلکہ ان کے خلاف مرتکب ہے، اسلامی فروق کا اقتضا نہیں کہ ان سے ہم محبت کریں، بلکہ ان روایات کی وجہ سے جن سے ان کے ساتھ عداوت کا پتہ چلتا ہے، ان سے عداوت رکھی جانی چاہئے تھی اگر یہ روایات آحاد ہیں، جو کہ مفید یقین نہیں ہیں خصوصاً ان معرکہ آرائیوں میں افراط و تفریط کا احتمال موجود ہے، انہیں حسن ظن کا حکم ہے ان کے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت کا اقتضا ہے کہ کینہ و عداوت ترک کر دی جائے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا (الحشر: ۱۰)
ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے خلاف کینہ نہ ڈال

اس جہت سے کسی صحابی کے ساتھ عداوت رکھنا گمراہی ہے اور ان کے ساتھ محبت رکھنی چاہئے جتنا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت تھی

یزید اور اس کے حواریوں پر لعنت کرنا اہل سنت میں سے ایک گروہ اس بارہ میں توقف کرتا ہے کیونکہ یزید کو مسلمان کہتا ہے، کسی مسلمان شخص کے خاتمہ کا فیصلہ کرنا متعذر ہے جب تک کسی کا کفر قرآن پاک یا متواتر احادیث سے ثابت نہ ہو، پھر کافر معین پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ ایک ایسے شخص پر لعنت کی جائے جو خود کو مسلمان کہتا ہے

---

۱ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹ باب فیمن سب اصحاب النبی ص

۲ حضرت معاویہؓ کے حضرت علیؓ کے ساتھ سیاسی اختلاف کا مقصد یہ کہاں ہے کہ ان سے محبت نہیں تھی، ان میں کوئی تضاد و تنافی نہیں ۳ ایسی کوئی صحیح روایات ثابت نہیں۔

فقیر کے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے، اور محققین اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے، ان میں امام ابوالفرج ابن الجوزیؒ بھی ہیں علم وجلالت شان میں بہت اونچے انہوں نے اس مسئلہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے، الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید۔ اس کتاب میں لکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہ، میں نے جواب دیا، علمائے متقدمین اسے جائز کہتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے یزید کے بارہ میں لعنت سے بھی زیادہ الفاظ ذکر کئے ہیں، ابن الجوزیؒ نے قاضی ابویعلی سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی کتاب معتمد الاصول میں اپنی اسناد سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی کہ صالح نے کہا، اباجی ایک قوم ہمیں یزید کی دوستی کا الزام دیتی ہے امام احمد نے فرمایا اے بیٹے جو خدا پہ ایمان رکھتا ہے وہ یزید کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا، اور جس پہ خدا نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے، میں نے کہا خدا نے اپنی کتاب میں کہاں یزید پر لعنت فرمائی ہے؟ فرمایا جس جگہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے۔

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم (محمد ۲۲-۲۳)

کیا توقع ہے اگر تم متولی بن گئے تو زمین پر فساد برپا کرو گے، اور اپنے رشتے کاٹ دو گے، یہی لوگ ہیں جن پہ اللہ نے لعنت کی، ان کو گونگا بہرا کیا۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں، قاضی ابویعلی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مستحقین لعنت کا ذکر کیا ہے ان میں یزید کو بھی شمار کیا ہے اس کے بعد ابن الجوزی نے بھی یہ حدیث ذکر کی۔

من اخاف اهل المدينة ظلما اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس

جو شخص ناجائز اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے، اللہ اس کو خوفزدہ کرے گا اور اس پہ اللہ، فرشتوں اور سب

اجمعین ۔ انسانوں کی لعنت ہے ۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینہ پر چڑھائی کے لئے لشکر بھیجا اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا[1]، ملا سعد الدین شرح عقائد نسفی میں لکھتا ہے، یزید کا قتل حسین[2] پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت کی توہین[3] کرنا معنوی طور پر تواتر کے مرتبہ میں پہنچتا ہے، اگرچہ الگ الگ روایات آحاد[4] ہیں، اس لئے ہم اس کے حال و ایمان میں توقف نہ کریں گے، یعنی وہ کافر[5] ہے لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ ۔

یزید کے کفر پر صریح دلیل[6] یہ ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس کے پاس لایا گیا، اور اس لعین کے سامنے ڈالا بہت خوش ہوا، ہاتھ کی چھڑی سر مبارک

---

[1] دیکھئے صحیح مسلم جلد ا ص۴۴۰ نیز حدیث میں ہے جو شخص مدینہ پر چڑھائی کرے، اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دے گا، جس طرح سیسہ آگ میں یا نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ا ص۴۴۱)
امام نووی فرماتے ہیں بنو امیہ کے دور میں جن لوگوں نے مدینہ پر چڑھائی کی ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا مسلم بن عقبہ واپس ہوتے ہی مر گیا، اور اسی طرح اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ ختم ہو گیا۔ (شرح صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۴۱)

[2] حتی کہ جابر رضی اللہ عنہ صحابی سے یزید کے ایک لشکری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ یادگار نقدی بھی چھین لی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص۲۹)
اور حرہ کے دنوں میں ابو سعید مولی المہری حضرت ابو سعید الخدری کے پاس آیا، اور کہا اس جنگ کی وجہ سے بھاؤ تیز ہو گئے ہیں، میں یہاں سے جلا وطن ہونا چاہتا ہوں (صحیح مسلم ج ا ص۴۴۳)
بہت خون ریزی ہوئی، اہل مدینہ شکست کھا گئے، اور شہر مدینہ خالی ہو گیا، حتی کہ مسجد نبوی میں اذانیں بند ہو گئیں، مدینہ درندوں کا مسکن بنا رہا (مؤطا امام مالک) سنن دارمی ص ۴۴ ج ا
جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ المدینۃ حرم آمن (صحیح مسلم جلد ا ص۴۴۲)
مدینہ حرم ہے، اور امن والا۔

[3] یزید کا قتل حسین پر راضی ہونا کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہوا۔ البتہ عبید اللہ بن زیاد سے مؤاخذہ نہ کرنا۔ اس کے ظالمانہ نظام حکومت کی نشان دہی ضرور کرتا ہے۔

[4] یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں البتہ یہ ثابت ہے کہ خاندان حسین رضی اللہ عنہ جب یزید کے ہاں پہنچا، ان کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھا گیا اور انہیں مدینہ پہنچا یا گیا۔

[5] آحاد بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ ان سے تواتر معنوی حاصل ہو۔

[6] مقدمات بالا ثابت نہیں، لہٰذا نتیجہ غیر صحیح ہے۔

[7] یہ واقعہ کتب احادیث میں یزید سے متعلق وارد نہیں ہوا، بلکہ عبید اللہ بن زیاد نے ایسا کیا تھا، دیکھئے صحیح بخاری جلد ا ص۵۳۰ باب مناقب الحسن والحسین جامع ترمذی ج ۲ ص۲۴۲ الباب مناقب الحسن والحسین اور پھر اس فعل کی بنا پر کفر و ارتداد ثابت کرنا جذباتی بات ہے تحقیق نہیں۔

خمر افقد نلنا منہا حظا ولئن کانت شرا فکفی ذبہا بہ آبا سفیان ما اصابوا منہا فنا نکم امرکم حذوہ ومن رضیتم تولوہ فقد خلعت بیعتی عن اعنافکم والسلام۔

گھونٹ نہیں بھرنا چاہتا، اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ابو سفیان کی اولاد تم اسے لے چکے ہو، میں تمہاری گردنوں سے اپنی بیعت کی ذمہ داری اتارتا ہوں، تم جسے چاہو اپنا متولی بنالو۔

اس خطبہ سے ظاہر ہوا کہ یزید شراب کو مباح کہتا تھا۔ اور یہ نص قرآنی کا انکار ہے جس سے کفر لازم آتا ہے، جس طرح روافض اور خوارج آیات قرآنی کا انکار کرتے ہیں، اور تکفیر صحابہ کے مرتکب ہوتے ہیں، بالخصوص ابوبکر صدیق و فاروق و ذوالنورین اور علی عنہم، حالانکہ ان کا خاتمہ بالخیر اور اخلاص نیت قطعی نصوص سے ثابت ہے، لہٰذا قرآن پاک کے انکار سے کافر ہو گئے۔

فقیر کے نزدیک یزید، روافض اور خوارج پر جواز لعنت کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے صحابہ و اہل بیت کو ایذا پہنچائی ہے اور پہنچاتے رہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من اذاہم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ۔

جو ان کو ایذا دیتا ہے، اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پہ دنیا و آخرت میں لعنت کی۔

---

[1] اباح الخمر کا اطلاق مجازاً شراب کو گناہ سمجھتے ہوئے پینے والے پر بھی ہو سکتا ہے، پھر اس خطبہ کی صحت اور استنادی حیثیت تاریخی سے زیادہ کچھ نہیں لہٰذا اس سے حتمی طور پر کسی کا کفر ثابت کرنا بہت بعید ہے۔

[2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹ باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اب ہم روافض کی خرافات جو کہ ان کے کفر کو مستلزم ہیں، اور قرآنی آیات کے انکار کے مترادف ہیں، بیان کرتے ہیں، تاکہ ان کا استحقاقِ لعنت ثابت ہو جائے۔

چھٹا مقالہ

خرافات روافض کے بیان میں اور کچھ ان کے موجب فضیحت فروعی مسائل کا تذکرہ'

شیخین کے بارے میں بدعقیدگی (۱) حضرات شیخین کے بارہ میں ان کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا معاملہ نفاق کا تھا۔ دونوں کو اصحاب عقبہ سے شمار کرتے ہیں، اصحاب عقبہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے، یہ لوگ رات کے وقت ایک عقبہ پر جمع ہوئے، وہاں چند منافقوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ابوبکر کو ہجرت کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے اپنے ساتھ کر لیا تھا، کہ وہ مشرکین کو بتا نہ دے" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

یہ عداوت شیخین نہیں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی ہے، اور قرآن پاک کا انکار۔ روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ایک امی انسان تھے۔ دعوی نبوت فرمایا اولین وآخرین کے علوم کی ضیا پاشی کی، معجزات دکھائے، اور تواتر سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے اور تمام کفار قریش آپ کی دشمنی اور عداوت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے، اس وقت کا پہلا ساتھی ابوبکر صدیق تھا، اور چالیس اشخاص کے مسلمان ہوجانے کے بعد عمرؓ مسلمان ہوئے، عمرؓ کے اسلام سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت منافقانہ تھی، کیونکہ اس وقت طاقت وشوکت کفار کے ہاتھ میں تھی، جو مسلمان ہوتا اسے گونا گوں اذیتوں میں مبتلا کر دیا جاتا، عقل کسی طرح باور نہیں کر سکتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی اور کفار کے غلبہ کے باوجود کوئی شخص مغلوب کی رفاقت منافقانہ کرے گا، اور غالبین کے ساتھ دشمنی خرید لے گا، اور اذیت وتکالیف برداشت

کرے گا، شیخین کا انکار درحقیقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار شیخین کا انکار ہے، جو شیخین کے انکار سے نہیں ڈرتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے بھی خائف نہ ہوگا۔ ان کے مابین تفرقہ ثابت کرنا بدیہیات کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ (التوبۃ۔ ۴۰)

جب آپ اپنے ساتھی کو فرما رہے تھے، غم نہ کر اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے اور ابوبکرؓ کیلئے ثابت فرمائی ہے، اور معیت الٰہی کی بنیاد پر ہی حزن کرنے سے منع فرمایا ہے، ابوبکر کی دشمنی گویا حق تعالیٰ سے دشمنی ہے۔

اصحاب عقبہ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یاایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم ومأواھم جھنم وبئس المصیرہ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بمالم ینالوا ومانقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرالھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ ومالھم فی الارض من ولی ولانصیرہ

اے نبی کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو، اور ان سے شدت کریں، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور یہ رجوع کا برا مقام ہے، خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے کفریہ کلمہ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفریہ کلمہ کہا ہے، اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں، اور وہ جو نہیں حاصل کر سکے، اس کا ارادہ کیا، کیا اس بات کا انتقام لے رہے ہیں، کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے اللہ کے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے، اگر یہ

(التوبہ ۷۳-۷۴)

ہے، اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو ان کے لئے بہتر ہے، اگر اعراض کریں گے، خدا تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں سزا دے گا اور زمین پر ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

یہ آیت اس مفہوم میں صریح ہے کہ (غزوہ تبوک کے موقعہ پر) اصحاب عقبہ اگر توبہ نہ کریں، انہیں دنیا میں عذاب آئے گا، اور زمین پر کوئی بھی ان کا معاون و مددگار نہ ہوگا، نیز ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین اور کفار کے ساتھ مجاہدہ اور سختی کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

ان کے ساتھ دوستی، محبت، نرمی اور زمانہ میں اپنی جگہ کھڑا کرنے کا حکم نہیں دیا، ابوبکرؓ و عمرؓ کے جملہ ساتھی ان کے معاون و ہمدرد رہے حق تعالیٰ نے ان کی تائید و تقویت اتنا فرمائی کہ قبائل عرب ان کی مساعی سے ہدایت یافتہ ہوئے اور کچھ مارے گئے، اور کچھ قیدی ہوئے، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ان کے ہاتھوں مغلوب ہوئیں اور منافقوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم قل استہزءوا ان اللہ مخرج ما تحذرون۔

(التوبہ ۶۴)

منافقوں کو ڈر ہے کہیں ان کے بارہ میں سورۃ نہ اتر آئے جس کے ذریعہ آپ ان کو ان کے دل کی بات کہدیں، فرمادیجئے استہزا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اندیشوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔

نیز فرمایا:۔

سنعذبہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔

منافقوں کو ہم دوبارہ عذاب میں مبتلا کریں گے، دنیا میں شرمندہ کرکے

(التوبۃ ۱۰۱) اور قبر میں اور پھر دوزخ میں۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے منافقین کو شرمندہ و ذلیل کیا، اور ان کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیئے، حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ (آل عمران ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو ایسے نہیں چھوڑنے والا جیساکہ اب تم ہو، یہاں تک کہ پلید اور پاک کو الگ الگ نہ ممتاز کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کا جنازہ اس کے لڑکے جو کہ مخلص مسلمان تھا کی خاطر پڑھا حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا، آپ جنازہ نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لاتصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ (التوبۃ ۸۴)

آپ کبھی بھی ان میں سے کسی پر جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

آیات مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو امام نماز مقرر فرمایا جبکہ نماز دین کا ستون ہے، لہٰذا ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں یہ بدترین لفظ استعمال کرنا آیاتِ مذکورہ کا انکار ہے، کما لا یخفی۔

۲۔ **حضرت عائشہؓ کے حق میں** کہتے ہیں کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ آپ کے چمڑہ کو سگ اصحاب کہف کے چمڑا میں بدل دیں گے۔ (نعوذ باللہ)

ایسا کہنا حق تعالیٰ کے اس فرمان عالی کے انکار ہے۔

الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولئک مبرءون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ (النور ۲۶)

پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ بری ہیں اس سے جو یہ کہتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے، اور

باعزت روزی۔

حضور کے بعد جمیع صحابہ کے بارے میں ان کا عقیدہ

(۳) کہتے ہیں[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکرؓ و عمر اور جملہ اصحاب مرتد ہو گئے، (نعوذ باللہ)
یہ صریح کفر ہے، اور بے شمار آیات قرآن کا انکار جو کہ صریح ہیں کہ صحابہؓ کا خاتمہ بالخیر ہوا، یہ جماعت تقوی کی مستحق اور اہل تھی، کیونکہ ان سے اللہ تعالی نے بہشت بریں دینے کا وعدہ کیا ہے، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ تعالی نے اس قوم کو خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ۱۱۰) فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دور کو خیر القرون قرار دیا، اور اپنے ائمہ سے روایات کرتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء سے افضل ہیں۔

عرف و عقل و عادت کا فیصلہ ہے کہ کسی انسان کی عظمت و برتری کا نشان اس کے دوست ہوتے ہیں، صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی عظمت کے نشان ہیں۔

اس کے باوجود یہ لوگ کتاب و سنت و عقل کو بالائے طاق رکھ کر اس قوم کو شر القرون اور بدترین انسان گردانتے ہیں، اور ان کے حق میں سب و لعن روا سمجھتے ہیں، اور امام جعفر صادقؒ پر افترا کرتے ہیں، کہ اس نے ان کو امت ملعونہ کہا۔ وسیعلم الذین ای منقلب ینقلبون۔ جتنا قبائح دعوی ارتداد صحابہؓ میں لازم آتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ قبائح شیخین کے بارہ میں اس دعوی میں لازم آئیں گے۔

اس لئے کہ روافض کا خیال ہے کہ صحابہؓ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی موافقت کی انہیں امام بنایا اور خود سے افضل جانا اور ان کے ساتھ پیغمبر کا سلوک کیا، بلکہ اس جماعت کا زعم فاسد ہے کہ صحابہؓ شیخین کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دیتے تھے کہ ابوبکر و عمر کے لئے پیغمبر کے دین سے منحرف ہو گئے، علیؓ ہر چند کہ فاطمہ حسن حسین کو ساتھ لے کر گئے، اور گھر بر گھر گئے، چار اشخاص کے علاوہ کسی نے بھی ساتھ نہ دیا، جو سب و لعن اور تکفیر صحابہؓ کے بارہ میں بدترین جرم ہو گی، شیخین کے بارہ میں اس سے بھی بدتر اور کفر کا موجب ہو گی،

[1] دیکھئے اصول کافی ص۲۴۷ ثم کفروا حین مضی رسول اللہ فلم یقروا بالبیعۃ الی ان قال فہولاء لم یبق فیہم من الایمان شیء۔

عمرؓ کے بارے میں (۴) کافر، فاجر کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دعویٰ ریاست کیا، اور شر کا دروازہ کھول دیا، اور کفر برپا کیا، اور مرتد ہوا، سلطنت کے لیے تحریف قرآن کی وحی کا گھر جلایا، اور دین میں تبدیلی برپا کی، بدعات کو رواج دیا۔ (نعوذ باللہ من الخرافات) اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے انسان پر خدا لعنت کرے، اتنا بڑا جھوٹ!۔

بدیہیات کا انکار یہود کے علاوہ روافض سے ہی ممکن ہے کہ تورات میں پیغمبر کے ذکر اوصاف کے باوجود انکار کر دیتے ہیں، روافض کا اصل عبداللہ بن سبا بھی یہودی تھا، اور ان میں بعض نصرانی تھے، جیسا کہ علما کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کے بھیس میں آئے تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین خراب کریں، مگر ان کی مراد حق تعالیٰ کے ارادہ پر غالب نہ آسکی جیسا کہ اہل سنت کا نظریہ ہے۔

یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون (التوبۃ ۳۲)

ان کا ارادہ ہے کہ اپنے پھونکوں سے اللہ کا نور بجھا دیں، اور اللہ ایسا نہیں ہونے دے گا، وہ اپنے نور کو تمام کرے گا، چاہے کافروں کو ناپسند ہو۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

چراغی را کہ ایزد بر فروزد
ہر آنکس تف کند ریشش بسوزد

دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چراغ مصطفوی جزیرۃ العرب میں روشن تھا آپ کی وفات کے بعد بنی حنیفہ وغیرہ قبائل عرب کے ارتداد کی تیز ہوا نے اسے بجھانا چاہا، مگر مشیت ایزدی نے ابا فرمایا، اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی مساعی حسنہ سے جزیرۃ العرب کفر سے مکمل پاک ہوگیا، اور یہ چراغ اتنا روشن ہوا کہ اطراف عالم کی ضیا پاشی کی۔

اس وقت قیصر و کسریٰ روئے زمین کے بادشاہوں کے رئیس تھے، بادشاہان ہفت اقلیم انہیں خراج ادا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے محمدی تلوار سے ان کا

صفایا کردیا، اور اکثر علاقے فتح ہو گئے، روئے زمین میں اسلام پھیلا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس کے برعکس یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کا خیال ہے، کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے شر کا دروازہ کھلا۔

لیغیظ بھم الکفار الآیۃ (الفتح ۲۹)	تاکہ ان کے ذریعہ کفار کو غصہ دلائے۔

جو شخص متواتر و بدیہیات مذکورہ کا انکار کرتا ہے، اس سے پوچھنا چاہیئے کہ مشرق سے مغرب تک اور قطب شمال سے جنوب تک اسلام کا شیوع اور پھیلاؤ کس کے ہاتھ ہوا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام جزیرۃ العرب میں بھی اسلامی سلطنت مستحکم نہ ہوئی تھی، علی رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان آپس میں لڑتے رہے بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں بھی فتح حاصل نہ ہوئی، اثنا عشری ائمہ میں کسی سے بھی یہ کارنامہ وقوع پذیر نہ ہوا، محمد مہدی صاحب، تو دشمنوں کے ڈر سے غار سرمن میں چھپے ہیں، کوہ قاف کے پرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہ شیوع اور ترقی صدیق رضی اللہ عنہ، فاروق رضی اللہ عنہ اور ذوالنورین رضی اللہ عنہ یا ان کے ثناخواہوں کے ہاتھوں ہوئی، ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

والذین جاءوا من بعدھم	وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے،
یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان	کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان
الآیۃ۔ (الحشر ۱۰)	میں ہم سے پہلے تھے۔

ایک سوال اگر کوئی کہے کہ شائع شدہ سنیوں کا مذہب ہے یا اسلام نہیں۔

جواب اگر ایسا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ حق تعالیٰ ایمان داروں کے مذہب کو جسے وہ پسند کرتا ہے، ظاہر فرمائے گا، پورا نہ ہوا۔ ایسا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے، کہ آیت ذیل کا انکار لازم آتا ہے:۔

الذین ان مکناھم فی	(مہاجرین) اگر ہم ان کو زمین میں

الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر (الحج ۴۱)

قدرت عطا کریں، تو نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ دیں۔ معروف کا حکم کریں، اور منکر سے روکیں گے۔

صحابہؓ پر سب کرتے ہیں (۵) یہ لوگ ابوبکرؓ، عمرؓ، عائشہؓ، حفصہؓ کو سب کرنا عبادۃ جانتے ہیں، بلکہ ہشام احول[51] مجسمہ ملعون نے امام صادق پر جھوٹ بولا کہ انہوں نے فرمایا "جو ان پر لعنت کرے اسے ستر نیکیوں کا ثواب ملے، دس گناہ دور ہوجائیں، اور دس درجے بلند ہوجائیں" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

وہ کیسا ایمان ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیروں اور آپ کے اہل بیت کے سب کو عبادت سمجھا گیا ہے، حق تعالیٰ کفار کے بارہ میں فرماتا ہے:۔

وما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ (الانفال ۳۵)

بیت اللہ کے پاس ان کی نمازیں سیٹیاں اور تالیاں ہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے قریب نماز پڑھتے تو کفار قرأت میں تخلیط پیدا کرنے کے لئے تالیاں بجاتے، سیٹیاں مارتے، حق تعالیٰ نے ان کی عبادت اور ان کا وظیفہ زندگی اسی کو قرار دیا ہے۔

شریعت میں سب کرنے کا حکم ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار[52] رعل وذکوان کو قنوت میں سب کی، جبریل علیہ السلام پیغام لائے۔

یا محمد ان اللہ ما بعثک سبابا ولا لعانا انما بعثک رحمۃ لیس[53] لک من الامر شیٔ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کرنے والا نہیں بنایا اور نہ ہی لعنت کرنے والا۔ آپ کو رحمت بنایا، آپ کے اختیار میں کوئی چیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ

---

[51] اس کے تفصیلی حالات ابتدا کتاب میں مذکور ہوچکے ہیں۔ [52] ان قبائل پر بددعا کے سبب معلوم کرنے کیلئے بخاری ج ۲ ص ۵۸۶۔ [53] آل عمران ۱۲۸۔

کی توفیق دے، یا عذاب کرے کہ
یہ لوگ ظالم ہیں۔

حضرت علی رضؓ سے نہج البلاغۃ[1] میں مروی ہے:۔
علی رضؓ نے اپنے دوستوں سے سنا کہ شامیوں پر لعنت کرتے ہیں، تو فرمایا:۔
انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین۔ — میں یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالی دینے والے ہو۔

عمر رضؓ نے زبردستی دختر فاطمہ لی؟ (۶) کلمات خبیثہ سے ہے، یہ بات کہ عمر رضؓ نے زبردستی دختر فاطمہ ام کلثوم بنت علی رضؓ چھین لی تھی، اور ایک غلط بات امام صادق رضؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، کہ ان سے کسی نے ام کلثوم رضؓ کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا:۔[2]
ھو اول فرج غصبناہ۔ — یہ پہلی شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی ہے
یہ لوگ علیہم ما علیہم مرتضوی حمیت وغیرت سے بھی نہیں ڈرتے کہ اس قسم کے الفاظ انسانی برادری میں کوئی بھی اپنی عزت کے لئے گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ طیبین اور طیبات کے حق میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے جائیں، علی رضؓ کی بہادری مسلّم ہے، اور حتّٰی کہ فریق مخالف کی ایک روایت میں ہے:۔
کہ عمر رضؓ نے شیعان علی کا تذکرہ حقیر الفاظ سے کیا تو علی رضؓ ناراض ہو گئے جھگڑ پڑے، اور کمان زمین پر پھینکی وہ اژدہا بن گئی، وغیرہ وغیرہ مکمل واقعہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ علی رضؓ اپنی جماعت کی برائی تو گوارا نہ کریں، اور اپنی پاک دختر کا غصب ہونا برداشت کر جائیں۔

حضرت علی کی شان میں غلو و افراط (۷) اس حد تک کرتے ہیں کہ اس سے صریح کفر لازم آتا ہے، غالی روافض کا عقیدہ ہے کہ علی رضؓ خدا ہے، یا خدا ان میں حلول کر چکا ہے، اور یہ کہ علی ہی رسول ہیں۔ جبریل بھول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، اور یہ کہ علی رسالت میں آپ کے شریک ہیں۔ اثنا عشری اگرچہ اللہ یا رسول

[1] جلد ۲ صفحہ ۵۲ [2] فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ کتاب النکاح باب تزویج ام کلثوم۔

کا علی رضؓ کے لئے اطلاق نہیں کرتے، مگر الوہیت اور رسالت کے معانی کا اطلاق علی رضؓ پر کرتے ہیں، اعتبار معانی کا ہے نہ کہ الفاظ کا یہ لوگ بھی اس معاملہ میں غالیوں کے رنگ میں رنگین ہیں۔

اثنا عشری کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیات میں رب سے مراد علیؓ ہیں۔

۱:- انھم ملقوا ربھم و انھم الیہ راجعون (البقرہ ۴۶) — انہوں نے رب سے ملنا ہے اور یہ اسی کی طرف رجوع کریں گے۔

۲:- وکان الکافر علی ربہ ظہیرا۔ (الفرقان ۵۵) — کافر رب پر ظہیر تھا۔

۳:- یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک (الفجر ۲۷-۲۸) — اے مطمئن نفس اپنے رب کے پاس واپس چل۔

حالانکہ رب اور الہ ایک ہی ہے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اسی[1] طرح امیر المؤمنین علی رضؓ سے یہ غلط روایت منسوب کرتے ہیں، کہ انہوں نے ایک خطبہ میں فرمایا:۔

انا اخذ العھد عن الارواح فی الازل انا المنادی الست بربکم انا منشی الانام — میں نے ہی ازل میں ارواح سے عہد لیا تھا، اور میں نے الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں) کی ندا لگائی تھی، میں لوگوں کو پیدا کرتا ہوں۔

یہ روایت کفر میں پہلی روایت سے بھی زیادہ واضح ہے۔

نیز ایک اور غلط روایت علی رضؓ کی طرف منسوب ہے، کہ انہوں نے فرمایا:۔

انا المتقدم علی غیرہ۔ — میں دوسروں پر بڑھا ہوا ہوں۔

اس سے تو علی رضؓ کی جمیع پیغمبروں حتیٰ کہ سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فوقیت لازم

[1] حضرت علی رضؓ سے متعلق بعض غلو آمیز شیعی روایات ملاحظہ فرمایئے، تحفۂ اثنا عشریہ صـ ۳۱۵ تا صـ ۳۲۱۔

آتی ہے، نیز کہتے ہیں:۔

الرسل کانوا بعلی یدینون وبحبه کانوا یشهدون ذکره ابن طاؤس سبط محمد بن الحسن الطوسی۔

اللہ کے رسول علی کی اتباع کرتے تھے، اور اس کی حب کے، شاہد تھے ابن طاؤس سبط محمد بن الحسن طوسی نے اسے نقل کیا ہے۔

نیز کہتے ہیں:۔

ان الله بعث الرسل و النبیین علی ولایة علی رواه محمد بن العباس بن مروان۔

اللہ تعالیٰ نے ولایت علی پر اپنے انبیا اور رسل مبعوث فرمائے ہیں، (محمد بن عباس نے اسے روایت کیا)

نیز کہتے ہیں:۔

لولا علی لما خلق الانبیاء رواه ابن المعلم عن محمد بن الحنفیة عن علی۔

علی نہ ہوتا تو انبیاء کو پیدا نہ کرتا، اسے ابن المعلم نے محمد بن حنفیہ عن علی نقل کیا ہے۔

نیز کہتے ہیں:۔

آدم علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ پر حسد کیا، اور ابراہیم علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ سے اپنے گروہ میں آنے کی درخواست کی، قرآن میں نازل ہے۔

وان من شیعته لابراهیم (الصافات ۸۳)

اس کے شیعہ میں سے ہے ابراہیم۔

اس قسم کے اور بھی غلط کلمات کے قائل ہیں، ان کذبات و مفتریات سے جو کہ علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ کی اللہ کے رسولوں پر تفضیل لازم آتی ہے، گویا انہوں نے رسالت کا مفہوم علی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت کیا، لوجود کمالات المفضل فی الافضل

نیز کہتے ہیں:۔

اهدنا الصراط المستقیم میں صراط مستقیم سے مراد حب علی ہے۔

نیز کہتے ہیں:۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک (الزمر ۶۵) — اگر آپ نے شرک کیا، تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

کا مفہوم یہ ہے:۔

لئن اشرکت یا محمد مع علی فی الخلافۃ لیحبطن عملک۔ — اے محمد اگر آپ نے خلافت میں علی کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

نیز کہتے ہیں:۔

"شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ کو خدا کے زیادہ نزدیک پایا" ان اقوال سے علی رضؓ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت لازم آتی ہے۔

ان کا ایک اور مقولہ ہے جس سے مالکیت یوم الدین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضؓ کی مشارکت اللہ تعالی کے ساتھ لازم آتی ہے، کہتے ہیں، قیامت کے روز انسانوں میں حاکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضؓ ان کے شریک کار ہوں گے، یہ سب اقوال مفتری اور جھوٹے ہیں، حضرت علی رضؓ اور ائمہ سے ثابت نہیں ہیں۔

(۸) اس گروہ کے بعض فصحاء نے ایک دعا قنوت وضع کر کے حضرت علی رضؓ کی طرف منسوب کر دی جس میں شیخین رضؓ کی جناب میں سب و لعن کیا گیا ہے، وہ قنوت یہ ہے۔

اللھم العن صنمی قریش وجبتیھم وطاغوتیھم الذین خالفا امرک وانکرا وحیک وجحدا انعامک وعصیا رسولک وقلبا دینک وحرما کتابک۔ — اے اللہ قریش کے دو بتوں اور ان کے خبیثوں اور ان کے طاغوتوں پر لعنت کر جنہوں نے تیرے حکم کی خلاف ورزی کی، تیرے وحی کا انکار کیا، تیرے انعام سے انکاری ہوئے، تیرے رسول کی نافرمانی کی، تیرا دین بدل دیا، تیری کتاب کو حرام کہا۔

یہ موضوع دعا ہے حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ہے، اور پھر اس میں بیان کردہ اوصاف حضرات شیخین میں موجود نہیں ہیں اس لئے یہ سب لعن ان سے دور ہو گیا جس طرح قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کے لقب سے گالی دیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو محمد ہوں، اللہ تعالی نے کفار کی گالیاں میرے سے پھیر دی ہیں کہ یہ لوگ کسی مذمم کو گالی دے رہے ہیں۔

محب علیؓ دوزخ میں نہ جائیگا (۹) ان کا ایک غلط اور مفتری عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ محب علیؓ دوزخ میں نہ جائیں گے۔ اور شیعہ کے سوا کوئی بھی بہشت میں نہ جائے گا، گویا کہ خود سے احکام شرع بھی ساقط کر دیئے، (کیونکہ برات جہنم اور حصول بہشت کے لئے حب علیؓ کو ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے) اس طرح کا تو یہود و نصاریٰ کا عقیدہ تھا، وہ کہتے تھے۔

لن یدخل الجنۃ الا من کان هودا او نصاریٰ (البقرۃ ۱۱۱) — جنت میں کوئی بھی نہ جائے گا، سوا یہود اور نصاریٰ کے۔

نیز کہتے تھے۔

نحن ابناء اللہ و احباءہ. (المائدۃ ۱۸) — ہم اللہ کے فرزند، اور اس کے محبوب ہیں۔

اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ کوئی بھی شیعہ کے لئے ضرر رساں نہیں ہے۔

چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع میں امام صادقؓ سے نقل کرتا ہے:۔

محب علی لا یدخل النار وحب علی حسنۃ لا یضر معها سیئۃ — علیؓ کا محب دوزخ میں نہ جائے گا، اور حب علی ہی ایک ایسی نیکی ہے، جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔

* * * *

نیز روایت کرتے ہیں:۔

لایدخل الجنۃ الا شیعۃ علی زمر۔ — جنت میں شیعہ علی کے علاوہ کوئی بھی نہ جائے گا۔

ابن بابویہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔

من والی علیا لا یعذبہ اللہ وان عصاہ۔ — جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھتا ہے، اللہ اس کو عذاب نہ دیگا چاہے اس کی نافرمانی کرے۔

مذکورہ جھوٹے اور مفتری مقالات سے جمیع شریعت کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ اس صورت میں نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور زنا نقصان دہ نہ ہوگا۔ محب علی رضی اللہ عنہ کو نماز کی کیا حاجت؟ اور اگر کوئی شیعہ نہیں یا محب علی نہیں چاہے تقویٰ کی زندگی بسر کرے بہشت میں نہ جا سکے گا، یہ تو مرجئہ کا نظریہ ہے، اور اس سے تمام شریعت کا انکار لازم آتا ہے، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (الزلزال ۷، ۸) — جو ایک ذرہ نیکی کرتا ہے، اسے پائے گا، اور جو ایک ذرہ برائی کرتا ہے وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

ان کے چند فروعی غلط مسائل (۱) امام مہدی کے غیبت کے ایام میں جہاد[۱] فاسد ہے خصومات کا فیصلہ اقامت حدود، و تعزیرات کسی کے لئے بھی جائز نہیں[۲] جو کرے گا، فاسق سمجھا جائیگا۔ اس طرح تو نظام عالم تباہ ہو جائیگا، نصب امام پر ایک دلیل تھی یہ کہ اصلح والطف اللہ تعالیٰ پر واجب اور حق ہے، اس عقیدہ سے وہ بھی ختم ہو گئی۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ شروط نیابت کا جامع مجتہد جس سے اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا بڑا عالم نہ ہو، وہ اقامت حدود و تعزیرات اور خصومات کے فیصلے کر سکتا ہے، مگر جہاد وہ بھی نہیں کر سکتا، ہاں یہ جاننا کہ اس سے بڑا اور کوئی عالم نہ ہے، محال ہے نیز وہ ایک عالم جمیع بلاد اسلامیہ کے فیصلے کرے ناممکن ہے۔ کما لا یخفی۔

---

[۱] فروع کافی ج ۵ صفحہ ۲۳ کتاب الجہاد میں ہے، ابو عبد اللہ نے کہا امام غیر مفروض الطاعۃ کے ساتھ ہو کر قتال کرنا میتہ، دم اور خنزیر کی طرح حرام ہے۔

[۲] دیکھئے فروع کافی ج ۷ صفحہ ۴۰۶ قال امیر المؤمنین لشریح یا شریح قد جلست مجلسا لا یجلسہ الا نبی او وصی او شقی انتہی۔

کوئی شخص اپنی کنیز مملوکہ یا ام ولد کی قبل یا دبر کسی پر حلال کر دے تو یہ جائز ہے، بلکہ موجب اجر و ثواب، ائمہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنے احباب کو فرمایا۔

فروجہ جواذ بینا لکم وخدمتھن لنا۔ — ہماری لونڈیوں کی شرم گاہیں تمہارے لئے اور ان کی خدمت ہمارے لئے۔

اسی لئے اس فرقہ کے سلاطین، امراء اور علماء اپنی کنیزیں اور امہات الاولاد زنا کیلئے وقف کر دیتے تھے، ائمہ کے ساتھ کتنا بڑی دشمنی ہے کہ ایسی باتیں ان کی طرف جھوٹ منسوب کیں۔

۳:۔ کہتے ہیں[۲] اگر ذمی کسی مسلمان کو قتل کر دے اس کی عورت اور اس کی لڑکی مقتول کے وارثوں کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

۴:۔ امام کے غائب ہونے کے ایام میں چونکہ جہاد فاسد ہے، ان دنوں میں کفار کی جو عورتیں قید میں آئیں گی[۳]، وہ امام کی کنیزیں ہیں اور امام نے اپنی کنیزیں شیعہ پر حلال کر دی ہیں، لہٰذا ہر شیعہ ان کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہے، اور مال غنیمت جو بھی آئے غازیوں کی ملک نہیں ہے بلکہ امام کی ملکیت ہے، اگر کوئی شیعی غازی سے چھین لے اس کے لئے لینا درست اور جائز ہے، امام نے اس کی اجازت دی ہے۔

۵:۔ اس طرح متعہ جائز سمجھتے ہیں کہ دس آدمی ایک عورت کے ساتھ ایک عقد میں ایک مہر متعہ کر کے متعہ کریں۔ جائز ہے، اوقات مقررہ میں دسوں کے دس اس کیساتھ اپنے اپنے وقت میں مجامعت کر سکتے ہیں۔

۶:۔ نماز میں[۴] بے فائدہ کام کرنا جائز قرار دیتے ہیں، جگہ یا[۵] مصلے یا موزہ یا پگڑی پر نجاست لگی ہو تو نماز جائز ہے، اپنی عورت کے ساتھ نماز میں معانقہ جائز سمجھتے ہیں۔

۷:۔ مردہ جانور کے شکم سے[۶] مردہ بچہ برآمد ہو اس کا کھانا جائز کہتے ہیں۔

---

[۱] فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۰۸ باب الرجل یحل جاریتہ لاخیہ الخ [۲] اس لئے کہ فروع کافی جلد ۷ صفحہ ۳۱۰ میں ہے کہ مسلمان کے قاتل نصرانی کے ورثا کو مسلمان کے سپرد کر دیا جائے قتل کرے یا معاف کرے یا غلام بنائے اپنی مرضی سے تو غلام بنانے کی صورت میں قاتل کی لڑکی و بیوی بھی حلال ہیں [۳] فروع کافی باب ما تقطع الصلاۃ ج ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے کسی ضرورت کے پیش نظر سر کا اشارہ کرے ہاتھ سے اشارہ کرے اور تسبیح کہے جائز ہے اسی طرح دیکھیے صفحہ ۳۶۶ [۵] دیکھئے فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۵۰ کتاب الاطعمہ باب ما یقع من الکیۃ [۶] اسی طرح دیکھئے فروع کافی ج ۲ صفحہ ۲۴۳ باب یصلی فی الثوب وھو غیر طاہر عالما او جاہلا۔

۸:۔ غیر مسکوک[1] سونا اور چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں کہتے ۔

۹:۔ عورت پر احتلام سے غسل واجب کہتے ہیں، مگر یہ بھی کہتے ہیں، امام صادق نے عورتوں کو مسئلہ احتلام سکھانے سے منع فرمایا ہے ۔

۱۰:۔ کہتے ہیں ائمہ نے مخلوق کو تعلیم اصول دین سے منع فرمادیا ہے ۔

۱۱:۔ کہتے ہیں کہ محمد باقرؒ اور جعفر صادقؒ کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مختوم میں تقیہ ترک کرنے کا حکم دیا تھا، مگر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، اس قول سے ائمہ کا عصیان ثابت ہوا جو کہ عصمت کے منافی ہے،

۱۲:۔ کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی مضطر کو طعام نہ دے، تو مجبور شخص اسے قتل کر دے، اور طعام چھین لے جائز ہے، اسی طرح اگر وہ طعام کی قیمت گراں طلب کرے تو بھی اسے قتل کر کے طعام چھین لے درست ہے،

۱۳:۔ نابینا سے قصاص نہیں لیا جاتا ۔

۱۴:۔ والدین، اولاد یا اولاد الاولاد یا بھائیوں کی موت پر گریبان پھاڑ ناجائز کہتے ہیں ۔

فرقہائے امامیہ کی مشابہت بہ یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود

امامیہ کے فرقوں میں غالی فرقے باطنیہ۔ سبعیہ، قرامطیہ، ترازیہ، غرابیہ اور رزامیہ کی یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت نہایت واضح ہے، کہ یہ مشرک گروہ ہیں، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہودیوں کے ساتھ ان کی دیگر مشابہت یہ ہے کہ یہ بھی یہود کی طرح کتاب کی بعض باتیں مانتے ہیں، اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں کہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ نیز یہود کہتے ہیں خروج دجال تک جہاد جائز نہ ہے امامیہ کہتے ہیں خروج مہدی تک جہاد موقوف ہے، مغرب نماز کی تاخیر تاروں کے مکمل ظہور تک کرتے ہیں، اور سحری جلدی کرتے ہیں، یہودی مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے ہیں، امامیہ قتل سنی کو نیکی شمار کرتے ہیں، اگر کوئی مرد اپنی عورت سے کہدے طلقتک ثلاثا میں نے تجھے تین طلاق

---

[1] فروع کافی ج ۳ ص ۱۵ ۔ [2] فروع کافی ج ۲ ص ۴۹ ۔

دی، امامیہ اور یہود کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی یہودی کہتے ہیں۔
لیس علینا فی الامیین سبیل (آل عمران ۷۵) امامیہ کہتے ہیں الیس علینا فی المسلمین سبیل۔
یہودی عیسٰی علیہ السلام اور ان کے حواریوں کو برا بھلا کہتے ہیں، امامیہ صحابہؓ اور بعض اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں، یہودی اندر کچھ اور باہر کچھ کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور امامیہ تقیہ کے قائل ہیں، اثنا عشریہ کی نصاریٰ کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ نصاریٰ نجاست سے تنزہ نہیں کرتے، اور امامیہ بھی تین بار جھاڑ لینے کو کافی سمجھتے ہیں، چاہے زانو تک پیشاب سے آلودہ ہو۔ نصاریٰ چاروں سمت منہ کر کے نماز جائز کہتے ہیں، امامیہ بھی نفل میں چاروں سمت منہ کرنا جائز جانتے ہیں، امامیہ نصاریٰ کی طرح بعض ایام کو بغیر حکم خداوندی عید کے طور پہ مناتے ہیں، جیسے عید غدیر، عید بروز قتل عمرؓ وغیرہ۔
اثنا عشریہ کی مشابہت صابئین کے ساتھ یہ ہے کہ صابئی بعض مخلوق کو مؤثر وقادر سمجھتے ہیں، اور امامیہ حیوانات کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں۔
اثنا عشریہ کی مجوس کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ مجوس یزدان کو خالق خیر اور اہرمن کو خالق شر کہتے ہیں، اور یہ بھی کہ اہرمن کی مراد زیادہ وقوع پذیر ہے، اور یزدان کی کم۔ اسی طرح امامیہ خالق خیر حق کو کہتے ہیں، اور خالق شر شیطان اور گنہگاروں کو، اور یہ بھی کہ ابلیس کی مراد اکثر بر آتی ہے، نہ کہ مراد خدا، انہوں نے مجوس سے بھی زیادہ شرکاء بنا ڈالے۔
نیز مجوس کہتے ہیں کہ ماں اور بہن اور لڑکی کے ساتھ جماع کرتے ہیں کوئی باک نہیں، امامیہ کہتے ہیں محب علی کو کسی گناہ سے عذاب نہ ہوگا۔ مجوس اپنی کنیزیں اور امہات الاولاد کو مردوں پر حلال کرتے ہیں، اور اسے عبادت سمجھتے ہیں، اسی طرح امامیہ۔
امامیہ کی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت یہ ہے کہ ہندو بھی نجاست سے احتراز نہیں کرتے اور چاروں طرف سجدہ کرتے ہیں، جیسا کہ امامیہ نوافل اور سجدہ تلاوت اور سہو میں۔

ہنود روزہ میں بعض چیزیں کھانا جائز کہتے ہیں، امامیہ بھی غیر معتاد اشیاء روزہ میں کھالینا جائز قرار دیتے ہیں، ہندو زکوٰۃ کے قائل نہ ہیں، امامیہ بھی غیر مسکوک میں زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ نکاح میں گواہ ہندوؤں کے نزدیک شرط نہیں، اور متعہ میں امامیہ کے ہاں شرط نہیں۔

ساتواں مقالہ

اس مقالہ میں بعض فروعی مسائل کی تحقیق ہے، جو کہ اہل سنت و جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے امام میں صفت عصمت کا ہونا شرط نہیں ہے، اور متقی ہونا صفت کمال ہے، اہل سنت وجماعت کے نزدیک بادشاہ کے خلاف اگرچہ وہ ظالم اور فاسق ہو خروج کرنا جائز نہیں ہے، اس کی اطاعت فرض ہے، الا یہ کہ نافرمانی خدا کا حکم کرے، قرآن پاک میں ہے۔

اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی الله والرسول۔ (النساء ۵۹)

اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے حکومت والوں کی، اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر الله۔ (الحجرات ۹)

اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو زیادتی کرنے والے سے لڑو تاکہ وہ اللہ کے حکم میں آجائے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

لہٰذا فاسق وفاجر بادشاہ کی معیت میں کفار اور باغیوں کے خلاف جہاد کرنا جائز ہے

---

[۱] البغوی فی شرح السنۃ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۱۔

امام نماز کیلئے بھی معصوم ہونا ضروری نہیں امام صالح اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ اعلم بالسنۃ، اقرأ بکتاب اللہ اور اتقی ہو، جیسا کہ کتب مسائل میں مذکور ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مسائل پر اجماع امت بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رض تابعین، علماء مجتہدین اور ائمہ اہل بیت بنو امیہ اور بنو عباس کے ظالم بادشاہوں کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے ابو ایوب انصاری صاحب رحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت معاویہ رض میں فتح قسطنطنیہ کے لشکر میں جس کا امیر یزید بن معاویہ رض تھا، شریک ہوئے اور اسی میں شہید ہوئے، حضرت حسین رض نے اپنے بھائی حضرت حسن رض کے جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو کہا جو کہ معاویہ رض کی طرف سے حاکم مدینہ تھے، اور فرمایا اگر مسنون طریقہ اس طرح نہ ہوتا میں آپ کو امام نہ بناتا، کتب امامیہ میں امیر المؤمنین سے مروی ہے۔

لابد للناس من امیر برّ او فاجر (نہج البلاغۃ) لوگوں کے لئے کوئی امیر نیک یا برا ہونا ضروری ہے۔

موزوں پر مسح کرنا جائز ہے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، ستر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا یہ حکم تواتر کی حد تک پہنچ چکا ہے، تخصیص کتاب خبر مشہور سے بھی جائز ہے، جو کہ متواتر سے کم تر ہے، دار جلکم کی جر کی قرأت کو پاؤں کو موزوں کے اندر ہونے کے وقت پر بھی محمول کیا جاتا ہے، کہ اس حالت میں مسح کیا جائے، وضو میں پاؤں دھونے کی فرضیت اور حرمت متعہ وغیرہ مسائل کا تفصیلی تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ ایک ہی وقت نکاح کرنا ناجائز ہے ایک وقت میں کوئی شخص بھی چار عورتوں سے زیادہ کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا قرآن پاک میں ہے:۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی تو دو دو تین تین اور چار چار میں سے

ؔ۱ الاستیعاب جلد ۱ ص ۳۷۳۔

وثلث وربٰع (النساء ۳) جو تمہیں پسند آئیں نکاح کرو،

مجموع کا مقابلہ مجموع کے ساتھ آحاد کا مقابلہ آحاد کے ساتھ ثابت کرتا ہے،

(اس لئے ایک ایک کے لئے دو، تین، چار تک جائز ہوگا) اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

کرامات اولیا حق ہیں | اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں، قرآن پاک میں ہے:۔

کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یا مریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ۔ (آل عمران ۳۷)	جب مریم کے پاس حضرت زکریا عبادت گاہ میں گیا تو اس کے پاس رزق پایا کہا اے مریم یہ تیرے لئے کہاں سے ہے، کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

نیز فرمایا:۔

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ (النمل ۴۰)	اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا، میں اسے تیرے پاس لاتا ہوں، اس سے پیشتر کہ تیری آنکھ جھپکے۔

یہ جائز ہے کہ ولی کو اپنی ولایت کا پتہ نہ ہو۔

ولایت کا معنیٰ اور اس سے متعلقہ مسائل مراتب قرب، احوال اور مقامات جو کہ کتاب وسنت اور کشف اولیاء امت سے ثابت ہیں، ایک علیحدہ کتاب میں ذکر کر دیئے ہیں جس کا نام ارشاد الطالبین ہے، من اراد فلیرجع الیہ ۔

مبتدعین کے ساتھ دوستی رکھنا حرام ہے | روافض، خوارج اور دوسرے اہل ہوا کے ساتھ محبت اور دوستی قائم کرنا حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یاایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم خبالا ودوا	اے ایمان والو! دوسروں کو رازدان فساد نہ بناؤ، یہ تمہارا تکلیف میں پڑنا

ماعنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر (آل عمران ۱۱۸)

پسند کرتے ہیں، ان کی زبان پر کلمات بغض جاری ہیں، اور جو ان کے سینہ میں ہے اس سے بھی زیادہ ہے۔

نیز فرماتا ہے:۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (ھود ۱۱۳)

ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ پہنچ جائے۔

نیز فرمایا ہے:۔

لا تتولوا قوما غضب الله علیھم (الصف ۱۳)

جس قوم پر اللہ کا غضب ہے، ان کے ساتھ دوستی نہ لگاؤ۔

ایک سوال | ان آیات میں دوستی اور موالاۃ کفار سے منع کیا گیا ہے نہ کہ اہل قبلہ سے۔

جواب | اکثر مبتدعین فرقوں کے عقائد کفر تک جا پہنچے ہیں، پھر اعتبار عموم الفاظ کا کیا جاتا ہے، نہ کہ خصوص موارد کا مذکورہ بالا آیات کے عموم میں کفار کے ساتھ ساتھ وہ گروہ بھی آجاتے ہیں جن کے عقائد ان کے مشابہ ہیں خوارج و روافض وغیرہ وغیرہ۔ یا یوں کہیں کہ روافض و خوارج کو قیاس کر کے اس آیت کے حکم میں داخل کیا جائے گا، لہٰذا جو کام محبت کی زیادتی کا باعث بنتے ہیں، مثلاً سلام کہنا، ہدیہ بھیجنا ان کے ساتھ ہم نشینی کرنا، ان کے بیمار کی عیادت کرنا وغیرہ جائز نہیں ہیں۔ اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور ان کا جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان الله اختارنی واختار لی اصحابی واصہاری وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا، اور میرے دوست چنے، اور میرے اصہار، ایک قوم آئے گی، وہ انہیں سب کریں گے، اور ان کی تنقیص کریں گے، ان کیساتھ نہ بیٹھنا نہ کھانا پینا، اور نہ مناکحت کرنا

رواہ العقیلی - ورواہ الشیخ محی الدین عبد القادر الشریف الجیلی رحمہ وزاد ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنة۔

امام عقیلی رحمہ نے اسے روایت کیا، اور شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی اسے ذکر کیا ہے اور مزید یہ کہ ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کا جنازہ نہ پڑھو ان پر لعنت اتر چکی ہے۔

اس طرح رافضیہ، خارجیہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاتناکحوھم کی وجہ سے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم (البقرہ ۲۲۱)

ایمان دار عورت مشرکہ سے بہتر ہے چاہے تمہیں پسند آئے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نکاح کے لئے جمال اور مال پر نظر نہیں رکھنی چاہیئے، بلکہ دین اور تقویٰ کو مدنظر رکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

علمت نفس ما قدمت و اخرت (الانفطار ۵)

ہر نفس جان لے گا کہ کیا آگے لئے بھیجا، اور کیا پیچھے چھوڑا۔

یہ آیت دال ہے کہ ہر معاملہ میں دین و تقویٰ کو دنیاوی مفادات پر ترجیح دینی چاہیئے جیسا کہ حق تعالیٰ جل مجدہ فرماتے ہیں۔

ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرة الحیٰوة الدنیا۔ (طٰہٰ ۱۳۱)

ہم نے جوان کو گوناگوں دنیا کا ساز و سامان دیا ہے، ان کی طرف اپنی نظر نہ رکھیں۔

نیز ارشاد حق ہے۔

المال والبنون زینة الحیٰوة الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیرا املا۔ (الکہف ۴۶)

مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہے، تیرے رب کے پاس بہتر بدلہ باقی رہنے والی نیکیوں کا ہے، اور یہی اچھی امید والی چیز ہے۔

سب شیخین کی سزا اور روافض کے بارہ میں پیش گوئیاں

قاضی کے سامنے گواہوں کے ذریعہ یا اقرار سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص علیؓ کو شیخینؓ سے افضل جانتا ہے حضرت علیؓ نے ایسے شخص کو حد افترا مارنے کا حکم دیا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اکثر علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ اسے تعزیری سزا دی جائے اس لئے کہ جس معاملہ میں حد شرعی ثابت نہ ہو اس پر حد مارنا جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، احاد احادیث اور قیاس سے حد ثابت نہیں ہوتی، فقیر کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو انہتر درے مارے جائیں، امام ابو حنیفہ کا قول ہے ایسے انتالیس درے لگائے جائیں، اگر کوئی شخص شیخین کو سب کرے، (نعوذ باللہ) اس کی سزا قتل ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

۱:۔ یا ابا الحسن اما انت وشیعتك فی الجنة وان قومًا یزعمون انهم یحبونك ... یصغرون الاسلام ثم یلفظونه یمرقون منه کما یمرق السهم من کبد القوس لهم نبز یقال لهم الرافضیة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون رواه الدار قطنی۔

اے ابوالحسن تم اور تیرا گروہ جنت میں ہوں گے، ایک قوم دعویٰ کرے گی کہ وہ تیرے سے محبت کرتے ہیں، اسلام کی تحقیر کریں گے اس سے ایسے نکل جائیں گے، جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، ان کی علامت ہے کہ انہیں رافضیہ کہا جائے گا، اگر تو اسے پائے تو قتل کرنا یہ مشرک ہیں۔ (دار قطنی نے روایت کیا)

۲:۔ وروی ایضا عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال سیاتی بعدی قومٌ لهم نبز یقال لهم الرافضیة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

نیز علیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی، انہیں رافضیہ کہا جائے گا، اگر تم ان کو پاؤ۔ تو قتل کر دینا، وہ مشرک ہیں، حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ـــــــــــــــــــــــــــ

۱؎ ذکرہ البخاری فی الکبیر فی ترجمة ابراہیم بن حسن

ما العلامة قال يقرظونك بماليس فيك ويطعنون على السلف واخرج الدارقطني من طريق اخر نحوه وزاد فيه ينحلون حبنا اهل البيت وليسوا كذلك وآية ذلك انهم يسبون ابا بكر وعمر۔

ان کی نشانی کیا ہے، فرمایا تیری تعریفوں میں وہ باتیں لائیں گے، جو تجھ میں نہیں اور سلف پر طعن کریں گے، ایک دوسری سند سے دارقطنی نے اس طرح روایت کیا ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ وہ اہل بیت کی محبت کے مدعی ہوں گے، حالانکہ ایسے نہیں ہیں، اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالی دیں گے۔

۴:۔ واخرج ایضا من طریق اخر عن فاطمة الزهراء وام سلمة رضی الله عنهما نحوه۔

دارقطنیؒ یہ حدیث ایک اور سند سے بروایت فاطمہ زہراؓ و ام سلمہؓ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

۵:۔ وعن علی رض انه قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم الا ادلك على عمل اذا فعلته كنت من اهل الجنة سيكون بعدى اقوام يقال لهم الرافضة اذا ادركتهم فاقتلهم فانهم مشركون قال على قلت ما علامة ذلك قال انهم يسبون ابا بكر وعمر رواه الطبرانى والبغوى۔

علیؓ سے مروی ہے انہوں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے ایک عمل بتاتا ہوں، جب تو اس کو کرے گا، اہل جنت سے ہو جائیگا، میری بعد ایک قوم آئیگی، انہیں رافضہ کہا جائے گا، جب تو انہیں پائے قتل کر دے، کیونکہ وہ مشرک ہیں، علیؓ نے پوچھا ان کی نشانی کیا ہے، فرمایا وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالی بکیں گے۔

(طبرانی و بغوی)

۶:۔ وعن علی قال قال رسول الله

نیز حضرت علیؓ کہتے ہیں رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی قوم یسمون الرافضۃ یرفضون الاسلام رواہ البیہقی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں ایک قوم ہو گی، جنہیں رافضیہ کہا جائے گا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

۷:۔ وعن فاطمۃ الزھراء رض قالت نظر النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی علی فقال ھذا فی الجنۃ وان من شیعتہ قوما یرفضون الاسلام لھم نبز یسمون الرافضۃ یا علی اذا ادرکتھم فاقتلھم فانھم مشرکون رواہ الطبرانی والبغوی

فاطمہ زہرا فرماتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رض کی طرف نظر کی، اور فرمایا، یہ جنتی ہے، اس کے شیعہ میں ایک قوم ہے جو اسلام کو ترک کر دیں گے، ان کا نام ہوگا رافضیہ اے علی جب تو انہیں پائے قتل کر دینا (طبرانی و بغوی)

۸:۔ وروی البغوی فی المعالم عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیرتك ان تکون من اھل الجنۃ فان قوما ینتحلون حبك یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم نبزھم الرافضۃ فان ادرکتھم فجاھدھم فانھم مشرکون۔

بغوی معالم میں علی رض سے روایت کرتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری سیرت اہل جنت کی ہے ایک قوم جو تیری محبت کا دعویٰ کریں گے، قرآن پڑھیں گے، مگر ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا وہ رافضیہ ہیں، اگر تو ان کو پائے تو ان سے جہاد کر، کیونکہ وہ مشرک ہیں،

۹:۔ وروی[1] الھروی عن ابراھیم بن حسن بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یظھر فی امتی فی آخر الزمان قوم یسمون

ہروی ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمان میں ایک قوم ظاہر ہو گی۔ رافضیہ نام

---

[1] ایضا مستدرک محمد جزء ۲ ص ۸ [2] مسند بزار ص ۱۴۲ (مصورہ)

قوم یسمون الرافضیۃ یرفضون الاسلام۔

دیئے جائیں گے، اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

۱۰۔ وروی الحافظ ابو موسی المدینی والحافظ رضی الدین احمد بن اسمٰعیل بن یوسف بن الحاکم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی یا علی انت فی الجنۃ وسیکون بعدی قوم یقال لھم الرافضۃ فاذا ادرکتھم فاقتلھم فانھم مشرکون فقال علی یا رسول اللہ وما علامۃ ھؤلاء قال علیہ السلام لا یردن الجمعۃ والجماعۃ ویشتمون ابابکر وعمر۔

حافظ ابو موسیٰ المدینی اور حافظ رضی الدین احمد بن اسمٰعیل بن یوسف بن الحاکم، بروایت ابن عمرؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے کہا کہ تو جنتی ہے میرے بعد ایک قوم ہو گی، انہیں رافضیہ کہا جائیگا۔ جب تو انہیں پائے، تو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں، علیؓ نے کہا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جمعہ اور جماعت کے قائل نہ ہوں گے، اور ابوبکر وعمر کو گالی دیں گے،

۱۱۔ واخرج الطبرانی والحاکم[1] والمحاملی عن عویمر بن ساعدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختار لی اصحابا وجعل لی فیھم وزراء وانصارا واصھارا فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔

طبرانی، حاکم اور المحاملی عویمر بن ساعدہ سے روایت کرتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دوست پسند فرمائے ان میں وزیر، مددگار، اور خاندان سسر بنائے، جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت ہے۔

[1] فی المستدرک جلد ۳ صفحہ ۶۳۲۔

اس حدیث کے طرق اگرچہ ضعیف ہیں مگر کثرت طرق کی وجہ سے درجہ صحت یا حسن میں ہیں۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں اس حدیث کی اسانید کثیرہ ہیں۔

عثمان و علی کو سبّ کرنیوالے کی سزا اگر کسی شخص پر عثمانؓ و علیؓ کو سب کرنا ثابت ہو جائے، تو اکثر علما کہتے ہیں، اس پر تعزیری سزا[۲] یعنی قتل واجب نہ ہے، مگر فقیر کے نزدیک مختار یہ ہے کہ ختنین[۳] (عثمانؓ و علیؓ) اور عائشہ صدیقہ اور فاطمۃ زہراؓ کو سبّ کرنے والے شخص کو بھی سزا قتل دی جائے۔ اس لئے کہ ان کو سبّ[۴] کرنا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سبّ علیا فقد سبنی ومن اذی علیا فقد اذانی۔	جس نے علی کو گال دی اس نے مجھے گال دی، اور جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

نیز فرمایا۔

---

[۱] مؤخر الذکر حدیث صحیح ہے، جیسا کہ امام حاکم نے صحیح کہا اور امام ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے تلخیص المستدرک للذہبی صفحہ ۱۳۲ جلد ۳۔

[۲] صحیح یہ ہے کہ سزا قتل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر بیہودہ گوئی پر ہی دی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جب کہ ایک شخص نے ابوبکر صدیقؓ پر تنقید کرنیوالے کے بارہ میں اجازت مانگی ابوبکر صدیق سے کہ میں اسے قتل کردوں، ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے یہ استحقاق نہیں ہے کہ اس پر تنقید کی وجہ سے ناقد کو قتل کر دیا جائے، دیکھئے سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۰ باب فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۳] جس ملک کا قانون اور اس کے عوام کا نظام زندگی اسلام ہو ضروری ہے کہ اس ملک کے قانون میں ان لوگوں کی حیثیت محفوظ کی جائے جنہیں دین میں اول مقام حاصل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین۔ ان پر تنقید کرنا خلاف قانون ہونا لازم ہے، چہ جائیکہ کوئی انسان ان پر سب وشتم کرے، ایسا کرنا درحقیقت اپنے مسلمہ نظریہ حیات اسلام سے روگردانی ہے۔ اور قانون میں اس کی سزا ہونی چاہیئے، ورنہ قانون کی حیثیت ہی مجروح ہو جائے گی۔ امام ابوطالب العشاری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو پتہ چلا کہ ابن السوداء ابوبکرؓ و عمرؓ کی تنقیص کرتا ہے تو اسے بلوایا اور تلوار منگوائی، اور اسے قتل کرنا چاہا، مگر لوگوں کے کہنے پر چھوڑ دیا، اور فرمایا جس شہر میں میں رہوں، یہ نہیں رہ سکتا چنانچہ مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا، کتاب فضائل ابی بکر صدیق ص ۹۔

[۴] احمد دیکھئے جمع الفوائد ص ۳۶۸۔

يؤذيني ما آذاها[1] — جو اسے تکلیف دیتا ہے، میرے لئے تکلیف دہ ہے۔

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے کی سزا

عام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے لئے زجر اور تعزیری سزا واجب ہے، اور قید کی سزا بھی دی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا (الاحزاب ۵۸)

وہ لوگ جو ایمان دار مردوں اور عورتوں کو ایذا دیتے ہیں، ان کاموں میں جو انہوں نے نہیں کئے، ایسا کرنیوالے بہتان باندھ چکے ہیں، اور صاف گناہ

سوال:۔ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں وارد ہے:۔

الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا من بعدي فمن احبهم فبحبني احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله۔[2]

میرے صحابہ کے بارہ میں خدا کا خوف کرو، میرے بعد انہیں نشان نہ بنا لینا، جو ان سے محبت کرے گا، میری محبت سے ایسا کرے گا، اور جو بغض رکھے گا، یہ میرے ساتھ بغض ہوگا، جو انہیں ایذا دے گا اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اس حدیث کی رو سے صحابہ کرام کے حق میں گالی بکنے والے پر قتل واجب ہونا چاہیئے جیسا کہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے سب کرنے والے کا حکم ہے۔

جواب یہ حدیث جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں وارد ہے البتہ لفظ اصحاب دو احتمال رکھتا ہے،

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ باب فضل فاطمہ۔ [2] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۔ وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ایک بار سہی۔

۲:۔ وہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کافی مدت رہے ہے عرف کا اقتضاء بھی یہی ہے کثرۃ صحبت کی بعض نے چھ ماہ سے تعیین کی ہے، لہٰذا شبہہ کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم نہیں ہوگا۔

ہاں مہاجرین وانصار سے کبار صحابہ جن کا صحابی ہونا متواتر ہے، جیسا کہ ابن مسعود، ابن عمر، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ الاشعری، ابوہریرۃ، انس بن مالک، زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی شخص ان کی تکفیر کرے، ایسا شخص یقیناً وعد اللہ الحسنیٰ کا منکر ہے، باوجودیکہ متواتر ذریعہ سے مذکورہ اکابرین کا اس وعدہ میں داخل ہونا ثابت ہے، ان کی تکفیر کرنے والے کے لئے قتل کا فیصلہ ہوسکتا ہے، مگر فقہاء میں سے کسی سے بھی یہ فتویٰ مروی نہیں ہے۔

حضرت علیؓ کا ایک اہم خطبہ | ہم اس مقالہ کو حضرت امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب کے خطبہ سے ختم کرنا چاہتے ہیں:۔

اخرج الحافظ ابو سعید بن علی بن الحسین بن سمان عن سمان عن سوید بن غفلۃ انہ قال قلت لعلی انا مررت بقوم من الشیعۃ یذکرون ابا بکر وعمر وینتقصونهما ولولا یعلمون انک تضمر لهما ما علیهم لم یجترؤا علی ذلک فقال علی اعوذ باللہ عزوجل ان اضمر لهما الا الحسن الجمیل اخوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووزیراه ثم

حافظ ابوسعید بن علی بن الحسین بن سمان روایت کرتا ہے، سمان سے وہ سوید بن غفلہ سے وہ کہتا ہے، میں نے علیؓ سے کہا میں ایک قوم شیعہ کے پاس سے گزرا وہ ابوبکر و عمر کی تنقیص کر رہے تھے، اگر وہ آپ کے ان کے متعلق اندرونی خیالات نہ جان چکے ہوتے، تو ایسا نہ کہتے علیؓ نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ابوبکر و عمر کے بارہ میں اچھے خیالات کے علاوہ دل میں لاؤں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے، اور آپ کے وزیر

نهض دامع العين يبكي قابضا
على يديه حتى صعد المنبر
قابضا لحيته فينظر فيها وهي
بيضاء وقد اجتمع الناس فقام
وخطب خطبة موجزة فقال
ما بال اقوام يذكرون سيدي
قريش وابوي المؤمنين بما انا
عنه منزه ومما يقولون معاقب
فوالذي خلق الجنة وبرء
النسمة انه لا يحبهما الا مؤمن
ولا يبغضهما الا فاجر ردي
من لكم بمثلهما من احبهما فقد احبني
ومن ابغضهما فقد ابغضني و
وانا منه برئ فقال ان قوما
يفضلونني عليهما في قلوبهم
بقية من النفاق يريدون
فرقة اهل الاسلام واختلاف
الامة قد نبأني بخبرهم
رسول الله صلى الله عليه
وسلم وامرني بقتلهم
اخوان العلانية اعداء
السريرة يحسن الكذب
عندهم ويظهر الفجور بينهم

پھر علی روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں
کو بلند کر کے منبر پر چڑھے، اور داڑھی
پکڑی، لوگ بھی جمع ہو گئے، کھڑے
ہو کر مختصر خطبہ دیا، اور فرمایا ان اقوام
کا کیا حال ہے جو قریش کے دو سرداروں
مؤمنین کے روحانی باپوں کا تذکرہ ایسا
کرتے ہیں جس سے میں پاک و صاف
ہوں، اور اس پر ان کو سزا دوں گا، دانہ
پیدا کرنے والے اور روح بنانے والے
خدا کی قسم ان دونوں سے ایمان دار ہی
محبت کرتے ہیں، اور فاجر ردی ہی بغض
رکھتے ہیں، ان کی مثل تم کہاں سے لاسکتے
ہو، جو ان سے محبت کرتا ہے، اس نے
مجھ سے محبت کی اور جو ان سے بغض رکھتا
ہے وہ میرا دشمن ہے، میں اس سے بری
ہوں، نیز فرمایا ایک قوم ان دونوں
پر مجھے فضیلت دیتی ہے، اس قوم کے
دل میں نفاق ہے، اور یہ مسلمانوں میں
افتراق پیدا کرنا چاہتے ہیں، اختلاف
امت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے اطلاع دی تھی، مجھے حکم دیا تھا،
کہ ان لوگوں کو قتل کر دوں جو ظاہر کے
بھائی ہوتے ہیں، اور اندر کے دشمن

يبطلون المصاحف ويتواصلون الفجور يشتم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضى عنهم والوقيعة فيهم واتباع ما شجر بينهم ما قد غفر الله تعالى لهم يتعلم الصغير من الكبير ويربو على ذلك الصغير حتى يكون كبيرا۔ فيندرس السنة ويحيى البدعة المتمسك بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ذلك افضل المجاهدين فطوبىٰ لهم لم يدارج على وجه الارض ابغض على الله من الروافض۔ ارض الله سبحانه عليهم غضباء والسماء تظل كارهة لهم علماء هم يومئذ شر من اظل السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود اولئك يسمون فى ذلك السموٰت والارض الارجاس۔

ان کے ہاں جھوٹ بولنا مستحسن ہے، ان میں گناہ عام ہے، وہ مصاحف قران کا انکار کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سب وشتم کر کے گناہ کماتے ہیں، اور ان باتوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو ان کے مابین آپس میں اختلافات ہوئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر چکا۔ چھوٹا بڑے سے یہ باتیں سیکھتا ہے، اس طرح سنت کو مٹاتا ہے، اور بدعت کو زندہ کرتا ہے، اس بارہ میں جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا، وہ افضل المجاہدین سے ہے، ان کے لئے خوشی ہے، اللہ کے نزدیک روافض سے زیادہ اور کوئی روئے زمین پر مبغوض نہیں ہے، اللہ کی زمین ان پر ناراض ہے، آسمان ناپسندیدگی میں ان پر سایہ کن ہے ان کے علما آسمان کے نیچے رہنے والوں میں بدترین ہیں انہیں سے فتنے نکلیں گے، اور ان میں عود کریں گے، آسمانوں اور زمین میں یہ لوگ گندے کا نام دیئے گئے ہیں۔

٭ ٭ ٭

روافض ان احادیث کو نہیں مانتے، چونکہ آیات قرآن و احادیث اور آثار امامیہ جو انہوں نے اپنے ائمہ سے روایت کیے، احادیث مذکورہ کی تائید میں ہیں اس لئے روافض کے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہے۔

کتاب ہذا کے طرز استدلال میں شرائط کی پوری پابندی ہوئی ہے

جاننا چاہیئے کہ ہم نے شرط کی تھی کہ اس کتاب میں اہل سنت کی مرویہ احادیث سے استدلال پر ہی اکتفا نہ کریں گے، بلکہ روافض کی مرویہ روایات بھی بیان کریں گے، ہم نے اس شرط کی پوری پابندی کی ہے، چنانچہ پہلے مقالہ میں مذہب روافض کا باطل ہونا اور مذہب اہل سنت کا ثبوت اجمالاً اور دوسرے مقالہ میں تفصیلاً ہم نے پیش کیا ہے۔ تیسرے مقالہ میں مسئلہ امامت پر بحث ہے، امامیہ، خدا تعالیٰ پر نصب امام واجب قرار دیتے ہیں، اور یہ کہ امام معصوم ہوتا ہے، اس کی امامت پر پیغمبر کی نص صریح یا امام اوّل کی تصریح ضروری ہے، امام اپنی امامت کا دعویٰ کرے، اور اس سے معجزہ کا صدور ہو یہ بھی ضروری شرط گردانتے ہیں، اہل سنت ان باتوں کو نہیں مانتے خدا تعالیٰ پر نصب امام واجب نہیں سمجھتے، اور نہ ہی امام جاننا جزو ایمان قرار دیتے ہیں، نصب امام انسانوں کا فریضہ ہے، اور امام کے لئے اسلام کے سوا کوئی دیگر لازمی شرط نہ ہے، اس مسئلہ میں امامیہ مدعی ہیں، دلائل مہیا کرنا ان کی ذمہ داری ہے، اہلسنت کا موقف دفاع کا ہے، چوتھے مقالہ میں اہل سنت کا مؤقف مدافعانہ ہے کہ امامیہ کے مطاعن بر سلف کا جواب دیا گیا ہے، تیسرے اور چوتھے مقالہ میں اہل سنت کی معتبرہ کتب سے احادیث بھی پیش کی گئی ہیں، پانچواں مقالہ افضلیت کے بارہ میں ہے، اور ساتواں اہل سنت کے بعض فروعی مسائل کے بیان میں، ان دونوں میں بھی احادیث اہل سنت پیش ہوئی ہیں۔ کہ ان کی بنا مذہب اہل سنت کی صحت پہ ہے پانچواں اور ساتواں مقالہ میں روافض کے ساتھ نزاع نہیں ہے بلکہ اہل سنت میں بعض لوگ جن سے ان مباحث میں غلطیاں ہوئیں، وہی اس کے مخاطب ہیں۔

خاتمہ

امام کے چند معانی

اس میں ائمہ اہل بیتؓ کا تذکرہ کیا گیا ہے، امام کے چند معانی ہیں، (۱) روافض کا مخترع معنیٰ جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے، (۲) خلیفہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس معنیٰ کے اعتبار سے امام کا اطلاق علیؓ، حسنؓ اور محمد مہدی کے سوا دوسروں پر کرنا دروغ اور افتراء ہے۔ (۳) پیشوا ملت اس معنیٰ کے اعتبار سے اکثر اکابرین امت پر لفظ امام کا اطلاق ہو سکتا ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اسی طرح ائمہ اہل بیت پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے، کیونکہ اکابرین امت علوم ظاہر و باطن میں ان کی طرف مراجعت کرتے رہے ہیں، بالخصوص امام محمد باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ۔

(۴) بعض اکابرین اولیاء امت کو کشف صریح کے ذریعہ امام[1] کا ایک اور معنیٰ منکشف ہوا ہے،

---

[1] امام عربی زبان کا لفظ ہے، عرب عرباء نے اس لفظ کو جن معانی میں استعمال کیا ہے، انہی میں سے کوئی ایک معنیٰ موقع محل کے اعتبار سے مراد ہو سکتا ہے، یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدیم معنیٰ سے کسی لفظ کو بدل کر نیا معنیٰ دیا ہو۔ کشف کے ذریعہ جس صاحب نے امام کا نیا معنیٰ ڈھونڈا ہے، وہ اسی صاحب کی اپنی ذہنی پیداوار ہے، اصل حقیقت سے اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، خود امام کا ایک معنیٰ ایجاد کر لینا، اور اسے اپنے محاورات میں استعمال کرنا ٹھیک ہو سکتا ہے مگر اسے شریعت کی ایک اساس اور بنیاد بنا ڈالنا، اور یہ کہنا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک امام ہے، جس کے توسط سے کل اولیاء اللہ مقام ولایت حاصل کرتے ہیں، بے دلیل اور غیر وزنی بات ہے، مقام ولایت حق تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جسے اصطلاح شرع میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا نام دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ۔ اللہ کی محبت حاصل کرنا جو کہ مقام ولایت ہی ہے، اتباع رسول سے معلق ہے نہ کہ کسی اور امام کی نظر عنایت پہ موقوف۔ قاضی صاحب کا یہ فرمانا کہ کشف بھی علم کے اسباب میں سے ایک ہے، تب صحیح ہے کہ کشف بھی ہو چونکہ امام کا یہ مخترع معنیٰ کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جمیع اقسام اولیاء مقام ولایت حاصل کرنے کے لئے روح علی کے محتاج ہیں صریح نصوص قرآن و احادیث کے خلاف ہے، لہٰذا یہ کسی صاحب کا کشف کشف رحمانی نہیں کوئی اور کشف ہے، امام ابن قیم فرماتے ہیں، ھو لا یخرق سترا ولا یجاوز حدا ولا یخطئ ابدا۔ (مدارج السالکین جلد ا صفحہ ۴۸) یعنی الہام صحیح وہ ہے جو خارق ستر نہ ہو حد سے تجاوز نہ کرے، اور کبھی خطا نہ کرے، لا یجاوز حدا کی وضاحت کرتے ہیں، لا یقع علی خلاف الحل والشرعیۃ فھو شیطانی لا رحمانی (ایضا) یعنی وہ الہام و کشف حدود شرعیہ کے خلاف نہ واقع ہو اگر ایسا ہو تو وہ کشف شیطانی ہو گا، رحمانی نہیں حقانی بھی میرے کشف کی تکذیب کرتے ہیں، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں وکل من الصحابۃ الذین سکنوا الامصار (باقی صفحہ)

کشف بھی علم کے اسباب میں سے ایک ہے، وہ معنی یہ ہے کہ اولیاء اللہ پر حق تعالیٰ کی جناب سے جو فیوض و برکات نازل ہوتی ہیں سب سے پہلے ایک شخص پر نازل ہوتی ہیں، اس خوش نصیب کی وساطت سے دوسرے اولیاء عصر اپنی اپنی استعداد و مرتبہ کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں، اس کی وساطت و وسیلہ کے بغیر کوئی شخص بھی درجہ ولایت نہیں پا سکتا، اقطاب، ابدال نجبا، نقبا اور اولیاء خدا کی جمیع اقسام اس کے محتاج ہوتے ہیں، اس عالی منصب انسان کو امام کہتے ہیں، اور قطب الارشاد بالاصالت بھی انہیں کہا جاتا ہے،

آدم علیہ السلام کے ظہور سے یہ عالی مرتبہ علی مرتضیٰ کی روح کے لئے مقرر ہو چکا تھا آپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۶ کا) اخذ عنہ الناس الایمان والدین واکثر المسلمین بالمشرق والمغرب لم یاخذوا عن علی شیئاً واھل المدینۃ لم یکونوا یحتاجون الیہ الا کما یحتاجون الی نظرائہ (الی ان قال) والعباد والزھاد من اھل ھذہ البلاد اخذوا الدین عمن شاھدوہ من الصحابۃ فکیف یجوز ان یقال ان طریق اھل الزھد والتصوف متصل بہ دون غیرہ انتھٰی (منہاج السنۃ جلد چہارم صفحہ ۱۵۷) یعنی جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو کہ مختلف اطراف میں مخوطن ہوئے لوگوں نے ایمان و دین حاصل کیا مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی اکثریت نے علی رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی نہیں لیا، اہل مدینہ بھی علی رضی اللہ عنہ کے محتاج نہ تھے، مگر اتنا جتنا ان کے ہم مرتبہ دوسرے صحابہ کرام کے ان علاقوں کے عباد اور زہاد نے اخذ دین ان صحابہ کرام سے کیا جو انہیں ملے تو یہ کہنا کہاں جائز ہے کہ اہل زہد و تصوف کا طریق علی سے ہی متصل ہے، کسی اور سے نہیں۔

امام صاحب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ان اللہ قد جعل محمداً ھادیاً فقال وانک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ فکیف یجعل الھادی من لم یوصف بذلک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی راہنمائی کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی متعین فرمایا ہے، قرآن میں ہے، وانک لتھدی الی صراط مستقیم (الشوریٰ ۵۲) تو اس کو ہادی (مقام ولایت) کیوں کہا جا رہا ہے جس کی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائی۔ نیز فرمایا: یہ کل من اھتدی من امۃ محمد فبہ اھتدیٰ سے ہذا الکذب بین فانہ قد آمن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق کثیر واھتدوا بہ ودخلوا الجنۃ ولم یسمعوا من علی کلمۃ واحدۃ۔ (منہاج السنۃ ص ۷۳۹) یہ کہنا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جس نے بھی ہدایت پائی (مقام ولایت) وہ علی سے ہی پائی یہ جھوٹ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خلق کثیر نے ہدایت حاصل کی، اور جنت میں داخل ہو گئے، اور علی رضی اللہ عنہ سے ایک کلمہ بھی نہ سنا۔

۵ دلیل: اس کے برعکس قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ارشاد ہوا (ترجمہ) جب ہم نے موسیٰ کی طرف امر کیا آپ موجود و حاضر نہ تھے (الی ان قال) اہل مدین میں بھی آپ مقیم نہ تھے، مگر ہم نے رسول بھیجے، طور کی جانب میں آپ نہیں تھے جب ہم نے ندا کی لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ ایک قوم کو ڈرائیں جن کے پاس ڈرانے والا نہیں آیا۔ (القصص ۴۴ تا ۴۶) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے، یہ غیب کی خبریں ہیں، ہم نے آپ کو وحی کیں، جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے، آپ وہاں نہیں تھے (آل عمران ۴۴) جب حالیکہ یہ کہا جائے کہ روح علی پہلے سے موجود تھی اور انہی کے توسط سے امم سابقہ کو مقام ولایت مل رہا تھا پھر سابق انبیاء و رسل علیہم السلام تو روح علی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتے کے دیئے تشریف لائے کہ تمہیں ادھر سے مقام ولایت ملے گا حالانکہ یہ بات صریح البطلان ہے۔

کی نشات عنصری سے پہلے امم سابقہ کو آپ کی روح مبارک کے توسط سے ہی درجہ ولایت ملتا تھا، اور وجود عنصری[1] کے بعد اور تا وقت وفات صحابہ و تابعین سب کو یہ دولت انہیں کے توسط سے ملی، آپ کی رحلت کے بعد یہ عالی منصب[2] حسن مجتبیٰ کے سپرد ہوا، پھر حسین شہید کربلا کے ہاں، آپ کے بعد امام زین العابدین، پھر محمد باقر، پھر جعفر صادق، پھر موسیٰ کاظم، پھر علی الرضا، پھر محمد تقی، پھر علی نقی، پھر حسن عسکری اس منصب جلیل پر فائز ہوئے، عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی کے ظہور تک یہ منصب حسن عسکری کی روح سے متعلق رہا، جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہوئے، یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہوگیا، اور محمد مہدی کے ظہور تک آپ کی روح سے ہی متعلق رہے گا، آپ فرماتے ہیں: - قدمی[3] ھذہ علی رقبۃ کل ولی۔

اور ترنم سے یہ بیت[4] پڑھا ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلا لا تغرب

جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے یہ منصب انکے سپرد ہو جائیگا، اور آخر زمانہ تک[4] ان سے متعلق رہیگا۔

---

[1] حضرت علی رض کے پیدا ہونے کے بعد جمیع صحابہ رض کو دولت ولایت انہی کے توسط سے ملی بالکل غلط اور بلا دلیل دعویٰ ہے جیسا کہ اوپر امام ابن تیمیہ کے کلام سے معلوم ہوا، صحابہ رض میں سے کسی نے اس کا اظہار نہیں کیا، نہ ہی خود حضرت علی رض نے کبھی اس کا دعویٰ کیا۔ شیعی اور رافضی صوفیا کی کوششوں سے یہ عقیدہ سنی صوفیوں میں آیا، اصل حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رض نے ایمان و ولایت کے جملہ مراتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری میں حاصل کئے، جیسا کہ خود مؤلف بار بار بہ دلائل اس کو ثابت کرتے رہے ہیں، ارشاد حق تعالیٰ ہے، الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنت الآیۃ (التوبہ ۲۰-۲۱) اس آیت میں اعلیٰ ترین مقام ولایت یعنی اللہ کے ہاں عظیم درجہ کا فائز المرام ہونا، اس کی رحمت و رضا حاصل کرنا، اور بہشت کا مالک بن جانا ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا براہ راست نتیجہ قرار دیا ہے، نہ کہ یہ توسط علی رض

[2] آخر ان بزرگوں کا نام قرآن پاک اور سنت رسول میں کہاں آیا ہے، جس سے یہ تعین ہوا، اگر کوئی دوسرے بزرگوں کو اس مقصد کے لئے متعین کر کے پیش کر دے۔ آپ اس کا کیا کریں گے۔

[3] اس قول اور شعر کی نسبت شیخ عبد القادر کی طرف ثابت نہیں، ویسے بھی یہ مقولہ بالکل غلط ہے، کیا شیخ عبد القادر رح کا قدم صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی گردنوں پہ بھی ہے، وہ بھی تو اولیاء تھے، اور کیا ان کا سورج ڈوب گیا ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[4] دعویٰ بلا دلیل لہٰذا باطل۔

امامیہ کہتے ہیں، علیؓ اور ائمہ کی روح پہلے انبیاء کے ساتھ رہی ہے[1]، بحکم الکذوب قد یصدق سچ ہے، مگر اس کے ساتھ بے شمار غلطیاں وابستہ کرتے ہیں، حضرت جیلانیؒ کا فرمان بھی اس نظریہ پر دلالت کرتا ہے:۔

اخی وخلیلی کان موسی بن عمران۔ — میرا بھائی اور دوست موسیٰ بن عمران تھا۔

یہ دعویٰ کشف[2] والہام سے ثابت ہوا ہے، اس کا استخراج واستنباط کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ[3]۔ — میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا البتہ تم سے اقرباء کی محبت چاہتا ہوں۔

---

[1] رافضیوں کے دوسرے دعاوی کی طرح یہ دعویٰ بھی جھوٹ ہے مؤلف صاحب کی ترمیمی تائید سے سچ نہیں بن سکتا جھوٹ بہرحال جھوٹ ہے، حضرت جیلانی کا یہ فرمان اس دعویٰ پر دلالت نہیں کرتا بات تھی علی کے سابق انبیاء کیساتھ رہنے کی اور دلیل ہے کہ عبدالقادر کا بھائی موسیٰ علیہ السلام تھا، شتان ما بینہما۔

[2] اتنا بڑی بات اور اتنا مخفی کہ خیر القرون میں کسی کو اس کا پتہ نہ چلا اور کسی نے اس کا اظہار نہ کیا، اس کشف کے بطلان پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ کشف والہام دلالت کرتا ہے وہ فرماتے ہیں، فقیر نے (خواب میں) علی ہیہہ عرض کیا کہ مذاہب فقہاء سے کون مذہب جناب عالی کو پسند ہے، ارشاد فرمایا کوئی مذہب ہم کو پسند نہیں یا فرمایا کہ ہمارے طریقہ پر نہیں لوگوں نے افراط و تفریط کو راہ دی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ اولیا کا کون طریقہ جناب عالی کے طریقہ کے موافق ہے، فرمایا اس کا بھی وہی جواب ہے اہر طریقہ میں چیز ہائے ناپسندیدہ خلاف ہمارے طریقہ کے اختراع کی ہیں، ہمارے زمانہ میں تین طریقے شغل کے تھے، ذکر و تلاوت قرآن شریف و نماز صوفیا ذکر کو شغل قرار دیتے ہیں تلاوت قرآن اور نماز کو شغل نہیں جانتے۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۸۸)

[3] اس آیت سے استنباط درست بھی قرار دیا جائے تو بھی مذکورہ نظریہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں صرف علیؓ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کے چچا عباسؓ اور حمزہؓ سید الشہداء کو زیادہ مستحق ہونا چاہئے کہ وہ مقام ولایت حاصل کرنے کا توسط بنیں کیا ان کی قرابت مقدم ہے، آیت شریفہ کا یہ معنی ہی غلط ہے صحیح معنیٰ وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے کیا جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اللھم علمہ الکتاب والحکمۃ، فرماتے ہیں القربیٰ سے آل محمد مراد نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قبیلہ قریش میں قرابت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے کہہ دیں میں تم سے تبلیغ دین پر مزدوری نہیں مانگتا اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ محبت و مودت کرو کہ میرے اور تمہارے درمیان قرابت ہے، دیکھئے صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۱۳ باب قولہ الا المودۃ فی القربیٰ کتاب التفسیر۔

سابق انبیاء یوں فرماتے رہے:۔

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا — میں تم سے اس پر مزدوری نہیں مانگتا

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الشعراء[۱۲۷]) — میری مزدوری تو اللہ پر ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے فریضہ تبلیغ پر مزدوری کی درخواست نہ کی تھی، البتہ احتمال تھا کہ وہ درخواست اجر کریں (انہیں حق تعالیٰ نے مذکورہ کلام کی راہنمائی فرمائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسلوب کلام تبدیل کر دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ سابق انبیاء کی شریعتیں ان کی وفات کے بعد منسوخ ہو جاتی تھیں۔ اور شریعت محمدیہ ابدی شریعت ہے، امت کو نائب پیغمبر کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے[۱]، آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی راہنمائی فرمائی اور اپنی آل کی محبت[۲] اور ان کے پاک دامن کو پکڑنے کا اشارہ کیا، کہ آپ کی آل وارثین پیغمبر ہیں اور آپ کے علوم کا دروازہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تَرَکْتُ[۳] فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ — میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں

کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ۔ — چھوڑ رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور

الحدیث — میری آل۔

نیز فرمایا آپ نے:۔

۱؎ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی وفات کے بعد کتاب اللہ اور اپنی سنت کی طرف (مضبوط پکڑنے کا) مراجعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ (مؤطا امام مالک) یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان پر عمل کروگے گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

۲؎ محبت آل کے حکم سے اولیاء کرام کیلئے مذکورہ طریق کا توسط بننا کیا مطابقت رکھتا ہے؟ اس طرح تو خلفاء راشدین اور جملہ صحابہ رض سے محبت کا بھی حکم ہے پھر سب ہی توسط بننے چاہیں۔

۳؎ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں، البتہ جامع ترمذی میں الفاظ یوں ہیں، ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی۔ یعنی تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان کو لیا، تو گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور میری اولاد، یہ روایت غریب ہے (ترمذی) ایسی روایت سے ایک عقیدہ کا اثبات نہیں ہو سکتا، نیز یہ روایت صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے، کیونکہ مؤطا مالک رح کی صحیح حدیث میں دو چیزوں کی تفصیل میں اللہ کی کتاب اور سنت رسول بتائی ہے آیات قرآن پاک بھی اس کی تائید کرتی ہیں، ارشاد ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الاحزاب ۲۱ قرآن پاک کی تشریح و تبیین کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا[1] — میں علم کا شہر ہوں، اور علی دروازہ ہے۔

اس علم سے مراد ظاہری علم نہیں ہے کہ اس میں سب صحابہ کرام شریک تھے، بلکہ اس سے مراد علم باطن ہے، باطنی علوم حاصل کرنے کے لئے علی رض اور آن کی آل پاک کی طرف اشارہ ہوا، اور ان کی محبت کا حکم صادر فرمایا:۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔[2] — جس کا میں ساتھی ہوں علی رض اس کا ساتھی ہے۔

نیز فرمایا:۔

حب علی عبادۃ۔[3] — علی کی محبت عبادت ہے۔

محبت کا مقصد یہ ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے رنگ میں رنگین کر دے، ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔

المرأ مع من احب۔ — جس سے آدمی محبت کرے اسکے ساتھ حشر ہوگا۔

سوال اگر کوئی کہے کہ اگر تمام صحابہ کو ولایت علی رض کے توسط سے حاصل ہوئی ہے، تو علی رض کی خلفاء ثلاثہ سے افضلیت لازم آتی ہے، حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔

جواب جس طرح کشف سے قطبیت کمالات ولایت علی رض اور ائمہ سے متعلق ثابت ہوتی ہے، اسی طرح کشف سے ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دو طرح کے کمالات امت کو حاصل ہوئے ہیں۔

---

[1] یہ روایت اکثر نقاد حدیث کے نزدیک موضوع ہے جیسا کہ ماثر جمیلہ علی رض کے حواشی میں تفصیل گذر چکی ہے۔

[2] یہ روایت ابن ماجہ میں مذکور ہے، لفظ یہ ہیں ہذا ولی من انا مولاہ اللھم وال من ولاہ وعاد من عاداہ اس سے بھی مذکورہ عقیدہ ثابت کرنا بہت بعید ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے محبت کی تلقین بھی فرمائی ہے، اس میں حضرت علی رض کی کیا تخصیص ہے، ابن ماجہ ص۱۵ میں ہے من احب الانصار احبہ اللہ ومن ابغض الانصار ابغضہ اللہ۔ یعنی جو انصار سے محبت کرتا ہے اس سے اللہ محبت کرتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے، اللہ اس سے بغض رکھتا ہے۔

[3] یہ لفظ کسی حدیث کی کتاب میں مذکور نہیں البتہ طبرانی کبیر میں یہ الفاظ مذکور ہیں النظر الی علی عبادۃ مگر اس کی سند ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے دیکھئے جمع الفوائد ج ۲ ص۳۶۶ ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ حدیث بجمیع طرق غیر صحیح ہے، (الموضوعات ج ۱ ص۳۶۱)

[4] جب روایت مذکورہ ثابت ہی نہیں لہٰذا یہ نتیجہ کل اولیاء کیلئے نکالنا باطل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث نیز حدیث میں ہے من احب للہ وابغض للہ فقد استکمل الایمان (ابوداؤد)

۱:۔ کمالات ولایت جو کہ عامہ اولیا کو ملے یہ کمالات تا قیام قیامت جاری وساری ہیں، ان کمالات کے ارباب کی کثرت کے اعتبار سے ارشاد ہوا۔

ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین۔ — ایک جماعت پہلوں میں اور ایک جماعت پچھلوں میں۔

اولین سے مراد سابق انبیاء اور ان کی امتیں ہیں، اور آخرین سے مراد امت مرحومہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲:۔ کمالات نبوت جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جمیع صحابہ کرام کو ملے، اور تابعین اور تبع تابعین میں بہت کم۔ کمالات نبوت کے اصحاب کی قلت کی وجہ سے ارشاد ہوا:۔

ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین۔ (الواقعہ ۱۳-۱۴) — پہلوں میں ایک جماعت ہے اور پچھلوں میں تھوڑے ہیں ا

گزشتہ ادوار میں بے شمار انبیاء پیدا ہوئے، اور اس زمانہ کے لئے ایک ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس امت میں جس کو بھی یہ دولت نصیب ہوئی، آپ کے طفیل اور تبع کی حیثیت سے ہوئی، اور متبوع کے مقابلہ میں طفیلی کا چنداں اعتبار نہیں ہوتا۔ یہ کمالات قرون ثلاثہ گزرنے کے بعد مشہور ہوئے۔ ہو سکتا ہے، آخری زمانہ میں کمالات نبوت پھر منصہ ظہور میں آجائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولھا خیر ام آخرھا او کحدیقۃ اطعم فوجا منھا عاما وفوجا منھا عاما لعل آخرھا فوجا ھو اعرضھا عرضا واعمقھا عمقا واحسنھا حسنا۔[1] — میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے، نہیں جانا جاتا کہ اس کے اول میں خیر ہے، یا آخر میں، یا باغ کی طرح اس سے ایک سال ایک فوج کو کھلائے اور دوسرے سال دوسری کو، شاید کہ آخری عرض و عمق میں اور حسن میں زیادہ ہو۔

---

[1] جامع ترمذی ابی قوام آخرہا۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آخر زمانہ میں کمالات نبوت کا ظہور ہوگا، ورنہ کمالات ولایت تو کبھی بھی کم نہیں ہوئے۔

علی قطب ارشاد کمالات ولایت ہیں جاننا چاہیئے کشف سے ثابت ہوا کہ علیؓ قطب ارشاد کمالات ولایت ہیں، ان کمالات میں دوسرے صحابہ کرامؓ علیؓ کے محتاج ہیں، یہی وجہ ہے کہ کمالات ولایت کے مالک ہر چند کہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق افضلیت شیخین کے قائل ہیں، مگر بحکم الانسان عبید الاحسان شکریہ علی رضؓ کا زیادہ ادا کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ بہت گرویدگی رکھتے ہیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں شیخینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں۔

اور حضرت عثمانؓ قطبیت کمالات نبوت اور ولایت دونوں میں حصہ رکھتے ہیں، اسی لئے ان کا لقب ذوالنورین ہوا، کمالات نبوت میں صفات کے پردہ کے بغیر تجلی ذات ہے لہذا یہ کمالات ولایت (جس میں تجلی صفات یا بہ پردہ صفات، تجلی ذات ہے) سے بہتر اور افضل ہیں۔

علیؓ کو علم کا دروازہ فرمایا جو کہ علم صفات سے تعبیر ہے، اور ابوبکرؓ و عمرؓ مقام سر میں فائز ہوئے، جماعت صحابہؓ کی نظر کمالات نبوت پر تھی، ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت کا انہوں نے اعتبار[1] نہ کیا اس لئے جمیع صحابہؓ حتی[2] کہ خود حضرت علیؓ افضلیت شیخین کے قائل تھے، اور اسی پر اجماع کیا، بعد کے لوگوں نے بھی ان کی متابعت میں اس پر اتفاق کیا، لہذا افضلیت خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہوئی۔

---

[1] اس پر کوئی نص ؟

[2] صحیح بخاری جلد ۲ صـ ۶۰۹ کی یہ حدیث اس کو باطل ثابت کرتی ہے، کان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر و مبایعتہ الخ یعنی حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں لوگوں کی توجہ علیؓ کی طرف تھی، ان کے فوت ہو جانے کے بعد علیؓ نے لوگوں کے چہرے متغیر محسوس کئے، لہذا انہوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ مصالحت اور بیعت چاہی انتہی۔ اس سے معلوم ہوا صحابہؓ میں حضرت علیؓ کیلئے تصوف کے مذکورہ عہدے کا تصور تک نہیں تھا۔ اس کی کچھ تفصیل امام ابن تیمیہؒ کے قول میں اوپر بیان ہو چکی ہے۔ ؎ ص ۵۲۰ میں ہے کہ صحابہ کو بتوسط علیؓ مدد ملی فیفت التعارض۔

فصل

مہدی رضؓ کی صفات اور ان کی شمائل کے بیان میں۔

اہل سنت وجماعت کے مذہب میں محمد مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا، اکثر اولاد حسین رضؓ سے قرار دیتے ہیں، ابوداؤد کی ایک روایت میں اولاد حسن رضؓ سے ہونا بھی آیا ہے، علماء ظاہر و باطن کا ظن وتخمین یہ ہے[1] کہ تیرھویں صدی ہجری کے اوائل[2] میں ان کا ظہور ہوگا، مگر ان کے ظہور کی تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

احمد اور ماوردی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مہدی میری اولاد سے ہوگا، لوگوں کے اختلاف اور لغزش کی حالت میں آئے گا۔ اور زمین کو عدالت سے پر کردے گا جس طرح کہ پہلے ظلم سے پر تھی، اس سے آسمان و زمین کے ساکنین راضی ہوجائیں گے۔"

ابوداؤد[3] اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے "وہ میرا ہم نام ہوگا، اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے ہم نام یعنی محمد بن عبداللہ، مال کی تقسیم برابر کرے گا، لوگوں کے دلوں کو غنا سے پر کردے گا۔"

حاکم[4] کی ایک روایت میں ہے:۔

آخری زمانہ میں ایک سخت مصیبت آئیگی، اس سے سخت کوئی مصیبت پہلے نہ سنی ہوگی، لوگوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میری اولاد سے ایک شخص کو اٹھائے گا، اور وہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا جس طرح پہلے ظلم سے بھرپور تھی، اس کو آسمان

---

[1] علماء ظاہر و باطن کا ظن وتخمین بجائے خود کوئی چیز نہیں جب تک کہ اس کی بنا کتاب وسنت پر نہ ہو۔ بالخصوص عقائد واحوال ماضیہ ومستقبلہ میں کمالا یخفی۔ اسی طرح کسی باطنی عالم کا یہ مکاشفہ ہے کہ کمالات ولایت صرف علیؓ کے ذریعہ ہی مل سکتے ہیں، جبکہ کتاب وسنت میں کسی جگہ بھی اس عقیدہ اور واحد وسیلہ کا ذکر موجود نہیں لہٰذا یہ بھی اس عالم صاحب کا غلط ظن وتخمین ہے پوری وضاحت ہم نے اوپر بیان کردیا ہے۔

[2] یہ ظن اور تخمین غلط ثابت ہوچکا ہے آج ۱۳۹۶ھ ہے اب تک مہدی کا وقت حکمرانی نہیں آیا۔

[3] ابوداؤد کتاب المہدی جلد۲ ص۵۸۸۔

[4] المستدرک جلد۴ ص۴۶۴۔

دزمین کے باسی دوست رکھیں گے آسمان سے بہت بارش ہوگی، اور زمین خوب پیداوار دے گی، اس وقت کوئی فتنہ نہ ہوگا، ساٹھ سال یا آٹھ سال یا نو سال اس طرح زمین رہیں گے۔

طبرانی اور بزار بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، طبرانی کی ایک روایت میں بیس سال ان کا رہنا آیا ہے۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"حق تعالیٰ میری عترت سے ایک مرد کو لائیگا جس کے دانت پیوستہ[1] اور پیشانی کشادہ ہوگی۔"

طبرانی اور رودیانی کی ایک روایت میں ہے۔

ان کا چہرہ ستارے کی طرح روشن ہوگا، رنگ عام عربی جوانوں کی طرح ہوگا، اور آنکھیں اسرائیلیوں کی طرح ہوں گی۔

ایک روایت میں ہے:۔

"عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اور ان کی خلافت کے وقت ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے، اور فلسطینی علاقہ میں دجال کے قتل میں تعاون[3] فرمائیں گے،" واللہ اعلم۔

مہدی کے متعلق امامیہ کا عقیدہ جمہور امامیہ اور کیسانیہ کہتے ہیں، مہدی آخرالزمان اس وقت زندہ موجود ہے، مگر دشمنوں کے ڈر سے روپوش ہے، ان کا یہ نظریہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اس دعویٰ کا باعث صرف یہ بات ہے کہ ان کا دعویٰ ہے، ہر زمانہ میں امام مقرر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اور امام معصوم ہوتا ہے، اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، کما مر۔

اگر اس نظریہ کو مان لیا جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جاہلی دور میں بھی امام معصوم ماننا پڑے گا، پھر ایسے امام کی مخلوق کو کیا ضرورت ہے، جس سے کوئی استفادہ نہ کیا جا سکے، لہٰذا ان کا یہ ادعا بھی لغو اور بے فائدہ ہے اس پر اتفاق کے بعد کہ مہدی مختفی ہے، امامیہ فرقے اختلاف کرتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد ج ۲ صفحہ ۵۸۹۔
[2] سنن ابوداؤد میں ہے کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا الخ ج ۲ صفحہ ۵۸۹۔
[3] صحیح بخاری و مسلم اور ابوداؤد و ترمذی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی دجال کو قتل کریں گے۔

اثنا عشری کہتے ہیں، وہ محمد بن حسن عسکری ہے، جو کہ سردابہ سر من رأی میں بعمر چار سال یا پانچ سال مخفی ہوگیا، دوسرے گروہ اس سے انکار کرتے ہیں، بعض کے نزدیک عسکری کا کوئی بیٹا خلف نہ تھا، اس کی جائداد بھی اسی کے بھائی نے لی تھی، اور امامت بھی اسی کو منتقل ہوگئی، بعض کہتے ہیں عسکری کے ہاں محمد باقی ایک لڑکا پیدا ہوا تھا، باپ کی موت سے دو سال پہلے، مگر یہ محمد صاحب فوت ہو گئے تھے اس باب میں امامیہ آٹھ فرقوں میں مفترق ہیں۔

کیسانیہ کہتے ہیں کہ محمد بن حنیفیہ ہی مہدی ہے، اسمٰعیلیہ کا ایک فرقہ کہتا ہے، وہ اسماعیل بن جعفر ہے، بعض کہتے ہیں محمد بن اسمٰعیل بن جعفر ہے، امامیہ کا ایک فرقہ کہتا ہے، محمد مہدی بن علی الباقر ہے، بعض جعفر صادق کو بعض موسیٰ کاظم کو مہدی کہتے ہیں بعض کہتے ہیں مہدی محمد بن الحسن المثنیٰ بن الحسن المجتبیٰ ہے۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن الحسن ہے، اس کو معتصم نے قید کر دیا تھا ایک سال قید میں رہا اس کے بعد باہر آیا، اس کے بعد کی خبر نہیں کہ وہ کہاں گیا، ایک فرقہ کہتا ہے، مہدی، محمد بن عبد اللہ بن الحسین ہے، ایک اور فرقہ کے ہاں یحییٰ بن عمر جو کہ زید بن علی بن الحسین کا ایک نبیرہ تھا، ہی مہدی ہے پس ہے :۔

ولو کان من عند غیر اللّٰہ	اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو
لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (النساء ۸۲)	اس میں اختلاف کثیر پاتے۔

یہ کتاب ہم نے اہل بیت کے ذکر پر مکمل کر لی ہے، مناسب ہے اس تذکرہ خیر کو حسینؓ کے ابیات (جو کہ انہوں نے کربلا میں بوقت شہادت رجزیہ طور پر ترنم کے ساتھ کہے) کے ساتھ اختتام کریں۔ فرماتے ہیں۔ ؎

انا ابن علی الخیر من آل ھاشم	کفانی ھذا مفخرا حین افخر
میں آل ہاشم سے فضیلت والے علی کا بیٹا ہوں،	جب میں فخر کروں یہ فخر مجھے کافی ہے،
وجدی رسول اللّٰہ اکرم من یمشی	ونحن سراج اللّٰہ فی الارض یزھر
میرا نانا اللہ کا رسول ہے چلنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والا	اور ہم زمین میں اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

وفاطمة امی سلالة احمد | وعمی یدعی ذوالجناح جعفر
فاطمہ میری ماں ہے، احمدؐ کی بیٹی ۔ | میرا چچا ذوالجناح جعفر کے نام سے مشہور ہے،
وفینا کتاب اللہ انزل صادقا | وفینا المھدی والوحی والخیر یذکر
ہم میں اللہ کی صادق کتاب اتری ۔ | ہم میں مہدی، وحی اور خیر کا تذکرہ ہے،
وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ | ومبغضنا یوم القیامۃ یخسر
لوگوں میں ہمارا گروہ باعزت ہے ۔ | ہمارے ساتھ دشمنی رکھنے والا قیامت کے روز خسارہ میں ہوگا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سید الخلق ورسول الحق محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وامھاتہ المؤمنین وعترتہ الطیبین الطاھرین۔
کما صلیت وسلمت وبارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید ۔

ویلک ان احببت نیل المطالب | فلاتحد عن ترتیل آی المناقب
افسوس ہے اگر تو مطالب لینا چاہتا ہے تو آیات مناقب کی تلاوت سے توقف نہ کر
مناقب آل المصطفیٰ تلاوۃ الوری | بھم یبتغی مطلوب کل طالب
یعنی مصطفیٰ خیر الوریٰ کی آل کے مناقب، ہر طالب ان کی بدولت مطلوب پاتا ہے ۔
مناقب اصحاب النبی المھتدی | بھم اتاکم العلیا ودغبی الرغائب
اور ہدایت والے نبی کے اصحاب کے مناقب ان کے ذریعہ تمہیں بلندی اور پسندیدہ چیزیں ملیں گی۔
علیک بھا سرا وجھرا فانھا | تحاول عند اللہ علی المراتب
ظاہر اور پوشیدہ ان آیات کو لازم کر یہ اللہ کے ہاں مراتب دیں گی ۔
وجد عند ما تتلوا لسالک ایھا | بدعوۃ قلب حاضر غیر غائب
اے سالک جب پڑھے تو حاضر دل کے ساتھ ان کی تلاوت کر ۔
فمن سأل اللہ لکریم باصابۃ | فقد جاءہ الاقبال من کل جانب
جو درست طریق سے خدا سے مانگے ہر جانب سے اس کے پاس اقبال آئے گا ۔

تمام شد

یہ بابرکت نسخہ مسمی السیف المسلول تصنیف قدوۃ العلما المتبحرین قطب شریعت و طریقت قاضی ثناء اللہ رضی اللہ عنہ پانی پتی بتاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ نبوی مطابق پانچ جولائی ۱۸۳۹ء بروز جمعہ احقر العباد امام بخش خاں افغان بمقام قصبہ پانی پت تحریر پذیر ہوا۔

کتبہ عبدالجبار ابن محمد نذیر گیلانی
حالوار چک ۵۴۳/ای بی تحصیل و ضلع وہاڑی
علاقہ بوریوالہ

فاروقی کتب خانہ ملتان کی دیدہ زیب عکسی مطبوعات

کتاب	قیمت
قرآن مجید ترجمہ مولانا ثناء اللہ امرتسری	
حواشی مولانا داؤد راز دہلوی	۱۰۰/-
۱،۲ اسبال المطر شرح قصب السکر نظم نخبۃ الفکر	۱۲/-
انعام المنعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری	۶/-
الفیۃ الحدیث حافظ عراقی	۱۰/-
اصطلاحات المحدثین مولانا سلطان محمود	۱/-
ایسا غوجی	۱/-
ایضاح المطالب شرح اردو کافیہ ابن حاجب	۱۲/-
المنطق	۱/-
بلوغ المرام مترجم مولانا عبد التواب	/-
قسم دوم	/-
بلوغ المرام عربی	زیر طبع
بوستان مترجم قاضی سجاد حسین	۵۰
بلاغ المبین شاہ ولی اللہ	۵/-
پنج کتاب فارسی	۴/-
پند نامہ مع شرح اردو	۱۰/-
تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس مجلد	۵۰/-
توحید خالص پیر بدیع الدین شاہ صاحب	۳۶/-
تیسیر المنطق	۲/-
تحقیق الکلام فی قراۃ الفاتحۃ خلف الامام	
مولانا عبد الرحمن مبارکپوری	۳۲/-
تحفہ پاک و شیراز یعنی تضمین کریمائے سعدی	۱/۶۰
جمال القرآن	۱/
الحزب المقبول من احادیث الرسول	۷/-
خطبات التوحید مولانا عبد اللہ میرٹھی	۸/-

کتاب	قیمت
خطبات التوحید شاہ اسمٰعیل شہید	زیر طبع
دستور المبتدی	۴/-
دستور المتقی	زیر طبع
رفع الالتباس عن بعض الناس	۶/-
روضۃ الادب	۴/-
زرادی	۱/۶۰
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع شرح الروض الانف	۱۰۰/-
السیف المسلول قاضی ثناء اللہ	زیر طبع
الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ قاضی عیاض	۳۶/-
شرح نخبۃ الفکر مع قصب السکر	۱۰/-
شرح تہذیب مع شرح تحفہ شاہجہانی	۱۶/-
شرح جامی مع شرح اردو مصباح المعانی	۵۲/-
شرح مأۃ عامل بلا اعراب	۴/-
شرح مأۃ عامل کلاں	۷/-
شرح ابن عقیل مع البہجۃ المرضیۃ	۲۲/-
شرح پند نامہ اردو	۱۰/-
صرف میر	۳/۴۰
صلوٰۃ النبی مولانا ابراہیم سیالکوٹی	زیر طبع
ضروری	۱/-
طب ثانی مجرب بطرز جدید	زیر طبع
عربی بول چال	۱/۶۰
العبودیۃ امام ابن تیمیہ	زیر طبع
فصول اکبری	۷/-
فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ	۴/-

کتاب	قیمت
الفوائد القدسیہ	۴/-
قال اقول	۲/-
قصیدہ بردہ چار ترجمے بہ عبد الحق	۲۰/-
کتاب المصنف جزء ۱ و جزء ۲	۳۰/-
کتاب الجنائز مولانا عبد الرحمن مبارکپوری	۴/-
کالا پانی مولانا محمد جعفر تھانیسری	۵/-
گلستان مترجم قاضی سجاد حسین صاحب	۱۵ ·
مقامات حریری	زیر طبع
مقدمۃ ابن صلاح	۱۲/-
مجموعہ رسائل رد شیعہ مولانا عبد العزیز	۱۰ ·
میر قطبی سفید کاغذ	۸/-
میر قطبی زرد کاغذ	۹/-
مراح الارواح	۵/-
معدل الصلوٰۃ قاضی برکلی	۲/۰
مختصر المعانی مع شرح التجرید البنانی	۳۶/-
مفید الطالبین	۱/۶۰
مسند عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ	۶/۰
مرام الکلام فی عقائد الاسلام مولانا پھلکی	۱۰/۰
نعم الوجیز فی البیان والبدیع " "	۴/۰
نحو میر	۵/۰
نفحۃ الیمن	۶/۰
نواب مظفر خان شہید	۳۶/۰
نماز نبوی مولانا عبد التواب	۱/۰
یک روزہ شاہ اسمٰعیل شہید	۱/۵۰